

فہرست مضامین کتاب حکمتہ بالفہ جلد اول

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۶	حروف قرآن کی تعداد	۱	قرآن پید کی تاریخ -
۱۶	حروف قرآن کے نقطوں کی تعداد	۲	قرآن مجید کیو کجرجع ہوا
۱۷	تعداد آیات کے اختلاف کیوجہ	۵	حضرت ابو بکرؓ کی کوئی نیا کام نہیں کیا -
۱۷	تعداد حروف کے اختلاف کیوجہ	۶	ایک عیسائی عالم کا نقل قرآن پر شہرہ طحیف
۱۷	نقطوں کی تعداد میں اختلاف کیوجہ	۷	اس اعتراض کا جواب (حاشیہ)
۱۸	آیات کی وعدنی کی تفریف -	۸	اختلاف قرات پر آریہ لکھا اعتراض مع
۱۸	کتنی آیتیں مکی ہیں کتنی مدنی -	۹	جواب
۲۲	کونسی آیتیں سفر میں نازل ہوئیں کونسی	۱۰	قرآن کی مختلف ترتیبیں
۲۲	حضر میں -	۱۱	قرآن کی مروجہ ترتیب لوح محفوظ کے
۳۱	کونسی آیتیں رات کیوقت نازل ہوئیں	۱۲	مطابق ہے -
۳۱	کونسی دن کیوقت -	۱۳	تعداد پارہ ہائے قرآن -
۳۲	کونسی آیتیں صبح کیوقت نازل ہوئیں -	۱۴	سورتوں کی تعداد -
۳۲	کونسی آیتیں سوئے کیوقت نازل ہوئیں	۱۵	ترتیب نزول قرآن -
۳۵	کونسی نیند میں -	۱۶	حضرت علیؓ کے مرتبہ قرآن کی ترتیب
۳۶	کونسی آیتیں گرمی میں نازل ہوئیں کونسی	۱۷	قرآن کی منزلوں اور رکوعات کی تعداد
۳۶	چارے میں -	۱۸	قرآن ک آیات کی تعداد -
۴۰	کونسی آیتیں زمین پر نازل ہوئیں کونسی آسمان پر	۱۹	الفاظ قرآن کی تعداد -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۷	دوسرا جواب	۴۱	آسمانی آیات کے نزول پر فلسفی کا اعتراض -
۵۰	لطیفہ	۴۲	انسان کے آسمان کی طرف جانے پر فلسفی کا اعتراض -
۵۱	تیسرا جواب -	۴۳	الجواب -
"	چوتھا جواب	۴۴	معراج جسمانی مقام عمل نہیں ہے -
۵۲	پانچواں جواب -	۴۵	سرعت رفتار کی بحث -
۵۳	اختلاف قراءت مراد فخریہ ہیں	"	کمال روحانیت -
	قرآن کے اسما و صفات	۴۶	کوئی آیتیں زمین پر نازل ہوئیں کوئی زمین کے نیچے -
	قرآن مجید کے ایک سو نام و القاب اور ان کے وجہ تسمیہ	۴۷	تواتر قرآن -
۵۵	قرآن اُس کا اصلی اور ب سے زیادہ مشہور نام ہے -	۴۸	تواتر قرآن پر سنی و شیعہ دونوں متفق ہیں -
"	قرآن کی وجہ تسمیہ	۴۹	فرد اثنا عشریہ میں تحریف کا کوئی قائل نہیں -
۵۶	امام سیوطی کی توجیہ	۵۰	اس کے متعلق ائمہ اثنا عشریہ کے مقولے
۵۷	دوسرا لقب قرآن عربی -	۵۱	شیعہ اثنا عشریہ پر حقیقہ تحریف قرآن کا الزام -
"	قرآن سبین -	۵۲	پہلا جواب -
۵۸	قرآن عظیم	"	
۵۹	قرآن مجید -		
"	قرآن کریم -		
۶۰			

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۱	رحمت	۶۱	لا یمسہ الا المظہرون کی تفسیر
۶۲	بشری	۶۲	قرآن حکیم
۶۳	شفاء	۶۳	قرآن عجب
۶۵	شفار سے شفا سے روحانی مراد ہے	۶۴	عجب کی پہلی توجیہ
۶۶	شفار کو امراض جسمانی سے شعلق نہیں کر سکتے۔	۶۵	دوسری توجیہ
۶۷	کیا حروف و نقوش قرآنی میں شفا کر	۶۶	کتاب اللہ
۶۸	جسمانی ہے۔	۶۷	کتاب رب
۶۹	نقوش قرآنیہ کے با اثر ہونے پر رواف	۶۸	کتاب حکیم
۷۰	طب نبوی کی ایک دلیل۔	۶۹	کتاب مبین
۷۱	الجواب	۷۰	کتاب مبارک
۷۲	گالی میں بالذات کوئی اثر نہیں ہے	۷۱	کتاب متشابہ
۷۳	الفاظ قرآن میں کسی معنوی اثر کا ہونا	۷۲	کتاب عزیز
۷۴	محکم ہے۔	۷۳	کتاب مسطور
۷۵	فلاسفہ کلمات کی تاخیر معنوی کے قائل	۷۴	کتاب مسطور سے لوح محفوظ مراد نہیں ہو سکتی۔
۷۶	نہیں۔	۷۵	ہدی
۷۷	موعظۃ	۷۶	ہدی کے معانی
۷۸	مصدق	۷۷	الہدی
۷۹	تصدیق کتب قدیمہ کے معنی	۷۸	ہدی اللہ

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۹۲	قرآن کے معنی پر پورے کی تحقیق -	۸۱	تفہیم
۹۳	ذکر	۸۲	تفہیم الکتاب -
۹۴	الذکر	۸۳	تفہیم
۹۵	ذکر الرحمن	۸۴	معنی حق
۹۶	ذکر الباری	۸۵	آیات اللہ
۹۷	ذکر الذکر	۸۶	آیات بیانات
۹۸	الذکر الحکیم	۸۷	آیات بیانات
۹۹	القصص الحق	۸۸	حکم
۱۰۰	احسن القصص	۸۹	ما اُنزل اللہ
۱۰۱	احسن القصص سے قرآن مراد ہو سکتا ہے	۹۰	ما اُنزل اللہ علی رسولہ
۱۰۲	سورۃ یوسف کے احسن القصص ہونے کی	۹۱	ما اُنزل الی الرسول
۱۰۳	پہلی وجہ	۹۲	ما اُنزل علی محمد
۱۰۴	دوسری وجہ	۹۳	ما اُنزل من الحق
۱۰۵	تیسری اور چوتھی وجہ	۹۴	مکہ باللہ
۱۰۶	حیل اللہ	۹۵	العروۃ الوثقی
۱۰۷	سیان	۹۶	فرقان
۱۰۸	رضوان اللہ	۹۷	مولوی نذیر احمد مترجم دہلوی کا حاشیہ
۱۰۹	سنادی	۹۸	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۲	مولف کی تحقیق	۱۰۲	الفور النظیم
۱۱۳	رسالہ	//	الحديث
//	بصائر	۱۰۳	احسن الحديث
۱۱۴	بصائر اور بصیرت میں فرق -	۱۰۴	برہان
//	صدق	۱۰۵	تورہ مبینہ
۱۱۵	عدل	۱۰۶	تور کا فائدہ
۱۱۶	حجت بالغہ	//	ضراط مستقیم
//	نیۃ	۱۰۷	ستقیم کے معنی
۱۱۷	کلام اللہ	//	عیسائیوں کا مسئلہ تخلیقیت
۱۱۸	کلمۃ اللہ	۱۰۸	موسوی شریعت کے احکام عشرہ
//	حکم عربی		قرآن کے احکام کا توریت و انجیل
//	القول	//	کے احکام سے مقابلہ -
۱۱۹	القول الثابت		عورتوں کے معمولی ایام میں حرمت
۱۲۰	بلاغ	//	جماع کا سبب
//	مشافی -	۱۰۹	نعمت اللہ
۱۲۱	امر اللہ	۱۱۰	نشیور و نذیر
//	تبیان	//	وسیلۃ
۱۲۲	لسان عربی مبین	۱۱۱	ہیمن
//	قرآن کی زبان خالص عربی ہے	//	ہیمن کے معنی میں ہادی نذیر احمد ہادی کی مادیست توجہ

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۱۳۰	مہلف کی تحقیق و تفسیر	۱۳۲	قرآن مجید میں صرف اکاؤن الفاظ غیر عربی کہے جاسکتے ہیں۔
۱۳۱	قول ثقیل	"	جہنم قائل عربی ہے۔
"	قیم	"	چوالیس الفاظ اعلام میں چھ فصلت
۱۳۲	تذکرہ	۱۳۳	نہیں۔
"	متذیل	"	فردوس عربی لفظ ہے
"	رجی	"	رجیل عربی ہے نگ گل کا عربی نہیں
۱۳۳	آخن تفسیر	"	حضرت ابن عباس فارسی نہیں جانتے تھے۔
"	امام مبین	۱۳۴	جزیہ قائل عربی لفظ ہے۔
"	اکثر اہل علم امام مبین سے لوح محفوظ مراد لیتے ہیں۔	"	جزیہ کی وجہ تسمیہ
۱۳۴	لیتے ہیں۔	"	مولوی شبلی نعمانی نے برہان قاطع کی تقلید
"	امام مبین سے قرآن مراد نہیں ہو سکتا	"	میں جزیرہ گوگزیت کا عرب بتایا ہے۔
"	قرآن میں سب کچھ ہونا دعویٰ محض ہے	۱۳۵	سندس دا استبرقی عجی الفاظ ہیں۔
۱۳۵	بلا دلیل۔	"	ان کے غیر عربی ہونے پر امام بیہوشی
۱۳۶	نبار عظیم	"	کی دلائل و بحث۔
۱۳۷	غیر ذی عوج	۱۳۸	یا قوت و مرجان عربی الفاظ ہیں
۱۳۸	روح	"	آیات مرجع البحرین الم کی تفسیر
"	مولوی نذیر احمد دہلوی کا فائدہ اور اس پر بحث	۱۳۹	بعض ظریف شیعہ کا قول۔
۱۳۹	روح و قرآن کا مقابلہ	"	
"	علی حکیم	۱۴۰	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۵	تیسرا مقدمہ محمد مصطفیٰ صاوق تھے	۱۴۰	داعی اللہ
۱۵۶	چوتھا مقدمہ نجوم و کہانت کا مقابلہ	۱۴۱	وحی یوحی
	قرآن کی پیشینگوئیاں	۱۴۲	قول رسول کریم
	پہلی پیشینگوئی قرآن کا نکل کوئی نہیں	۱۴۳	حشرہ علی الکافرین
۱۵۸	لا سکتا۔	۱۴۴	حق الیقین
	شاہنامہ فردوسی کے جواب میں بہت	۱۴۵	شاہد و مشہود
۱۵۹	کتنا میں لکھی گئیں۔	۱۴۶	شاہد و مشہود کی تفسیر میں علماء کے اختلافات۔
۱۶۰	فردوسی و نظامی کا مقابلہ	۱۴۷	مولف کی تحقیق
۱۶۱	فردوسی کا بہترین قطعہ	۱۴۸	قول انوفصل
۱۶۲	ملا با لقی کا جوابی قطعہ	۱۴۹	حسنی
۱۶۳	علامہ جلالی جریا کو ٹی کا دیباہی جوابی قطعہ	۱۵۰	صحف مطہرہ
۱۶۴	مسئلہ کذاب کی قرآن کے مقابلہ میں	۱۵۱	کوثر
۱۶۵	یا وہ گوئی	۱۵۲	کوثر کے سنی میں پندرہ مختلف اقوال
۱۶۶	پ قرآن ہر طرح محفوظ رہے گا۔	۱۵۳	قرآن کے کلام اللہ ہونے کی ثبوت
۱۶۷	پیشینگوئی دو طرح پر پوری ہوئی۔	۱۵۴	اسکی پیشینگوئیاں
۱۶۸	وید مقدس اور توریت و انجیل قرآن کا مقابلہ	۱۵۵	پہلا ثبوت
۱۶۹	صحت میں نہیں کر سکتیں	۱۵۶	اسکی پیشینگوئی
۱۷۰	توریت و انجیل صحت میں کتب حدیث کو برا بھلا نہیں	۱۵۷	پہلا مقدمہ۔ نجوم کا ب قول سچا نہیں
۱۷۱	توریت و انجیل صحت میں کتب حدیث کو برا بھلا نہیں	۱۵۸	دوسرا مقدمہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۱۸۰	۱۔ نصاریٰ کی باہمی دراہمی و دشمنی	۱۶۶	یسو و صاحب کی رائے قرآن کے متعلق
۱۸۱	اس پیشینگوئی پر اعتراض مع جواب	۱۶۷	قرآن کے متعلق مسٹر ڈن ہیلم کا فیصلہ
۱۸۲	دوسرا تیسرا اور چوتھا جواب	۱۶۸	۲۔ یہود کا ہمیشہ ذلیل رہنا۔
۱۸۳	رومن کیتھولک اور پراسٹیسٹنٹ کا باہمی غناؤ		۳۔ یہود کو ہمیشہ کیلئے سلطنت کا سلب ہو جانا۔
۱۸۴	بادشاہ لوئی چہارم کا خلا مانہ فرمان۔		۴۔ اللہ بعض اہل مذہب کی ہر بات سے ان کو بھلا ملنا۔
۱۸۵	۵۔ یہود یا یہود و نصاریٰ میں قیامت تک عداوت رہو گی۔		۵۔ یہود کا ہمیشہ خدا کو غضب میں گرفتار رہنا۔
۱۸۶	یہود میں جلی سیمائی و حرص	۱۶۹	۶۔ یہود موت کی تنہا ہرگز نہ لے سکیں گے
۱۸۸	۷۔ یہود کی جلا وطنی	۱۷۰	اس پیشینگوئی پر پہلا اعتراض
۱۸۹	عہد فاروقی میں یہود جزیرہ عرب سے نکال دیئے گئے	۱۷۱	پہلا اور دوسرا جواب
۱۹۰	۸۔ کفار کا ذلیل ہونا اور	۱۷۲	تیسرا چوتھا اور پانچواں جواب
	۹۔ کیمہ میں جاتے ہوئے ڈرنا	۱۷۳	دوسرا اعتراض مع جواب
	۱۰۔ یہودیوں میں سے کم ایمان لائیں گے اور زیادہ	۱۷۴	تیسرا اعتراض
۱۹۱	کافر ہی رہیں گے		پہلا اور دوسرا جواب
	۱۱۔ معمولی ایذا کو سوائے یہود مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے	۱۷۵	چوتھا اعتراض
۱۹۲	۱۲۔ یہود جنگ کریں تو مجاہدین اور شہوت یافتہ ہوں گے		پہلا جواب
۱۹۳	۱۳۔ یہود جنگ کریں تو مجاہدین اور شہوت یافتہ ہوں گے	۱۷۶	دوسرا جواب
۱۹۴	۱۴۔ ہم کفار کے دلوں میں عجب بٹھا دیں گے		
۱۹۵	۱۵۔ منافقوں کو دنیا میں کی یا رومد و گار نہ ہو گا		

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۲۳۶	۱۶ چجد بن قیس منافق ہر اور کافر ہی مرے گا۔	۲۰۰	۱۸ منافقوں پر دہری مار پڑے گی
۲۳۷	۲۸ ثعلبہ انصاری منافق مرے گا۔	۲۰۲	۱۹ کفار اسلام کو ہر انہیں سستے بلکہ وہ خود تاریں گے۔
۲۳۸	۲۹ مسجد ضرار والے سب منافق و مفسدین۔	۲۰۶	۲۰ کفار تاریں گے اور مغلوب ہونگے
۲۳۹	واقعہ مسجد قبا و ضرار	۲۰۸	۲۱ مسلمان ہی غالب ہوں گے
۲۴۰	ابو عامر بنی المنافقین کا حال	۲۱۱	۲۲ جو لوگ قتل منبر کی فکر میں کر رہے ہیں ان کی سب تدبیریں لمبا میٹ ہو جائیں گی۔
۲۴۱	۳۰ جنگ حیدریہ سے پیچھے ہٹ جانیا لے عدم شرکت کا عذر لنگ کر س گئے۔	۲۱۲	۲۳ مکہ کا دارالندوہ
۲۴۲	۳۱ صحابہ صاحب سلطنت ہونگے	۲۱۵	۲۴ پیغمبر اسلام ہر طرح محفوظ رہیں گے
۲۴۳	۳۲ وہ دین کو جا کر رہیں گے۔	۲۱۶	۲۵ لطیفہ پنجم اور امیر المومنین مارون شہید عباسی۔
۲۴۴	۳۳ وہ خوف و خطر سے محفوظ ہونگے	۲۱۸	۲۶ مخالفین تخیل قبلہ پر اعتراض کریں گے
۲۴۵	۳۴ کوئی ان میں کا شرک نہ کریگا۔	۲۱۹	۲۷ یہ کوئی ہتھم بالشان ہیشنگی کوئی نہیں ہے
۲۴۶	نکتہ	۲۲۰	۲۸ منافقوں کا بھانڈا پھوٹا
۲۴۷	خلفائے راشدین کی خلافت۔	۲۲۲	۲۹ غزوہ تبوک اور پانچ فریق
۲۴۸	بعثت رسول کی عرض کو ابو بکر و عمر نے بدرجہ اتم پورا کیا۔	۲۲۴	۳۰ اسمائے منافقین۔
۲۴۹	آیت میں صرف حضرت علی کی نامت مقرر ہے	۲۲۶	۳۱ تم جنگ سے لوٹو گے تو منافقین عذر کریں گے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۵	نکتہ ۳۸ پ روم غالب ہوں گے اور ہارسی	۲۴۹	آیت سے ائمہ اثنا عشر کا مراد لینا غلط
۲۶۶	۳۹ شکست کھائیں گے۔	۲۵۱	۱ قسام خلافت۔
۲۶۷	۳۹ پ غلبہ روم کی وقت مسلمان اللہ کی	۲۵۱	فتوحات عہد رسالت۔
۲۶۷	۳۹ پ مدد سے خوش ہوں گے۔	۲۵۲	فتوحات عہد صدیقی۔
۲۶۸	۴۰ پ رومی فارس پر غالب ہو کر	۲۵۲	فتوحات عہد فاروقی۔
۲۶۸	۴۰ پ پھر مسلمانوں سے مغلوب ہوں گے	۲۵۳	فتوحات عہد عثمانی۔
۲۶۸	۴۰ پ کفار سے ابو بکر کی شرط لگانی	۲۵۳	عہد علیؓ نہیں فائدہ جنگوں کی گرم بازاری۔
۲۶۸	۴۰ پ بضع کا اطلاق یمن سے تو تک پہنچے	۲۵۴	امیر معاویہ کا تدبیر و سیاست۔
۲۶۸	۴۰ پ امام سیوطی کی ذہانت۔	۲۵۴	فتوحات عہد معاویہ۔
۲۶۸	۴۰ پ کفار اسلام کی ضد میں اپنا مال	۲۵۵	اسلام کی پوری تمکین عہد معاویہ میں ہوئی۔
۲۶۸	۴۰ پ خرچ کرتے رہیں گے۔	۲۵۵	۳۵ کفر کا گھٹنا اسلام کا بڑھنا۔
۲۶۸	۴۰ پ یہ مال کا خرچ کرنا ان کے لئے	۲۵۶	منشورین کی مخدوش و جھیم۔
۲۶۸	۴۰ پ موجب حسرت ہوگا۔	۲۵۶	۳۶ منافقین کیلئے ان کے مال و
۲۶۸	۴۰ پ جنگ احد میں ابوسفیان کا چنڈہ	۲۵۷	اولاد و عذاب ہوں گے۔
۲۶۸	۴۰ پ جنگ بدر میں کافر شکست	۲۵۷	موجودات کی چار قسمیں ہیں۔
۲۶۸	۴۰ پ کھائیں گے۔	۲۵۷	آیت پر اعتراض مع جواب۔
۲۶۸	۴۰ پ جنگ بدر میں کفار اور مسلمانوں کی	۲۵۹	مال و اولاد کے موجب عذاب ہونے پر تقریر
۲۶۸	۴۰ پ جمیعت۔	۲۶۰	پہلا اور دوسرا جواب۔
۲۶۸	۴۰ پ جمیعت۔	۲۶۲	تیسرا اور چوتھا جواب۔
۲۶۸	۴۰ پ جمیعت۔	۲۶۲	۳۷ ابو بکرؓ کی خلافت کی بشارت۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۹۰	مسند امام احمد کی ایک حدیث -	۲۸۷	بخاری کی ایک روایت -
۲۹۲	چین کی اسلامی آبادی -	۲۸۸	اشعر فاروقؓ
۲۹۳	۱۵ اسلام تمام دینوں پر غالب ہو گا -	۲۸۹	۱۴ جنگ بڑمک قریش کو ہلت ہے -
۲۹۴	عرب روم - ایران اور ہندوستان کی حالت اسلام سے پہلے -	۲۹۰	۱۵ کافر دغا کریں گے تو اللہ بس کرے گا
۲۹۵	۱۶ کفار مکہ قحط کی مصیبت میں مبتلا ہوں گے -	۲۹۱	۱۶ جو منافقین حدیبیہ میں ساتھ نہیں ہوئے وہ غنیمت کے لالچ سے خیر تیا ساتھ جانا چاہیں گے -
۲۹۶	۱۷ تب مجبور ہو کر اللہ کی طرف رجوع ہوں گے -	۲۹۲	۱۷ منافقین رفاقت یہود میں اپنے گھروں کو پھوڑیں گے -
۲۹۷	۱۸ قحط دور ہونے پر پھر وہی شرارت کریں گے -	۲۹۳	۱۸ منافقین اہل کتاب کا ساتھ نہ دے
۲۹۸	۱۹ سات برس متواتر قحط -	۲۹۴	۱۹ منافقین اور یہود کو پھر کہیں سے کمک نہ پہنچے گی -
۲۹۹	۲۰ دغان مبین کی تفسیر -	۲۹۵	یہود بنو نضیر کی عہد شکنی -
۳۰۰	۲۱ واقعہ قحط کے متعلق بخاری کی ایک حدیث -	۲۹۶	ابوسفیان اور کعب اشرف کا عہد پیمان
۳۰۱	۲۲ کلمہ جنگ بدر دو ہیں -	۲۹۷	کعب اشرف یہودی کا قتل -
۳۰۲	۲۳ کفار کو دنیا میں بھی عذاب ہو گا	۲۹۸	یہود کی جلا وطنی اور صلح -
۳۰۳	۲۴ دنیا کے عذاب کی تعین میں اختلافات	۲۹۹	۲۵ اٹھاپنوز اسلام کو پورا کر کر رہے گا

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۳۱۳	ہارث بن ہشام -	۳۰۳	نکتہ قرآن مجید کی بلاغت کا۔
۳۱۵	ہبیل بن عمر	۳۰۴	پ ۵ کفار کے فریب سے مسلمانوں کا
۳۱۶	حکیم بن خزام -	"	کچھ نہ پکڑے گا۔
۳۱۷	مکرہ بن ابی جہل -	۳۰۵	پ ۵ کفار نے اسلام کو نقصان پہونچا کر
۳۱۸	دحی بن خرب قاتل حمزہ سید الشہداء	۳۰۶	نہ مسلمانوں کو ہراساں کئے
"	آنحضرت صلعم کو حمزہ سے کتنی محبت تھی	۳۰۸	پ ۵ اللہ مسلمانوں کو مالدار کر دیگا
"	دحی حالت اسلام میں سیلہ کذاب کا قاتل	"	عبدالرحمن بن عوف کی دولت مند ی
۳۱۹	نہایت ہوا۔	"	اسی کے متعلق رسول اللہ صلعم کی
"	پ ۵ فتح مکہ تک کفار یا ان کے	۳۱۰	ایک پیشین گوئی۔
۳۲۰	آس پاس ہمیشہ آفت آتی رہے گی	۳۱۱	خلافت فاروقی میں مسلمانوں کی دولت مند ی
۳۲۲	غزوات کی مختصر فہرست۔	"	پ ۵ مسلمانوں اور ان کے
"	پ ۱ اللہ مجھ کو کچھ پہونچا کر رہے گا	"	دشمنوں میں ملاپ ہو جائے گا۔
"	عرب کی مشہور ضرب المثل	"	اسلام کے چند سخت دشمن جو وفادار
"	پ ۲ بیعت الرضوان والے ہمیشہ	۳۱۲	دوست ہو گئے۔
۳۲۳	ایمان پر قائم رہیں گے۔	"	ابوسفیانؓ بن حرب
۳۲۵	حدیبیہ کا مفصل واقعہ۔	۳۱۳	امیر معاویہؓ مسلمانوں کے ماموں ہیں
۳۲۷	شرائط صلح	"	ابوسفیان بن ہارث۔
۳۲۸	لطیفہ	۳۱۴	حسان بن ثابتؓ شاعر رسول کا ایک شعر
۳۳۱	پ ۳ نصیر کی فتح	"	عباس بن عبد المطلبؓ کی شفقت و عجا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۳۳	قیصر و کسریٰ میں اُن بن	۳۳۳	خیمہ کی بیش بہا غنیمتیں -
۳۳۴	نوشیروان نے عرب کے تمام رومیوں کا	۳۳۴	پہلے مکہ کی فتح -
۳۳۵	استیصال کر دیا -	۳۳۵	آیت نصر من اللہ و فتح قریب کی تفسیر -
۳۳۶	۶۷ یہود پر مسلمانوں کی فتح اور	۳۳۶	رسول اللہ صلعم کا خواب بعینہ پورا ہوا -
۳۳۷	منافقوں کی ندامت	۳۳۷	حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ کا ترجمہ
۳۳۸	یہود بنی نضیر کا قلعہ فتح -	۳۳۸	مکہ کی فتح ہوئی -
۳۳۹	۶۸ یہود بنی نضیر کا قلعہ فتح -	۳۳۹	خدا کا پیغمبر دس ہزار قدوسیوں کیساتھ داخل مکہ ہوا -
۳۴۰	۶۹ یہود بنی نضیر کا قلعہ فتح -	۳۴۰	شہنشاہ اسلام فتح کے بعد کس امن سے مکہ میں داخل ہوا -
۳۴۱	۷۰ یہود بنی نضیر کا قلعہ فتح -	۳۴۱	۷۱ اللہ مسلمانوں سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر چکا ہے
۳۴۲	۷۱ یہود بنی نضیر کا قلعہ فتح -	۳۴۲	ایوان کسریٰ کے نارات پر مسلمانوں کا قبضہ
۳۴۳	۷۲ یہود بنی نضیر کا قلعہ فتح -	۳۴۳	۷۲ مسلمانوں سے ایک ایسی فتح کا وعدہ جس پر قابو پانے کی بظاہر کوئی امید نہیں تھی -
۳۴۴	۷۳ یہود بنی نضیر کا قلعہ فتح -	۳۴۴	۷۳ انجری لکھنؤ کی تفسیر

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۷۵	دوسرا فرقہ بنو خنیفہ کا۔	۳۷۵	خز وہ بنی صطلق
"	تیسرا فرقہ بنو اسد کا۔	۳۷۶	مہاجرین و انصار میں ناجائز اور صلح
"	چوتھا فرقہ خزاعہ کا۔	"	پہلے محمد مصطفیٰ کی نسل میں بڑی
"	پانچواں فرقہ غطفان کا۔	"	برکت ہوگی۔
"	چھٹواں فرقہ بنو سلیم کا۔	۳۷۸	پہلے محمد مصطفیٰ کے دشمن کا کوئی نام لیا
"	ساتواں فرقہ بنو تمیم کا۔	"	نہ رہے گا۔
۳۷۶	آٹھواں فرقہ کنذہ کا۔	"	معنی ابتر
"	نواں فرقہ بنو بکر بن وائل کا۔	"	آنحضرت کے فرزندوں کا انتقال
"	دسواں فرقہ قبیلہ اغبان کا۔	۳۷۹	آیت میں رسول کے دشمن سے
"	امیر جبلہ کا محمد اور عمر فاروق کا عدل	"	کون مراد ہے۔
"	ابوبکر صدیق کی اصابت رائے	۳۸۰	مفسرین کی تفسیر منطبق نہیں ہوتی۔
۳۷۷	اور استقلال۔	۳۸۱	مولف کی تحقیق۔
۳۷۸	صحابہ کی راستبازی	"	پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کچھ مسلمان
"	ابوبکر کی صواب اندیشی کا علی رضی	"	مرتد ہو جائیں گے۔
"	اعتراف کیا۔	۳۸۲	پہلے ان مرتدوں پر ایسے پاک
"	ابوبکر کی حقیقت امامت کی دلیل	"	مسلمان غالب ہوں گے جو آپس
۳۸۱	پہلے ابولہب خود ہلاک ہوگا	"	میں نرم اور کفار پر سخت ہوں گے۔
"	پہلے ابولہب کا مال وقت پر اس کے	"	عربوں کے دس فرقے مرتد ہو گئے
"	کام نہ آئے گا	۳۸۳	پہلا فرقہ بنو مدیجہ کا۔
۳۸۲	مسدس حالی کے چند بند	۳۸۵	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۹۲	غزوہ سولق	۳۸۲	ابولہب کا نام و لقب
۳۹۳	۸۶ پ کفار شرارت کریں گے تو وہ ہی	۳۸۲	حدسہ بیماری -
۳۹۳	۸۷ پ حال ہوگا جو اگلوں کا ہو چکا ہے -	۳۸۵	۸۹ پ ابولہب اور اسکی جو روآگ
۳۹۵	۸۸ پ اگر مسلمان اسلام کی مدد کریں گے	۳۸۵	میں پڑیں گے -
۳۹۵	۸۹ پ تو اُنہی کی مدد کرے گا اور اُنکو	۳۸۵	۹۰ پ ابولہب کی جو روکی گرد نہیں
۳۹۶	۹۰ پ ثابت قدم رکھے گا -	۳۸۶	رسی ہوگی -
۳۹۶	۹۱ پ تمام شاہان یورپ کو مسلمانوں نے	۳۸۶	علامہ غنایت رسول چریا کوٹی -
۳۹۶	۹۲ پ نیجا دکھایا -	۳۸۶	ابولہب کی جو روکا نام و نسب -
۳۹۶	۹۳ پ حقیر تب نشانیاں دکھاکر تم خود	۳۸۶	حالاتہ الخطب کے معنی
۳۹۶	۹۴ پ پہچان لو گے -	۳۸۶	۹۵ پ اللہ کافروں کو مسلمانوں کے
۳۹۹	۹۵ پ یہود شرارت کریں گے اور	۳۸۸	ہاتھ سے سزا دے گا -
۳۹۹	۹۶ پ مارکھائیں گے -	۳۸۸	۹۷ پ اللہ مسلمانوں کو فتحیاب کریگا
۴۰۰	۹۷ پ میں جنگ بنی قریظہ	۳۸۸	۹۸ پ مسلمانوں کے کلیجوں کو ٹھنڈا
۴۰۱	۹۸ پ سعد بن معاذ کا فیصلہ	۳۸۸	کرے گا -
۴۰۱	۹۹ پ آٹھ سو یہودیوں کا قتل	۳۸۸	۹۹ پ مسلمانوں کے دلوں میں جو
۴۰۱	۱۰۰ پ اس قتل پر دشمنان اسلام کا بدناما اعتراض	۳۸۸	غصہ ہے اس کو دور کرے گا -
۴۰۱	۱۰۱ پ پہلا جواب	۳۸۸	۱۰۱ پ ایک کنوئیں پر بنو بکر و بنو خزاعہ
۴۰۲	۱۰۲ پ دوسرا اور تیسرا جواب	۳۸۸	کی جنگ
۴۰۳	۱۰۳ پ سلطنت برطانیہ کا مارشل لا ہندوستان میں	۳۹۱	۱۰۴ پ اللہ کافروں کو زور کو روک دیگا -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۱۳	پہلا جواب -	۴۰۱	پاپ ریل - بالکل سوڑا اور ہوائی
۴۱۵	دوسرا اور تیسرا جواب	۴۰۲	جہاز -
۴۱۶	پاپ یہود و نصاریٰ میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کے قبلہ کی پیروی نہ کرے گا -	۴۰۳	پاپ نصاریٰ اور مسلمان یہود پر ہمیشہ غالب رہیں گے -
۴۱۷	پاپ خلفائے راشدین اسلام کی اشاعت کرس گے -	۴۰۴	عیسائیوں پر قرآن کا عظیم الشان احسان -
۴۱۸	ہماجرین کی منتبت -	۴۰۵	پاپ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے کفر کے معنی -
۴۱۹	مذہبی نکتہ	۴۰۶	کفر کی چار قسمیں -
۴۲۰	پاپ اصحاب رسول بھوک اور مال جان اور پیداوار کی کمی کی آزمائش میں مبتلا ہوں گے -	۴۰۷	کفر انکاری - محمودی - غادہی -
۴۲۱	آیت کی تفسیر میں بخاری کی ایک حدیث	۴۰۸	کفر - نفاق
۴۲۲	پاپ کفار کو مال و اولاد کچھ فائدہ نہیں گے	۴۰۹	پیشینگوئی کس کے حق میں ہے
۴۲۳	پاپ محمد مصطفیٰ کے منکروں کو عذاب سخت ہوگا -	۴۱۰	پاپ کفار کو کرنوا لے ہیں اور خود دھوکا کھائیں گے -
۴۲۴	کمال عذاب -	۴۱۱	قتلِ پیغمبر کی سازش -
۴۲۵	پاپ کفار کی چند روزہ چلت پھرت	۴۱۲	لطیفہ
۴۲۶	تنگدل نہ ہو -	۴۱۳	پاپ عرب میں فتنہ شرک نہ رہے
۴۲۷		۴۱۴	آیت حقی لا تلوون فتنۃ پر
۴۲۸		۴۱۵	اعراض -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۵۸	۱۴۲۔ افاق عالم میں اسلام اور اسلامی سلطنت بھلگئی -	۴۵۸	ہرمزان سردار سیحی کا مسلمان ہونا -
۴۶۶	مولوی شبلی نعمانی کے چند اشعار	۴۶۰	جلولار کے بڑے بڑے روسائے سیحی مسلمان ہوئے -
۴۶۷	فتوحات عہد نبی امیہ و نبی عباس	۴۶۰	نسر پر ویز کی چار ہزار فوج مسلمان ہو گئی -
۴۶۸	۱۴۳۔ اگر اہل کتاب توریت و انجیل کو قائم کریں تو رزق ان کے اوپر سے برسے اور پاؤں تلے سے ابلے	۴۶۱	یزدگرد بادشاہ کے مقدمۃ البیشک افسر مسلمان ہو گیا -
۴۶۸	۱۴۴۔ یہود و مشرکین مسلمانوں کے سخت ترین دشمن ہوں گے -	۴۶۱	تین سو بڑے بڑے روسائے پہلوان سیحی مسلمان ہو گئے -
۴۶۸	۱۴۵۔ دوستی میں نصاریٰ مسلمانوں سے قریب تر رہیں گے -	۴۶۱	عہد فاروقی میں اسلام کی عام اشاعت -
۴۶۸	۱۴۶۔ ایسی ہی ایک حدیث -	۴۶۱	اسلام کی اشاعت تلوار سے نہیں اپنے فیضِ برکت سے ہوئی -
۴۶۸	۱۴۷۔ یہود اور ہنود میں مناسبت	۴۶۱	۱۴۲۔ کفار سے چھانٹک ہو سکے
۴۶۸	۱۴۸۔ کوئی ہیکڑ خدا کی باتوں کو بدل نہیں سکتا -	۴۶۱	اپنی پوری طاقت صرف کر کے اسلام کی تباہی میں کوشش کریں
۴۶۸	۱۴۹۔ خدا مسلمانوں میں امتیاز پیدا کر دے گا -	۴۶۱	۱۴۳۔ کفار کو جب دشمنی کا موقع ملے گا
۴۶۸	۱۵۰۔ حکمِ مشرط دلیل جہل ہے -	۴۶۳	انچنانہ رہیں گے -
۴۶۸	۱۵۱۔ پہلا اور دوسرا جواب -		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۸۶	اور وہ پچھلدار درخت کی طرح ہمیشہ پھل لاتا رہے گا۔	۴۷۷	۱۲۱ اصحاب رسول ایک ساندھے نقتہ میں مبتلا ہوں گے۔
"	پاکیزہ درخت کے اوصاف۔	"	آیت کی تفسیر میں بخاری کی ایک حدیث۔
۴۸۸	پاکیزہ درخت کے ساتھ اسلام کی مشابہت تامہ۔	۴۷۸	شہادت عثمان ذی النورینؓ اور خلافت علیؓ۔
۴۸۹	۱۲۵ شرک و کفر کی مثال پھیسے درخت کی سی ہے۔	"	شام کے بزم امید میں عام شورش۔
۴۹۱	۱۲۶ پنیر کی مٹی اڑانے والوں سے اللہ سمجھلیگا۔	۴۸۰	حضرت علیؓ کی شاکستہ تقریر۔
۴۹۲	ان اشرار کا انجام۔	"	طلحہ و زبیرؓ کا بیعت توڑنا۔
"	ابولہب۔	"	عائشہ صدیقہؓ کا پیام علیؓ رضی اللہ عنہ کی طرف جنگ جمل۔
"	اسود بن عبد یغوث۔	۴۸۱	طلحہ و زبیرؓ کی شہادت۔
"	حارث بن قیس۔	"	۱۲۱ مہر کے بعد مشرکین کعبہ میں نہ آ سکیں گے۔
۴۹۳	ولید بن مغیرہ۔	"	۱۲۲ کفار کی گردنوں میں طوق زنت پڑے گا۔
"	امیہ بن خلف۔	۴۸۲	۱۲۳ مسلمانوں کیلئے بہتری ہی بہتری ہے۔
۴۹۴	ابی بن خلف۔	۴۸۴	۱۲۴ اسلام کی جڑ مضبوط ہے
"	ابوقیس بن فاکہ۔		
"	عاص بن داؤد۔		
۴۹۵	نضر بن حارث۔		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۰۳	معاویہ کی اسلامی ہمدردی -	۴۹۵	ابو جہل
۵۰۶	انفاروق مولوی شعلی لغمانی سے	۴۹۶	منیر بن حجاج
	ایک واقعہ -	"	عاص بن منیر
۵۰۷	۱۲۸ اسلام تمام دنیا میں عام ہوگا	"	زہیر بن ابی امیہ
	۱۲۹ اہل ایمان کو سونے کا لنگن	۴۹۷	عقبہ بن ابی معیط
۵۰۷	پہنا یا جائے گا -	"	اسود بن المطلب
۵۰۸	حافظ قرطبی کی ایک روایت -	۴۹۸	عتیب
	۱۳۰ مسلمانوں کو اللہ بہتر سے بہتر	"	حارث بن زعمہ
۵۰۹	بدلہ دے گا -	"	طعیمہ بن عدی
	۱۳۱ مسلمانوں میں متصرف خلفاء	"	مالک بن ایطلالہ
۵۱۰	ہوں گے -	۴۹۹	رکانہ بن عبد یزید -
۵۱۲	فہرست خلفائے اسلام -		۱۲۷ اللہ نیک عمل والوں کو محبوب
	۱۳۲ مجاہدین کو نیک عمل کی توفیق	"	خلایق بنائے گا -
۵۱۵	دیجائیں گی -	۵۰۰	ف - آیت کے کئی معنی -
۵۱۶	۱۳۳ نصر بن حارث سزا پائے گا -		اوس و خزیمہ کی پشتینی عداوت کا
	۱۳۴ احد کی شکست سے ملول نہ ہو	"	محبت سے بدل جانا
۵۱۸	کہ غلبہ تم ہی کو ہے -	۵۰۱	عجیب معجزہ -
۵۱۹	حضرت ہارون کی قبر -		صحابہ میں باہمی
۵۲۰	رسول اللہ وسلم کے دندان مبارک کا	۵۰۲	ہمدردی و مصلحت -
	توڑنا -		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۳۲	پہلا جواب ۔	۵۲۱	لطیفہ
۵۳۲	دوسرا ۔ تیسرا اور چوتھا جواب	۱۳۵	یہود و نصاریٰ میں سے
۵۳۵	اتمام نعمت سے کیا مراد ہے ۔	۵۲۲	ایمان لایا ۔ اسے کم ہیں ۔
۵۳۲	زبردست مدد سے کیا مراد ہے	۱۳۶	کچھ ہوشیار کین کا مدد سے
۵۲۴	۱۔ اصحاب رسول رفتہ رفتہ	۱۳۷	ترقی کے اعلیٰ زمین پر پہنچیں گے ۔
۵۲۵	پہلی بحث ہاجرین و انصار کے	۱۳۸	نصیحت ہے ۔
۵۳۷	فضائل میں ۔	۱۳۹	اللہ بتوں کو سہم اور
۵۲۶	دوسری بحث صحابہ کے صفات	نیت و ناپود کرے گا ۔	
۵۲۸	توریت و انجیل میں ۔	۵۲۷	رسول اللہ صلعم کا معجزہ
۵۲۸	تیسری بحث ، کھیتی کی طرح رفتہ رفتہ	۵۲۸	علی مرتضیٰ پینبر کے شانہ پر ۔
"	ترقی کرنا ۔	۱۳۹	اللہ پیغمبر پر اپنی نعمت
۵۲۹	چوتھی بحث ہاجرین و انصار میں	پوری اور انکی زبردست مدد کرے گا	
۵۳۹	خلفائے راشدین ممتاز ۔	۵۳۰	فتحاً مبیناً سے کونسی فتح مراد ہے
۵۴۰	لطیفہ علمی ۔	"	اعتراف کہ فتح مالک مغرت کا سبب
۱۴۱	۱۔ کفار آہستہ آہستہ عذاب کی طرف	"	نہیں ہو سکتی ۔
"	جا رہے ہیں ۔	"	پہلا جواب ۔
۱۴۲	۲۔ عنقریب کفار کو معلوم ہوگا کہ	۵۳۱	دوسرا ۔ تیسرا اور چوتھا جواب ۔
۵۴۱	خطبہ گلو ہے ۔	۵۳۲	آنحضرت کی عصمت پر شبہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۵۹	ایک لفظ میں دہشتہ گویاں -	۵۴۳	۱۴۳۳ دشمنوں کو جلد معلوم ہو گا کہ کس کے
۵۶۱	۱۵۱ اسلام اور اسلامی حکومت	۵۴۲	مذہب کا رہو سے ہیں اور کس کا جتنہ تھا
۵۶۱	۱۵۲ مشرق و مغرب میں خوب پھیلے گی	۵۴۳	میں کم ہے -
۵۶۴	۱۵۳ یہود و عرب دنیا میں ذلیل ہوں گے -	۵۴۴	۱۴۴ ہم پیغمبر کو اس طرح پڑھائیں گے
۵۶۵	۱۵۴ عذاب الہی پر سنسنے والوں کو جلد معلوم ہو گا -	۵۴۵	کہ پھر نہ بھولیں گے -
۵۶۶	۱۵۵ اہل اسلام اور محمدیوں کا خضیصہ -	۵۴۶	آیت میں دو معجزوں کا بیان -
۵۶۸	۱۵۶ یاجوج ماجوج تمام دنیا پر چھائیں گے	۵۴۷	پیغمبر کو کبھی کچھ بھولا نہیں -
۵۶۹	۱۵۷ پہلی بحث مغرب الشمس کی -	۵۴۸	۱۴۵ قرآن بھاری یعنی باقی رہنے
۵۷۰	۱۵۸ دوسری بحث آفتاب کا کالے کچھڑ کے کندھ میں ڈوبنا -	۵۴۹	والی چیز ہے -
۵۷۱	۱۵۹ نظام فیثا عورت کے مطابق یورپ کی بیات مروجہ ہے -	۵۵۰	۱۴۶ رسول کی کھلی حالت اگلی حالت سے بہتر ہوگی -
۵۷۲	۱۶۰ تیسری بحث بئین السدین کی -	۵۵۱	۱۴۷ رسول کو وہ چیز ملیگی جس سے
۵۷۳	۱۶۱ چوتھی بحث ذوالقرنین کے متعلق	۵۵۲	وہ خوش ہو جائیں گے -
۵۷۴	۱۶۲	۵۵۳	۱۴۸ قریش سب مسلمان ہو جائیں گے
۵۷۵	۱۶۳	۵۵۴	۱۴۹ پیغمبر کی موت کی لطیف
۵۷۶	۱۶۴	۵۵۵	۱۵۰ حضرت ابن عباس کا علم و فضل
۵۷۷	۱۶۵	۵۵۶	۱۵۱ قرآن کو متعلق عجیب و غریب خبریں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۸۲	سرسید کی بھڑی تاویل -	۵۷۵	پانچویں بحث یا جوج ماجوج اور سد
	سرسید نے مفسرین کو بیوجہ برا بھلا	۵۷۶	یا جوج ماجوج کی کثرت پر اعتراض -
۵۸۳	کہا ہے -	"	بھلا جواب - جزا فیہ ہنوز ناقص ہے
"	سد ذوالقرنین دیوار چین نہیں ہو سکتی	۵۷۷	کلمبس نے امریکا کو دریافت نہیں کیا
"	علامہ محمد حسن امروہوی کی فاضلانہ	"	امریکہ کو مسلمانوں نے دریافت کیا
"	تحقیق -		محقق چریاکوٹی مولوی عنایت رسول
۵۸۴	یا جوج و ماجوج -	"	عباسی -
۵۸۵	ماجوج کی تحقیق -		دو سرا جواب سد ذوالقرنین شمال
	توریت میں یا جوج ماجوج کو غوغا غوغ	۵۷۸	میں ہے -
۵۸۸	کہا گیا ہے -	"	تیسرا جواب -
۵۸۹	ذوالقرنین کی تحقیق -	"	چوتھا جواب -
۵۹۰	حضرت دانیال کا خواب	۵۷۹	پانچواں جواب -
"	ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ	"	سرسید احمد خاں کی تحقیق -
۵۹۲	صین الشمس -		تاتاریوں کا یا جوج ماجوج ہونا جیسا کہ
	ذوالقرنین نے شام کو اسی صین الشمس		سرسید کی رائے ہے شبہ سے
"	میں آفتاب کو ڈرتے ہوئے دیکھا -	۵۸۱	خالی نہیں -
۵۹۳	آیت کی پہلی پیشگوئی -		سرسید نے شاہ چین کو ذوالقرنین
۵۹۴	سد ذوالقرنین توٹ چلی ہے -	۵۸۲	قرار دیا ہے -
	سد کو توٹ چلنے کے متعلق بنجاری کی		سرسید نے شاہ چین کے ذوالقرنین ہونے کی
"	حدیث -	"	کوئی مقولہ دہر نہیں بتائی ہے -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۱۰	دایۃ الارض کی تعریف	۵۹۶	دوسری پیشینگوئی۔ یا جوج یا جوج کا تمام دنیا میں پھیل جانا۔ اس کے متعلق صحیح ترمذی کی ایک حدیث۔
۶۱۱	دایۃ الارض کا پیدا ہونا عقلاً مستبعد نہیں ہے ڈارون کی تیسویں سے دایۃ الارض کا ثبوت۔	۵۹۷	تیسری پیشینگوئی سب کا گڑبڑ ہونا ۱۵۷ ایک زمانہ میں علم کے زور سے مسافت ارض باسانی طے ہوگی اور مردوں سے گفتگو ہوگی۔
۶۱۲	دایۃ الارض کا ہونا عقلاً مستبعد نہیں ہے دایۃ الارض کا سونگھ کر مسلمانوں کو پہچاننا محال نہیں ہے۔ ۱۶۰ یہودیوں کے مارشل لاء نہ بچ سکیں گے۔	۵۹۸	۱۵۸ سمندر پائے جائیں گے۔ آیت میں بارہ پیشینگوئیاں۔ بمبئی جزیرہ کے حالات۔
۶۱۳	۱۶۱ یہودیوں میں بادشاہت نہ رہے گی۔ ۱۶۲ کفار عرب کا حال فرعون والوں کا ساہوگا۔	۶۰۱	۱۵۹ ایک جانور بات کرنا لایا ہوگا۔ یعنی دایۃ الارض۔ دایۃ الارض کے اوصاف۔
۶۱۴	۱۶۳ کفار جنگ اتراب میں شکست کھائیں گے۔ ۱۶۴ یہودیوں کا کبھی کوئی مددگار نہ ہوگا۔	۶۰۲	دایۃ الارض کے متعلق صحیح مسلم کی حدیث قیامت کے متعلق دس پیشینگوئیاں آفتاب کا مغرب سے نکلنا ممکن ہے ایک اعتراض اور جواب۔
۶۱۵	۱۶۵ جنگ میں مسلمان اپنی سے دُ گئے اور پنج گز دشمنوں پر غالب ہوں گے	۶۰۳	۶۰۴
۶۱۸		۶۰۵	۶۰۸
۶۲۱		۶۰۹	۶۰۹

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۴۲	فلاسفہ کے نزدیک آسمان کی حقیقت		ان دو آیتوں میں سے کوئی منسوخ نہیں۔
۶۴۲	حکماء اسلام۔	۶۴۲	۱۶۶ پ جھوٹے مدعیان نبوت کا خروج۔
۶۴۶	آسمانوں کا پھٹنا اور دروازوں کا ہونا ممکن ہے	۶۴۲	۱۶۶ صحاہ میں رنجش اور پھر صفائی ہونا
۶۴۶	بطلمیوس و فیتنا عورت۔	۶۴۲	جنگ جبل کی بغض و کینہ پر مبنی نہیں تھی۔
۶۴۶	بطلمیوسی بیات نامکمل ہے۔	۶۴۲	۱۶۷ پ یہود و نصاریٰ قتل ہوں گے۔
۶۴۸	پ آئندہ۔ آنکھوں کا پتھر انا چاند گہن	۶۴۲	۱۶۹ پ سرداران مکر عذاب میں نہ چھٹ سکیں گے۔
۶۴۸	چاند سورج کا اجتماع۔	۶۴۲	۱۶۹ پ ابو نعیم شجعی قید سے رہا ہو گا۔
۶۴۸	چاند گہن سے کیا مراد ہے۔	۶۴۲	۱۷۱ پ ابو جہل عذاب موت کی وقت دہائی دیگا۔
۶۴۹	چاند گہن اور دونوں کا اجتماع پر اعتراض مع جواب	۶۴۲	۱۷۲ پ زمین ہلائی جائیگی اور اس کے دھینے نکالے جائیں گے۔
۶۴۹	پ آئندہ آسمان کا پھٹنا ستاروں کا جھڑنا سمندر و نکابہنا۔ قبروں کا اکھڑنا۔	۶۴۲	۱۷۳ پ اخبار زمین اخبار کے ذریعہ سر عام ہوں گے۔
۶۵۰	مذہب فیتنا عورت پر غیر متناہی عالم۔	۶۴۲	۱۷۴ پ ان آواز کی سننے والوں کا مال بٹھکا
۶۵۱	لطیفہ۔	۶۴۲	۱۷۵ پ یہ سات شخص کفر پر مریں گے۔
۶۵۱	پ آئندہ۔ زمین کا دھکوں پر چکنا چور ہو جانا۔	۶۴۲	پ آئندہ آسمانوں کا پھٹنا پہاڑوں کا غبار ہونا۔
۶۵۲	اس زمانہ میں علم ہیأت کی ترقی۔	۶۴۲	
۶۵۳	قیامت کے ہونے پر مولف کی تحقیق	۶۴۲	
۶۵۴	پ آئندہ صور کا بھونکا جانا اور تمام مردوں کا زندہ ہونا۔	۶۴۲	
۶۵۵		۶۴۲	



بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن مجید کی لافیات

پورا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تیسریس (۳۳) یا پچیس (۲۵) برس میں نازل ہوا جب کوئی آیت نازل ہوتی آپ اُسی وقت ارشاد فرمادیتے کہ اس کو فلاں سورہ میں فلاں مقام پر لکھو اور صحابہ اُسی طرح پر لکھ لیتے اور فوراً یاد کر لیتے تھے۔ اسی طرح آپ نے اپنی زندگی میں قرآن کو مرتب کر دیا تھا مگر آج ہمارے سامنے قرآن بین الدفتین جس صورت میں موجود ہے اور تیرہ سو چار برس سے متواتر ابلا کسی کمی بیشی کے چلا آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس طرح ایک جگہ مرتب نہیں تھا بلکہ متفرق چیلوں پر لکھا ہوا تھا یا مقدس سینوں میں محفوظ تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورہ عبس میں فرماتا ہے:-

کَلَّا اِنَّهَا سَئِدٌ مَّرْكُومٌ	سنو جی! قرآن تو ستر تار نصیحت ہے پس جو چاہے
فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ فِي	اسکو سوچے (اور وہ قرآن) پاکیزہ اور اراق میں
صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوعَةٍ	(لکھا ہوا ہے) جو اونچی جگہ رکھے جاتے ہیں اور
مُطَهَّرَةٍ يَأْبِي دُونِ سَفَرَةٍ	جنکی عزت کب جاتی ہے (اور یہ اور اراق بزرگ نیکو کار
كِتَابٍ بَدْرٍ سَرَفٍ	لکھنے والوں یعنی صحابہ رسول کے ہاتھوں میں رہیں)

اس آیت میں عالمین اور کاتبین قرآن صحابہ کو سراہا گیا ہے جن مختلف چیزوں اور کمزوریوں پر قرآن مجید مکتوب تھا ان کو اللہ تعالیٰ اور اہل باکیزہ فرماتا ہے جن کو اہل اسلام اسوجہ سے کہ ان پر قرآن لکھا ہوا تھا بہت عزیز رکھتے تھے جیسا کہ آلاں مابین المقتنین کی عزت کی جاتی ہے ان اور اہل کے لکھنے والے محترم صحابہ پر رسول تھے جن کی نیکو کاری و ہنر کی مسلم تھی اور جو ان چیزوں کی دل و جان سے حفاظت کرتے تھے۔

رہی یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں قرآن مجید ایک جگہ و تون کہیں نہ لکھا گیا اس کا سبب یہ ہے کہ قرآن مجید تورات شریف کی طرح ایک ہی دفعہ نہیں اتر بلکہ خجائیاں حسب موقع اترتا رہا اور اس کا سلسلہ برابر بیس (۱۲۳) یا پچیس (۱۲۵) برس تک جاری رہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت وفات تک سلسلہ وحی منقطع نہیں ہوا تھا اس لئے آپ نے قرآن کو ایک جگہ پر مرتب نہ فرمایا کہ شاید پھر کوئی آیت یا سورہ نازل ہو جائے تکمیل قرآن کا یقین اسوقت ہوا جب خود پیغمبر خدا کے وصال کا وقت آگیا اور جب آنحضرتؐ عالم احسان سے رہگرائے جنت الفردوس ہوئے تو جو ترتیب آپ نے صحابہ کو بتلائی تھی اور جس ترتیب سے قرآن مختلف اجزاء متفرقہ پر لکھا ہوا تھا۔ اسی کے مطابق صدیق نے ایک جگہ قرآن کو مرتب کر کے لکھوا دیا۔

قرآن کیونکر جمع و مرتب ہوا

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں بہت سے حفاظ قرآن، جنگ بٹ میں کام آئے تو حضرت فاروق اعظمؓ نے مضطر ہو کر خلیفہ سے عرض کیا کہ قرآن مجید مکمل طور پر ایک جگہ مدقن نہیں ہے! ایمان نہ ہو کہ حفاظ قرآن جب کہ سب غزوات میں قتل ہو جائیں تو قرآن ضائع ہو جائے یا اس میں کچھ کمی بیشی آجائے اس لئے مناسب ہے کہ قرآن کو مرتب و

مدون کر کے ایک جگہ جمع کر دیا جائے تا آنکہ کسی خرابی کے واقع ہونے کا اندیشہ نہ رہے
حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں وہ کام نہیں کر سکتا جو رسول اللہ صلعم فرمایا ہے
مگر یہ نیا کام اسلام کی بہت بڑی خدمت اور کار خیر ہے کیونکہ قرآن ہی ہمارا ایمان اور اسلام کی
جڑ ہے، اگر اس میں خدا نخواستہ کوئی نقصان واقع ہوا تو اسلام تباہ ہو جائے گا۔ اور پھر قرآن
کا بھی وہی حال ہو گا جو توریت و انجیل کا ہوا ہے۔ آخر ابو بکرؓ نے فاروق اعظم کی صائب
رائے سے اتفاق کیا اور زید بن ثابتؓ کو بلا کر ان سے فرمایا کہ تم نے کتابت وحی
کی اہم خدمت انجام دی ہے لہذا اس مہم کو بھی نہیں کر دو۔ زیدؓ نے کہا یا امیر المؤمنین!
آپ کیونکر ایسے کام کرنے پر جس بات کرنے سے جس رسول اللہ صلعم کو عہد میں نہیں ہوا! ابو بکرؓ نے
فرمایا کہ دراصل یہ مشورہ عمرؓ کا ہے۔ ان کے مشورہ پر میں نے بھی وہی اعتراض کیا تھا۔
جواب تم نے کیا ہے لیکن سچ یہ ہے کہ عمرؓ کی قابل قدر صلاح نہایت مناسب ہے اور
اسکو ماننے کے سوا چارہ کار نہیں ہے۔ ابو بکرؓ کے سمجھانے پر زید بن ثابتؓ فوراً سمجھ
گئے اور عمرؓ کی اصابت رائے کی تعریف و توصیف کرنے لگے۔

غرض میت صحابہ کرام کی ایک کمیٹی اس کام کے لئے قائم ہوئی اور زید بن ثابتؓ کا تب وحی
ہونے کی وجہ سے کمیٹی کے سربراہ بن گئے۔

ابو بکر صدیقؓ کے حکم سے زید بن ثابتؓ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما مسجد نبوی کے دروازہ
پر چل بیٹھے جو صحابی یا حافظ قرآن، کوئی آیت پیش کرتا اس سے باضابطہ حلفیہ قسم لیتے کہ
”ہم نے رسول اللہ صلعم سے یہ آیت قرآنی سنی ہے اور فلاں فلاں صحابہ اس امر کے گواہ ہیں“

خ کتاب کبریٰ پیشہ کمپنی آؤن دی قرآن معتمدہ اسی۔ ہم ہدی ایم۔ اے۔

Comprehensive Commentary on the Quran
by. Res. E. M. Waharaj M. A Vol I London 1952

عہد القرآن النور الحسن مقرر۔ عہد لائف آف مکتبہ معتمدہ سرمدیہ مدور۔

اور جب آیت کا پیش کرنے والا قسم کھا لیتا تو اس کی صفائی میں دنیایسے ثقہ اور پاکباز قوی ہو گا وہ طلب کئے جاتے جن کی ثقاہت معلوم ہو اور جن کے حافظہ پر کسی نے قبح نہ کی ہو اور ان مراحل کے طے ہو جانے کے بعد وہ آیت لکھ لی جاتی تھی۔

صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق مختلف اوقات میں ، دخترتوں کی چھالوں ، باریک چڑے پچکے پتھروں ، ہڈیوں ، لکڑی کے ٹکڑوں ، چھڑوں اور کاغذ پر قرآن مجید کی آیتیں اور سورتیں لکھ رکھی تھیں ، رسول اللہ صلعم کے انتقال کے بعد آپ کے دو لکھدہ سے ان سب چیزوں کو فراہم کیا گیا اور حفاظ کے سینوں میں جو محفوظ تھا اس سے مقابلہ کرنے کے بعد قرآن کی ترتیب و تدوین کی گئی۔

سورہ براءۃ کی آخری آیت صرف خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس پائی گئی اور خزیمہ اپنی تائید میں کوئی شہادت پیش نہ کر سکے۔ لوگوں کو اس کے کہنے میں کچھ پس و پیش ہوا مگر حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے خزیمہ بن ثابت کی شہادت کو دو شہادتوں کے مساوی فرمایا ہے اس لئے ان کی قسم اور ان کی اکیلی شہادت قابل قبول اور معتد علیہ اور اس آیت کو سورہ براءۃ میں شامل کر لیا بخلاف اس کے جناب فاروق عظمیٰ نے التَّائِيْمِ وَالشَّجْعَةَ اِذَا اَنْزَلْنَاكَ اَنْجِعُوا هُمْ اَوْ بَرِّئْ اَنْ تَكُنَ مِنَ الْكَاْفِرِ کے فرمایا کہ یہ بھی قرآن کی آیت ہے مگر یہ آیت قرآن میں شامل نہیں کی گئی اس لئے کہ نہ تو حضرت عمرؓ اپنی تائید میں کوئی شہادت لا سکے نہ ان کی ایک گواہی دو گواہیوں کے مساوی سمجھی گئی اور چونکہ حسب منابطہ ایک گواہی مستند نہیں تھی اس لئے آیت الرِّجْمِ کو آیت قرآنی نہیں سمجھا جاسکا وہ آیات قرآنیہ سے خارج کی گئی اور صرف کتابوں میں باقی رہ گئی۔

عَنْ اَتَقَانَ النُّوْعَ الثَّامِنَ عَشَرَ اَتَقَانَ النُّوْعَ الثَّامِنَ عَشَرَ عَنِ الْبَيْتِ بْنِ اَسَدٍ ۔

سے اَتَقَانَ النُّوْعَ الثَّامِنَ عَشَرَ۔ اپنے اپنی کتاب العشرۃ کی جلد اول میں روشن دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ آیت رجم ہرگز کوئی آیت نہیں ہے جیسا کہ گردہ علماء کا خیال ہے بلکہ وہ صرف حکم ذریت کا تدبیر ہے۔

اسی ایک واقعہ سے اُن صحابہ کرام اور جامعین قرآن کی راستبازی اور باضابطگی کا پتہ ثبوت ملتا ہے۔

سورہ توبہ کے شروع میں دوسری سورتوں کی طرح بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں ہے اس لئے کہ سورتوں کا ٹھیرا کو پیغبر خدا کا کیا ہوا ہے اور بسم اللہ سورتوں کی حلیہ کی علامت ہے مصحف بناتے وقت تحقیق نہیں ہوا کہ یہ سورہ خود مستقل ہے یا کسی دوسرے سورہ کی جزو ہے لیکن چونکہ اس سورہ کی آیاتوں کا مطلب سورہ انفال سے ملتا ہوا تھا اس مناسبت سے اس سورہ کو سورہ انفال کے بعد رکھ دیا گیا احتیاطاً اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی تاکہ دوسری سورتوں کی طرح مستقل سورت نہ سمجھی جائے۔

اللہ اللہ! اُن بزرگوں نے کلام الہی کی کس درجہ حفاظت کی ہے کہ سورتوں کی تقسیم تک بھی اپنی رائے سے نہیں کی۔

حارث محاسبی نے کتاب فہم السنن میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے قرآن کی جمع و ترتیب جو کہ وہ کوئی نیا کام نہیں کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ آیات قرآنی کو لکھواتے کرتے تھے اور صحابہ کرام کو لکھنے کی ہدایت فرماتے تھے حضرت ابوبکرؓ نے صرف اتنا ہی کیا کہ قرآن کی سورتیں اور آیتیں جو مختلف چیزوں پر لکھی ہوئی تھیں ان سب کو ترتیباً ایک جگہ کتاب کی صورت میں جمع کر دیا۔

یہ مصحف قرآن جب تک امیر المومنین ابوبکر صدیق رضہ رہے آپ کے پاس رہا آپ کے انتقال کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنی حفاظت میں لیا۔ آپ نے مرتے وقت اس مصحف کو اپنی بیٹی ام المومنین حفصہ رضہ کے پاس امانت رکھ دیا۔

امیر المومنین عثمان بن عفانؓ کے عہد خلافت میں جبکہ حذیفہ بن الیمان ارمینہ اور اذربجان کی فتوحات میں مشغول تھے قرات قرآن پر شام و عراق والے اختلاف کرنے لگے

عہ اتفاق النوع الثامن عشر۔ عہ اتفاق النوع الثامن عشر۔

عہ اتفاق النوع الثامن عشر۔

حذیفہ نے ان اختلافات سے گھبرا کر فوراً خلیفہ عثمانؓ کو اطلاع دی کہ لوگ قرآن کی قراتوں میں لام حاصل اختلاف کرنے لگ گئے ہیں۔ آپ جلدی قبل از وقت خبر لیجے ورنہ آخراً یہ اختلاف قرات یہود و نصاریٰ کا سا اختلاف ہو جائے تو عجب نہیں۔ جناب عثمانؓ حضرت حفصہؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ ابوبکرؓ کا جمع کیا ہوا مصحف قرآن جو تمہارے پاس رہتا رکھا ہوا ہے وہ میرے پاس بھیجو، میں اسکی چند نقلیں لیکر اس مصحف کو مجھے تمہارے پاس واپس بھیج دوں گا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فوراً خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی اور مصحف کو عثمانؓ کے پاس بھیج دیا۔

حضرت عثمانؓ نے زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن ابی بکرؓ، سعید بن العاصیؓ اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشامؓ جبار نفوس کو متعین کیا کہ اس مصحف کی متعدد و گزشتہ نقلیں لیں اور پچھلے تین جہاں جو کو نہایت دی کہ اگر تم فیمن کو کسی قرات میں زید بن ثابتؓ سے اختلاف ہو تو قریش کی قرات کا لحاظ رکھنا اور قریش کی جو قرات ہو اسی کے مطابق لکھنا کیونکہ قرآن مجید قریش ہی کی زبان پر نازل ہوا ہے۔

اس مقدس کٹی لے ابوبکرؓ کے مرتبہ قرآن کی سات نقلیں لیں۔ حضرت عثمانؓ نے اصل نسخہ ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس بھیج دیا اور ان سات نسخوں میں سے ایک نسخہ خود مدینہ منورہ میں رکھ لیا۔ دوسرے نسخہ میں صحابہ تینہ شام میں۔ چوتھا میں میں۔ پانچواں بحرین میں چھٹواں بصرہ میں اور ساتواں کوفہ میں اور ساتویں ہرمقام کے گورنر کو حکم قطعی دیا کہ ان نسخوں کو رواج دو اور جو نسخے قرآن کے ان نسخوں کے خلاف ہوں ان کو بلا تامل لیکر جلا دو، تا آگے چلکر یہ اختلاف قرات ماضی سے فنا و کا باعث نہ ہو۔

۱۔ کہی ہنو کثیری اون دی قرآن مصنفہ ریو ای۔ میر پوری ایم اے۔ عہد اتفاق النزاع الثامن عشر۔
 ۲۔ انسائیکلو پیڈیا بری ٹانیکا طبع نے اس مقام پر اور کوئی بات نہ پا کر اپنے دست میں۔ ایک نہایت زبردست اعتراض صحت قرآن پر کیا ہے کہ جب قرآن کی سات نقلیں مختلف مقامات پر شائع، کیلئے بھی گئیں اور انہیں بہ شاعت و صحت قرآن کا دار و مدار یا تو بہت ممکن ہے کہ نقل کرنے میں ایر بھی ہو گیا ہو۔۔

اختلاف قراءت پر

بعض عیسائی علماء اور اکثر آریوں نے نامحیی سے عجیب عجیب اعتراضات کئے ہیں ایسے معنی اعتراضات کا جواب دینا محض تفسیر اوقات عزیز ہے مگر ہمارے ناظرین کو بحث اختلاف قراءت سمجھ لینی چاہیے۔ اختلاف قراءت حقیقی اختلاف سے بالکل متاثر ہے۔ اختلاف قراءت یہ ہے کہ مثلاً قرآن میں کسی مقام پر عام طور پر تَعْلَمُونَ دے دیے گئے ہیں مگر کسی قراءت میں تَعْلَمُونَ دت سے بھی آیا ہے۔ کسی مقام پر وَالضُّحٰی دیا گیا ہے اور بعض قراءت میں وَالضُّحٰی دھلے چلے کے کسرۃ مجہول کے ساتھ ہے سورۃ الفاتحہ میں مَالِکِ یَوْمَ الدِّینِ کو بعض قراءت نے مالک بروزن نازل پڑا ہے بعض نے ملک دبیق المیم و کسر اللام اختیار کیا ہے اور بعض قراءت میں ملک (بروزن) حساب بھی آیا ہے۔ ان سب سورتوں میں فقط اختلاف حرکات اور کلمات کی صورتوں کا پھیر ہے، معانی میں کوئی فرق یا تبدیلی نہیں ہوتی اور ان اختلافات قراءت کا بھی سبب یہ ہے کہ قرآن مجید عربی زبان میں تھا اور عرب کے مختلف قبائل کے سامنے پیش کیا گیا۔ قریش کی زبان میں ہونے سے قریش کو اسکو اسی کے اصل الفاظ میں پڑھتے تھے۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ کسی نے کچھ لکھ دیا جو کسی نے کچھ لکھ دیا جو پھر اسکا کیا غلط کرنا تو نقلیں سمجھنا ایک ہی طرح پر نہیں اور کسی میں کچھ فرق نہیں ہے بلکہ ایک کو نقل دہلے میں مترادف کچھ فرق رہتا ہے۔

جواب اس اعتراض کے جواب یہ ہے کہ ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے آپ اپنا جواب ہے اور بدیہیات و مشاہدات کے سراسر خلاف۔ آج دنیا میں ہزاروں لاکھوں قرآنی روزانہ چھپتے رہتے ہیں مگر کوئی ایک صحیفہ دوسرے سے متاثر نہیں جتنا نہ صرف کلمات میں کمی بیشی یا کئی جاتی جس قرآن کو اسٹائل اور جس سے چاہو مقبول کر لو سب کو یکساں پڑا گئے کسی میں کلمات کم ہونگے نہ کسی میں زیادہ۔ آیات کا لٹ پھیر یا کم زیادہ ہونا تو بڑی بات ہے۔ پھر اگر ہر دین و دنیا کا یہ صاحب کا یہ مقولہ درست مان لیا جائے کہ نقل کرنے میں کمی و بیشی کا ہونا ضروری ہے تو چاہیے کہ ہمیں کتابیں مکرر کر رہیں تو سب قابل اعتماد جو ہمیں ملائکہ ایسا نہیں سمجھتے اور اسکی تسلیم سے فرق اجاع لازم آتا ہے جو ہر وقت یاد رہتا ہے۔ علاوہ اس کے قرآن کی صحیح ترتیب میں ہر کاوش اور ہر کمی سے بچنا چاہیے جو کہوش کی گئی اسکا یہ مقصد نہیں تھا کہ اس پر ناگہان نقلیں کر کر کے مقابلہ کئے اور بدینہ نصیح ہو جسے ان غلو کو نشانہ بنی ہو جائے

مگر دوسرے لوگوں کو اختلاف زبان کی وجہ سے صحیح تلفظ ذرا مشکل تھا اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع شروع میں عام اجازت دیدی کہ ہر قبیلہ اپنے اپنے محاورہ میں تلاوت کر لیا کرے رفتہ رفتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلافت میں اختلاف قرأت سے جھگڑے پیدا ہونے لگے اور معاملہ کچھ کچھ بڑھ چلا۔ قرآن کی حفاظت واجب تھی اور حفاظت بھی ایسی کہ معافی و خطا کے علاوہ الفاظ قرآنی بھی محفوظ رہیں کیونکہ جب تک اصل الفاظ و کلمات محفوظ نہ رہیں، کتاب محفوظ نہیں رہ سکتی جیسا کہ توریت و انجیل کا حال مشاہد ہے اور اختلاف کی صورت میں نزاع کا پیدا ہونا امر لازم تھا۔ ان مشکلات پر غور کرنے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اب لوگ قرآن کی زبان اور محاورات سے خوب واقف ہو گئے ہیں اس لئے پہلے حکم کے باقی رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ اجازت ایک ضرورت کے لئے عارضی تھی جب ضرورت رفع ہو گئی تو وہ حکم بھی اٹھ گیا۔ آخر آپ کے حکم کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ترتیب دیا ہوا قرآن جو حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر میں رکھا ہوا تھا شایع کیا گیا اور جاہل اسکی نقلین بھیج دی گئیں قرآن کی اصلی زبان قریش کی زبان تھی اسلئے محاورہ قریش پر حسب سکر کے باقی تمام قبائل کے الفاظ کو قرآن سے چھانٹ کر الگ کر دیا گیا وہ الفاظ اگرچہ قرآن مجید میں نہ رہے مگر تفسیر اور فن قرأت کی کتابوں میں ان کی روایتیں موجود ہیں مگر ان روایات سے صحت قرآن پر کوئی اثر مضر نہیں پڑتا۔ اسی کا نام اختلاف قرات ہے اور اسکی ایک اور بین مثال یہ ہے کہ مثلاً ایک ہی لفظ کو دہلی والے مذکر بولتے ہیں اور گھنٹو والے مؤنث مگر اس اختلاف سے اردو لٹریچر یا اسکی کسی کتاب کی صحت پر کوئی مضر اثر نہیں پڑتا بلکہ اپنی اپنی جگہ دونوں صحیح اور دونوں بقیہ کا شیعہ گذشتہ ایسی بے پروائی تو ادنیٰ کتاب کی اشاعت میں نہیں برتی جاتی۔ چہ جائیکہ قرآن کی نسبت ایسا کیا گیا جیسے چنگی نقلیں لینے والے صحابہ رسول جیسے مقدس حفاظ تھے۔ پھر نقل کی ہی بے پروائی سے کی جائے تھا۔ تصحیح کے بعد عین مطابق اصل ہو جاتی ہے۔ ہمارے معزز مخاطب نے شاید نقل کرنے والے دیکھے ہیں وہ ایسی بخونڈی بات بھی نہ فرماتے درحالیکہ اس سے بالاتر اعتدال کی انجیلیوں پر الٹ پڑتا ہے۔

فصح سمجھے جاتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ کی اشاعت قرآن کا واقعہ ۲۵ھ میں واقع ہوا، اور اسی کو شیخ ابن جریر نے صحیح بتلایا ہے۔ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کو جو عام طور پر جامع القرآن کہا جاتا ہے وہ بالکل غلط ہے قرآن کی جامعیت کا سہرا، جامعیت کے سر پر باندھا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے صرف اتنا کیا کہ جب عوام اختلاف قرات میں پڑے جھگڑا کرنے لگے تو آپؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے جمع کئے ہوئے قرآن کی صحیح نقلیں کرا کر متعدد دھوبوں میں بھیدیں اور اسی کی اشاعت کی۔

قرآن مجید کی ایک ترتیب جناب علی بن ابوطالبؓ نے بھی دی تھی جو موجودہ ترتیب سے بالکل جدا گانہ تھی حضرت علیؓ کی ترتیب نزول پر تھی یعنی جس ترتیب سے سورتیں اور آیتیں نازل ہوئیں اسی ترتیب پر آپؓ نے قرآن کو مرتب کیا تو آپؓ کے مصحف میں سب سے اول سورہ اقرآ تھی اسکے بعد قر پھر ج پھر مزمل پھر تبت پھر تکوید علیؓ ہذا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ابی کے مصحف میں سب سے پہلے سورہ البقرہ تھی۔ اس کے بعد سورہ النسا پھر آل عمران و علیؓ ہذا۔

یہ ترتیبیں اگرچہ سب سے خود جائز تھیں مگر چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب ان ترتیبوں کے خلاف تھی اس لئے عبداللہ بن مسعودؓ ابی اور علی مرتضیٰؓ کے مصاحف مرتبہ مقبول دستند نہیں ہو سکے اور ابوبکرؓ کا مرتبہ مصحف شریف اور مقبول دستند ہو گیا اور اسی پر تمام صحابہ نے اتفاق کیا یہاں تک کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے اس ہتم الشا کا رخیر کی رادحتیں دی اور تمام صحابہ نے بالاتفاق تسلیم کیا کہ یہ قرآن بین الدفتین یعنی

عہ لائفت آف محمدؐ مولد سرولیم سورہ ۱۲ عہ اتفاق السیطی النوع الثامن ج ۱۴۔
عہ اتفاق النوع الثامن عشر فضل ۱۲ عہ اتفاق النوع الثامن عشر فضل ۱۴۔

وہی کتاب کریم ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلعم پر نازل فرمائی اور بلا ایک حرف کی کمی بیشی کے اور بغیر کسی تقدیم و تاخیر کے اسی ترتیب پر ہے جسکی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ گویا قرآن کی یہ جمع و ترتیب بالکل لوح محفوظ کی نقل ہے۔

پھر کیوں نہ ہو، آخر اسی کا تو یہ اثر ہے کہ باوجود عیرہ سو برس گزر جانے کے اسوقت بھی قرآن مجید بلا کسی نقصان کے دیا ہی ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔

قرآن مجید برابر کے تین حصوں میں تقسیم ہے۔ ہر حصہ کو پارہ کہتے ہیں۔ ہر پارہ کا نام اسکا اول لفظ ہے جسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۶)	(۵)	(۳)		(۳)	(۲)	(۱)
لا یحی اللہ	والمحضات	لن تالوا		تک لزل	سپقول	الف لام میم
(۱۲)	(۱۱)	(۱۰)		(۹)	(۸)	(۷)
ومن دابة	یعتذرون	وعلموا		قال الملائ	ولوا تکت	واذ اسمعوا
(۱۸)	(۱۷)	(۱۶)		(۱۵)	(۱۴)	(۱۳)
قلع المون	اقرب لکما	قال لم قل		سبحان النبی	ربنا	وا بربنا
(۲۴)	(۲۳)	(۲۲)		(۲۱)	(۲۰)	(۱۹)
فمن اعظم	دعانی	ومن یقینت		اتلوا وحی	امن خلق	وقال الذین
(۳۰)	(۲۹)	(۲۸)		(۲۷)	(۲۶)	(۲۵)
عم یشاءون	تبارک النبی	قد سمع اللہ		قال فما خطبکم	حستم	الیہ یرد

قرآن کی تلاوت اور اسکی مزاولت شرعاً سنوں و موگہ اور عقلاً پسندیدہ ہے۔ ہر مہینے کے انیس یا تیس دن ہوتے ہیں۔ اگر ایک پارہ روز پڑھا جائے تو مہینہ میں ایک ختم ہو جاتا ہے۔ تلاوت کا یہی طریقہ احادیث صحیحہ میں مستحب فرمایا گیا ہے کیونکہ کم کم پڑھنے میں معانی پر بھی نظر پڑتی ہے۔ طبیعت بھی نہیں اگتا۔ قرآن کے علی التلاوی تیس حصے کرنے

میں ایک بڑی صلیمت مضمون ہے۔ قرآن مجید میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں اور ان تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۶)	(۵)	(۴)	(۳)	(۲)	(۱)
الانعام	المائدہ	النار	آل عمران	البقرہ	سورۃ الفاتحہ
(۱۲)	(۱۱)	(۱۰)	(۹)	(۸)	(۷)
یوسف	ہود	یونس	التوبۃ	الانفال	الاعراف
(۱۸)	(۱۶)	(۱۷)	(۱۵)	(۱۴)	(۱۳)
الکہف	بنی اسرائیل	النحل	الحجر	ابراہیم	الرعد
(۲۴)	(۲۳)	(۲۲)	(۲۱)	(۲۰)	(۱۹)
النور	المومنون	الحج	الانبیاء	طہ	مریم
(۳۰)	(۲۹)	(۲۸)	(۲۷)	(۲۶)	(۲۵)
الزمر	التکووت	القصص	النمل	اشعرا	المنزلان
(۳۶)	(۳۵)	(۳۴)	(۳۳)	(۳۲)	(۳۱)
یس	الفاطر	الاسبا	الاحزاب	السجدہ	لقمان
(۴۲)	(۴۱)	(۴۰)	(۳۹)	(۳۸)	(۳۷)
الشوری	احم السجدہ	المومن	الزمر	ص	الصافات
(۴۸)	(۴۷)	(۴۶)	(۴۵)	(۴۴)	(۴۳)
الفتح	محمد	الاحقاف	الباقیہ	الدخان	الزخرف
(۵۴)	(۵۳)	(۵۲)	(۵۱)	(۵۰)	(۴۹)
القمر	النجم	الطور	الذاریات	ق	المجات
(۶۰)	(۵۹)	(۵۸)	(۵۷)	(۵۶)	(۵۵)
المتن	الحشر	المجادلہ	الحمد	الواقعہ	الرحمن
(۶۶)	(۶۵)	(۶۴)	(۶۳)	(۶۲)	(۶۱)
التحریم	الطلاق	الثائبن	المنافقون	الجمہر	الصف
(۷۲)	(۷۱)	(۷۰)	(۶۹)	(۶۸)	(۶۷)
الرحمن	نوح	المعارج	الحاقۃ	ان	الملک

(۷۳)	المزمل	(۷۴)	المدثر	(۷۵)	القیامۃ	(۷۶)	الذھر	(۷۷)	المرسلات	(۷۸)	النہار
(۷۹)	التاۓعات	(۸۰)	عبس	(۸۱)	التکوید	(۸۲)	الانفطار	(۸۳)	التطینف	(۸۴)	الانشقاق
(۸۵)	البروج	(۸۶)	الطارق	(۸۷)	الاعلیٰ	(۸۸)	الغاشیہ	(۸۹)	الفجر	(۹۰)	البدر
(۹۱)	الشمس	(۹۲)	اللیل	(۹۳)	الضحیٰ	(۹۴)	الانشراح	(۹۵)	التین	(۹۶)	العلق
(۹۷)	القدر	(۹۸)	البیتہ	(۹۹)	الزلزال	(۱۰۰)	العادیات	(۱۰۱)	القارعہ	(۱۰۲)	التکویٰ
(۱۰۳)	العصر	(۱۰۴)	الہمزہ	(۱۰۵)	الفیل	(۱۰۶)	القمر	(۱۰۷)	الماعون	(۱۰۸)	الکوثر
(۱۰۹)	الکافرون	(۱۱۰)	النصر	(۱۱۱)	الہب	(۱۱۲)	الاخلاص	(۱۱۳)	الفلق	(۱۱۴)	الناس

سورتوں کی یہ وہ ترتیب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق مدون کی گئی اور اسوقت قرآن مجید میں ہمارے سامنے ہے اور جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے یہی ترتیب لوح محفوظ کی بھی ہے۔ مگر نزول کی وہ ترتیب نہیں ہے جس ترتیب پر صحف بنایا گیا اور آلائک موجود ہے بلکہ ترتیب نزول حسب ذیل ہے۔

(۱)	سورۃ الطلق	(۲)	الفاتحہ	(۳)	سجۃ	(۴)	مزل	(۵)	مدثر	(۶)	الہب
(۷)	التکوید	(۸)	الاعلیٰ	(۹)	اللیل	(۱۰)	الفجر	(۱۱)	الضحیٰ	(۱۲)	الانشراح
(۱۳)	العصر	(۱۴)	العادیات	(۱۵)	الکوثر	(۱۶)	التکویٰ	(۱۷)	الماعون	(۱۸)	الکافرون
(۱۹)	الفیل	(۲۰)	الفلق	(۲۱)	الناس	(۲۲)	الاخلاص	(۲۳)	النجم	(۲۴)	عبس

(٢٥)	القدر	(٢٦)	أشس	(٢٧)	البروج	(٢٨)	التيقن	(٢٩)	المقرئش	(٣٠)	القارعه
(٣١)	القيامة	(٣٢)	الهزده	(٣٣)	المزلات	(٣٤)	تق	(٣٥)	البسله	(٣٦)	الطرق
(٣٧)	أهسته	(٣٨)	ص	(٣٩)	الاعراف	(٤٠)	الجن	(٤١)	ليس	(٤٢)	المعقلان
(٤٣)	الملائكة	(٤٤)	مريم	(٤٥)	طه	(٤٦)	الواقعه	(٤٧)	أشس	(٤٨)	طس
(٤٩)	القصص	(٥٠)	بنى إسرائيل	(٥١)	يونس	(٥٢)	هود	(٥٣)	يوسف	(٥٤)	النجم
(٥٥)	الانعام	(٥٦)	الصافات	(٥٧)	لقمان	(٥٨)	الاسبا	(٥٩)	الزمر	(٦٠)	المومن
(٦١)	حم السجده	(٦٢)	الشورى	(٦٣)	الزخرف	(٦٤)	المدحان	(٦٥)	الحجابه	(٦٦)	الاحقاف
(٦٧)	الذاريات	(٦٨)	الانشيه	(٦٩)	الكهف	(٧٠)	النحل	(٧١)	نوح	(٧٢)	ابراهيم
(٧٣)	الانبيا	(٧٤)	المؤمنون	(٧٥)	السجده	(٧٦)	الطور	(٧٧)	الملك	(٧٨)	الحاقة
(٧٩)	سأل	(٨٠)	النبيار	(٨١)	البازعات	(٨٢)	الافطار	(٨٣)	الانشقان	(٨٤)	الزوم
(٨٥)	المنكبوت	(٨٦)	الطققين	(٨٧)	البقره	(٨٨)	الانفال	(٨٩)	آل عمران	(٩٠)	الاحزاب
(٩١)	المتحنه	(٩٢)	النساء	(٩٣)	الزلزال	(٩٤)	الحديد	(٩٥)	القبال	(٩٦)	الرعد
(٩٧)	الرحمن	(٩٨)	الانسان	(٩٩)	الطلاق	(١٠٠)	لم يكن	(١٠١)	الحشر	(١٠٢)	النصر
(١٠٣)	النور	(١٠٤)	النج	(١٠٥)	المنافقون	(١٠٦)	المجادله	(١٠٧)	الحجرات	(١٠٨)	التحريم

المجمعه (۱۰۹)	التغابن (۱۱۰)	الصف (۱۱۱)	الفتح (۱۱۲)	المائدہ (۱۱۳)	التوبہ (۱۱۴)
حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے صحیف کی یہی ترتیب تھی۔ تیسری ترتیب وہ ہے جس پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنا صحیفہ قرآن تیار کیا تھا اور وہ حسب ذیل ہے۔					
(۱) الفاتحہ	(۲) البقرہ	(۳) النساء	(۴) آل عمران	(۵) الانعام	(۶) الاعراف
(۷) المائدہ	(۸) یونس	(۹) الانفال	(۱۰) التوبہ	(۱۱) ہود	(۱۲) مریم
(۱۳) الشوری	(۱۴) الحج	(۱۵) یوسف	(۱۶) الکہف	(۱۷) النمل	(۱۸) الاحزاب
(۱۹) بنی اسرائیل	(۲۰) الزمر	(۲۱) طہ	(۲۲) الانبیاء	(۲۳) النور	(۲۴) المؤمنون
(۲۵) سبا	(۲۶) النعکبوت	(۲۷) المؤمن	(۲۸) الرعد	(۲۹) القصص	(۳۰) النمل
(۳۱) الصافات	(۳۲) ص	(۳۳) یس	(۳۴) الحجر	(۳۵) الشوری	(۳۶) الروم
(۳۷) الحديد	(۳۸) الفتح	(۳۹) القتال	(۴۰) المجادلہ	(۴۱) الملک	(۴۲) السجدہ
(۴۳) نوح	(۴۴) الاحقاف	(۴۵) القصص	(۴۶) الرحمن	(۴۷) الواقعة	(۴۸) الجن
(۴۹) النجم	(۵۰) سأل سائل	(۵۱) الزلزلہ	(۵۲) المدثر	(۵۳) القدر	(۵۴) الدخان
(۵۵) لقمان	(۵۶) الجاثیہ	(۵۷) الطور	(۵۸) الزاریات	(۵۹) الن	(۶۰) الحاقہ
(۶۱) المحشر	(۶۲) الممتحنہ	(۶۳) المرسلات	(۶۴) النبأ	(۶۵) القیامہ	(۶۶) التکوین

(۶۲) الانشقاق	(۶۱) المطففين	(۶۰) عبس	(۵۹) التناوين	(۵۸) النازعات	(۵۷) الطلاق
(۶۸) التيسيم	(۶۷) الجمع	(۶۶) المنافقون	(۶۵) الحجرات	(۶۴) العلق	(۶۳) التين
(۸۴) الطارق	(۸۳) الشمس	(۸۲) الانفطار	(۸۱) الليل	(۸۰) البلد	(۷۹) النجم
(۹۰) الانشراح	(۸۹) الضحیٰ	(۸۸) لم یکن	(۸۷) الصف	(۸۶) الناثیه	(۸۵) الاعلیٰ
(۹۶) الہمزہ	(۹۵)	(۹۴)	(۹۳) العصر	(۹۲) التکاثر	(۹۱) القارعہ
(۱۰۲) الکوثر	(۱۰۱) الماعون	(۱۰۰) القریش	(۹۹) الفیل	(۹۸) العاديات	(۹۷) الزلزال
(۱۰۸) انفلق	(۱۰۷) الاخلاص	(۱۰۶) اللہب	(۱۰۵) النصر	(۱۰۴) الکافرون	(۱۰۳) القدر
					(۱۰۹) الناس

اس کے علاوہ عبد اللہ بن مسعودؓ وغیرہ کے اور بھی مصاحف مختلف ترتیبوں کے تھے مگر ان میں سے کوئی بھی مقبول و مستند نہیں ہو سکا اور سب نے اسی مصحف مدنیؓ کو مستند تسلیم کیا کیونکہ اسکی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و تعلیم اور لوح محفوظ کے مطابق ہے۔

قرآن مجید میں سات متر لکے ہیں۔ اگر ایک منزل روز پڑھی جائے تو ایک ہفتہ میں ایک قرآن ختم ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں (۵۵۸) پانچ سو اٹھادھن رکوعات ہیں اور (۶۶۶۶) چھ ہزار چھ سو چھیاسٹہ آیتیں ہیں جن میں سے ایک ہزار (۱۰۰۰) آیتیں معبد کی ہیں۔ ایک ہزار احکام کی ہیں ایک ہزار نذای کی ہیں۔ ایک ہزار امثال ہیں۔

ایک ہزار قصوں کے متعلق ہیں۔ پانچ سو حرمت و حلت یا حرام و حلال کے متعلق ہیں۔
ایک سو دعاؤں کی اور چھیانوے آیتیں ناسخ و منسوخ ہیں۔

قرآن مجید میں

۴۴۳ (۶۶۹) سب سے بہتر ہزار نو سو چونتیس الفاظ ہیں مگر بعض حساب لگانے والوں نے
۴۴۳ (۶۶۹) الفاظ گنوائے ہیں اور انہوں نے حساب میں غلطی کی ہے۔
قرآن مجید میں ۴۴۳ (۶۶۹) تین لاکھ سینتیس ہزار سات سو تینتالیس
حروف ہیں اور ان حروف کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۳۹۷۳	۳۲۷۳	۱۲۷۶	۱۰۱۹۹	۱۰۴۲۸	۳۸۸۷۲
ح	ج	ش	ت	ب	الف
۵۸۹۱	۱۵۷۰	۱۵۷۹۳	۴۶۹۹	۵۶۴۲	۲۴۱۶
س	ز	ر	ذ	د	خ
۹۲۲۰	۸۴۲	۱۲۷۶	۱۶۰۷	۲۶۱۳	۲۲۵۳
ع	ظ	ط	ض	ص	ش
۲۶۵۶۰	۳۰۶۳۲	۹۵۲۲	۶۸۱۳	۸۴۹۹	۲۴۰۹
م	ل	ک	ق	ف	غ
۳۳۷۷۴۳	۲۵۹۱۹	۴۷۲۰	۱۹۰۷۰	۲۵۵۳۶	۴۵۱۹۰
جملہ	ے	لا	ہ	و	ن

محکم دلائل سے مزین و متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
۱۲ مطبوعہ مکتبہ المدینہ

قرآن مجید میں (۱۷۶۳۸۲) ایک لاکھ ستہتر ہزار تین سو بیاسی نقطے ہیں۔

ف

منزلوں ، پاروں ، سورتوں اور رکوعوں کی تعداد متفق علیہ ہے۔ آیتوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ بہت سی آیتیں ایسے پنجہ بردار قع ہوئی ہیں کہ ایک آیت بھی ہو سکتی ہے اور آیتیں بھی کہی جاسکتی ہیں۔ ایسے مقامات پر جن لوگوں نے ایک ہی آیت قرار دی ان کے نزدیک تعداد آیات کم ہو گئی اور جنہوں نے آیت کے دو کر کے دو الگ آیتیں قرار دیں ان کے نزدیک تعداد بڑھ گئی۔ بہر حال کچھ ہونی چاہیے لائق توجہ نہیں ہے بلکہ اس اختلاف کو اختلاف کہنا ہی غلطی ہے۔

ایسا ہی اختلاف حروف کی تعداد میں ہے۔

عربی زبان میں بعض کلمات کے ساتھ چند حروف ایسے آتے ہیں جو صرف لکھنے میں ہوتے ہیں جزو لفظ نہیں ہوتے مثلاً **فَعَلُوا** کا الف یا مثلاً قرآن مجید میں **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ** کا پہلا الف۔ جن لوگوں نے ان حروف کو بھی شامل کر لیا انہوں نے تعداد زیادہ بتلائی اور جنہوں نے ایسے حروف کو نظر انداز کر دیا ان کے حساب میں کمی آگئی۔

یہی حال نقطوں کے اختلاف تعداد کا ہے۔ قرآن میں بہت ایسے الفاظ ہیں جو بعض کے نزدیک ی کے ساتھ ہیں اور بعض کے نزدیک الض کے ساتھ ہیں جیسا کہ ہم اختلاف قرات کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں۔ اور اس صورت میں نقطوں کی تعداد کا حساب میں گشتا بڑھنا ظاہر ہے۔

آیات مکی مدنی

جو آیتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں ان کو اصطلاح میں مکی اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں ان کو مدنی کہتے ہیں عام اس سے کہ مکہ میں اُتر ہی ہوں یا مدینہ میں یا کہیں اور۔ جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔

یعنی بنی سلام کے نزدیک مکی وہ آیات ہیں جو پیغمبر خدا صلعم کے مدینہ جانے سے پہلے مکہ میں نازل ہوئیں اور بقیہ مدنی ہیں بعض روئے علماء نے لکھا ہے کہ جو آیتیں مکہ معظمہ میں نازل ہوئیں وہ مکی ہیں خواہ ہجرت کے بعد ہوں یا پہلے اور جو آیتیں مدینہ منورہ میں اُتریں وہ مدنی ہیں۔ اس مسلک کی بنا پر ان آیتوں کو جو سفر میں نازل ہوئیں نہ مکی کہتے نہ مدنی۔

یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ قرآن کی کتنی آیتیں مکی ہیں اور کتنی مدنی۔ کثرت آراء اس طرف ہے کہ چار ہزار آٹھ سو چالیس آیتیں مکی ہیں اور ایک ہزار آٹھ سو چالیس آیتیں مدنی ہیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۶)	(۵)	(۴)	(۳)	(۲)	(۱)
المومنون	الانبیاء	طہ	الحجر	یوسف	سورۃ الفاتحہ
(۱۲)	(۱۱)	(۱۰)	(۹)	(۸)	(۷)
الصافات	الفاطر	السجدہ	الزوم	التنبکوت	النمل
(۱۸)	(۱۷)	(۱۶)	(۱۵)	(۱۴)	(۱۳)
ن	الملک	الطور	النجم	الذاریات	ص
(۲۴)	(۲۳)	(۲۲)	(۲۱)	(۲۰)	(۱۹)
القیامۃ	المدثر	الجن	نوح	المعارج	الحاقة
(۳۰)	(۲۹)	(۲۸)	(۲۷)	(۲۶)	(۲۵)
التکویر	عبس	التازعات	النبا	المرسلات	الدھر

(۳۶)	(۳۵)	(۳۴)	(۳۳)	(۳۲)	(۳۱)
الغاشیہ	الا علی	الطارق	البروج	الانشقاق	الانفطار
(۴۲)	(۴۱)	(۴۰)	(۳۹)	(۳۸)	(۳۷)
العلق	الانشراح	الفجر	اللیل	الشمس	البلد
(۴۷)	(۴۶)	(۴۵)	(۴۴)	(۴۳)	(۴۲)
حم السجدہ	اللب	الفیل	التکاثر	القارعة	

یہ مذکورہ (۴۷) سینتالیس سورتیں تمامہاں کی ہیں۔

(۴۸) سورۃ النعام کی ہے مگر مآ قد شہوا اللہ الحق فکبرہ الخ تین آیتیں مدنی ہیں اور بعضوں کے نزدیک قل تعالوا الخ تین آیتیں مدنی ہیں۔

(۴۹) سورۃ الاعراف کی ہے مگر واستشہم عن القریبہ الخ پانچ یا آٹھ آیتیں اس میں کی مدنی ہیں۔

(۵۰) سورۃ یونس کی ہے مگر فإن کنت فی شک الخ دو یا تین آیتیں مدنی ہیں۔

(۵۱) سورۃ ہود کی ہے مگر أقیم الصلوۃ ایک آیت یا قلعلک تأمرک ایک آیت اور أو لیصلک یومنون الخ دو یا تین آیتیں مدنی ہیں۔

(۵۲) سورۃ ابراہیم کی ہے مگر آسم تو لا الی الخ تین آیتیں مدنی ہیں۔

(۵۳) سورۃ النحل کی ہے مگر وان عاقبتکم ایک آیت مدنی ہے۔

(۵۴) سورۃ الاسما کی ہے مگر وان کادوا لیفکینونک آخر آیتیں مدنی ہیں۔

(۵۵) سورۃ الکہف کی ہے مگر واضربو نفک ایک آیت

منی ہے۔

(۵۶) سورہ مریم کی ہے مگر خَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ دو آیتیں منی ہیں۔

(۵۷) سورہ الحج کی ہے مگر وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللَّهَ دَوَائِینِ منی ہیں۔ اور بعضوں کے نزدیک هٰذَا نَحْنُ اٰیٰتِہِ منی ہیں۔

(۵۸) سورہ الفرقان کی ہے مگر وَالَّذِیْنَ لَا یَسْتَعِیْزُوْنَ مَعَ اللّٰهِ ایک آیت منی ہے۔

(۵۹) سورہ الشعراء کی دو آیتیں وَالشُّعْرَاءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغٰیۃ منی ہیں۔

(۶۰) سورہ القصص کی ایک آیت اِنَّ الَّذِیْ فَرَّصَہٗ لَمْ یَسْمَعْ اَوَّلَ کَلِمَۃٍ مِّنْہُمْ اِلَّا اَنۡہَاۤیَہُ لَیۡلَۃً یَّجۡتٰی الْجَآہِلِیۡنَ تک منی ہے۔

(۶۱) سورہ لقمان کی دو آیتیں وَلَوْ اَنَّ مَلٰٓئِکَۃً مِّنَ السَّمَآءِ نَزَّلُوۡا عَلَیْہِہِمْ مِّنۡہٗ لَیۡسَ لَہُمۡ اِلَٰہٌ اِلَّا اللّٰہُ منی ہیں۔

(۶۲) سورہ التبا کی ایک آیت وَیَرٰی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَعَلَّہُمُ الْاِلَٰہُ منی ہے۔

(۶۳) سورہ الزمر کی ایک آیت قُلْ یٰۤاَعْبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسْرَفُوۡا اَلَمْ تَرَ اَنَّہُمْ مِّنۡ دُونِیۡ

(۶۴) سورہ الغافر کی دو آیتیں الَّذِیۡنَ یُجَادِلُوۡنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّہُمْ مِّنۡ دُونِیۡ

(۶۵) سورہ الشوریٰ کی چار آیتیں قُلْ لَا اَسْأَلُکُمُ الْاِلَٰہَ منی ہیں۔

(۶۶) سورہ الزخرف کی ایک آیت وَاَسْأَلُ مَنۡ اَمَرَ سَلٰمًا اَلَمْ تَرَ اَنَّہُمْ مِّنۡ دُونِیۡ

(۶۷) سورہ الدخان کی ایک آیت اِنَّا کَاشِفُوۡا الْعَذَابَ اِلَیۡہِمْ اَلَمْ تَرَ اَنَّہُمْ مِّنۡ دُونِیۡ

(۶۸) سورہ الجاثیہ کی ایک آیت قُلْ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اَلَمْ تَرَ اَنَّہُمْ مِّنۡ دُونِیۡ

(۶۹) سورہ الاحقاف کی ایک آیت قُلْ اَمَرْتُ اَنِ اَنْ کَانَ مِنْ عِندِ اللّٰہِ منی ہے اور بعض کے نزدیک دَوَائِینِ وَاٰیٰتِہِ کَمَا صَبَّرَ

اور وَحَيْنَا الْاِنْسَانَ بَغْيَ مُدْنٰی ہوں۔

(۷۰) سورہ قیامت کی ایک آیت وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ الْاُولٰٓئِیَّہِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مدنی ہے۔

(۷۱) سورہ النجم کی ایک آیت سُبْحٰنَکَ یٰمُجِیْبُ السَّوْءِیْنَ مدنی ہے۔

(۷۲) سورہ الزمر کی ایک آیت یَسْأَلُکُمْ فِی السَّمٰوٰتِ الْاُولٰٓئِیَّہِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مدنی ہے۔

(۷۳) سورہ الواقعة کی دو آیتیں تِلْکَ اِلَیَّ رُجُوعُہُمْ اور اَفَبِہِذَا الْحَیْثِ الْاُولٰٓئِیَّہِ مدنی ہے۔

(۷۴) سورہ المزمل کی ایک آیت اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ الْاَسْرَارَ مدنی ہے۔

مَدَنیات

(۷۵) سورہ الانفال مدنی ہے مگر وَلَیْکُمْ فِیْہِ الْاَسْرَارُ آیتیں مدنی ہیں۔

(۷۶) سورہ التوبہ کی آخر کی دو آیتیں مدنی ہیں باقی سب سورہ مدنی ہے۔

(۷۷) سورہ البقرہ	(۷۸) آل عمران	(۷۹) النسا	(۸۰) المائدہ	(۸۱) النور	(۸۲) الاحزاب
(۸۳) الفتح	(۸۴) الحجرات	(۸۵) المجادلہ	(۸۶) الاحزاب	(۸۷) الممتحنہ	(۸۸) الجمعہ
(۸۹) المنافقون	(۹۰) الطلاق	(۹۱) التحسیم	(۹۲) النصف	(۹۳) الفضل	(۹۴) الناس

یہ مذکورہ اٹھارہ سورہیں تمام مدنی ہیں۔

مختلفہ

(۹۵) سورہ الرعد	(۹۶) یس	(۹۷) النزال	(۹۸) المومنین	(۹۹) الصف	(۱۰۰) التائبین
-----------------	---------	-------------	---------------	-----------	----------------

(۱۰۶) الزلزال	(۱۰۵) لم یکن	(۱۰۴) القدر	(۱۰۳) التین	(۱۰۲) الفجر	(۱۰۱) التطفیف
(۱۱۲) الکثر	(۱۱۱) الماعون	(۱۱۰) القدر	(۱۰۹) الہمزہ	(۱۰۸) البقرہ	(۱۰۷) العادیات
		(۱۱۳) الاخلاص	(۱۱۲) الکافرون		

یہ بیس سورتیں مختلف فیہ ہیں۔ بعض کے نزدیک مکی ہیں بعض کے نزدیک مدنی ہیں
آیتوں میں سب سے پہلے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اَوْرَب سے آخر میں یَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ
فِي الْكَلَامِ نازل ہوئی

سورتوں میں آخری سورۃ

سورۃ التوبہ ہے کہ اس کے بعد پھر کوئی سورت نازل نہیں ہوئی اور قرآن مکمل ہو گیا۔
قرآن مجید میں

سب سے بڑی سورت سورۃ البقرہ ہے اور سب سے چھوٹی سورت سورۃ الکثر ہے۔
قرآن مجید میں سب سے بڑی آیت

آیۃ المداینہ ہے جو سورۃ البقرہ میں ہے اور جس کا شروع ہے بِأَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا اذْكُرُوا اَن تَدْعُوْا اَيْتَمُ اور قرآن مجید میں سب سے چھوٹی آیت ہے
”مُدَّهَا مَتَانِ“

آیات سفری و حضری

کوئی آیتیں سفر کے وقت نازل ہوئیں اور کوئی اقامت میں

(۱)

وَالْتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ الزَّاهِرِينَ مُصَلًّى

سورۃ البقرہ کی یہ آیت حسب روایت جابرؓ و عمر فاروقؓ حجة الوداع کے سال اس وقت نازل ہوئی جب کہ پیغمبر خدام طواف کعبہ کر رہے تھے مگر ابن الحصار کا بیان ہے کہ یہ آیت عمرۃ القضا یا غزوۃ الفتح کے وقت اتری۔

(۲)

وَلَيْسَ الْبِرَّ بِاَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَا كَيْنَ الْبِرَّ مِنَ التَّقَىٰ
وَأَتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

سورۃ البقرہ کی آیت عمرہ حدیبیہ میں یا حسب روایت سدی حجة الوداع میں نازل ہوئی

(۳)

وَاتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُخْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ
مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ
مَحَلَّهُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ
فَعِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٌ أَوْ تَصَدَّقَ أَوْ ذَا مَنٍّ مِّنْكُمْ
فَعَنْ تَمَعٍ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ
فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامٌ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ
إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ
أَهْلًا حَاضِرًا لِلْحَجِّ بِأَمٍّ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

شَرِيذُ الْعِقَابِ

سورۃ البقرہ کی یہ آیت حدیبیہ کے عمرہ میں نازل ہوئی۔ پیغمبر خداؐ عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ تشریف لے جاتے تھے کہ حدیبیہ ایک موضع میں کافروں نے آپؐ کو روک دیا آپؐ وہیں قربانی کرا کے سب کے احرام اترے اسی کے مشعل یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

(۴)

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ
سورہ بقرہ کی یہ آیت آخر سورہ تک اس روز نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ فتح کر چکے تھے اور مع تمام صحابہ کے سفر کی حالت میں تھے۔

(۵)

وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ
مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ
سورۃ البقرہ کی آیت حجۃ الوداع کے سال مقام منامیں نازل ہوئی (رواہ البیہقی فی الدلائل)

(۶)

الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ الَّذِينَ
أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَأَتَّقُوا أَجْرَ عَظِيمٍ
سورۃ آل عمران کی یہ آیت حسب روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مقام حمر الاسد میں

مسہ اس کے بعد امام سیوطی اتقان میں لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک اس آیت کے فتح مکہ کے دن نازل ہونے پر کوئی برہان نہیں ہے۔

نازل ہوئی۔

(۷)

فَلَمْ يَجِدْ وَامَاءٌ فَنِيَّهَمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَاَمْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ الْحَرَّ
سورۃ النساء کی یہ آیت تیم سفر کی حالت میں نازل ہوئی جبکہ پانی مفقود تھا اور اس کے
نزول کا باعث جناب ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نہیں مگر وہ سفر کو سنا تھا! یہ متحقق
نہیں ہے۔

(۸)

اِنَّ اللّٰهَ يَاسِّرُكُمْ اَنْ تُوَدُّوْا الْاَمَانَاتِ اِلَى اَهْلِهَا
سورۃ النساء کی یہ آیت حسب روایت حضرت ابن عباسؓ فتح مکہ کے دن خاص
کہتے اللہ کے اندر نازل ہوئی۔

(۹)

وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقِمْ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ
مِّنْهُمْ مَعَكَ وَلِيَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا هَجَدُوْا فَاِلَیْهِ
سورۃ النسا کی یہ آیت حسب روایت زمر فی مقام حنظل میں ظہر اور عصر کے درمیان
میں نازل ہوئی۔

(۱۰)

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْ الْاٰلَةِ الْاٰلِیَہِ
سورۃ النساء کی یہ آیت کلامہ عشرہ میں نازل ہوئی مگر یہ محقق نہیں کہ
وہ سفر کو سنا تھا۔

(۱۱)

سورۃ المائدہ کے شروع کی ایک آیت یا دو آیتیں یا چار آیتیں یا پانچ آیتیں
حسب روایت اس بارہت یزید منا میں بحالت سفر نازل ہوئیں اور محمد بن کعب

الوجہ سے روایت کی ہے کہ سورۃ المائدہ حجۃ الوداع میں بابین مکہ و مدینہ نازل ہوئی۔

(۱۲)

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ
لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجِدِّ
بِلَا إِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔

سورۃ المائدہ کی یہ آیت حجۃ الوداع کے سال حجہ کے روز عرفہ کی رات کو نازل ہوئی۔

(۱۳)

فَلَمْ يَجِدُوا مَاءً فَتَمِثُّوا أصابعَهُمْ طَبِيبًا فَإِذَا تَمِثُّوا يُوجِهُكُمْ كَمَا مَنَّهُ
سورۃ المائدہ کی یہ آیت تیمم جب روایت عائشہ صدیقہ مقام بیدار یا ذات الجبیش میں
نازل ہوئی بیدار کا دو سلام ذوالحلیفہ ہے اور ذات الجبیش مدینہ منورہ سے
تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے۔ (۱۴)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَذْكُرُ نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ
أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ
وَالْقَوْلُ اللَّهُ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔

سورۃ المائدہ کی آیت جب روایت قتادہ اسوقت نازل ہوئی جب کہ بنو نعلبہ اور
بنو محارب نے پیغمبر خدا کو ایذا پہنچانے کا ارادہ کیا تھا اور آپ سختان کے
بیچ میں تشریف فرما تھے۔

(۱۵)

وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ۔

سورة المائدہ کی یہ آیت حسب روایت جابر رضی غزوہ بنی النضر میں مقام ذات الرقاع میں نازل ہوئی۔

(۱۶)

سورة الانفال کی شہد اورع کی تین آیتیں حسب روایت سعد بن ابی وقاصؓ مقام بدر میں جنگ کے بعد نازل ہوئی۔

(۱۷)

رَاٰذِلَاتُ تَغْلِيْثُوْنَ رَقِيْمًا مَّا تَجَابَ لَكُمْ اٰتٰی جُلُومٌ اَلَا

سورة انفال کی یہ آیت بھی مقام بدر میں واقعہ کے بعد نازل ہوئی۔

(۱۸)

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُوْنَهَا فِيْ

سورة التوبة کی یہ آیت حسب روایت سہیلؓ سفر میں نازل ہوئی مگر سفر کو مناٹھا اسکی تحقیق نہیں۔

(۱۹)

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَسَفَرًا قٰصِدًا اَلَا تَتَّبِعُوْكَ اَلَا

سورة التوبة کی یہ آیت حسب روایت عبداللہ بن عباسؓ غزوہ تبوک میں نازل ہوئی۔

(۲۰)

وَلَقَدْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَلَقَدْ اَلَا

سورة التوبة کی یہ آیت بھی حسب روایت ابن عمرؓ غزوہ تبوک میں نازل ہوئی۔

(۲۱)

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَٰكِنْ

سورۃ التوبہ کی یہ آیت مقام عصفان میں نازل ہوئی جب رسول خدا ﷺ اپنے مادرِ شفقت کی قبر پر جا کر اُن کے لئے دعائے مغفرت کی تھی۔

(۲۲)

وَاجِبُهُمْ وَمَا صَبَرُوا إِلَّا بِاللهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا
تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَكُونُونَ إِنَّ اللهَ مَعَ الَّذِينَ
اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ۔

سورۃ النمل کی یہ آخری آیت مقام احد پر نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد اُن کے پاس جا کر کھڑے ہوئے تھے مگر ابی بن کعب سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن نازل ہوئی۔

(۲۳)

وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّوكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ آلِهَ
سورہ بنی اسرائیل کی یہ آیت حسب روایت عبدالرحمن بن غنم مقام تبوک میں نازل ہوئی۔

(۲۴)

سورۃ الحج کی شروع کی آیت وَلَا كَيْفَ عَذَابُ اللهِ شَدِيدًا كَمَا نَحْنُ
مصطفیٰ کے سفر میں نازل ہوئی۔

(۲۵)

هَذَا أَنْ خَصَمَانِ اخْتَصَمُوا فِي سَبْعِمِائَ كَذِبِينَ كَفَرُوا
سورۃ الحج کی یہ آیت مقام بدر میں عین جنگ کے وقت نازل ہوئی جب کہ اہل اسلام کفار کا ناطقہ بند کر رہے تھے۔

(۲۶)

أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَنَّ اللَّهَ
سورة الحج کی یہ آیت سفر ہجرت میں نازل ہوئی۔

(۲۷)

أَلَمْ تَوَدَّ لِرَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ الْخَمْرُ (سورة الفرقان)
یہ آیت مقام طائف میں نازل ہوئی مگر امام سیوطی کو اس روایت پر وثوق نہیں ہے۔

(۲۸)

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَأْدُكَ (سورة القصص)
یہ آیت سفر ہجرت میں مقام محضر پر نازل ہوئی۔

(۲۹)

سورة الروم کی شروع آیت غُلِبَتِ الرُّومُ الخ مقام بدر میں جنگ سے
پہلے نازل ہوئی۔

آیت	نام سورہ	مقام نزول مع کیفیت
وَأَسْأَلُ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ الْخَمْرُ	سورة الزمر	معراج کی رات بیت المقدس میں نازل ہوئی۔
وَكَايَتٍ مِنْ قَوْمٍ يَخْرُجُ أَشَدُّ قُوَّةً الْخَمْرُ	سورة محمد	سفر ہجرت میں نازل ہوئی۔
سُورَةُ الْفَتْحِ	سورة الفتح	کراغ انیم یا بروایت دیگر، دیرین مکہ مدینہ۔
يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ مَكِيدَةٍ	الحج	مکہ بعد فتح جب کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ

آیت	نام سورہ	مقام نزول مع کیفیت
ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنشَأَ لَنَا هَذِهِ الْقُرْآنَ الْمُدْنُونَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي آمَنُوا إِذَا جَاءَهُمُ الْمَوْتُ الْمَوْتَاتُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنشَأَ لَنَا هَذِهِ الْقُرْآنَ الْمُدْنُونَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي آمَنُوا إِذَا جَاءَهُمُ الْمَوْتُ الْمَوْتَاتُ	سورۃ الواقعة " ۳۵	اذان دینے کے لئے کعبہ کی چھت پر چڑھے تھے۔ سفر مدینہ۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَهُمُ الْمَوْتُ الْمَوْتَاتُ	الممتحن ۳۶	اسفل حدیبیہ
سُورَةُ الْمُنَافِقِينَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ	المنافقون ۳۷	مقام تبوک
سُورَةُ الْمُرْسَلَاتِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ	المرسلات ۳۸	غار بنی
سُورَةُ الْمُطَفِّفِينَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ	المطففين ۳۹	سفر ہجرت و قبل دخول آنحضرت مدینہ
شروع سورہ	العلق ۴۰	غار حرا
سورۃ الکونز	سورۃ الکونز ۴۱	حدیبیہ مگر امام سیوطی اس کو غیر مستند فرماتے ہیں۔
سورۃ النصر	النصر ۴۲	بنا۔ روز اوسط ایام تشریق حجۃ الوداع۔

یہ کل یا ایسے نمبر کی مصرعہ بالا آیتیں سفری ہیں اور ان کے علاوہ کل آیات قرآنہ حالت اقامت میں نازل ہوئیں۔

آیات لیلیٰ و نہاری

کوئی آیتیں رات کے وقت نازل ہوئیں کوئی دن کے وقت

۱

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ الْحَمْدُ (البقرہ۔ سيقول)
 بعض روایتوں میں بیان کیا گیا ہے کہ سورۃ البقرہ کی یہ آیت تحویل قبلہ دن کی وقت
 ظہر و عصر کے درمیان میں نازل ہوئی۔ مگر قاضی جلال الدین وغیرہ کا صحیح مذہب یہی ہے
 کہ آیت مذکورہ رات میں اُنٹی۔

(۲)

إِنِّي فَنِي خَلَقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
 سورہ آل عمران کی یہ آخر کی آیتیں رات میں عشا کے وقت یا بعد نازل ہوئیں۔

(۳)

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ الْحَمْدُ
 جنگ اُحد میں رات کے وقت لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس بانی کرتے
 تھے کہ کہیں یحییٰ میں دشمنان اسلام آپ کی جان کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اسی رات
 یہ آیت عشا کے بعد نازل ہوئی۔ آپ نے پہرہ دینے والوں سے فرمایا کہ بس اب
 پہرہ کی ضرورت نہیں رہی، تم لوگ آرام کرو کیونکہ خدا نے میری حفاظت کا ذمہ لیا ہے

(۴)

سورۃ الانعام مکہ معظمہ میں اور سورہ مریم اور سورۃ المنافقین یہ تینوں سورتیں رات
 کے وقت نازل ہوئیں۔

(۵)

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاعَتْ عَلَيْهِمْ الْآيَةُ
سورة التوبة کی یہ آیت رات کے دو ٹکٹ گزر جانے پر نازل ہوئی جب کہ صرف ایک
تہائی رات باقی تھی۔

(۶)

سورة الحج کے شروع کی چار یا پانچ آئینیں رات میں نازل ہوئیں۔

(۷)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَا كُنَّا وَاجِدًا كَيْتَا تِلْكَ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ الْحَمَامِ
مدینہ منورہ میں ماہیت الخلاء گہروں کے اندر بنانے کا دستور نہ تھا۔ بی بیوں رات کو
پڑوس کے میدانوں میں قضاے حاجت کیلئے جاتی تھیں۔ ایسا ہوا کہ آیت حجاب کے
اُترنے سے پہلے ایک روز اُم المؤمنین سووہ قضاے حاجت کے لئے باہر گئی
ہوئی تھیں۔ واپسی میں حضرت عمرؓ نے اور اُم المؤمنین سووہ چونکہ جسیم اور قد آور بی بی
تھیں ماعز نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور انکو اچھانہ معلوم ہوا کہ پیغمبر کی ازواج مطہرات
عام عورتوں کی طرح باہر نکلیں۔ دیکھتے ہی حضرت سووہ کو لگا کہ خدا کی قسم یا ہم نے
نیکو پہچان لیا بھلا دیکھو تو سہی اب تم کیونکر باہر نکلتی ہو! حضرت سووہ نے اپنی کانپتی
گھر میں آئیں اور سارا ماجرا رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ اور اسی کے بعد یہ آیت نازل ہوئی

(۸)

وَأَسْأَلُ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا الْآيَةُ
سورة الزخرف کی یہ آیت معراج کی رات میں نازل ہوئی۔

(۹)

سورة الفتح کی شروع کی ایک یا دو آئینیں رات میں نازل ہوئیں

(۱۰)

امام بخاری نے کتاب جلال القراءین ابن مسعود رضی سے روایت کی ہے کہ سورة المزلزلة
 حراء میں لیلۃ الجن میں نازل ہوئی مگر امام سیوطی کا صحیح و مستند بیان یہ ہے جیسا کہ انہوں
 نے صحیح اسماعیلی اور بخاری کی سند سے لیا ہے کہ سورة المزلزلات فی ذی الحجہ کو رات
 کے وقت منامین نازل ہوئی۔

(۱۱)

سورة الفلق اور سورة الناس دونوں سورتیں رات میں نازل ہوئیں۔ (رواہ عقبہ
 بن العامر الجہنی)

آیا صبح

جو آیتیں صبح کے وقت نازل ہوئیں

(۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ ۖ فَاغْسُوا

آیتہ الیتیم جس کا ذکر ایک دفعہ گزر چکا ہے صبح کے وقت نازل ہوئی جب کہ پانی بالکل مفقود ہو گیا تھا۔

(۲)

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ الْخَبْرُ

سورہ آل عمران کی یہ آیت صبح میں اسوقت نازل ہوئی ماحجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناز فجر کی دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ کر ابوسفیان وغیرہ کے حق میں بددعا کرنے کے امادہ میں تھے۔

ان گیارہ اور دو مقامات کے علاوہ بقیہ سارا قرآن مجید دن کے وقت (نہاں نماز) نازل ہوا۔

آیاتِ راشیٰ نومی

کوئی آیتیں سونے کے وقت نازل ہوئیں اور کوئی نیند میں

(۱)
وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا بِهَذَا صَافً ۝ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ
سورۃ التوبہ کی یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب تنہائی رات باقی تھی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
اسلمہ رہنے کے حجرہ میں بسترِ راحت پر تھے۔

(۲)
وَاللَّهُ يُعَذِّبُكَ مِنَ النَّاسِ ۝
سورۃ المائدہ کی یہ آیت رات کے اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیلئے
بستر پر لیٹ چکے تھے۔

(۳)
مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم خواب سے جھنٹے ہوئے بیدار ہوئے۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ
کے تبسم کا کیا سبب ہے فرمایا! مجھ پر ابھی ایک سورت نازل فرمائی گئی ہے۔
اور اس کے بعد آپ نے سورۃ الکوثر تلاوت کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ کے یہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب استراحت میں تھے
اس لئے ان حاضرین کو گمان ہوا کہ سورۃ الکوثر نیند کی حالت میں نازل ہوئی ہے
مگر ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہونے ہی نزول وحی شروع ہو گیا ہو، اور
دیکھنے والوں نے اس حالت وحی کو بھی حالت خواب ہی سمجھا ہو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بازاری اور ایک ثقہ شخص کے خوابوں میں فرق ہوتا ہے۔

اعلیٰ درجہ کے آدمی کا خواب ادنیٰ درجہ کے آدمی کے خواب سے متفاوت ہوتا ہے۔ بادشاہ کا خواب عام رعایا کے خواب سے ایسے ارفع درجہ پر ہوتا ہے کہ عوام کے خواب کو اس سے لگاؤ تک نہیں ہوتا۔ وعلیٰ ہذا القیاس جو لوگ نہایت متقی و پرہیزگار ہیں۔ سچے عبادت گزار ہیں۔ صاف باطن اور صاحب دل ہیں ان کے خواب سچے ہوتے ہیں۔ وہ خوابوں میں بہت سے واقعات اور بہت سی باتوں پر قبضہ ہو جاتے ہیں اور وہ ہرگز خواب پریشان نہیں دیکھتے کیونکہ ایسے وہی تباہی خواب انہیں لوگوں کو نظر آتے ہیں جن کے خیالات پر آگندہ ہوتے ہیں جن کا باطن گندہ ہوتا ہے اور جو دن رات فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں۔

اس عقل و نقل سے بدیہی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھولے نہیں بلکہ سچے اور مطابق واقعہ کے ہوتے ہیں اور کبھی ان کو دربار الٰہی سے خواب ہی میں احکام عطا ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دریا میں اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں فتح مکہ کی خبر دی گئی اور یہ بھولیا ہی واقعہ ہوا جیسا کہ خواب ملاحظہ فرمایا تھا۔ اس بنا پر ہم علماء اسلام علیہم الرحمۃ کے اختلافات و مباحثے سے قطع نظر کر کے کہتے ہیں کہ اگر سورۃ الکوفہ نیند میں ہی نازل ہوئی تو اس میں کچھ قبا نہیں نہ کچھ محل اعتراض ہو سکتا۔ جس طرح حضرت ابراہیم کو خواب میں بیٹے کی قربانی کا حکم ہوا اور وہ غلبہ سچا تھا اسی طرح ہمارے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نیند کی حالت میں سورۃ الکوفہ نازل ہوئی اور وہ برحق ہے جس نے شروع زمانہ نبوت میں نازل ہوتے ہی فصحاء عرب کے چٹکے چھڑا دیے اور سب شمشاد ہونکر رہ گئے

ان تین مقامات کے سوا، باقی تمام قرآن مجید بیداری میں نازل ہوا۔

آیات صیفی و شتائی

کونسی آیتیں گرمی میں نازل ہوئیں اور کونسی جاڑے میں

(۱)

قرآن مجید میں کھڑا نہ کے متعلق دو جگہ بیان کیا گیا ہے۔ ایک وہ آیت جو سورۃ النساء کے شروع میں ہے۔

وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُؤْمِرُكَ كَذِبًا أَوْ أَخَاهُ تُؤْمِرُكَ بِكَذِبٍ أَوْ أَخَا أُولَئِكَ

یہ آیت جاڑے میں نازل ہوئی۔

(۲)

دوسری وہ آیت جو سورۃ النساء کے آخر میں ہے۔

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ

یہ آیت گرمیوں میں نازل ہوئی۔

(۳)

سورۃ المائدہ کا شروع اور

(۴)

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

اسے حال میں بعض نئے نادان و نشان قرآن نے اس پر یہ اٹکھا اعتراض کیا ہے کہ موسم کے اعتبار سے جو آیات کی صرف سرائی و گرمائی دو تقسیم کی ہیں تو کیا عرب میں برسات کا موسم نہیں ہوتا۔ جواب یہ کہ موسم تقریباً چھ دن یا ہر دو ہفتے مگر گیس برسات کو جدا گانہ موسم قرار نہیں دیا گیا ہے کیونکہ برسات بھی انہیں سرد گرم یا دو موسموں میں سے کسی ایک موسم میں ہو گا۔ افسوس! چشم یا ندیش کہہ کر کندہ باد + عیب نماید ہر شرف نظر

وَمَرْضِيكَ لَكُمْ وَالْإِسْلَامَ دِينًا مِّنْ إِضْطَرٍّ فِيْكُمْ خَصَلَةٍ
عَلَيْكُمْ مُّتَجَانِفِينَ لَّا يُشْعِرُونَ اللَّهَ عَظْفًا وَلَا رَحِمًا

(۵)

اور سورۃ البقرہ کی آیت -

وَالْتَقُوا يَوْمَئِذٍ جُوعًا إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تَقَافُوا
كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ

یہ سب آیتیں گرمیوں میں نازل ہوئیں۔

(۶)

سورۃ النصر بھی موسم گرمیوں میں نازل ہوئی

(۷)

سورۃ التوبہ میں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ
إِذَا قِيلَ لَكُمْ اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا لِيْهِ
الْأَوْصِيَاءَ

سے لیکر وَإِنْ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ تک

اور

وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ
أَشَدُّ حَرًّا أَلَا تَتَذَكَّرُونَ

اور اس کے پہلے کی آیتیں جو غزوہ تبوک کے متعلق ہیں نہایت سخت گرمیوں
میں نازل ہوئیں۔

(۸)

سورة النور میں اِنَّ الَّذِيْنَ جَاؤْا بِاِلٰهٍ فَلَيْسَ عِصْبَةً مِنْكُمْ سے لیکر
 اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لِيَهُمْ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَبِّكَ تَمَّ
 جو، چودہ آیتیں جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برائت و طہارت میں ہیں وہ سب
 جاڑوں میں نازل ہوئیں۔

(۹)

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ سے لیکر
 وَانْهَضُوا لَمْ تَطُورُهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا تک
 انیس^{۱۹} آیتیں جو سورة الاحزاب میں غزوہ خندق کے متعلق ہیں، سب
 جاڑوں میں نازل ہوئیں۔

آیات ارضی و سماوی

کونسی آیتیں زمین پر نازل ہوئیں اور کونسی آسمان پر
چھ آیتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر معراج کی رات میں نازل ہوئیں۔

(۱)

تین آیتیں سورۃ الصافات میں ہیں۔
وَمَا مَنَّا إِلَّا لَهُمْ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ وَإِنَّا لَنَعْنُ الصَّادِقِينَ
وَإِنَّا لَنَعْنُ الْمُسَبِّحِينَ وَإِن كَانُوا لَيَقُولُونَ لَوْ أَنَّا
عِنْدَ نَازِلِ كَرَامٍ مِنَ الْأَوَّلِينَ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ

(۲)

چوتھی آیت سورۃ الزخرف میں ہے وَأَسْأَلُ مَنْ أَرْسَلَنَا مِنْ قَبْلِكَ
أَجْعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا يَعْْبُدُونَ

(۳)

دو آیتیں سورۃ البقرہ کے آخر کی۔ یہ چھ آیتیں رسول خدا صلعم پر اُسوقت نازل ہوئیں جب آپ
معراج میں بیت المقدس سے عالم بالا کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔
اب یہاں علماء کے دو گروہ ہو گئے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ آیتیں زمین و آسمان کے درمیان میں نازل ہوئیں اور امام سیوطی اسی
گروہ میں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آیات مذکورہ رسول اللہ صلعم کے آسمانوں پر پہنچنے
کے بعد نازل ہوئیں تو اس مسلک پر یہ آیتیں سماوی ہوئیں اور پہلے مسلک پر گویا جو آیتیں

میں اُتریں۔
علمائے اسلام سئلہ معراج میں بھی مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ اسی خاکی جسد رکھے

آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ بعض روحانی معراج کے قائل ہیں اور بعض کا مسلک یہ ہے کہ واقعہ معراج خواب تھا اور چونکہ رسول کا خواب بالکل سچا اور مطابق واقعہ کو ہوتا ہے اس لئے معراج میں جو کچھ آپؐ نے دیکھا وہ سب برحق اور واقعی تھا۔ قرآن مجید میں نہ تو جسمانی معراج پر کوئی برہان ہے نہ اس کا بطلان ہے۔ البتہ مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک رسول کا جانا قرآن میں مصرح ہے اور الفاظ قرآنی کا انداز یہی کہتا ہے کہ معراج جسمانی تھا بہر حال اگر ہم معراج کو روحانی یا خواب میں ہونا مانیں تو بھی کوئی ہرج نہیں ہے اور جسمانی معراج تسلیم کریں تو اس میں یہی کوئی عقلی استحالة نہیں ہے۔

(۴۲)

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ آيَةُ
سورة البقرة کی یہ آخری آیت معراج میں قاب قوسین پر نازل ہوئی۔ اور ان چار حقائق کے سوا باقیہ تمام قرآن زمین پر نازل ہوا۔

بحث

غیر مذہب اور فلسفی خیال والے غالباً اس کو باور نہ کریں گے کہ آسمان و زمین کے درمیان میں آیات کا نازل ہونا اور انسان کا زمین سے آسمان کو جانا دور قیاس باتیں ہیں مگر اہل اسلام مجبور ہیں کہ عقل اور وحی قطعی پر ضرور ایمان لائیں گو وہ محال عادی ہوں۔ وحی کے مقابلہ میں شبہات فلسفیانہ آؤ مَعْنٍ مِّنْ بَيْنَتِ الْعَنَكِبِ قُتِ
ہیں۔ اگرچہ یہ موقع اس بحث کا نہیں ہے پھر بھی دلچسپی ناظرین کے لئے کچھ نہ کچھ لکھنا ضروری ہے کہ کون کون سا لایڈلرٹ کلہ لایڈلرٹ کلہ
ان اور ان جیسی باتوں سے انکار کرنے والے تین صورت سے حالی نہیں (۱) یا تو

منکرِ مسلمان ہے (۲) یا اسلام کے سوا کسی دوسرے مذہب کا پیرو ہے (۳) یا کسی سے مذہبی ہی نہیں بلکہ صرف فلسفی خیال کا ایک سائنٹیفک آدمی ہے۔

(۱) مسلمان اس حیثیت سے کہ وہ مسلمان ہے ایسے خلاف عادت امور سے انکار نہیں کر سکتا جو کتاب و سنت میں منصوص ہیں اس لئے کہ پیغمبروں سے خرق عادات و معجزات کا ظہور، قیامت کا برپا ہونا، تمام مردوں کا صور کی آواز پر قبروں سے اٹھ کھڑے ہونا، ما قبر میں مرنے کے بعد سوال و جواب ہونا وغیرہ وغیرہ اس سے زیادہ حیرت انگیز اور خلاف عادت امور ہیں تو ایسے بڑے بڑے خرق عادات کو تسلیم کر لینے کے بعد صرف حیرت خیز امور سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) دوسرے مذہب والوں کو اسلام کی خلاف عادت باتوں پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جس میں خلاف عادت بات نہ ہوں اور جب خود اپنے مذہب میں ویسے ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ خلاف عقل امور موجود ہیں جن پر ایمان و اعتقاد رکھنا جزو مذہب ہے تو وہ اسلام پر کس منہ سے اعتراض کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں!

(۳) اگر مختصر قید مذہبیت سے آزاد اور صرف سائنٹیفک آدمی ہے تو ہم اس سے ادب کے ساتھ پوچھتے ہیں کہ زمین سے آسمان کی طرف یا آسمان پر جانا اور جوتما میں پیغمبر اسلام پر آیات قرآنی کا نازل ہونا کیوں ناقابل تسلیم اور اس میں کوئی بات خلاف عقل ہے؟ زمین سے آسمان کی طرف صعود کرنا ہرگز خلاف عقل اور محال نہیں بلکہ خلاف عادت بھی نہیں ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بلا کسی ذریعہ کے پرواز پرندوں کی طرح آسمان کو پرواز کر گئے۔ بلکہ یہ کہ آپ کسی ذریعہ سے آسمان کی طرف تشریف لے گئے اور یہ محال نہیں ہے آخر سر تو رکوششوں کے بعد یورپ والوں نے ہوائی جہاز بنالیا کہ نہیں! جس کے ذریعہ سے زمین سے آسمان پر اڑنا آسان ہوا۔

رہی یہ بات کہ ایسی ایجادات تو عرب میں اسوقت تھیں نہیں! تو ہم اہل اسلام
محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قادر مطلق کا رسول برحق مانتے ہیں جو روحانی
میں ایسے بڑے درجہ پر تھے جہاں تک ظاہر و ہم کا گذر بھی محال ہے اور ہمارا عقیدہ
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل فرشتہ یا ارواح فکلی کے ذریعہ سے اپنے
پیغمبر کو زمین سے آسمانوں پر پہنچا کر دم کی دم میں واپس کر دیا۔ بہر حال جب
زمین سے آسمان کی طرف چڑھنا خلافت عقل نہیں بلکہ ظاہر ہے تو رسول عرب
پر زمین و آسمان کے بیچ میں یا قاب قوسین پر قرآن کی آیاتوں کا نازل ہونا
بھی خلافت عقل نہیں سمجھتا۔

یورپ کے فلسفہ جدیدہ نے ثابت کر دیا ہے کہ مشتری سیارہ ایک گھنٹہ میں تین سو
میل کی مسافت طے کرتا ہے اور بہت سے سیارات ایک ایک منٹ بلکہ ایک
ایک سکنڈ میں لاکھوں میل طے کرتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ حرکت کے لئے محرک کا ہونا
ضروری ہے۔ پیچہ پیچہ جانتا ہے کہ جب تک کوئی قوت حرکت دینے والی نہ ہو کوئی
حرکت نہیں ہو سکتی اور جب یہ ثابت و مسلم ہے کہ ہر حرکت کیلئے ایک محرک کا ہونا
واجب ہے تو جس محرک نے مشتری وغیرہ سیاروں کو اتنی سرعت رفتار بخشی
ہے اسی قوت نے اگر محمد مصطفیٰ صلعم کو فروغ سے جہنم میں ایسی تیزی اور سرعت رفتار
پیدا کر دی تو کوئی دشواریات ہے اور کیا استبعاد ہے! حالانکہ اعراض کے
قبول کرنے میں اجسام سب برابر ہیں۔ حرکت کے لحاظ سے جسم کی چھوٹائی بڑائی
کوئی چیز نہیں ہے بلکہ نسبت بڑے جسم کے چھوٹے جسم میں ہی زیادہ تیزی ہوگی اور ہوا
کمالات روحانیات کا ایک ایسا درجہ ہے کہ کمال انسانی کے منازل کے طے کر کے
انسان ارواح مجرّدہ میں شامل اور مثل ملائکہ ملا اعلیٰ کے ہو جاتا ہے اور اسوقت اس سے
عجیب و غریب خلافت عادت حرکات ظہور پذیر ہوتے ہیں جن کو اصطلاح شرع میں معجزہ کہتے ہیں

آیات فوق الارض و تحت الارض

کوئی آیتیں زمین پر نازل ہوئیں اور کوئی زمین کے نیچے نازل ہوئیں
قرآن مجید میں صرف ایک سورۃ المرسلات ہے جو زمین کے نیچے غار (حرا
یا غار منا) کے اندر نازل ہوئی۔ باقی سب قرآن زمین کی سطح پر نازل ہوا (الاما
نزل فی السماء کما مر)

ہم نے قرآن مجید کی لائف پھر بھی مختصر بیان کی ہے۔ امام سیوطی کی
کتاب اتقان فی علوم القرآن میں یہ مباحث بڑی وضاحت کے ساتھ
موجود ہیں اور ہماری کتاب کا یہ مقدمہ اتقان کے اُن چند بابوں کا
گو یا خلاصہ ہے۔

اس لائف کے مطالعہ سے ناظرین پر یہ امر بخوبی روشن ہو گیا
ہو گا کہ اس بارہ خاص میں دنیا کی کوئی آسمانی یا غیر آسمانی کتاب قرآن کا
مقابلہ نہیں کر سکتی۔

تواتر قرآن

اسلام کے تمام فرقہ ہائے مختلفہ و متعددہ کا اس بات پر اتفاق و اجماع ہے کہ قرآن شریف جو کچھ باین الدفین میں اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے (سوا کے عنوانات کے) وہی کلام الہی اور وحی ربانی ہے۔ نہ اس میں کچھ تغیر و تبدل ہوا نہ کسی کی شدارت یا عدم محافظت سے اس میں زیادتی و نقصان یا الحاق واقع ہوا جتنا کچھ پیغمبر اسلام علیہ السلام پر نازل ہوا اتنا ہی بلا کسی کمی و بیشی کے اس وقت بھی بین الدفین ہمارے سامنے ہے۔ بین الناس مشہور و معروف ہے۔ مشرق سے مغرب تک شائع و ذائع ہے اس کی تعظیم ضروریات دین سے ہے اور اس کا استہزا کرنے والا خارج از اسلام ہے۔

مسلمانوں نے سلفاً عن خلف ہر ایک طبقہ میں اس کی حفاظت اور ضبط و کتابت اور دل و زبانوں پر حفظ کرنے کا اہتمام تمام کیا ہے کہ مطلق شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں ہے۔ جب طرح اسلام دنیا کے ہر گوشہ میں پھیل گیا۔ اسی طرح لاکھوں کلرڈ مسلمان حفاظ اس کو حفظ و نقل کرتے رہے اور یہ حفظ و نقل کا کام اتنے اعلیٰ درجہ پر رہا کہ دنیا کی کوئی مشہور سے مشہور بات اور خائیت و تواتر کو پہونچی ہوئی خبر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی صحت و تواتر میں قرآن آپ اپنی نظیر ہے۔

قرآن مجید خود آنحضرت صلعم کے حضور میں تلاوت کیا جاتا تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بارہا پیغمبر کے روبرو اس کو ختم کیا۔ آنحضرت صلعم کے عہد میں قرآن مجموع و مولف ہوا اور آپ کے بعد اہل اسلام ہمیشہ اس کے حفظ و نسخ اور ضبط و تلاوت و قرات میں مصروف و سرگرم رہے اور لاکھوں حفاظ و قراء کے وسیلہ سے سینہ بہ سینہ ہم تک پہنچا آیا۔

پس قرآن مجید کا بعینہ محفوظ رہنا ایسے ہی توازن سے ثابت ہے جیسے خود رسول اللہ ﷺ کا وجود یا آلاں مکہ و مدینہ اور لندن وغیرہ کا موجود ہونا۔

سنی و شیعہ دونوں فریق کے علماء اور عوام و خواص کا اسی پر اتفاق ہے کہ توازن قرآن محل کلام نہیں ہے اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل اور کمی و بیشی نہیں ہوئی ہے۔ علمائے اثنا عشریہ میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں ہوا کہ قرآن مجید میں غیر قرآن داخل ہوا یا اس میں سے کچھ کم ہو گیا۔ آئمہ اثنا عشرہ کا دامن مذہب رہا ان بزرگان کبار کے سیرت و عمل اور قول و فعل سے بجز قرآن موجودہ کی تصدیق و تسلیم کے کوئی دوسری بات ظاہر نہیں ہوئی۔ وہ ہمیشہ کتاب اللہ کی تلاوت اور اسکی درس و تدریس کرتے رہے۔ سورتوں اور آیات کے فضائل و کرامت کا بیان کرتے رہے اور اپنے لڑکوں، لونڈیوں، عیال و اطفال اور خدام کو قرآن کی تعلیم کرتے رہے اور اسی قرآن کو نازوں میں پڑھتے پڑھاتے رہے اور مخالفین اسلام کے مقابلہ میں اسی قرآن سے متسلح کرتے رہے۔ پس ظاہر ہے کہ اگر وہ آئمہ قرآن موجودہ کو کلام اللہ نہ سمجھتے تو ہرگز اس پر ان کا مدار کار و اعتماد و احتجاج نہ کرتے۔ حضرت امام محمد باقر کا قول ہے کہ، "جو وقت فتنے تپ رہیں ہو جائیں تو قرآن کی طرف رجوع لاؤ کہ وہ شفاعت کرنے والا مقبول الشفاعۃ ہے جو کوئی اسکو آگے رکھیگا البتہ وہ اُسے جنت میں لیجائے گا امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ:-

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ فِيهِ أَنْوَارُ الْهُدَى
وَمَصَابِيهُ السُّبْحَى
اس قرآن میں انوار ہدایت اور تاریکی
ضلالت کے دور کرنے والے چلن ہیں۔

حضرت امام علی نقی نے جو خط اپنے شیعوں کو لکھا تھا اس میں یہ کلام وارد ہے کہ،
قَدْ اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ قَاطِبَةً عَلَى
أَنَّ الْقُرْآنَ لَا رَيْبَ فِيهِ۔
تمام امت محمدیہ اس امر پر متفق ہے کہ اس قرآن
(کے کلام اللہ ہونے) میں کچھ شبہ نہیں ہے۔

شیعہ اثنا عشریہ کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ نقصان قرآن کے قائل ہیں اور یہ کہ ان کی بعض کتب معتبرہ میں بعض روایات تحریف فی الجملہ وارد ہیں جن سے نقصان ایک آدھ لفظ کا تبدیل ثابت ہوتا ہے۔

پہلا جواب: - شیعہ اثنا عشریہ ائمہ معصومین کی حدیثوں کو خلاف واقع کہنے کی جرات نہیں کر سکتے اور ان کے سب آئمہ اثنا عشر اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن میں کچھ کمی بیشی نہیں ہوئی بلکہ حبیب کا ویسا محفوظ رہا ہے جیسا کہ دو تین اماموں کے قول ہم نقل کر چکے ہیں تو اب کوئی شیعہ اپنے اماموں کے خلاف قرآن کو محرف کہہ کر شیعہ نہیں رہ سکتا۔

دوسرا جواب: - مذہب شیعہ کے اکثر علمائے متقدمین و متاخرین اس امر میں اہل سنت کے ہمزبان ہیں کہ قرآن میں کچھ نقصان نہیں ہوا۔ چنانچہ شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن بابویہ قمی رسالہ اعتقادات میں لکھتے ہیں کہ:-

ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ بلاشبہ وہ قرآن جو اللہ نے اپنے نبی محمد صلعم پر نازل کیا اور جو بین الدفتین موجود ہے اور جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے وہ اس موجودہ قرآن سے زیادہ نہیں ہے عامۃ اہل اسلام کے نزدیک ایک سوچودہ سورتیں ہیں اور ہمارے نزدیک (ایک سو بارہ سورتیں ہیں الضحیٰ اور الم نشرح ایک سورہ ہے اور لایلاف قریش اور الفیل ایک سورہ ہے اور جس نے ہماری طرف اس بات کو منسوب کیا کہ ہم قرآن کو موجودہ قرآن سے زیادہ سمجھتے ہیں

إِعْتِقَادُنَا أَنَّ الْقُرْآنَ الَّذِي
أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ نَبِيِّهِ وَهُوَ
مَابَيْنَ الدَّفَتَيْنِ وَهُوَ مَا فِي
أَيْدِي النَّاسِ لَيْسَ بِأَكْثَرِ مِنْ
ذَلِكَ وَمَبْلَغُ سُورَةٍ عِنْدَنَا
مِائَةٌ وَأَرْبَعَةٌ عَشَرَ سُورَةً
وَعِنْدَنَا وَالضُّحَى وَالْمُنَشَّرُ
سُورَةٌ وَاحِدَةٌ وَلَا يَلَافُ قُرَيْشٍ
وَالْمُتَرَكِّبُ سُورَةٌ وَاحِدَةٌ
وَمِنْ نَسَبِ إِلَيْنَا نَاْفَقُولُ إِنَّهُ

الذين من ذلك فهو كاذب - وہ محض جھوٹا ہے۔

حکیم میرزا بدراماد حاشیہ قیاسات میں لکھتے ہیں کہ:-

الذکر الحکیم هو القرآن الذکریر قال اللہ تعالیٰ انا نزلنا
الذکر وانا له لحافظون ولم اذ حفظ عما نطق الی اللتب السماء
من ضلة من التحریف والتبدیل بان یزاد فی التزیل ما لم
ینزل اللہ سبحانه اویبدل اویحرف شیئ منه لغیرہ اما
بحسب احتمال تنزیله اویحسب نظمہ وترتیبہ وهذا
کله موضع وفاق بین الامة اجماعاً اویحسب التزک بک
یکون سقط منه بعض ما قد کان فی تنزیله فاکثر
اصحابنا وبعض العامة یجوزون ذلک والکثر الجمہور یعتون
منہ مطلقاً والاخبار من طرقتهم وطرقتنا متطافرة الخ

شیخ الطائف ابو جعفر محمد بن الحسن طوسی تفسیر تبیان میں تحریر فرماتے ہیں:-

لان الزیادة فیہ یجتمع علی بطلانہ والنقصان منه فالظاهر
ایضاً من مذهب المسلمین خلافہ وهو الالباق بالصمیم من
فذهبنا الخ

شیخ ابو علی طبرسی تفسیر مجمع البیان میں فرماتے ہیں:-

ومن ذلک الکلام فی زیادة القرآن ونقصانہ فانه لا یلیق
بالتفسیر فاما الزیادة فیمجم علی بطلانہ واما النقصان
فیہ فقد راوی جماعة من اصحابنا وقع من حشویة
العامة ان فی القرآن تغیراً ونقصاناً والصمیم من مذہبنا
خلافہ وهو الذی اختارہ المرءة قدس اللہ سرہ۔

علی الہدی سید مرتضیٰ مسائل طرابلسات کے جواب میں لکھتے ہیں :-

ان العلم لصة نقل القرآن ك العلم بالبلدان
والحوادث الكبار والوقائع العظام والكتب المشهورة
واشعار العرب المسطورة فان الله واعي تو فرست
علم نقله وحراسته وبلغت الموحدة لم تبلغه فيما
ذكرنا لان القرآن معجزة النبوة وياحد العلوم الشرعية
والاحكام الدينية وعلماء المسلمين قد بلغوا في
حفظه وحمايته الغائية حتى عرفوا كل شئ اختلف فيه من
اعرابه وقراءته وحروفه وآياته فكيف يجوز ان يكون
مغيرا او منقوصا مع العناية الصادقة والضبط الشديد
الاهم كلامه -

غرض ان تمام محقق اور معتبر علماء شیعہ کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ہمارے (یعنی شیعوں کے)
اعتقاد میں قرآن جیسا کا ویسا ہے۔ اس میں کچھ کمی ہوئی نہ الحاق ہوا اور جو لوگ ہم شیعوں پر
یہ اتھام رکھتے ہیں کہ مذہب شیعہ نقصان قرآن کا قائل ہے وہ بالکل جھوٹے ہیں قرآن
کی صحت نقل کا علم ویسا ہی ہے جیسا کہ سب کو یقین ہے کہ دنیا میں فلاں فلاں شہر نکلا
وجود ہے اور فلاں فلاں واقعات مشہورہ وقوع پذیر ہوئے۔ خیال کرنے کی بات
کہ کتاب سیبویہ، کتاب شاہنامہ فردوسی، گلستان سعدی انسان کی جولا فی طبع کا
نتیجہ ہیں اور وہ بلاغت کے کچھ ایسے بالاترین درجہ پر بھی نہیں ہیں کہ کوئی دیکھ کر
پھر بھی ان کتابوں میں اگرچہ چند باب کھسکا لگا دئے جائیں تو صاف کھل جائے گا کہ یہ
ابواب الحاقی ہیں اور ہرگز اصل مصنف کے لکھے ہوئے نہیں ہیں چنانچہ دیکھو کہ ہر دو قسم
وغیرہ کے دو تین داستان کھسکا لوگوں نے شاہنامہ میں الحاق کر دئے جن کو بعد

والوں نے چھانٹ کر انگ کر دیا کہ یہ کلام فردوسی کا نہیں ہے۔ پھر قرآن مجید میں یہ کیونکر ممکن ہے کہ کچھ الحاق کر دیا جائے اور پتہ نہ چلے۔

بہر حال علمائے شیعہ کی ان تصریحات سے صاف روشن ہو گا کہ تواتر اور صحت نقل قرآن میں اُرُب کا مذہب بالکل سینوں کے مذہب کے مطابق ہے۔ اگر چند عامیوں نے ضد و مخالفت یا حماقت و جہالت سے لکھ مارا کہ قرآن میں کمی و بیشی ہوئی ہے تو وہ کسی شمار میں نہیں ہے اور اس سے مذہب شیعہ پر کوئی مضرت نہیں پڑ سکتا کیونکہ چند عامی افراد اصولی و جمہوری ضابطہ کو نہیں توڑ سکتے بلکہ جمہور اور اصول مذہب کے خلاف کچھ نہ کرنا خود غلط ہو جاتا ہے اور اسی صحیح مسلک پر دنیا کا چلن ہے۔

سید نور اللہ شوشتری اپنی کتاب مصائب النواصب کے جلد رابع میں لکھتے ہیں کہ۔
 مَا نُسِبَ إِلَى الشَّيْعَةِ الْإِسْمَاءِ | وَهِيَ شَيْعَةُ إِمَامِيَةٍ كِي طرف منسوب کیا جاتا ہے
 بِوُقُوعِ التَّغْيِيرِ فِي الْقُرْآنِ لَيْسَ مَتَا | کہ قرآن میں تغیر واقع ہوا تو یہ مذہب ہرگز
 قَالَ بِهِ جَمْعُهُورُ الْإِسْمَاءِ إِنَّمَا | جمہور امامیہ کا نہیں ہے بلکہ تھوڑے سے غلط
 قَالَ بِهِ شَرْكَاءُ قَلِيلَةٍ اخْتَرَاهُمْ | و منسوب لوگوں کا ایسا خیال ہے۔
 پس علمائے اصولین کی تصریحات اور جمہور اہل مذہب کو چھوڑ کر چند منسوب کو کچھ فہم لوگوں کے اقوال مطروہ و مردودہ کو سند پکڑنا بالکل نادرست اور دلیل جہالت و حماقت ہے۔

لطیفہ

شیعی صحابہ کرام کو عموماً اور خلفائے ثلاثہ (ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ) کو خصوصاً نہ صرف غیبت معتبر بلکہ بہت ہی برا یقین کرتے ہیں۔ وہ خلفائے ثلاثہ کو غاصب، خائن، ظالم، فاسق اور اوں کے سب و دشنام کو بموجب خبر و برکت اور باعث ثواب سمجھتے ہیں باوجود اس کے قرآن مابین الدفین کو وحی ربانی سمجھنا اور اس پر اعتقاد صحیح رکھنا کہ وہ

بحر طح محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ویسا ہی بلا کسی کمی و بیشی کے مکتوب
و مرتب ہوا اور وہی تعین بین الناس دائرہ و سائر رہا ، قرآن مجید کے محفوظ اور بحسن
قائم رہنے کی روشن دلیل ہے ۔

تیسرا جواب

قرآن مجید ہی اسلام کی جڑ اور اسی سے اسلام کی بنیاد ہے ۔ اگر کوئی مسلمان یا اسلام
کا کوئی فرقہ موجودہ قرآن کو غیر معتبر سمجھتا ہے یا اسکو کلام اللہ تسلیم نہیں کرتا تو خود اسکا اسلام
و ایمان کس بنیاد پر ہوگا ! موجودہ قرآن ، کلام اللہ نہیں اور دوسرا قرآن پیش نہیں
کیا جا سکتا تو وہ اپنے کو مسلمان کس بنا پر قرار دیتا ہے !

اس دلیل سے ظاہر ہے کہ کوئی شیعہ بحیثیت مسلمان ، شیعہ ہونے کے صحت قرآن سے
انکار نہیں کر سکتا بلکہ وہ اس بات کے تسلیم کرنے پر طوعاً یا کرہاً مجبور ہے کہ قرآن ہرگز
جو تیرہ سو برس سے سلا بعد نسل سلف عن خلف سینہ سینہ ہم تک پہنچا ہے ۔ لاکھوں
مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ ہے ، بلاشبہ وہی قرآن ہے جو رسول عربی پر نازل ہوا
جسکو ابوبکرؓ نے ایک جگہ مرتب کیا ، عثمانؓ نے شائع کیا اور بلا ایک جگہ کی کمی بیشی
کے اسوقت بھی ہمارے ہاتھوں میں ہے پھر بھی اگر کوئی ، بدنام کفندہ نیکو نامے چند
کسی خیانت یا حماقت کے سبب سے مدعی اسلام ہو کہ قرآن مجید کو محض قرار دے گا
اس کو غیر معتبر سمجھے تو وہ خود دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اسلام کے بھیس مریخ
و دشمن خطرناک ہے اور کسی سمجھدار اہل مذہب کو لائق نہیں ہے کہ دشمن اسلام کے
قول مردود کو اہل اسلام کے مقابلہ میں حجت لائے ۔

چوتھا جواب

قرآن مجید کا ہر ہر لفظ متواتر ہے یعنی ہر طبقہ میں اس کے روایت کر نیوالے اس کثرت سے رہے ہیں کہ اُن پر جھوٹ کا دہم بھی نہیں ہو سکتا اور وہ روایات و اخبار جن سے نقصان و تجلیف قرآن ثابت ہوتی ہے سب یا تو ضعیف موصوع ہیں یا اخبار احاد سے ہیں اور یہ مسلم ہے کہ اخبار آحاد سے دلیل قطعی کا معارضہ نہیں ہو سکتا ضعیف اور روایات احاد سے تو اثر کا مقابلہ محال ہے اُن میں ہرگز اتنی طاقت و قدرت نہیں ہے کہ قرآن کے تو اثر لفظی کا معارضہ کر سکیں پس ایسی ہی اخبار احاد، ایک یا دو کیا معنی، ہزاروں لاکھوں بھی ہوں تو غیر معتبر اور اہل اصول کے قاعدہ مقررہ میں سے اُن کی کُن متصور ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو مذہب درگتہ تمام تواریخ عالم سے اماں اٹھ جائے اور عالم تاریخ و اخبار زیر و زبر ہوجائے اور دنیا کی کوئی ذریعہ سی و فری اور بڑی سی بڑی خبر بھی قابل اعتبار نہ رہے۔

پانچواں جواب

بعض روایات صحیحہ میں جو وارد ہے کہ فلاں آیت یا فلاں لفظ اس طرح ہے تو اس سے مراد تحریف نہیں ہے کہ دراصل قرآن میں کچھ تھا اور لوگوں نے کچھ لکھ دیا جیسا کہ مخالفین اسلام اور بعض نادان آریوں کا خیال ہے بلکہ مقصود اس سے یہ ہے کہ اس آیت یا لفظ کے معنی یہ ہیں مثلاً قرآن میں ہے لَنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلْعَالَمِينَ (تم امت محمدیہ سب سے بہتر امت ہو) شیعوں کے امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ انہوں نے خَيْرَ اُمَّةٍ کو خَيْرَ اُمَّةٍ پڑھا اُنہ امام کی جمع ہے یعنی تمام اماموں سے بہترین امام ہو) پس اس سے امام صادق کا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ قرآن میں لفظ اُنہ کو نکال کر امت لکھ دیا گیا بلکہ انہوں نے آیت کی تفسیر بیان کی اور امت

کے معنی آئمہ کئے اور ائمہ سے آئمہ اثنا عشر کو مراد لیا۔

اسی طرح سورۃ المائدہ میں ہے يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ مَا نَزَّلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ الْخَشْيَةَ مِنَ اللَّهِ فَتَكُونَ مِنَ الْخَاسِرِينَ (رفی علی) توفی علیؑ کا لفظ جو روایت میں سترہ ما نَزَّلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (رفی علی) توفی علیؑ کا لفظ جو روایت میں سترہ ہے وہ جزو قرآن نہیں ہے بلکہ آیت کی تفسیر اور شان نزول کا بیان ہے کہ یہ آیت علیؑ کی شان میں ہے غرض ہم کہا تک بیان کریں اس قسم کی ہزاروں روایتیں نہ صرف شیعوں کی روایتوں میں ہیں بلکہ اہل سنت کی کتب احادیث بھی ایسی صحیح روایتوں سے مالا مال ہیں مگر حاشا وکلا اگر ان روایتوں سے ذرہ برابر بھی تحریف الفاظ کا ثبوت مل سکتا ہو ہم نے جو دو مثالیں پیش کی ہیں وہ سنجیدہ سمجھدار کے لئے کافی ہیں اور مولوی جبرائیل علی شیعہ المناط بنو ابی جبرائیل نے تو اپنی کتاب تواتر قرآن میں اس پر بہت مبسوط بحث کی ہے ان پانچ جوابوں کے سوا ہمارے پاس اور بہت سے جوابات ہیں مگر کافی سے زیادہ سمجھکر خوف طوالت ہم نے پانچ ہی جوابوں پر اکتفا کیا ہے اور وہ حق جو کے لئے کافی و شافی ہیں۔

بعض متعصبین نے اختلاف قراءت کو تحریف کا مراد سمجھا ہے جو معتزلیوں کی کم علمی پر روشنی ڈالنے بغیر نہیں رہتا اور گزشتہ صفحات میں ہم اس مسئلہ کو بھی صاف کیسے چکے ہیں۔

بہر حال ان بدیہی دلائل سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ قرآن متوازن ہے اور جیسا کہ محمد مصطفیٰ صلعم پر نازل ہوا، جس طرح پر آپ نے مؤلف کیا، اسی طرح بلا کسی کمی بیشی کے صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک جگہ مدون و مرتب کیا اور پندرہ ماہ کے مانتوں میں تواتر کے ذریعہ سے پہونچا اور

لاکھوں کڑوڑوں مسلمان ہر دور میں اس کے حفاظ دروات رہے۔ دنیا کی کوئی
 آسمانی وغیرہ آسمانی کتاب اگر تو اتنی بصیرت و حفاظت، اشاعت عینی اور
 اس خاص شان میں قرآن کے دسویں حصہ کے برابر بھی ہو اور کوئی ثابت کردہ
 تو ہم قرآن کے منجانب اللہ اور اس کے کلام اللہ ہونے کے دعوے سے
 دست بردار و کلاشاک انتہا محال۔

قرآن کے اسماء و صفات

دنیا میں بہتر سے مذاہب ہیں۔ ہر مذہب اپنے برحق ہونے کا مدعی ہے۔ ایک کے پاس ایک کتاب ہے اور ہر ایک اپنی کتاب کو آسمانی اور بجانب اللہ قرار دیتا ہے۔ حق و ناحق ہونے یا من جانب اللہ ہونے نہ ہونے کا فیصلہ تم بھیجے کرنا۔ پہلے ایک ذرا اسی بات پر نو دیکھو کہ کوئی کتاب جبکہ اس کے مقلدین آسمانی کہتے پھرتے ہیں۔ اپنے لئے دو ایک سے زیادہ عمدہ اور مقدس نام پیش نہیں کرتی۔ یہ شرف صرف ایک قرآن مجید ہی کو حاصل ہے جو اپنے کو بہتر سے بہتر، پاکیزہ سے پاکیزہ، ماورائے غیب مگر سچے القاب اور ناموں سے ملقب کرتا ہے پھر دو ایک ہی نہیں جس صغیرہ نظر ڈالو دو ایک نام ضرور ملیں گے۔

بنائے علیہ ہم چاہتے ہیں کہ اصل مقصود کے شروع کرنے سے پہلے قرآن مجید کے اسماء و صفات اور اس کے اسماء عالیہ کے وجوہ تسمیہ کی بقدر کافی تشریح کریں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مبارک کتاب کو آیات تسنونا میں سے یاد فرمایا ہے جن میں سب سے زیادہ مشہور جو اصلی نام کہا جاسکتا ہے قرآن ہے۔

اے پیغمبر! ان کفار سے کہو کہ میرے اور تمہارے درمیان بڑا مستبر، گواہ خدا ہے اور یہ قرآن میری طرف اسی لئے وحی کیا گیا ہے کہ میں اس کے ذریعہ سے نکلوا اور جیسے پہونچے ڈراؤں۔

قُلِ اللّٰهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ
وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذِهِ الْقُرْآنُ
لَا تُنْكِرُ كِتَابَهُ وَمَنْ يَكْفُرْ

سورة البقرہ میں ارشاد فرماتا ہے۔

ثُمَّ مَرَّضْنَا الَّذِي أَنزَلْنَا فِيهِ
الْقُرْآنَ هَدًى لِلنَّاسِ وَمِيزَانٍ
مِّنَ الْمُنْدَىٰ ۚ وَٱلْفُرْقَانِ -

(روز و ناک) مہینہ رمضان ہے جس میں خدا کی طرف سے
قرآن نازل کیا گیا ہے جو لوگوں کو نیکار بنانا ہے اور اس
ہدایت اور حق و باطل کی تمیز کے کھلے کھلے علم ہے۔

قرآن کامل ایک بار رمضان میں رسول صلعم پر اترتا، اور اس کے بعد تدریجاً
نازل ہوتا رہا (انتقان)، قرآن مجید میں قرآن کا لفظ پنیٹھ مقامات پر آیا ہے جن
میں سنیٹالیس جگہ القرآن معرف باللام ہے اور بقیہ مقامات پر نکرہ لایا گیا ہے پھر ان
میں بھی بارہ جگہ نکرہ موصوفہ ہے اور بقیہ چھ مقامات پر (قرآن) نکرہ محض ہے۔
وجہ تسمیہ۔ قرآن بروزن فعلان مصدر ہے اس کے معنی ہیں پڑھنا

جیسا کہ سورة القیامہ میں وارد ہوا ہے :-

لَا تُخَيِّلُكَ بِهِ لِيَأْكُلَ
لِيَتَّعَلَّ بِهِ إِنَّا عَلَيْنَا
جَمْعُهُ وَقُرْآنُهُ فَإِذَا
قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ

اے پیغمبر! وحی کے یاد کرنے کے لئے اپنی زبان
نہ چلانے لگا کرو تاکہ تلو وحی جلدی سے یاد ہو جائے
قرآن کا یاد کر دینا اور اس کا پڑھنا ہمارا کام ہے۔
موجب ہم جبریل کے ذریعے سے پڑھا کریں
تو تم اس کے پڑھنے کی پیروی کیا کرو۔

مگر قرآن مصدر بمعنی مفعول ہے اور اس کے معنی ہیں پڑھا گیا۔

بلا شک دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں جو پڑھی نہ گئی ہو لیکن قرآن کا پڑھا جانا
ایسا عجیب و غریب ہے جو عجائبات عالم میں شمار کئے جانے کے لائق ہے
ہر مسلمان عام اس سے کہ عربی دان ہو یا جاہل، سمجھ سکتا ہو یا نہ سمجھ سکتا ہو اس کیلئے
محض قرآن کی تلاوت ہی باعث ثواب اور موجب نجات ہے۔ جو لوگ پسند آتی
محض ہونے کے پڑھ نہیں سکتے وہ دوسروں سے پڑھوا کر سنتے ہیں۔

دنیا کے پڑھنے پڑھانے کا یہ طریقہ دنیا کے کسی مذہب میں پایا نہیں جاتا۔
مسلمانوں میں نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ یہ کل میں رکعتیں ہیں جو رمضانِ شریف
کے مہینے میں روزانہ رات کے وقت پڑھی جاتی ہیں۔ رمضان بھر میں کم از کم ایک بار
تمام قرآن کا سننا ضرور ہے۔

تراویح کے لئے حافظ قرآن کا ہونا لازمی ہے اور حفظ کا قاعدہ ہے بلکہ ان پر
واجب ہے کہ ہمیشہ قرآن کا دور کیا کریں اگر ایسا نہ کیا جائے تو بھول جانا لازمی ہے
اور قرآن کو یاد کرنے کے بعد بھلا دینا گناہ ہے۔ ان دو مذکورہ وجوہ کے علاوہ
اور بھی وجوہ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کثرت سے قرآن پڑھا جائے
اس کے برابر تو کیا اسکا عشر عشر بھی کوئی دوسری آسمانی یا غیر آسمانی کتاب نہیں
پڑھی جاتی یہی سبب ہے کہ اسکا نام رکھا گیا قرآن یعنی پڑھا گیا۔

امام جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ قرآن قراءت سے مشتق نہیں ہے بلکہ وہ
بذاتہ مستقل لفظ اور کتاب کا علم ہے۔ قرآن کے سنی ہیں اصل پڑھنے کے لائق
چیز اور یہ نام بالکل اسمِ باسمی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دینیات میں قرآن کے
ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے نہ کسی اور کتاب سے
عرفانِ الہی معلوم کرنے کی حاجت۔

قرآن کے حقائق، معارفِ دینی اور اس کے اقل و اول مضامین پر غور کرو تو
دنیا بھر کی کتابیں ردی نظر آئیں۔ اسکے فلسفہ حق اور حکمت روحانیہ کے سامنے تمام
فلاسفہ قدیم و حکما جدید کی حکمت، گپ سے زیادہ باوقعت نظر نہ آئے۔ تم
دیکھتے ہو کہ ہر دور کا فلسفہ دوسرے دور میں ردی ہو جاتا ہے۔ کل جوابات پختہ دنیا
میں شمار ہوتی تھی آج اسپر اسکول کے نو آموز بچے تک مٹچکے اڑاتے ہیں مگر قرآن کے
فلسفہ حقیقیہ اور حکمتِ الہیہ پر نظر کرو کہ باوجود پیرہ سو برس گزر جانے کے اور باوصف

فلسفہ کے اس قدر ترقی کر جانے کے اسکا ایک شوشہ بھی نہ بدل سکا اور نہ انتشار اللہ تعالیٰ کبھی قیامت تک بدل سکیگا۔

اللہ اکبر۔ قرآن ہی وہ سچی کتاب ہے جس نے دنیا میں پہنچتے ہی توحید و معارف کا ڈنکا بجایا جسکی صدا کہہ ہوا میں آج تک اُسی آب و تاب کے ساتھ گونج رہی ہے وہ تمام صداتوں کی جڑ ہے۔ کوئی چھوٹی سی چھوٹی اور بڑی سی بڑی بات بھی معارف حقہ کی ایسی نہیں جو قرآن مقدس میں موجود نہ ہو۔ کوئی مفید علم دینی و دنیاوی ایسا نہیں جسپر قرآن حاوی نہ ہو۔ اسی لئے تو یہ کتاب قرآن یعنی قرأت کے قابل اور تلاوت کی سزاوار ٹھہری بیشک جس شخص نے اس پاک کتاب کو نہیں پڑھا وہ سعادت ابدی کے اکتساب سے محروم رہا۔

قرآن عربی

جیسا کہ سورہ یوسف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
 اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ
 ہم نے اس قرآن کو زبان عربی میں اتارا تاکہ تم عرب لوگ سمجھ سکو۔

قرآن مجید عربی میں ہے اس کو ”قرآن عربی“ کہنے کی ضرورت نہیں مگر لیکن بات یہ ہے کہ قرآن کی عربی خالص عربی ہے اور اس امتیاز کی وجہ سے جو کسی دوسری کتاب میں نہیں پایا جاتا قرآن عربی کہا گیا۔ یہ مرکب لفظ قرآن مجید میں چھ مقامات پر وارد ہوا ہے۔

قرآن مجید

جیسا کہ سورہ لیس میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لَا إِلَهَ إِلَّا ذَاكُمُ
وَقَدْ آتَيْنَا مُبِينَ-

یہ (قرآن) تو بس دہری فصاحت ہے اور
روشن قرآن یعنی حق کو باطل سے جدا
کرنے والا اور کھول کھول کر بیان کرنے والا

یہ لفظ قرآن مجید میں دو جگہ آیا ہے ایک سورہ ابراہیم میں ، دوسرے سورہ نازعات

قرآن عظیم (۴)

جیسا کہ سورہ الحج میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ مَسْجِدًا
مِّنَ الْمَشَاقِقِ وَالْفُرُاقِ أَنْ تَعْظُمَ

اور ہم نے تلو (سورہ فاطمہ کی) سات آیتیں
عطا فرمائیں جو نماز کی ہر رکعت میں اکرے
پڑھی جاتی ہیں اور ہم نے تلو بڑا قرآن
عنایت کیا -

چونکہ عظمت و تقدس میں قرآن ، آسمانی وغیر آسمانی تمام دوسری کتابوں سے
اعلیٰ و بہتر ہے اس لئے قرآن عظیم فرمایا۔ بڑے ہونے سے ضخامت مراد نہیں
ہے بلکہ علو شان مقصود ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں ایک ہی جگہ وارد ہے

قرآن مجید (۵)

جیسا کہ سورہ البروج میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي
الْأَنفُسِ كَاجْزَاءٍ مِّنْ لَّدُنِّي

ان کے جھلکانے سے ہوتا ہی کیا ہے

لَوْحٌ مَحْفُوظٌ

یہ کچھ ایسی ویسی باتیں تو ہیں نہیں، بلکہ قرآن
بڑے رتبہ کا قرآن ہو جو لوح محفوظ میں موجود ہے
جو قرآن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا وہی بلا کم و کاست اس وقت بھی
ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔ نہ کہیں ایک حرف کی زیادتی ہوئی ہے نہ ایک نقطہ
کی کمی ہوئی ہے قرآن کی یہ صحت ایسی بدیہی اور متواتر ہے جس سے انکار کرنا بدیہات
سے انکار کرنا ہے صحت کا یہ مرتبہ دوسری کتابوں کو تو کیا، توریت و انجیل کو بھی مل
نہیں بلکہ اس بارہ میں توریت و انجیل کو قرآن مجید سے وہی نسبت ہے جو نسبت
ذراہ کو آفتاب سے ہے۔

اس مرتبہ صحت اور دوسری صفات عالیہ و خاصہ کی وجہ سے مجید کہا گیا۔
یہ لفظ قرآن مجید میں دوہی مقام پر آیا ہے ایک سورہ ق میں دوسرے
سورہ البروج میں۔

قرآن کریم

جیسا کہ سورہ الواقعہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، نَزَّلَ الْقُرْآنَ بِرُسُلِهِ
فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ
لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ
تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

یہ اور آں بڑی قدر و منزلت کا قرآن ہے
جو ایک پوشیدہ کتاب میں موجود ہے
پاک نفوس کے سوا کوئی اسکو ہاتھ نہیں
لگا تا رہا اور اسی کی نقل یہ قرآن ہے جو ہر دور
عالم کی طرف سے بغیر آخر الزماں پر
نازل ہوا ہے۔

لَا یَسْتَعِیْلُ الْمَطْهَرُونَ کی تفسیر میں علماء کے دو گروہ ہو گئے ہیں۔ ایک جو لَا یَسْتَعِیْلُ کی ضمیمہ کا مرجع کتاب کنون کو قرار دیتے ہیں تو ان کے نزدیک مطہرون سے مراد فرشتے ہوں گے یعنی جس کتاب میں قرآن لکھا ہوا ہے اسکو فرشتوں کے سوا کوئی دوسرا ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ دوسرے وہ جو لَا یَسْتَعِیْلُ کی ہا کا مرجع قرآن کریم کو ٹھہراتے ہیں تو مطہرون سے مراد صاحب طہارت مسلمان ہونگے یعنی قرآن کو ان مسلمانوں کے سوا جو با وضو اور طہارت والے ہیں کوئی دوسرا نہیں چھوتا۔ احادیث میں بھی بلا وضو قرآن کے چھونے اور پڑھنے کو نا پسندیدہ اور نجس کو چھونے کی مانعت کی گئی ہے ہمارے نزدیک پہلا مسلک صحیح ہے۔ لَا یَسْتَعِیْلُ الْمَطْهَرُونَ کو اگر قرآن کریم کی صفت قرار دیں تو خالی ادا اشکال نہیں ہے۔ اس لئے کہ لَا یَسْتَعِیْلُ اخبار ہے نہ انتشار اور اخبار بلا تاویل مجہود صحیح نہیں اس لئے کہ غیر مطہر بھی قرآن کو مس کھاتے ہیں حدیث کا حکم صحیح اخبار کا ذریعہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اکثر مسلمان حدیث کے خلاف عمل کرتے ہیں اور مطہر میں تو بہت ہی بے پروائی برتی جاتی ہے۔ اسکے علاوہ بعض آئمہ و علماء تو بلا طہارت پڑھنا اور چھونا جائز قرار دیتے ہیں۔

اَلْاَلَمِیْسَةُ الْمَطْهَرُونَ کہ کو کتاب کنون کی صفت قرار دیں تو کوئی اشکال لازم نہیں آتا چہرہ قریب بھی ہے اور کرامت یہ ہے کہ قرآن کتاب کنون میں ہے جہاں سولے فرشتوں کے کوئی نہیں پہنچ سکتا اور نہ کوئی اُس میں رد و بدل یا محمود اثبات کر سکتا آیت مابعد ”تَنْزِیلٌ“ ”مَنْ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ“ اس معنی پر واضح فرماتا ہے یعنی یہ قرآن کریم ایسی کتاب کنون میں ہے جہاں سولے فرشتوں کے کسی کا گزر نہیں ہے جہاں سے خداوند کریم اپنے بندوں پر نازل کرتا ہے پس ہر گاہ وہ ایک پوشیدہ کتاب میں ہے جہاں فرشتوں کے سوا کوئی نہیں جاسکتا تو اُس پر اطلاع حاصل کرنے کا سوا اس کے کیا ذریعہ ہے کہ خدا

خود ہی اس کو بندوں پر نازل کرے یہ لفظ قرآن میں ایک ہی جگہ ہے۔

قرآن حکیم (۷)

جیسا کہ سورہ یس میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
وَاتْلُ قرآنَ الْحَكِيمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ۔
قرآن کی تم جس میں رسالت اس دامن کی
باتیں ہیں کہ (سائے محمد) کچھ شک نہیں کہ تم

پیغمبروں میں سے ہو۔

اللہ تعالیٰ بلا شک حکیم مطلق ہے۔ قرآن۔ اس کا کلام مقدس ہے حکیم کا کلام
حکمت سے خالی ہوا یہ کیونکر ممکن ہے! اس کا سر تا سر پر از حکمت ہونا یقینی بات
ہے اور اسی لئے قرآن کو حکیم کا متنازع وصف دیا گیا۔ یہ لفظ قرآن میں ایک ہی
جگہ ہے۔

قرآن عجیب (۸)

جیسا کہ سورہ البن میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
قُلْ اَتُوحَّشِدُكُمْ اَنْتُمْ اَنْتُمْ
نَفَرٌ مِّنْ اٰلِیْنِ فَمَتَّ لُوْكُمْ
اِنْ تَاَسَمِعْتُمْ قَوْلًا سَابِغًا
یَسْمَعُوْنَ اِلٰی الشَّیْءِ
فَاَسْمَاعِیْ۔
اے پیغمبر کہہ دو کہ میرے پاس وحی آئی
ہے کہ جنات میں سے کچھ لوگوں نے
مجھے قرآن پڑھتے سنا، اور اپنے لوگوں سے
جا کر کہا کہ ہم نے عجیب طرح کا قرآن سنا
نیکٹہ دکھانا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے

قرآن کو قرآن عجیب کہنے کے بہت سے وجوہ ہیں جن میں سے بخوف طاعت

ہم صرف دو وعدہ وجوہ کو اس موقع پر بالاختصار لکھتے ہیں۔

(پہلی وجہ) قرآن بوجہ اپنی غیر معمولی فصاحت و بلاغت اور خلاصت و عادت سلاست و روانی کے بلاشک کلام عجیب اور کتاب غریب ہے۔

کیا یہ عجیب و غریب بات نہیں ہے کہ جس زمانہ میں اہل عرب کو اپنی فصاحت و بلاغت اور قادر الکلامی پر غرور و ناز تھا، عین ایسے وقت میں قرآن نے اتر کر دعوے کیا کہ میں قادر مطلق کا کلام ہوں اور اگر لے فصحاء عرب! تم کو میرے دعوے میں شبہ ہے تو تم میری جیسی ایک ہی سورت بنا لاؤ لیکن مغرور طلاقست لسان عرب قرآن کا مقابلہ تو کیا کر لے دربارے حیرت میں عوٹے کھانے اور قرآن کی فصاحت پر عرش عرش کرنے لگے اور آخر کار سب نے میدان مقابلہ میں ہتھیار ڈال کر اعتراف کیا کہ بے شک لے قرآن! تو اسی ذات واحد بمثل کا کلام ہے جو تمام عالم کا خالق ہے اور تیرے مثل ایک سورت بنانے سے بھی ہم عاجز ہیں۔ نزول قرآن کو تیرہ سو برس گزر گئے۔ اس کا دعوے اسی زور و شور کے ساتھ قائم ہے مگر آج تک کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی جو قرآن کے مثل ایک سورہ بھی بنا کر پیش کر دیتا۔

لے منصف انسان بسے سرکش نفس! دز انصاف سے کہتا کیا یہ عجائب غرائب بات نہیں ہے کیا تو اب بھی قرآن کے قرآن عجب اور کلام الہی ہونے میں شک کرتا ہے!

(دوسری وجہ) نزول قرآن سے غرض صرف ہدایت خلق اللہ ہے اسلئے وہ صرف احکام ضروری اور وعدہ و وعید اور پند و نصائح پر جس کے پیرائے مختلف ہیں مشتمل ہیں مگر علوم و فنون حقہ کے لئے ایک عظیم الشان ذخیرہ ہے۔ سچانہ جلت کبریاؤہ۔ قرآن کے علوم و فنون اور صنائع و بدائع کی بحث انشاء اللہ تعالیٰ

کسی ثبوت میں آئے گی۔

کتاب (۹) اللہ

جیسا کہ سورہ فاطر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ
كِتَابَ اللَّهِ أَمَّا مُوَاعِلُ الصَّلَاةِ
وَأَنفَعُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ
سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ
بِخَارِ سَرَّةٍ لَّنْ تَنبُورَ -

جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور
نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دے
رکھا ہے اس میں سے چھپا کر اور کھلے طور پر
خرج کرتے ہیں بیشک وہ ایسے بیوپار کی
آس لگائے بیٹھے ہیں جس میں کبھی گھٹا
ہو نہیں سکتا۔

بلاشبکہ قرآن کے کتاب اللہ ہونے میں ہم مسلمانوں کو تو ذرا بھی شبہ نہیں ہے
بلکہ بہت سے انصاف پسند علمائے نصاریٰ نے بھی اسکی تعلیم اور بدیہی دلائل
کو دیکھ کر بیچون و چرا تسلیم کیا اور اپنی تصنیفات میں کھلے الفاظ سے اقرار کیا کہ قرآن
بلاشبہ کتاب اللہ ہے چنانچہ پادری راجندر رجبی نے اپنی کتاب ”ابطال اسما
قرآن“ میں - علامہ ریورنڈ سیل فیلو آف مدراس یونیورسٹی نے اپنی کتاب ”ہٹلر
ڈیپلیمنٹ آف دی قرآن د فیہتہ آف اسلام“ میں - ڈاکٹر راڈ ویل نے اپنے
دیباچہ ترجمہ قرآن میں - ڈاکٹر نیگلز پروفیسر کیرج یونیورسٹی نے اپنی کتاب
”دولری ہسٹری آف دی عربیہ“ قرآن چاڑ میں - علامہ ڈی ٹامس فرانسیسی
نے اپنی کتاب ”قرآن اینڈ اسلام میں“ ڈاکٹر وان کریم جرمنی نے اپنی کتاب
”ہسٹری آف اسلام قرآن چاڑ میں - ڈاکٹر گسٹالی بان فرانسیسی نے اپنی کتاب
”لاسیوی لینزیشن آف دی عرب قرآن چاڑ“ (تدین عرب مترجم) میں ڈاکٹر کیلی

نے اپنی کتاب مجھڑن انیڈ محمد نیرم میں اور علامہ نولڈے نے اپنی کتاب "غشختی آف دی قرآن" میں اور ان کے علاوہ اور بہت سے کثیر التعداد علمائے مخالفین اسلام نے اپنی اپنی پیش بہانصانیف میں باوجود تعصب کے قرآن کے عجائب اور کلام آہی ہونے کا اقرار کیا ہے اور میں تو کہتا ہوں کہ اگر آنکھوں سے تعصب کی ہٹی دور کر کے انصاف و حق جوئی کی نظر ڈالی جائے تو دنیا کی کوئی قوم قرآن کے کتاب اللہ ہونے سے انکار نہیں کر سکتی۔

کتاب اللہ کا لفظ قرآن مجید میں پانچ مقامات پر آیا ہے۔
 قرآن مجید میں کتاب اور الکتاب کے ساتھ بھی اسکا ذکر آیا ہے مثلاً شروع سورۃ بقرہ میں فرمایا۔ **ذَٰلِکَ الْکِتَٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ**۔ کتاب کا لفظ یوں تو قرآن مجید میں بہت کثرت سے آیا ہے مگر قرآن کے معنی میں یہ لفظ اکثر مقامات پر وارد ہوا ہے تینتیس^{۳۳} مقامات پر الکتاب یعنی معرفت باللام ہے۔ تیرہ مقامات پر صرف کتاب بغیر الف لام کے نکرہ واقع ہوا ہے۔ چھ جگہ اصناف کے ساتھ ہے اور انیس مقامات پر موصوف ہے۔

کتاب لفظ عام المعنی ہے اسلئے علی الظاہر اسکو نام قرار دینا مستبعد ہے مگر چونکہ قرآن اشرف الکتب ہے اور ہر کلمی سے علی الاولیۃ والا ولویۃ فرد کامل مراد لیا جاتا ہے۔ اس لئے کتاب سے قرآن مقصود ہو سکتا ہے اور اسی اعتبار سے اسکو قرآن کا نام بھی کہہ سکتے ہیں۔

کتاب (۱۰) رُب

جیسا کہ سورۃ الکہف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَ اَنْتَ مَا اَوْحٰى اِلَيْكَ
مِنْ كِتَابٍ رَّحِلَتْ
لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ۔
اور اے پیغمبر! تمہارے پروردگار کی
کتاب جو وحی کے ذریعہ سے تم پر نازل
ہوئی ہے اسکو بڑھتے رہو۔ کوئی اسکی
بات کو تبدیل نہیں سکتا۔

یہ مرکب لفظ قرآن میں اسی ایک مقام پر آیا ہے۔

کتابِ حکیم (۱۱)

جیسا کہ سورہ یونس میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ۔
یہ ایسی کتاب کی آیتیں ہیں جس میں بڑی
بڑی حکمت کی باتیں ہیں۔
حکیم کی وجہ تسمیہ قرآن حکیم کے عنوان میں گزر چکی ہے۔ کتاب حکیم کا لفظ قرآن
میں دو جگہ آیا ہے۔

کتابِ مؤمنین (۱۲)

جیسا کہ سورۃ النمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
تِلْكَ آيَاتُ الْفُرْقَانِ وَالْكِتَابِ الْمُنِينِ۔
یہ آیتیں ہیں قرآن اور کتاب روشن کی۔
ایسی ہی ایک آیت سورہ یوسف کے شروع میں ہے جہاں الکتاب المبین فرمایا ہے
تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ۔
یہ آیتیں ہیں کتاب واضح کی۔
قرآن مجید کو کتاب واضح یا روشن کہنا بہت ہی صحیح اور مطابق واقع ہے۔ قرآن

ایسی قوم میں اثر اٹھا جس کے اکثر افراد اُمتی یا اونٹ کے چرنے والے بدوی تھے ان کی ہدایت کے لئے ایسی ہی واضح کتاب درکار تھی جسکی روشنی سے وہ سب مستفید ہو سکیں۔ قرآن اپنی فصاحت و سلاست کی وجہ سے اعلیٰ و ادنیٰ دونوں کے لئے یکساں منید ہے۔ اُمتی و بدوی تو اس کے واضح آیات سے فائدہ اٹھا کر خوش ہوتا ہے اور اعلیٰ طبقہ کے لوگ اس کے نکات و لطائف سے جو اس میں مرموز ہیں محفوظ ہوتے ہیں۔

خود اس کا سہل ہے اور اس کے اندر دقیق مسائل منظوی ہیں۔ جس قدر اسکو باریک نظر سے دیکھا جائے نکات بدیعہ ظاہر ہوئے جلتے ہیں۔ کلام الہی ہونے کی یہ ایک کافی دلیل ہے۔ قرآن مجید میں کتاب مبین چھ جگہ اور الکتاب البین پانچ جگہ آیا ہے۔

کتاب (۱۳) مُبَارَکُ

جیسا کہ سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

هٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ
فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔
یہ کتاب دینی کتاب قرآن الہی ہے اس نے اسکو
آنا ہے برکت والی کتاب ہے تو اسی پر چلو اور
ڈرنے رہو عجب نہیں کہ تم پر رحم کیا جائے

ف

بجلا جس کتاب کا معنی خود اللہ تعالیٰ ہو اس کے مبارک اور بابرکت ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے ؟ اور وہ کیوں ؟ مبارک ہو کہ اس پر عمل کرنا اور اس کے احکام کے مطابق چلنا موجب فلاح دنیا اور باعزت و سعادت آخرت ہے۔

اب اس سے بڑھ کر رکعت کیا ہو سکتی ہے !
 کتاب مبارک کا لفظ قرآن مجید میں تین مقام پر آیا ہے۔ ایک سورہ انعام کے ۱۱۱ میں
 دو سورتوں میں تیسرے سورہ ص کے ۱۱۱ میں

کتاب (۱۴) مُشَابِهہ

جیسا کہ سورہ الزمر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ
 كِتَابًا مُّشَابِهًا -
 اللہ نے بہت ہی اچھا کلام (یعنی یہ) کتاب
 اتاری (جسکی باتیں ایک دوسرے سے ملتی
 جلتی ہیں) -

ف

قرآن کو کتاب مُشَابِهہ اس لئے فرمایا کہ اس کی آیتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی
 ہیں اور اسی تشابہ کی وجہ سے حفاظ اکثر مغالطہ میں پڑتے ہیں۔ یہ لفظ قرآن میں
 دو جگہ آیا ہے۔ ایک سورہ الزمر میں دوسرے سورہ آل عمران میں -

کتاب (۱۵) عَزِيزٌ

جیسا کہ سورہ حم السجده میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَإِنَّهُ لَكَيْسٌ تَائِبٌ عَزِيزٌ
 قرآن مجید کی ظاہری عزت تو یہ ہے کہ کوئی مسلمان بغیر طہارت کے اسکو ہاتھ لگائی
 جرات نہیں کرتا۔ باطنی عزت یہ ہے کہ وہ اہل اسلام کا عین دین و ایمان ہے اس میں

اب تک کوئی تحریف و تبدل نہیں ہوئی۔ یہ لفظ قرآن مجید میں اسی ایک مقام پر وارد ہوا ہے۔

کِتَابٌ مَّسْطُورٌ (۱۶)

جیسا کہ سورۃ الطور میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
وَالطُّورِ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ
فی رَقٍّ مَّنشُورٍ
| کی قسم جو چوڑے پچکلے کاغذوں پر لکھی ہوئی ہے

ف

کتاب کی ایک تو جیبہ تو وہ ہے جو ہم نے ترجمہ میں اختیار کی ہے تو اسکا چوڑے پچکلے کاغذوں پر لکھا ہونا اسکی جامعیت کے اعتبار سے ہے کہ اس سے کوئی بات متروک نہیں ہوئی۔ بعض مفسروں نے کتاب کو لوگوں کا نامہ اعمال سمجھا اور شاید عام کتاب مراد ہو جو اکثر چوڑے پچکلے کاغذوں پر لکھی جاتی ہے (حاشیہ مولوی نذیر احمد دہلوی بر ترجمہ قرآن)

مولوی نذیر احمد دہلوی، کتاب مسطور سے لوح محفوظ کو مراد لیتے ہیں جیسا کہ ان کے ترجمہ سے ظاہر ہے لیکن ہماری رائے میں یہ درست نہیں ہے۔

آؤ گلاب۔ اسوجہ سے کہ لوح محفوظ واقعی کوئی کتاب مکتوب یا مردود زبرد کی تختی یا درحقیقت کوئی رجسٹر نہیں ہے جیسا کہ عامی لوگوں کا خیال ہے۔ لوح محفوظ دراصل علم الہی سے عبارت ہے کہ اس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے بھی ایسا ہی مستنبط ہوتا ہے اور یہی مطابق عقل ہے۔

ثانیاً:- اس وجہ سے کہ لوح محفوظ کا چوڑے پچکلے کاغذوں پر مکتوب ہونا

ایسا قیاس محض ہے جو قرآن شریف سے ثابت ہے نہ حدیثوں میں کہیں اسکا نشان ہے نہ عقل سلیم اس سے اتفاق کرتی ہے۔

ثالثاً:- اسوجہ سے کہ مترجم نے جو توجیہ کی ہے کہ لوح محفوظ کا چوڑے چکے کا غزدوں پر ہونا اُس کی جامعیت کے اعتبار سے ہے کہ اس سے کوئی بات متروک نہیں ہوئی ”محض ایک من گھڑت قیاس ہے جسکا شرعیت میں کوئی اثر نہیں اور توجیہ بھی بہت رکیک و کمزور ہے۔ کتاب سے لوگوں کا نامہ اعمال مراد لینا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ بھی تاویل بعید ہے۔ پھر عام کتاب بھی مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ عام کتاب مراد ہونے کے لئے کوئی شہادت عادلہ چاہیئے ایسے مواقع پر محض عقل و قیاس سے کام لینا معتبر نہیں ہو سکتا یہ عام کتابوں کی قسم کوئی ایسی موقر بات ہے۔

ہم تو ایسا سمجھتے ہیں کتاب بے طور سے بھی ہمارا قرآن مراد ہے اور اسی پر عظمت کتاب کی اُس ذات عظیم المثال نے قسم کھائی ہے جیسا کہ سورہ لقمان وغیرہ میں کتاب حکیم اور قرآن مبین وغیرہ کی قسم کھائی گئی ہے۔ باقی رہا کتاب کا چوڑے چکے کا غزدوں پر ہونا وہ برابر شاہد ہے۔ اب بھی ہزاروں قرآن مجید چوڑے چکے کا غزدوں پر لکھے نظر آتے ہیں مغلان کے آگرہ اکبر آباد کا مطبوعہ قرآن ہم نے دیکھا ہے جو مکمل تیس روپے میں ہدیہ ہوتا ہے اور اتنا ضخیم و عظیم القامتہ ہے کہ ایک آدمی پوری کتاب کو اٹھا نہیں سکتا۔ لغت میں ”رق“ کے معنی پوست کے ہیں۔ چونکہ پیغمبر خدا کے عہد میں قرآن کی سورتیں چڑوں وغیرہ پر ہی لکھی جاتی تھیں اس لئے اسکو رقی منشور کہنا بھی بہت صحیح ہوا۔

اللہ

جیسا کہ شروع سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ
هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ -

یہ وہ کتاب ہے جس کے کلام آہی ہونے
میں کچھ بھی شک نہیں ہے (اور) پرہیزگاروں
کے لئے رہنما ہے۔

ف

ہری اور ہدایت کے معنی ہیں راہ دکھانا۔ اور راہ دکھانا دو طرح پر ہے۔ ایک تو صرف
راستہ بتا دینا۔ دوسرے راستہ بتاتے ہوئے منزل مقصود تک پہنچا دینا۔ اس آیت
میں دوسرے معنی مراد ہیں اس لئے کہ ایسے پرہیزگار جو غیب پر ایمان لائیں، پابندی
سے نماز پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کریں، کتب منزلہ پر ایمان
لائیں اور قیامت کا یقین رکھیں وہ صراط مستقیم تو گویا دیکھے ہوئے ہیں۔
اب اس کے بعد اُن کے لئے حالت منتظرہ ہی کیا باقی ہے سوائے اسکے کہ
وہ منزل مقصود تک پہنچ جائیں چنانچہ اسی سلسلہ نظم کی آیہ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُونَ
نے اس معنی کی صراحت کر دی ہے اس لئے کہ کامیابی منزل مقصود تک پہنچ جانے
ہی میں ہے۔

اس بیان سے مبرہن ہو گا کہ مولوی نذیر احمد دہلوی کی یہ تشریح کہ، "اس سے پرہیزگار
زیادہ ہدایت ہوتی ہے یا جن میں پرہیزگاری کی صلاحیت ہے ان کے لئے وہ
رہنما ہے" نادرست ہے اللہ تعالیٰ نے اسی سورہ میں آگے جگہ جو فرمایا ہے۔
مَشْهُرٌ رَّمَضَانَ الَّذِي اُنْزِلَ
فِيْهِ الْفُرْقَانُ اَنْ هُدًى لِّلنَّاسِ
رضان کا مہینا ہے جس میں خدا کی طرف
سے قرآن لوگوں کی رہنمائی کے لئے
نازل کیا گیا ہے۔

وہاں ہری سے راہ حق دکھانا مقصود ہے نہ منزل مقصود تک پہنچا دینا۔ ناں بہر
ہو سکتا ہے کہ یہی راہ نامائی موصل الی المقصود ہو جائے پس چونکہ یہاں راہ حق دکھانا

مقصود تھا اس لئے للناس کہا کیونکہ تمام خلق کے لئے یہ موصل الی المطلوب نہیں ہے
ہدی مصدر ہے آیت اولیٰ میں بمعنی اسم فاعل یعنی ہادی آیا ہے مبالغۃً اور آیت
ثانیہ میں بمعنی مصدری ہے۔

قرآن مجید میں ہدیٰ کا لفظ بہت کثرت سے ہے مگر قرآن پر اس کا اطلاق
اٹھارہ مقامات پر ہوا ہے۔

آلہ ہدیٰ (۱۸)

جیسا کہ سورۃ النجم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَّبِّهِمْ الْهُدٰی۔
اور ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے
پاس ہدایت (یعنی قرآن) بھی آجکی۔

ف

یہاں ہدیٰ بمعنی مصدری ہدایت ہے۔ چونکہ قرآن سراسر ہدایت ہے اس لئے
یہی اسکا وصف ہو گیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مبالغۃً ہدیٰ سے ہادی مراد ہو۔
الہدیٰ بمعنی قرآن نو (۹) مقامات پر وارد ہوا ہے۔

ہدیٰ اللہ (۱۹)

جیسا کہ سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
ذَٰلِكَ هُدٰی اللّٰهُ تَقْدِیْ
مِنْ رَبِّكَ شَعًا مِنْ
عِبَادِہٖ۔
یہ اللہ کی ہدایت ہے۔ وہ اپنے بندوں
میں سے جسکو چاہتا ہے اس کے لئے
ہدایت دیتا ہے۔

ف

ہدی اللہ کے معنی اللہ کی ہدایت اور قرآن مجید بلا ریب اللہ کی طرف سے مجسم ہدایت ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں دو جگہ وارد ہوا ہے ایک سورۃ الانعام میں دو سورۃ الزمر میں۔

رحمتہ (۲۰) وا

جیسا کہ سورۃ الاعراف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ
اور ہم نے اُن کو قرآن پہونچا دیا سمجھ بوجھ کے
اس میں ہر طرح کی تفصیل بھی کر دی (اور وہ) ایمان والوں کے حق میں ہدایت اور رحمت ہے۔

ف

قرآن کا رحمت ہونا تو ظاہر ہے کہ وہ ہکورا منقسم دکھا کر جنت تک پہونچانا چاہتا ہے اور ایسی باتیں سکھاتا ہے کہ اس پر عمل کر میں تو حسن آخرت کے ساتھ دنیا بھی خوشی اور عزت میں گزرے قرآن کی معنی میں ”رحمت“ کا لفظ قرآن مجید میں تیرہ جگہ وارد ہوا ہے۔

بشریٰ (۲۱)

جیسا کہ سورۃ النمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُّبِينٍ هُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ
یہ آیات، قرآن اور کتاب روشن کی اچان والوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہیں۔

خوشخبری یہ ہے کہ قرآن کی تبعیت کرنے والے دنیا میں حرمت اور راحت کے ساتھ رہیں اور آخرت میں داخل جنت ہوں۔ قرآن میں کبشہری کا لفظ بمعنی قرآن سات جگہ پر آیا ہے۔

(۲۲) شفاء

جیسا کہ سورہ یونس میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
 يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ
 لوگو! تمہارے پروردگار کی طرف سے آئی تمہارے پاس نصیحت اور امراض قلبی کی دوا، اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

ف

یہاں قرآن کی چار صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ موعظت۔ شفاء الصدور۔ ہدیٰ و رحمت۔ موعظت یعنی نصیحت حنات کے اختیار کرنے اور سیئات سے بچنے کے لئے ہے خواہ وہ شخص جس کو نصیحت کی گئی ہے اس کو قبول کرے یا نہ کرے۔ شفاء قلبی امراض کے دوا کرنے کے لئے ہے جیسے بغض، عداوت، حرص، طمع، نفاق، اکبر، کفر، شرک وغیرہ ہے پس شفاء اسی وقت متحقق ہوگی جب غرض دور ہو جائے ورنہ شفاء نہیں ہے۔ ہدیٰ دین کا سید ہارستہ دکھانا ہے جو احکام شرعیہ سے متعلق ہے اور رحمت فلاح دین و دنیا ہے۔ پس موعظت عام ہے جس میں امور دین و دنیا دونوں داخل ہیں اور شفاء خاص ہے امراض قلبی سے اور ہدیٰ دین کا سید ہارستہ بتاتا ہے جس کا تعلق ظاہر احکام شرعیہ سے ہے مثلاً کوئی شخص ظاہر احکام شرع کا پابند ہو اور اسکے دل میں کچھ شکوک وغیرہ بھی ہوں تو بناءً

علی الظاہر اس کو مومن کہا جائے گا پھر رحمت جو فلاح دین و دنیا ہے اقصی الکمال ہے یعنی جو شخص اس رحمت سے پوری طرح مستفید ہو ادوہ ظاہراً باطناً انتھائے کمال کو پہنچ گیا مومن کامل مصداق ان چاروں امور کا ہے لیکن ان چاروں کا انتشار معنی مختلف ہے مثلاً قرآن کے بعض مواضع سے کوئی بہرہ مند ہو اور بعض امراض قلبی دور نہ ہوں یا احکام شرعیہ کا پابند ہو چکی بنا پر اس کو مومن کہا جائے مگر بعض امراض قلبی باقی ہوں یا بعض مواضع کا وہ کسی وجہ سے پابند نہ ہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ شفا کو شفا اور روحانی کے معنی میں لینے سے کوئی نقصان لازم نہیں آتا اور نہ وہ قاذر بلاغت ہو سکتا۔

شفا کو امراض جسمانی سے متعلق نہیں کر سکتے جیسا کہ جامع طب نبوی اور بعض دوسرے اہل علم کا خیال بھی ہے اس لئے کہ شفا مخصوص کر دی گئی ہے۔
 ”لما فی الصدوگ“ سے جس کا فحوی امراض قلبی ہے اور جس کا ذکر قرآن میں جا سجا مختلف طہہ پر کیا گیا ہے (ذنی قلوبہم مرض وغیرہ) اور اس مرض سے وہ قلبی و روحانی امراض ہی مقصود ہیں جن کا سیاق کلام کا موقع وغیرہ مقتضی ہے۔

لما فی الصدوگ کا لفظ عام ہے یعنی صدر کے امراض روحانی اور جسمانی دونوں کو شامل ہو سکتا ہے لیکن امراض جسمانی مراد نہیں لئے جا سکتے اسلئے کہ اگر تمام امراض جسمانی مراد لئے جائیں تو وہ خلاف نص ہے۔ الفاظ میں جو منصوص ہے اس سے زائد معنی نہیں لے سکتے ورنہ بالترائے زیادة علی القرآن لازم آئیگی۔ اور یہ بقا عدہ اصول صحیح نہیں ہے۔ اور اگر صرف امراض جسمانی صدر مراد ہوں تو صفت قرآن ناقص رہتی ہے اسلئے کہ اطباء تو تمام امراض جسمانی کا علاج کریں اور قرآن کا اثر باوجود اپنی اس عظمت و قوت کے صرف امراض جسمانی صدر کے لئے شفا ہو اور باقی اعضا کے علاج سے قاصر ہو اور جب کہ یہ مان لیا جائے کہ قرآن

امراض کے لئے دوا ہی ہی تو سوائے امراض جسمانی صدر کے باقی اعضاء کے علاج سے قاصر رہنا بڑا نقص ہوگا۔

یہ خیال کہ جب قلب کے امراض روحانی و جسمانی کے لئے شفا ہو تو دوسرے امراض جسمانی کے لئے کیوں نہ شفا ہو کمزور خیال ہے کیونکہ اس صورت میں بالآخر زیادت لازم آتی ہے اور مجبور اُسے و قیاس نہ صرف ناکافی بلکہ بالآخر مسموم ہے اگر قرآن تمام امراض جسمانی و روحانی کے لئے علاج ہوتا تو البتہ نفس میں اس کا کوئی نشان نہ ہوتا یا یہ کہا جاتا کہ در شفا رلما فی الصدور ولما دونہ "واذا الیس فلیس۔"

قرآن کے نزول کی غایت کیا ہے! تعلیم توحید و اصلاح اخلاق بالمعنی الاعم۔ اگر اس سے امراض جسمانی کا علاج بھی مقصود ہوتا تو البتہ اس امر کی تصریح کی جاتی کہ کوئی آیت یا سورہ کسی مرض کے لئے مفید ہے کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّ عَلَیْکُمْ بَیْمَاتًا مِّمَّہُمْ رَسُوْلٌ مَّقْبُوْلٌ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور ہوتا کہ اسکی تعلیم فرماتے۔ کیونکہ ہر گاہ یہ امر مقاصد قرآن میں داخل ہو تو بغیر اسکی تعلیم کے رسالت کی تکمیل نہیں ہو سکتی اگر یہ کہا جائے کہ علاج امراض جسمانی قرآن کے مقاصد میں داخل نہیں ہے بلکہ بالعرض و بالتبع یہ غرض اس سے حاصل ہوتی ہے تو اولاً اس امر کے اثبات کے لئے بقیہ شرعیہ درکار ہے، دوسرے یہ کہ اگر ایسا ہوتا تو بغیر صلعم ضرور نفوش قرآنیہ سے علاج فرمایا کرتے حالانکہ اس کے متعلق ایک اثر بھی موجود نہیں ہے بلکہ خیر القرود میں بھی اسکا وجود شیوع پایا نہیں جاتا۔ البتہ تین سو برس کے بعد گندہ تو نیکو نشوونما ہوا ہے پس اس سے تو اس کا بدعت ہونا ثابت ہوا "ما هو شفاء ورحمة للمؤمنین" میں شفا ایک صلہ کو چاہتا ہے حیثیت کے لئے مؤمنین ہیں پس اگر المؤمنین کو شفا اس سے متعلق نکر میں تو بروئے بلاغت ضرور ہے کہ اس کے بعد اس کا کوئی صلہ مثلاً للناس مذکور ہو کیونکہ ایسا نکر نے کی

صورت میں کوئی امر اس کا مانع نہیں ہے کہ اس سے المؤمنین کو متعلق کریں۔ پس درجہ اسکا
ایسا مقصود نہ ہو کلام خلاف مقصود ہو گا جو خلاف بلاغت ہے۔

بالفرض اس کو مطلق رکھا جائے تو لازم آئے گا کہ قرآن کے نقوش ہر کافر و مسلمان کے
امراض کے لئے علاج ہوں حالانکہ اسی آیت کے آخر میں ہے وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ
الْآخْسَارَ اُجس کے معنی یہ ہوئے کہ مومنین کے لئے تو شفا و حمت ہے اور کفار کے
لئے خسران پس اب سوا اس کے کوئی چارہ نہیں کہ المؤمنین کو شفا و حمت دونوں
سے متعلق کریں۔

اگر شفا سے مومنین کی روحانی و جسمانی دونوں شفائیں مراد لی جائیں تو یہی حالی انہما
ہیں کیونکہ ایک ہی حکم جب ایک جگہ مطلق اور دوسری جگہ مقید ہو تو بقاعدہ اصول
مطلق میں بھی وہی قید معتبر ہوگی جو مقید میں ہے تو اگر یہاں مومنین کے لئے شفا مطلق
ہی ہو تو لسانی الصدور کی قیدیوں بھی محتسب ہوگی اور پھر اطلاق باقی نہ رہے گا۔

دلیل نبوی کے مولف نے نقوش قرآنیہ کے با اثر اور شفا ہونے پر ایک یہ دلیل
عقلی بھی قائم کی ہے کہ گالی محرک غضب ہے اور جب گالی کے کلمات میں اثر ہے
تو کلام احمی میں بالضرر و بہت زیادہ اثر ہونا چاہیے۔

یہ دلیل محض ایک دوسرے ہے اس لئے کہ اگر گالی کا کلام الذات موثر ہے تو چاہئے کہ
ہر جگہ موثر ہو مگر کیا ہر جگہ موثر ہوتی ہے مگر ایسا نہیں ہے۔ جب ایسے شخص کو گالی
دی جائے جو زبان نہیں جانتا تو اس پر کچھ بھی گالی کا اثر نہیں ہوتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اثر
کیلئے سمجھنا شرط ہے تو اس نسل پر جو رات دن گالی کہا یا کرتے ہیں کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اگر
بدانہ گالی میں اثر ہوتا تو ناممکن ہے کہ اس کا اثر ظاہر نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ گالی میں
بذات کچھ اثر نہیں ہے بلکہ موثر کوئی چیز نہ ہے۔ گالی محض واسطہ ہے وہ بھی باتبع عورت
مثلاً غیور آدمی گالی سے سیجھتا ہے کہ اسکی آبرو کو جو حرم چیز ہے نقصان پہنچا گیا۔

اس لئے بغرض انتقام غضب کو التہاب ہوتا ہے اور گالی ہی پر کیا ہے کسی کی مذہبی چیز پر جو تارکدینے کر دوی نظر سے متہور کو دیکھنے کسی کے ناموس میں دست اندازی کرنے حتیٰ کہ مزاج کے کھیت میں جہاں غلہ ہو گھوڑا دوڑا نیسے غضب کی تحریک ہوتی ہے حالانکہ یہ چینیں بنا تر موثر نہیں ہیں بلکہ یہ واسطہ ہیں تو ہیں مذہب یا اذیت ہتک ناموس اور نقصان یا یہ وغیرہ کے اسی طرح اشعار جو خزن و فرج کے محرک ہوتے ہیں وہ بھی واسطہ ہیں۔

حقیقت میں وہ مضمون جس سے متعلق ہے اس کے صورت و تخیل و وہم میں متشکل ہوتے ہیں اور نفس اس سے محزون یا متکدر ہوتا ہے اور یہ آثار محض عرف کے نتیجے ہیں دیکھو آلہ ہند میں منحوس سمجھا جاتا ہے کسی غیور آدمی کو لو کہدیا جائے تو وہ متاثر ہوتا ہے بخلاف اس کے یورپ میں آلو مسعود مبارک سمجھا جاتا ہے پس وہاں کسی کو لو کہنا گویا اسکو مبارک و میمون کہنا ہے۔

یہی حال تمام عرفی امور میں بحسب عرف دائر و سائر ہے۔ بہر کیف ان الفاظ میں بذاتہ کوئی اثر نہیں ہے جیسا کہ شکھیا، نوشدار و مانسا وغیرہ میں ہے۔

ممکن ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ میں کوئی اس قسم کا معنوی اثر ہو مگر چونکہ اس بارہ میں کوئی شرعی نص موجود نہیں ہے نہ اسکی تائید میں متواتر اعلیٰ خیر القرون پایا جاتا، اس لئے سبب نہیں ہے سبکہ باتباع خواہشات نفسانی خواہ مخواہ کو کھینچنا، نہ کہ طریق نامرضی کوئی اثر منفی ثابت کیا جائے یا ثابت کر سکی کو ششس کیجائے۔

خواص سورج و بیان کئے جاتے ہیں انکی تمام حدیں موضوع ہیں الا اشارت فلاسفہ اور عدلت سے بحث کر نیوالے لوگ کلمات کی تاثیر معنوی کے قائل نہیں ہیں کیونکہ نہ اس پر کوئی عقلی دلیل قائم ہے اور نہ ہو سکتی اور تجربی شکوکے خالی نہیں ہیں لیکن بعض اوقات ہم تعویذ گنڈے اور ہونک جہاز کو موثر پاتے ہیں یہ لاقوال سلف تو اس بارہ

میں اس کثرت سے ہیں جس کا احصا اگر ناممکن نہیں تو دشوار و دشوار تو بالضرور ہے۔
اسنے اقوال تیرہ کو جن کے روایہ میں بعض بعض صلحا بھی پایا جاتے ہیں ہم محض ان اقوال
تصور نہیں کر سکتے درحالیکہ ہمارے بعض تجربات ہی اس کے متبذ ہیں۔ علاوہ اس
سناپ بچہ کے متراور اس کے امثال دوسرے نٹروں کو بھی سمجھ یا یا اثر کیا جاتا ہے
اور اس کے متعلق ہی روایات نامحسوس ہیں ان میں ہوں ہیں ان وجوہ سے عقل تجویز کرتی ہے
کہ کلمات میں ایک قسم کا اثر معنوی ضرور ہے خواہ یہ اثر تنہا کلمات کا ہو یا عامل کی قوت
روحانی کی مشارکت سے ہو۔

روح مجردات میں سے ہے اور بعد ترکیب اسکی قوت بہت زبردست ہو جاتی ہے
اس لئے اسکی تاثیر معنوی میں کوئی شک نہیں ہے چنانچہ خود حکماء و متقدمین میں ایک فرقہ
اشراقیین کا تھا جو قوت روحانی سے مسائل عربیہ کو حل کیا کرتے تھے اور صوفیہ کرام
اسی طاقت سے سلب امراض وغیرہ کرتے ہیں۔ مہریرم اسی کا ایک شعبہ ہے جو فی الحقیقہ
لوگوں میں دائر و سائر ہے الحاصل جب عام کلمات میں تاثیرات معنوی مشاہد ہیں تو کوئی
وجہ نہیں کہ قرآن مجید میں جو کلام ربانی ہے اس سے مافوق تاثیرات کو باور نہ کریں مگر چونکہ
امور شرعیہ و فروع و آثار شرعیہ کے تابع ہیں اور نفوس و آثار میں اس قسم کے احکام مفصل
و حکم و ضاحت کیساتھ نہیں پائے جاتے اسلئے توقف کے سوا چارہ نہیں ہے۔ باقی
مشاہدہ تو عامیوں کا مشاہدہ تجویز کلیہ کے استخراج کیلئے کافی نہیں ہے۔ مشاہدہ عارف
یا حکیم یا واقف علل و اسباب کا مقبر ہو سکتا ہے۔

(۲۳)

مَوْعِظَةٌ

جیسا کہ سورۃ النور میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ
آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ وَمَثَلًا لِّلَّذِينَ
خَلَوْا مِن قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ

مسلمانوں نے تمہارے پاس کھلے کھلے
اور علامات ان لوگوں کے جو تم سے پہلے
گزرے ہیں اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحتی

ف

موعظہ بمعنی قرآن پانچ مقامات پر وارد ہے۔ اس سے پہلے کی آیت میں بہت
وضوح ہے۔

(۲۴)

مُصَدِّقُ

جیسا کہ سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ
مُبَارَكًا لَّكَ مُصَدِّقًا لِّذِي
بَلَيْنَ بِيَدِهِ۔

یہ قرآن، کتاب، آسمانی، جسکو ہم نے تمہارا
ہے برکت والی کتاب ہے اور جو تمہارا
اس سے پہلے کی ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے۔

اس سے صاف وہ آیت ہے جو سورۃ النساء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
آمَنُوا بِمَا نُزِّلْنَا مُصَدِّقًا
لِّمَا مَعَكُمْ۔

ای اہل کتاب! ایمان لاؤ قرآن پر جسکو ہم نے
نازل کیا ہے اور جو تصدیق کرتا ہے
ان کتابوں کی جو تمہارے پاس ہیں۔

ف ہم مسلمان چار فرقوں کو اہل کتاب کہتے ہیں۔ ایک داودی جن کے پیغمبر

حضرت داؤد پرزبور نازل ہوئی مگر یہ قراب دنیا سے نابود ہو گیا ہے۔ دوسرے یہود

کہ ان کے پیغمبر حضرت موسیٰ پر تواریک نازل ہوئی۔ تیسرے عیسائی کہ ان کے پیغمبر

حضرت عیسیٰ پر انجیل نازل ہوئی پھر آخر میں جو تھے ہم اہل اسلام کہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف نازل ہوا اس کو بعد قیامت تک پیغمبری کا خاتمہ ہو گیا۔

ان میں سے یہودی، عیسائیوں کو نہیں مانتے۔ عیسائی ہم مسلمانوں کو نہیں مانتے اور ہم مسلمان ہیں کہ یہود اور عیسائی دونوں کو مانتے ہیں۔ کہ موسیٰ اور ان کی تورات اور عیسیٰ اور ان کی انجیل سب برحق ہیں موسیٰ اور عیسیٰ خدا کے پیغمبر۔ تورات و انجیل خدا کی منزل کتابیں ہیں۔

آیت میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اس سے اجمالی تصدیق مراد ہے مثلاً حضرت موسیٰ خدا بھیجے ہوئے پیغمبر تھے اور عیسے قرآن خدا کا کلام ہے تورات بھی منزل من اللہ ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگلی کتابیں جیسی کہ وہ اب ہیں شروع سے آخر تک بلا کم و کاست صحیح محفوظ ہیں۔ قرآن میں جا بجا اہل کتاب کو تحریف و تبدیل کا الزام بھی دیا گیا ہے تاہم جیسی اجمالی تصدیق ہے ویسا ہی ان کا اجمالی ادب بھی مسلمانوں کو ملحوظ رکھنا لازم ہے۔ مصدق کا لفظ قرآن میں دس جگہ آیا ہے۔

(۲۵) تصدیق

جیسا کہ سورہ یونس میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ
أَنْ يُصْطَوَىٰ مِنْ دُونِ اللَّهِ
وَلَا يَكُنْ تَصْدِيقَ الَّذِي كَفَرَ بَيْنَ يَدَيْهِ
وَلَقَدْ صَدَّقَ الْكِتَابَ لَا رَيْبَ

یہ قرآن افسوس کی کتاب نہیں کہ خدا اس کو کوئی اس کو اپنی طرف سے بنالایا ہے بلکہ یہ تصدیق ہے اس کتاب کی جو اس سے پہلے ہے یعنی تورات و انجیل اور یہی شریعت ہے

فِيهِ مِنْ رِسَالِ الْعَالَمِينَ

وکتب سابقہ اس میں کچھ ہی شک نہیں کہ
(یہ) تمام عالم کے پروردگار کی طرف سے ہوا

ف

یہی قرآن مجید تورات و انجیل کے منزل من اللہ ہونے کی تصدیق ہے تصدیق
قرآن میں دو جگہ آیا ہے ۔

تَفْصِيلُ الْكِتَابِ

یہ نام ابھی اس سے اوپر والی آیت میں لگا چکا ہے۔ قرآن اگلی کتابوں کے احکام کی
تفصیل ہے اس سے مطلب یہ ہے کہ تورات و انجیل میں مجمل احکام ہیں اور باکمال
ہیں۔ قرآن نے ان احکام کی تفصیل تکمیل کر دی ۔

مَعَهُ (۲۷) تَفْصِيلٌ

جیسا کہ سورۃ الرعد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

مَا كَانَ خَبْرٌ يَشَأُ
يَكْفُرُوا وَلَا كُنْ تَصْدِيقُ
الَّذِي يَكْفُرُهُمْ وَتَفْصِيلُ شَيْءٍ شَرِيعَةٍ

یہ قرآن کو کوئی بنائی ہوئی بات نہیں ہے
بلکہ وہ تصدیق کرتا ہے اس کتاب کو
تورات و انجیل کی جو اس کے سامنے
ہے اور اس میں حیرت انگیز تفصیلی بیان

ف

ختم نبوت سے یہی مراد ہے کہ احکام اعلیٰ جو بندوں تک پہنچنے تھے پہنچ گئے۔ اور ان کی تفصیل تکمیل ہو گئی اور چونکہ یہ امر قرآن سے احکام کو پہنچا ہے اس لئے اس کا نام تفصیل ہوا۔ یہ نام قرآن بھریں ہیں ایک جگہ آیا ہے۔

مُفَصَّل (۲۸)

جیسا کہ سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
 هُوَ الَّذِي اَنْزَلَ إِلَيْكُمُ
 الْكِتَابَ مُفَصَّلًا
 وہ وہی رذات پاک ہے جس نے تم کو کوئی
 طرف دیہ کتاب بھیجی جو مفصل ہے یعنی جس
 میں بیان کردہ احکام کا کھلا کھلا بیان ہے۔

حَقُّ

جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
 وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا
 لِّمَا فِي الْكِتَابِ
 اور یہ قرآن ہی سچا ہے اور جو کتاب
 ان دیہود و نصاریٰ کے پاس ہے اکی
 تصدیق ہی کرتا ہے

ہر امر نفس الامری اور مطابق واقعہ حق ہے۔

قرآن مجید ابتداءً ایک بار رمضان میں حضرت سرور کائنات صلعم پر چلنے والے نازل ہوا اس کے بعد ۲۳ سال تک نچا نچا نازل ہوتا رہا۔

اگر قرآن کسی انسان کا بنایا ہوا ہوتا تو عقل تجویز نہیں کرتی کہ اتنی مدت تک خیالات انسانی

یکساں رہیں۔ بچپن سے لیکر بڑپائے تک انسانی خیالات میں بے انتہار تبدیلی ہوتا رہتا ہے پس اگر قرآن کسی انسان کا کلام ہوتا تو اس میں بھی خیالات مختلف ہوتے پرتے جیسا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تو کیا یہ لوگ (قرآن کو مطالبہ) میں غور نہیں کرتے اور اگر قرآن خدا کے سوا کسی اور کے پاس سے آیا ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ ۚ وَالْقُرْآنُ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا۔

مگر وہ شروع سے آخر تک ایک نسخہ پر چلا جاتا ہے اور جو تعلیم و نظر سے وہ قرآن کی ہر جگہ سے یکساں جلوہ گر ہے۔ یہ اس کے کلام الہی، اس کے اور برحق ہونے کی بڑی دلیل ہے اور اسی لئے اس کا نام حق ہے حق کا لفظ یوں تو قرآن میں ان گنت آیا ہے مگر قرآن کی صفت میں چھتیس مقامات پر واقع ہوا ہے۔

(۳۰) آيَاتُ اللَّهِ

جیسا کہ سورہ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ۔

ہاں پیغمبر! یہ واقعی اس کے آیتیں ہیں جو ہم جبریل کی معرفت پڑھ کر سنائیں

ف

آیات اللہ کا لفظ قرآن مجید میں اس صفت کیساتھ سولہ جگہ آیا ہے۔

(۳۱) آيَاتُ سُبْحَانَكَ

جیسا کہ سورۃ الحديد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
 هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ لَكُمْ وَيُجَارِي سُبْحَكُمْ بِالنَّجْمِ
 آیاتِ بَيِّنَاتٍ
 ف لینی قرآن کے احکام اور اودھ لڑا ہی بہت صاف و صریح ہیں۔ ان میں
 کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔

(۳۲)

آيَاتُ مُبَيِّنَاتٍ

جیسا کہ سورۃ النور میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
 وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ
 مُبَيِّنَاتٍ
 اور ہم نے تمہارے پاس کھلے کھلے
 احکام بھیجے ہیں۔

ف

آیاتِ بینات اور آیاتِ مبینات دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ آیاتِ بینات
 قرآن میں سات مقامات پر ہے اور آیاتِ مبینات صرف دو جگہ ہیں۔

(۳۳)

جیسا کہ سورۃ البقرہ کے رکوع میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
 وَلَكِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ
 بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ
 اور اگر تم ان کے بعد کہ تمہارے پاس عینی
 قرآن آچکا ہے ان (یہود و نصاریٰ) کی خواہش
 پر چلے تو پھر تم کو خدا (کے غضب) سے

مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا فَصِيلٍ | دجانیوالا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار
 ف قرآن کو علم اس واسطے کہا گیا کہ وہ بجائے خود ایک علم ہے یا اس لئے کہ
 وہ تمام علوم حقہ کا خزانہ ہے یا اس لئے کہ علم کے معنی سمجھ کے بھی ہیں اور قرآن
 کے پڑھنے سے دنیا و آخرت کے سدھارنے کی سمجھ پیدا ہوتی ہے وغیرہ
 علم بمعنی قرآن چھ جگہ آیا ہے۔

(۳۴) مَا أَنْزَلَ اللَّهُ

(وہ جو اللہ نے نازل فرمایا :)

جیسا کہ سورہ لقمان میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: —

وَإِذْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ | اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (قرآن)
 مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالَ ابْنَ نَتَبِعْ | جو خدا نے نازل کیا ہے اسکی پیروی کرو تو
 مَا وَجَدْنَا عَلَيْكَ بِبَاءَنَا | وہ کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اسی پر چلیں گے
 جیسے ہم نے اپنے بڑوں کو پایا۔

(۳۵) مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ

(وہ جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا)

جیسا کہ سورہ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: —

أَلَا عَرَبٌ أَشَدَّ كُفْرًا وَهَفَاً | دیہات کے لوگ کفر اور نفاق میں بڑے سخت
 ہیں اور درجہات کی وجہ سے، اسی لائق ہیں کہ

اللہ نے جو اپنے رسول پر کتاب اتاری ہے
اس کے احکام کو نہ سمجھیں۔

وَأَجِدُكُمْ أَتَىٰ بِكُمُ الْغَيْثُ
أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ

(۳۶) مَا نُزِّلَ إِلَى الرَّسُولِ

(وہ جو رسول کی طرف اتارا گیا)

جیسا کہ سورۃ المائد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اور جب سنا انہوں نے (قرآن کو) جو ہمارے
رسول پر اتارا گیا ہے تو اے مخاطب تو انکی تکبر کو
دیکھتا ہے کہ اُنہی سے انصاف ہی ہے۔

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ
تَوَلَّوْا عَنْهُ مُتَفِئِضِينَ مِنَ الدِّمِ

ف

جب کچھ مسلمان ہجرت کر کے مکہ معظمہ سے حبشہ چلے گئے تو کفار نے ان کی شکایت
سجاشی بادشاہ سے کی جو مذہب کا عیسائی تھا۔ سجاشی نے مسلمانوں سے کچھ دریافت
کیا اور جواب معقول پایا۔ پھر اُن سے کچھ قرآن سنانے کی فرمائش کی اور انہوں
نے سورہ مریم سنائی تو اس پر سجاشی اور اس کے درباری سب رو پڑے۔

(۳۷) مَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ

جیسا کہ سورہ محمد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
لَا يَسْأَلُونَكَ عَنْ شَيْءٍ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
لَا يَسْأَلُونَكَ عَنْ شَيْءٍ

مِنْ رَحْمَتِهِمْ لَقَدْ كَرَّمْنَاكُمْ سَيِّدَاتِهِمْ
برحق ہے ان کے پروردگار کی طرف سے تو
خدا ان کے گناہ ان پر سے اتار دیگا۔

ما نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ

جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ نَحْنُمُ
آیا کہ فرخندہ اور تلاوت قرآن کیلئے جو خدائے
خَلَوْا بِهِمْ لَقَدْ كَرَّمْنَاكُمْ سَيِّدَاتِهِمْ
برحق کی طرف سے نازل ہوا ہے ان کے دلدار ہوں

ف

قرآن مجید میں ان مرکبات کے علاوہ اور بہت سے الفاظ ہیں جو قرآن کی صفت
میں وارد ہوئے ہیں مگر چونکہ ان الفاظ کو نام و علم شمار نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہم ایک
جگہ سب کو بتائے دیتے ہیں

صرف ایک جگہ سورۃ البقرہ میں وارد ہوا ہے

تین جگہ ہے۔

دو جگہ ہے۔

دو مقامات پر ہے

نو مقامات پر ہے۔

صرف ایک مقام پر ہے۔

چھ مقامات پر ہے۔

ایک مقام پر ہے۔

مَا أَنْزَلْتُ

مَا أَنْزَلْتُ إِلَيْكَ كِتَابًا

الَّذِي أَنْزَلْنَا بِكَ

مَا أَنْزَلْنَا

مَا أَنْزَلَ اللَّهُ

مَا أَنْزَلَ اللَّهُ

مَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ

مَا أَنْزَلَ إِلَى الرَّسُولِ

مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ
مَا أَوْحَى إِلَيْكَ
مَا يُوحَى إِلَيْكَ
مَا أَنْزَلَ عَلَى مُحَمَّدٍ
مَا أَنْزَلَ مِنَ الْحَقِّ
مَا آتَاهُمُ اللَّهُ
الَّذِي أَوْحَيْنَا

ایک مقام پر ہے۔
تین جگہ ہے۔
چار مقامات پر ہے۔
ایک مقام پر ہے۔
ایک مقام پر ہے۔
ایک مقام پر ہے۔
پانچ مقامات پر ہے۔

کسی مشہور و محترم پسند کو اشارہ کنایہ سے بیان کرنا اور نام لینے سے اعراض کرنا، یہ بھی اس کی علوشان کا ایک اظہار ہے۔ قرآن کی یہ بھی ایک قادر الکلامی اور غبار ہے کہ باوجود اس کے کہ بہت ساری جگہ وہ اپنا نام بالکل نظر نہیں کرتا نہ کوئی اشارہ کرتا پھر بھی پڑھنے والا طرز کلام اور انداز بیان سے سمجھ جاتا ہے کہ اس لفظ یا اس جگہ سے قرآن ہی مقصود ہے۔

(۳۹) حِکْمَةٌ بَالِغَةٌ

(سرسر دانا کی)

جیسا کہ سورۃ النہل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ جَاءَهُمْ
هُمُومٌ مِنَ الْأَنْبَاءِ
مَا فِيهِمْ مِنْ ذَرْعٍ وَحِكْمَةٍ
بَالِغَةٍ فَمَا تَعْنِ الْمُنْذِرُ

اور ہر آئینہ ان کے پاس ایسی خبریں (یعنی حالات اہم سابقہ) آچکی ہیں جن میں (دانی) تنبیہ ہے یعنی حکمت کا ملکہ پھر بھی ڈرائیو والی باتوں نے انہیں نفع نہ پہونچایا۔

ف

قرآن مجید کے سرتاسر دانا ئی وحکمت ہونے میں کوئی صاحب فہم سلیم شک نہیں کر سکتا حتیٰ کہ ہر زمانہ کے حکماء اور متعصب علماء نے نصاریٰ نے بھی اتنا یہ چون و چرا تسلیم کیا کہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) جو قرآن کے مصنف تھے اعلیٰ درجہ کے حکیم تھے چنانچہ علامہ کارلائل یوروپین عیسائی کی کتاب ہیزنایا ہیزو (یعنی مشاہیر و مشاہیر پرستی) اس امر کی شاہد عدل ہے۔ جس میں اس نے انبیاء کرام میں سے صرف محمد صلعم کو منتخب کیا ہے۔ اس موضوع پر ہم پہر بحث کریں گے۔ یہ لفظ ایک ہی جگہ آیا ہے۔

۴۰ الْعُرْوَةُ الْوُثْقَىٰ

(مضبوط رستی)

جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

<p>قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدْ اِشْتَمَسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ الَّتِي لَا انْفِصَامَ لَهَا</p>	<p>گمراہی سے ہدایت (الگ) ظاہر ہو چکی ہے توجہ جھوٹے معبودوں کو مٹانے اور اللہ پر ایمان لائے تو ہر آئینہ اس نے مضبوط رستی پکڑ رکھی ہے جو ٹوٹنے والی نہیں ہے۔</p>
---	--

ف

کوئی شخص کنویں یا بادلی میں گر پڑتا ہے تو اس کو نکالنے کے لئے رستی بھگانے
ہیں جس کو پکڑتا ہوا یا تو وہ خود ادر پڑ جاتا ہے یا لوگ کھینچ لیتے ہیں اسی طرح
قرآن مجید نجات دہین یا اللہ تک پہنچنے کے لئے مضبوط رستی ہے کہ جس نے

قرآن کو اپنا پیشوا بنایا اور اس پر عمل کیا وہ سیدہ نجات کے راستہ پر پہنچا اور آخر کار
اللہ اور ملا اعلیٰ سے جا ملا۔

یہ لفظ قرآن مجید میں دو جگہ آیا ہے۔ ایک سورۃ البقرہ میں جیسا کہ گذر چکا۔ دوسرے
سورۃ لقمان میں۔

۴۱ فُرْقَانُ

جیسا کہ سورۃ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اُسی اللہ نے تم پر یہ کتاب برحق اتاری
جو ان آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے
جو اس کے سامنے ہیں اور اسی نے
اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کیلئے قرآن
اور انجیل اتاری اور اسی نے فرقان کو نازل کیا

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ
بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ
مِّن قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ
أَنزَلَ الْفُرْقَانَ -

ف

فرقان کے لفظی معنی فرق کے ہیں اب رہی یہ بات کہ وہ فرق کیا چیز ہے! بعض
کہتے ہیں معجزات۔ بعض کہتے ہیں عقل سلیم۔ بعض کہتے ہیں دو سکر پیغمبروں کے
صحیفے اور بعض کہتے ہیں قرآن جس کا تذکرہ تاکید کے طور پر دو سکر لفظوں

میں کر فرمایا ہے (حاشیہ مولوی نذیر احمد دہلوی مترجم پر قرآن صفحہ ۷۷)

اب ہکوان اقوال کی صحت پر محققانہ نظر ڈالنی چاہیے تا ایک معنی کی تعیین ہو جائے
فرقان بمعنی معجزہ۔ اگرچہ معجزہ فارق ہے درمیان نبی صادق و کاذب کو اور درمیان
نبی صادق و ساجد کے لیکن یہاں معجزہ مراد لینے کے لئے کوئی ایسی قوی وجہ موجود

سمانی کے مقابلہ میں ترجیح پیدا کرے نہیں پائی جاتی۔ اس کے علاوہ انزال سے تعبیر بھی درست نہیں ہے سوائے کتاب کے۔

فرقان بمعنی عقل سلیم آسمانی کتاب کے پرکھنے کا بڑا معیار حسن تعلیم و حسن بیان ہے اور اس کی تمیز کے لئے عقل سلیم درکار ہے لیکن اس کے بیان کا یہ موقع نہیں ہے۔ اس کے علاوہ عقل کا استعمال انزال کے ساتھ نہیں ہے۔ اعطار اور اس کے مماثل الفاظ ہونے چاہیے۔

فرقان بمعنی صحیفہ درست نہیں ہے اس لئے کہ زبان شرع میں فرقان کا اطلاق صحف انبیاء یا کسی کتاب آسمانی پر نہیں ہوا ہے اور نیز اس لئے کہ فرقان مفرد ہے اور صحیفہ بہت اور مفرد جمع کا فائدہ نہیں دے سکتا۔ ہاں مفرد کا اطلاق ہر فرد لحاظ سے جمع پر ہو سکتا ہے لیکن ایسی تاویل اس وقت جائز ہے جب کسی وجہ سے فرقان کو صحیفہ کے معنی میں لینا ناگزیر ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ پس اس کی کیا ضرورت ہے کہ بلا وجہ فرقان کو بمعنی صحیفہ لیا جائے اور پھر تاویل کی ایک کی جائے بلاشبہ فرقان سے قرآن ہی مراد ہے جیسا کہ محققین علمائے اسلام کی رائے ہے اور یہ اس لئے صحیح ہے کہ خود قرآن ہی میں دوسری جگہ اس کا شاہد موجود ہے چنانچہ شروع سورۃ الفرقان میں ہے:-

قَبَآكُمُ الَّذِي نُزِّلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ سَمَوٰتٍ عَلٰی ۙ
عَبْدٍ ؕ لَّيْكَوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ مَنۡذِرًا ۚ

ۛر خدا کی ذات بابرکت ہو جس نے اپنے بندے (محمد) پر
فرقان یعنی قرآن اُتارنا کہ تمام جہاں کیلئے ڈرانوالا ہو

ف

اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ فرقان سے مراد قرآن ہے اور کسی دوسری نص سے پتا نہیں چلتا کہ فرقان کا اطلاق قرآن کے سوا کسی اور کتاب پر بھی ہوا ہے۔ پس اس کلیہ کی بنا پر کہ اَلْعَرٰسُ اَنْ يُّفَقِّسَ بَعْضُهُۥ لِبَعْضٍ اِلٰی قُرْاٰنٍ کا بعض حصہ بعض کا

مفسرہ ہے) یہ متعین ہو گیا کہ آیت ماخوذہ فیہ میں فرقان سے قرآن کا بیان مکرر تاکیداً و اہتماماً نشان القرآن ہے۔ یہ جواب معمولی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ۔ توریت اور انجیل جب لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجے تو چاہئے کہ اب بھی وہ اپنے منصب پر رہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ ان کتابوں پر کچھ احکام تو قرآن میں آگئے اور کچھ احکام قرآن نے منسوخ کر دیئے تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ توریت و انجیل کی تعلیم کی ضرورت ہی نہ رہی اور اسی محنی کے اظہار کے لئے مکرر ارشاد ہوا وَ أَنْزَلَ الْفُرْقَانَ، جو جدا کر دینے والا ہے توریت و انجیل اور ان کی تعلیم سے وہیہ نکات اخذ۔

اب رہی یہ بات کہ قرآن کا نام یا لقب فرقان کیوں ہوا، تو لغت میں فرقان کے معنی ہیں ”وہ چیز جو حق و باطل میں فرق اور تمیز کر دے“ چونکہ قرآن اُتر آیا، اسی لئے ہے تا باطل کو حق سے الگ کر کے حق کو حق کر دکھائے اور ایسا ہی اس نے کیا کہ اسلام کو کفر سے، حق کو ناحق سے، طیب کو خبیث سے اور راستی کو کجی سے الگ کر دکھلایا اس لئے اس کا نام فرقان ہوا۔ یہ لفظ قرآن میں معنی تسمان دو جگہ آیا ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا۔

ذکر

جیسا کہ سورہ طہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَقَدْ آتَيْنَاكَ مِنْ لَدُنْكَ الْكِتَابَ | اور ہم نے تم کو اپنے پاس سے ذکر یعنی قرآن عطا فرمایا

ف

ذکر کے معنی ہیں نصیحت اور یاد دہانی اور تسمان کریم میں یہ دونوں صفتیں موجود ہیں۔

الذکر

جیسا کہ سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَأَنذَرْنَا إِلَيْكَ الْمَذْكُورَ
لَشَبَّهْنَاهُ لِلنَّاسِ مَا ظَنَرُوا
إِلَیْهِ ۔

ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن اُتارنا کہ جو
احکام لوگوں کیلئے اُن کی طرف بھیجے گئے
وہ تم اُن کو ابھی طرح سمجھا دو ۔

ذکر قرآن میں سادہ یا آٹھ مقامات پر اور الذکر کوس مقامات پر آیا ہے ۔

ذکر می

جیسا کہ سورۃ ہود میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

ذَٰلِكَ ذِكْرِي
إِلَیَّ اِیْکُمْ یٰحٰی

جو لوگ ذکر الہی کرنے والے ہیں اُن
کے حق میں یہ (قرآن) یاد دہانی ہے

ف

سچ ہے ۔ ۔ ۔ ہمارے پروردگار ! اے وہ پاک ذات جس نے محمد عربی
کے مبارک سر پر نبوت کا تاج رکھ کر ختم رسالت کا سہرا باندھا ۔ واقعی تیرا کلام
مقدس یاد دہانی ہی ہے ۔ ہم آدم کی سرکش اولاد ہوا پرستیوں میں پڑ کر اپنی اہلی حق
کو کھو بیٹھے ہیں اور تیرے ذکر سے غافل ہو جاتے ہیں ۔ پھر بھی جب تیری
مہربانی تاثیر توفیق ہدایت طریق ہو جاتی ہے اور ہم تیرا کلام مقدس پڑھنے لگتے ہیں تو
قسم ۔ ۔ ۔ خلق محمد کی اور قسم ۔ ۔ ۔ تیرے عزت و جلال کی ، کہ تھوڑی ہی دیر کے لئے

ہی گریہی اصلیت سے واقف ہو کر اپنے وطن اصلی کو یاد کر کے گناہوں سے
توبہ کرنے لگ جاتے ہیں اور تیری بے نہایت مہربانی اور عفو و درافت سے
اے عفو رحیم! امید رکھتے ہیں کہ ہجرتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارے گناہوں سے
درگزر فرمائے گا اور ہکو تو فسیق نیک بخشے گا۔ رب اغفر وارحم و انت خیر الراحمین
یہ لفظ قرآن میں یعنی قرآن چھ مقامات پر آیا ہے۔

۴۵ ذِکْرُ الرَّحْمٰنِ

جیسا کہ سورۃ الانبیاء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:—
وَهُمْ يَذْكُرُ الرَّحْمٰنَ هُم
کَافِرُوْنَ
اور یہی لوگ رحمن کے ذکر یعنی قرآن
سے شغفر ہیں۔

۴۶ ذِکْرُ مَبَارَکٍ

جیسا کہ اسی سورہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:—
وَهُمْ يَذْكُرُ مَبَارَکٍ
اَکُوْلًا
اور یہ قرآن نصیحت ہے بابرکت جس کو
ہم ہی نے اُٹھا رہا ہے۔

۴۷ ذِی الذِّکْرِ

جیسا کہ سورہ ص میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:—

وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ
 قسم ہے قرآن کی جس میں نصیحت ہی نصیحت
 ذکر مبارک، اور ”ذی الذکر“ یہ دونوں لفظ ایک ہی جگہ ہیں۔

الذِّكْرُ الْحَكِيمُ

جیسا کہ سورہ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

ذَٰلِكَ نَشَاؤُكَ عَلَىٰكَ مِنَ الْآيَاتِ
 اے پیغمبر! یہ جو ہم تم کو پڑھ کر سنارہے
 وَالسَّيِّئَاتِ الْحَكِيمِ۔
 ہیں آیات (الہی) ہیں اور سچی تلی حکیمانہ نصیحتیں

الْقَصَصُ الْحَقُّ

سچا بیان

جیسا کہ سورہ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ
 اَلْقَصَصُ الْحَقُّ
 اے پیغمبر! بلا شک یہ ہی سچا اور واقعی
 بیان ہے۔

یہ نام قرآن بھر میں اسی ایک مقام پر ہے۔

أَحْسَنُ الْقَصَصِ

جیسا کہ سورہ پوسف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لَقَدْ نَقَصُ عَلَيْكَ احْسَنَ
النَّقْصِ بِمَا اَوْحَيْنَا إِلَيْكَ
هَذَا الْقُرْآنَ وَ لَئِنْ كُنْتَ
مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْخَافِلِينَ

اے پیغمبر! ہم تم کو ملاتے ہیں ایک اچھا بات
قرآن کے ضمن میں جسکو ذریعہ وسیع
تم پر اتارا ہے اور بیشک تم اس سے پہلے
بیخبر تھے۔

ف

احسن القصص سے بعض لوگ قرآن کو مراد لیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ صرف سورہ
یوسف ہی کو احسن القصص فرمایا گیا ہے۔

اگر احسن القصص سے قرآن ہی کو مراد لیں تو بھی کوئی قباحت نہیں ہے اس لئے کہ
قرآن مجید میں بہتر سے بہتر سچے واقعات اور اس میں عمدہ سے عمدہ نصیحتیں حکمت
کی باتیں۔ دین و دنیا اور معاش و معاد کی اصلاح کی تدبیریں، سیاست، دین کے
توانین اور اخلاق کے بیش بہا موتی ہیں۔ غرض ہم کہاں تک بیان کریں یہ مفید
کتاب تو دنیا بھر کے مضامین مفیدہ پر مشتمل ہے پھر ایسی کتاب احسن القصص نہ ہو۔
تو کون سی کتاب ہوگی۔

اگر سورہ یوسف پر احسن القصص کا اطلاق ہو جیسا کہ سیاق عبارت سے معلوم
ہوتا ہے تو اس لئے کہ سورہ یوسف قرآن کا ایک جزو ہے قرآن کو بھی احسن القصص
کہتے ہیں کیونکہ جس کتاب کا ایک جزو بہتر ہوا اسکو بہتر کہا جاسکتا ہے۔
سورہ یوسف کے احسن القصص کہنے کے بہت سے وجوہ ہیں جن میں سے چند کو
ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

پہلی وجہ

قرآن مجید میں بہت سے واقعات بیان کئے گئے ہیں مگر کوئی واقعہ ایک جگہ
مکمل طور پر نہیں ہے بخلاف ان کے حضرت یوسف کا حال شروع سے آخر تک

سلسلہ وار ایک ہی سورہ میں ایک ہی جگہ بیان کیا گیا ہے۔

دوسری وجہ

پند نصیحت اور ایسے اوامر و نواہی جن میں کوئی تکلیف ہو، ان کا بیان بالطبع مرغوب انسان نہیں ہے بخلاف ان بیانات کے جو مذکورہ بالا امور سے خالی ہیں انکی طرف انسان بالطبع مائل ہوتا ہے بشرطیکہ طرز بیان لچپ ہو اور مدینیت کا پسندیدہ لکے ہوئے ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کو قصوں اور افسانوں سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے خصوصاً جب اسکا پہلو عشق کا رنگ لکے ہوئے ہو حضرت یوسف کا حال نہ پند نصیحت ہے نہ امر و نہی بلکہ وہ دوسری قسم ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اس لئے وہ خاص لچپی رکھتا ہے۔ کہیں کہیں انشائی بیان میں پند نصیحت امر و نہی اور توحید وغیرہ کا بیان چھوٹے چھوٹے جملوں میں کر دیا گیا ہے جو بہت زیادہ مؤثر ہے اور اصل غرض جو تعلیم توحید و اخلاق حسنہ سے ہے وہ اس سے بدرجہ اتم حاصل ہے۔

بچپن میں حضرت یوسف کا خواب دیکھنا۔ باپ کا اس کے اظہار سے منع کرنا۔ بہائیو کا خائف ہونا۔ اور کوئٹس میں ڈالنا۔ قافلہ والوں کا اگر لکھنا۔ پیر غلام بنکر لکنا۔ عسیر مزہر کا خرید کرنا۔ عزیز مصر کی عورت کا ان پر فریفتہ اور حضرت یوسف کی پیڑھڑ گاری پر زنا خواہی ہو یا حضرت یوسف کا قید کیا جانا۔ قید خانہ میں خوابوں کی تعبیر کا سچ اترنا۔ بادشاہ کا خواب دیکھنا حضرت یوسف کا بلایا جانا اور بعد شہر و طان کا جانا۔ خواب کی تعبیر کہنا اور بادشاہ کے مقبر میں داخل ہو کر بہت خزانہ ہونا۔ یہ خواب کے موافق قحط پڑنا۔ بہائیو کا غلہ کے لئے آنا۔ باہم ایک دوسری کا لیجانا پھر حضرت یوسف کا اپنے بہائیو کی خط کو معاف کرنا اور اپنے ماں باپ کو کنگان سے مصر میں طلب کرنا خواب کی تعبیر کا راست اترنا اور حضرت یوسف کا بادشاہ مصر ہونا ایک ایسا

بیان ہے جو بحر کا ہمدوش اعجاز کا ہم آغوش ہے۔ جگہ جگہ اثنائے کلام میں مناسب مواقع پر جو توحید غنیہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ نہایت دلکش ہے جسکو اثنائے طوالت کے خیال سے ترک کر دیا۔

تیسری وجہ

اس بیان میں قرآن شریف کی تہذیب بھی ایک اعجاز ہے کہ عقیدہ مضامین کو کس پیمائش اور بنجیدگی سے بیان کیا ہے کہ پڑھنے والے کا ذہن کسی برائی کی طرف متعلق ہو نہیں ہوتا آخر تک کہیں زلیخا کا نام نہیں لیا گیا حالانکہ تمام بیان زیادہ تر اسی سے متعلق ہے۔ اور نام کیوں نہیں لیا؟ اس لئے کہ نام لینے کی صورت میں غیبت کی بری نظیر قائم ہوتی جسکو خود قرآن نے برا کہا ہے اور یہ نہایت اعلیٰ درجہ کی تہذیب سے عجیب قادر الکلامی ہے کہ قرآن زلیخا کا نام تو نہیں لیتا مگر پڑھنے والا اس کا نام سننے سے مستغنی ہے اور اس سے بیان کی دلچسپی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیا قرآن کے سوا کوئی کتاب مدعی تہذیب ایسی نظیر پیش کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

چوتھی وجہ

سورہ یوسف اخصتِ یوسف کے واقعہ کا مختصر بیان ہے اور اس میں ان تمام اخلاق اور جرائم کے نتائج کو جن کا اس سے تعلق ہے، جس دل چسپی و خوبی سمجھ سکے ساتھ بیان کیا گیا ہے اس میں شبہ نہیں کہ وہ قرآن ہی کا حق تھا۔ بد اخلاقی اور خوش اخلاقی دو قسم ہے۔ ایک عقلی یا طبعی جسکو انسان کی عقل طبعیت بلا خصوصیت زمان و مکان اچھا یا برا سمجھے جیسے چوری خیانت کذب زنا استقام اور ان کے مقابلہ میں راستی۔ دیانت صدق عفاف عفو۔

دوسری قسم اعارضی یا فحش الزمان والمکان مثلاً حجاب نسوان ہند میں مہما ممکن محدود ہے اور یورپ میں مطلق العنانی۔

بھیک مانگنا براہمنہند کے لئے جزو مذہب ہے اور دوسرے ممالک میں مطلقاً
معیوب۔ سورہ یوسف میں اول سے آخر تک پہلی قسم کی بد اخلاقی اور خوش اخلاقی
بیان مناسب مواقع پر نہایت خوش اسلوبی سے کیا گیا ہے اور پھر ہر ایک کا نتیجہ
بھی دکھا دیا گیا ہے۔

(۵۱) حبس اللہ

اللہ کی رستی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا
اللَّهَ حَتَّى تُفْلِتَ مِنْهُ وَلَا
تَمُوتُوا إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ
وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا
وَلَا تَفَرَّقُوا (سورہ آل عمران)

مسلمانو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے
ڈرنے کا حق ہے اور تم پر موت نہ آئے
مگر ایسی ہی حالت میں جب تم مسلمان ہو
اور تم سب مضبوطی سے اللہ کی رستی کبڑے
رہو اور ایک دوسرے سے الگ مت ہو

ف

اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرتے رہنا جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور
مرنے دم تک دین اسلام پر ثابت قدم رہنا، اور مسلمانوں کا ایک دوسرے سے
الگ نہ ہونا، یہ سب باتیں اُسی وقت حاصل ہو سکتی ہیں جب مسلمان اللہ کی رستی
کو جس کا نام قرآن ہے مضبوطی سے تھامے رہیں اور اُسی پر عمل کرتے رہیں۔
بلفظ قرآن میں بصف قرآن اسی ایک جگہ وارد ہوا ہے۔

بِسْمِ (۵۲) اللہ

جیسا کہ سورہ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
 هٰذَا آيَاتُ الْكِتَابِ الَّتِي كُنَّا نَقُولُ لَكَ قَدْ كُنَّا فِي لُبِّكَ
 وَمُؤْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ
 یہ قرآن لوگوں کے لئے بیان ہے اور ہدایت
 اور نصیحت پر ہیزگاروں کے لئے ہے۔
 یہ لفظ بمعنی قرآن اسی ایک جگہ ہے۔

(۵۳)

رِضْوَانُ اللّٰهِ

جیسا کہ سورہ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
 اَفَمَنۡ اَتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ
 مَنۡ بَاۡءَ لِیَسْخَطَ مِنَ اللّٰهِ
 بھلا جو شخص اللہ کی مرضی و قرآن کا تابع ہو
 کہیں اس جسیا ہو سکتا ہے جو خدا کے غضب میں
 آگیا ہو۔

قرآن کی تبعیت ، عین خدا کی مرضی پر چلنا ہے اس لئے قرآن کو اللہ کی مرضی
 کہا گیا ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں دو جگہ اسی سورہ میں ہے۔

(۵۴)

مُنَادٰی

منادی کرنے والا

جیسا کہ سورہ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
 مَرِّیۡنَا لَنَسْمَعَنَّ اٰیٰتِیۡكَ
 لَنَسْمَعَنَّ اٰیٰتِیۡكَ
 اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک منادی
 کہہ دیا کہ کونسا کہ ایمان کی منادی کر رہا ہے
 کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ، تو ہم ایمان لے

ف

منادی کرنے والے سے بعض لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھا ہے
 او بعضوں نے جن میں امام جلال الدین سیوطی بھی ہیں قرآن مجید کو مراد لیا ہے
 پچھلی صورت قوی ہے۔ بلا شک پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایمان کی منادی کر نیوالے
 تھے مگر آپ کا ظاہری تعلق صرف آپ کی حیات جسمانی تک تھا۔ اور وہ بھی قرآن
 کے ساتھ۔ اور قرآن مجید کا مسلمانوں سے ابدی تعلق ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ سطح
 قیامت تک باقی رہے گا اور قرآن قیامت تک اسلام کی منادی کرتا رہے گا۔

(۵۵)

الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

جیسا کہ سورۃ النساء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ | یہ بڑی کامیابی ہے۔

ف

قرآن مجید کو بڑی کامیابی اس لئے کہا گیا کہ اُس کی پیروی کرنے سے انسان کو
 اپنے دنیاوی مقاصد میں بہت جلد اور عمدہ کامیابی ہو جاتی ہے اور اس سے
 بڑھ کر بڑی کامیابی یہ ہے کہ مرنے کے بعد اُس دوسری ہستی میں آسائش ابدی
 ملتی ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ قرآن کے معنی میں دو جگہ آیا ہے۔ ایک یہاں دوسرے
 سورۃ الصافات میں۔

(۵۶)
 الْحَدِيثُ
 بَابُ

جیسا کہ سورۃ النجم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

أَقْمِنَ هَذَا الْحَدِيثَ فَتَحْبُونَ | تَوَكَّلْ تَمْلُوكَ اس بات سے تعجب کرتے ہو
وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ | اور قیامت کا ذکر سنکر ہنستے ہو اور تلوک رو نہایت

یہ لفظ قرآن میں بہن قرآن پانچ مقامات پر آیا ہے:۔

أَحْسَنُ الْحَدِيثِ

بہت اچھا کلام

جیسا کہ سورۃ الزمر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

أَحْسَنُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ | اللہ نے بہت ہی اچھا کلام (یعنی یہ) کتاب
كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِي تَقْشَعْرُ | اتاری (جسکی باتیں ایک دوسرے سے ملتی
مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ | جلتی ہیں) اور ایک ہی بات سمجھانے کیلئے
ثُمَّ تَلَيْنُ جُلُودَهُمْ وَقُلُوبُهُمْ | بار بار دہرائی گئی ہے اس کتاب کی تاثیر
إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ | یہ ہے کہ جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے
ہیں اس کے سننے سے اُن کے بدن کانپ
اُٹھتے ہیں پھر اُن کے جسم اور دل نرم ہو کر
یاد الہی کی طرف درآغب ہو جاتے ہیں۔

ف

اللہ کا ذکر اور اس کی عبادت جسمانی و روحانی دونوں طرح پر ہے۔ جسمانی عبادت جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ ارکان مفروضہ۔ روحانی عبادت وہ جو قلب و نفس سے متعلق ہے اس قرآن سے جلد و قلوب دونوں نرم ہو جاتے

ہیں یعنی بقلب شوق، قرآن سے متاثر ہونے والا، ذکرِ جہانی و روحانی دونوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ چونکہ جسمانی میلان کے لئے نرمی ضرور ہے اس لحاظ سے تیلین جلوہ سم فرمایا اور مقصد یہ ہے کہ اعضا، جوارح اور جلوہ و کوجہانی اذکار مثلاً، قعود، رکوع، سجود وغیرہ کا ادا کرنا فرط شوق کی وجہ سے کچھ بار نہیں ہوتا۔

بیچ تو یہ ہے کہ حقیقت سمجھدار کے لئے قرآن مقدس ایسا ہی کلام موثر ہے کہ اس کو منکر خود بخود طبیعت بگھل جاتی ہے۔ دل خدا کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور کچھ دیر گویا سننے والا یا پڑھنے والا دنیا سے بالکل ستفی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بروایات صحیحہ ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب قرآن پڑھا جاتا تو چاہے آپ کیسے ہی غصہ و غضب میں ہوتے فوراً نرم پڑ جاتے اور سارا غصہ کا فور ہو جاتا اسی لئے قرآن کا لقب احسن الحدیث ہوا۔

قرآن مجید کی تاثیر کی بحث انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بہت تفصیل کے ساتھ کی جائیگی

(۵۸)

مُحَرِّصَاتُ

حجّت

جیسا کہ سورۃ النساء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ
لِّكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ
لَوْ كُنْتُمْ حَقِيقًا بِمَا تُكَذِّبُونَ
مِنْ رَبِّكُمْ
لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حجت آچکی۔

ف

قرآن خدا کی حجّت ہے اور ایسی زبردست حجّت ہے کہ تیرہ سو برس گزر گئے مگر

باوجود دنیا بھر کی سرتوڑ کوششوں کے آج تک اس کا بطلان نہ ہو سکا اور نہ قیامت تک ہو سکیگا۔

یہ لفظ قرآن میں بہ صفت قرآن ایک ہی جگہ آیا ہے۔

(۵۹)

نورِ مبین

جگگاتا ہوا نور

جیسا کہ سورۃ النساء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ نُورًا مُبِينًا اور تمہاری طرف ہم جگگاتا ہوا نور بھیج چکے ہیں

دوسری آیت سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور کتاب روشن آچکی ہے۔

تیسری آیت سورۃ الاعراف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاتَّبِعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ اور جو نور ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے اس کے پیچھے ہو لئے۔

چوتھی آیت سورۃ الشوریٰ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

مَا كُنْتُ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ لے پیغمبر! تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کی چیز ہے

وَلَا الْإِيمَانُ وَلَا كُنْ جَعَلْنَا نُورًا اور نہ ایمان (جانتے تھے) مگر ہم نے قرآن کو ایک روشنی بنا دیا ہے کہ اپنے بندوں میں سے

تَهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا جسکو چاہتے ہیں اس کے ذریعہ سے رستہ دکھا دیتے ہیں۔

پانچویں آیت سورۃ التائبین میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
 فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ | تُوَدُّ لَوْ كُورَ اللّٰہِ اور اس کے رسول پر ایمان لائے
 الَّذِیْ اَنْزَلْنَا | اور (نیز) اس روشنی (قرآن) پر جس کو ہم نے آنا

ف

نور کے معنی روشنی۔ روشنی کا فائدہ یہ ہے کہ انسان اندھیرے میں اس کے ذریعے سے
 سید ہارستہ دیکھ کر منزل مقصود تک پہنچے یا جو کام اندھیرے میں نہیں کر سکتا
 روشنی میں کر سکے۔

قرآن مجید کو روشنی اس واسطے کہا کہ وہ انسان کو کفر و بدعت کی تاریکی سے نکال
 کر ایمان و اخلاق کی روشنی میں پہنچاتا ہے اور گویا قرآن کی روشنی میں آخرت کا سید
 رستہ جو انسان کی منزل مقصود ہے سو جوہر پڑتا ہے اور اس لئے کہ قرآن کی روشنی
 میں انسان کو حرام و حلال اور خبیث و طیب کی پہچان ہوتی ہے۔

اندھیرا باطن انسان کو ناپسندیدہ ہے اور اس لئے فطرتاً ہر حیوان روشنی کو چاہتا ہے
 چونکہ ہر انسان باطن پر انسانی کو ناپسند اور بھلائی کو پسند کرتا ہے اس لئے ناپسندیدہ کو اندھیرا
 اور پسندیدہ کو روشنی کہنا مطابق مقتضائے عقل و فطرت ہے۔ اس لئے قرآن مجید
 میں کفر و گمراہی کو ظلمات (اندھیرا) اور ایمان و ہدایت کو نور و روشنی کہا گیا اور اسی وجہ
 سے قرآن مجید کو نورِ مبین، جگمگاتا ہوا نور اور روشنی کا لقب دیا گیا کہ وہ بین
 روشنی کے ہے جس میں انسان حرام و حلال سے، باطل کو حق سے، ایمان کو شرک
 سے، اسلام کو کفر سے، ثواب کو عذاب سے، اور برائی کو بھلائی سے تمیز کرتا ہے

صراطِ مستقیم
 سیدھی راہ

جیسا کہ سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
 وَأَنْ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ اور ہر اکینہ یہ (قرآن) اہی ہمارا سید ہارستہ
 فَاتَّبِعُوا ۝ تو اسی پر چلے چلو۔

دوسری آیت سورۃ المؤمنین میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
 وَإِلَّا تَذَكَّرُوا لِيُصْرَفْ عَنْكُمْ اَلِصْرَ اور تم دے پیغمبر! بیشک ان کو سیدھے
 مُسْتَقِيمٌ - یعنی قرآن کی طرف بلاتے ہو۔

ف

مستقیم کے معنی ہیں "سید ہامواری کے ساتھ" دیکھو خط مستقیم ایسے ہی خط کو کہتے ہیں
 جس میں یہ دونوں باتیں ہوں۔ مثلاً تلواری کی دہار ہے کہ اگرچہ وہ سیدھی ہے لیکن ناہمواری
 یعنی درمیانی انحناء کی وجہ سے اس کو مستقیم نہیں کہہ سکتے۔

سید ہامواری رستہ جلد دکھائی دیتا ہے اور بہت سہولت کے ساتھ جلد ہی منزل مقصود
 تک پہنچا دیتا ہے۔ پس یہی حال قرآن مجید کا ہے جو اپنے پروردگار کیساتھ منزل مقصود کیساتھ
 قرآن کا کوئی مسئلہ، کوئی تعلیم فطرت کے خلاف نہیں ہے۔ نہ پیچیدہ ہے نہ غلاف
 عقل نہ ایسا مشکل کہ اس پر عمل ہی نہ ہو سکے مثلاً عیسائیوں میں تثلیث کا مسئلہ ہے یہ
 ایک ذات اور دو صفت علم و حیات کے مانتے ہیں جن کو روح القدس اور یسوع
 کہتے ہیں۔ یہ مسئلہ ان لوگوں کے مسئلہ جیسا ہے جو صفات باری کو عین باری مانتے
 ہیں یعنی ایک ذات اور متعدد صفات۔ یہاں تک تو عیسائیوں پر کوئی سخت الزام عائد
 نہیں ہوتا تھا لیکن غضب یہ کیا کہ ان دونوں صفتوں کو مجسم مان لیا اور مستقل بذاتہ جس
 تین ذوات ہو گئے اور یہ باطل محض ہے۔

دونوں صفتوں کو صفت مان کر ان کا تعلق مجسم سے تسلیم کیا جاسکتا ہے لیکن علاوہ اس
 اشکال کے خود عیسائی اسکو نہیں مانتے اور اپنی ناانہمی کی وجہ سے ایک صریح ابطال

عقیدہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔

اس کے مقابلہ میں توحید کا مسئلہ اسلام میں ایسا صاف ہے کہ ایک فلسفی اور ایک اُمتی دونوں اس کے سمجھنے میں بلا کسی خلجان کے برابر ہیں۔

موسوی شریعت کے احکام عشرہ جس کے ، یہودی و نصرانی دونوں مستفقہ ہیں ان میں کا ایک حکم یہ ہے کہ کل کے لئے ذخیرہ نکر و حالانکہ یہ ناممکن التعمیل ہے۔ ۱۰۔ مقابلہ میں قرآن کا یہ حکم ہے کہ ، نہ تو ہاتھوں کو گلے کا ہار بناؤ اور نہ سب خرچ کر ڈالو کہ کل کے لئے کچھ باقی ہی نہ رہے ، یہ تعلیم بالکل حکیمانہ ہے۔

اسی طرح انجیل کی یہ تعلیم کہ ، اگر کوئی تمھارا ایک کلمے پر مارے تو تم دوسرا کلمہ ہی اس کے آگے کر دو ، بالکل ناممکن التعمیل ہے۔ اس کے مقابلہ میں قرآن کا یہ حکم کہ ، برائی کا بدلہ ہے بُرائی اور اگر معاف کر دو تو بہت بہتر ہے ، بالکل منصفانہ اور حکیمانہ تعلیم ہے۔

اسی طرح یہودیوں کے یہاں عورتوں کو معمولی ایام کے زمانہ میں گھر سے باہر کروایا جاتا ہے گویا وہ اس درجہ نجس ہیں کہ انکا گھر میں رہنا بھی موجب نجاست ہے اور قرینہ یہ ایسا ہی حکم براہمہ ہنود اور مجوسیوں کے مذہب میں بھی ہے۔

ان کے مقابلہ میں قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ عورتوں کی یہ خاص حالت ایک آزار ہے ، اس کے نزدیک نہ جاؤ ، اور اختلاط کو منع نہیں کیا۔

اصل یہ ہے کہ معمولی ایام میں قرآن لفظہ مکن نہیں ہے۔ اور تقرب کی صورت میں مردوں کے ہمارہو جانے کا اندیشہ ہے پس ان مصالح سے مقاربت کی ممانعت کر دی گئی اور ان کے سوا باقی امور جن میں کوئی قباحیت نہیں ہے وہ علیٰ حالہ مباح رہے اور ایسا حکم سرسردست و حکیمانہ ہے۔ توراۃ و انجیل میں ایسے بہت احکام ہیں جن کی تعمیل ناممکن ہے اور ان کے مقابلہ میں قرآن کے احکام حکمت پر مبنی ہیں۔ وہ نہ خلاف

عقل ہیں نہ باعث اذیت ہیں نہ ناممکن انعمیل ہیں یہ سب اس بحث کی تفصیل کیلئے مناسب نہیں ہے جس کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

لَعَلَّ اللّٰهُ يُخَيِّتُ بَعْدَ ذَٰلِكَ اٰمِرًا سَاطِعًا لِّمَنْ يَّصِفُ فِرَانَ سَاتِ مَقَامِ بَرِيَا

۶۱

نِعْمَتُ اللّٰهِ

جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
اور یاد کرو اللہ کی نعمت (قرآن) کو جو تم پر
راتاری گئی ہے،

دوسری آیت سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَفَلَنْ نَّعْمَةَ اللّٰهُ بِمُحَمَّدٍ
تو کیا یہ لوگ خدا کی نعمت (یعنی قرآن) کے
کلام الہی ہونے سے انکار کرتے ہیں۔

تیسری آیت بھی اسی سورہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا نِعْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
یہ لوگ خدا کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر جان جھک
اس کے کلام الہی ہونے سے انکار کرتے ہیں۔

ف

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ قرآن نہ صرف مسلمانوں کے حق میں بلکہ تمام عالم کے لئے رحمت اور نعمت الہی ہے۔ ہاں خصوصیت کے ساتھ اس لئے کہ ہم اس کے ماننے والے اور پیروی کرنے والے ہیں۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا، احسان ہے کہ ہمارا مذہب علمی اور عملی کل مشکلات سے آزاد ہے۔

نعمت اللہ یعنی قرآن چھ مقامات پر وارد ہوا ہے۔

(۶۲)

بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ

بشارت دینے والا اور ڈرانے والا

جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

فَمَنْ جَاءَكَ كُنْ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَقَدْ جَاءَكَ بِالنَّبِيِّينَ

دوسری آیت سورۃ حم السجده میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

كِتَابٌ مُبِينٌ ۚ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ

یہ قرآن کتاب ہے جسکی باتیں زبان عربی میں سمجھدار لوگوں کے لئے تفصیل کے ساتھ بیان

کر دی گئی ہیں اور وہ خوشخبری سننے والا

اور ڈرانے والا (ہے)

ف

بشیر کے معنی خوشخبری دینے والا اور نذیر کے معنی ڈرانے والا اور یہ دونوں

لقب ہیں قرآن کے اس لئے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو فلاح دارین اور نجات

کی خوشخبری دیتا ہے اور منکروں اور کافروں کو عذاب جہنم سے ڈراتا ہے

وہ لازم ال نعمتوں کی خوشخبری سنکر صدق دل سے خدا کی طرف متوجہ ہوں گے

توبہ کریں اور احکام الہی کو مضبوط پکڑیں۔ بشیر و نذیر قرآن میں ، دو جگہ ایک ساتھ

اور صرف نذیر دو مقامات پر آیا ہے۔

(۶۳)

وَسِيلَةٌ

جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
وَاتَّبِعُوا إِلَيْكَ الْوَسِيلَةَ

اسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس تک
رہو پونچنے کے ذریعہ کی خواہش کرتے رہو۔

ف

خدا تک پہنچنے کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن مجید ہے۔ ہاں آج سے تیرہ سو برس پہلے
ایک اور بھی وسیلہ تھا ناطق یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر آپ عالم اجسام
سے اٹھ گئے تو آپ کے اقوال و احادیث آپ کی قائم مقامی کرتے ہیں۔

(۶۴)

مُہْمِنِ
(محافظ)

جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ
بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ
الْكِتَابِ وَ
مُحْمِيًا عَلَيْكَ

اور اسے پیغمبر! ہم نے تمہاری طرف
کتاب برحق اُماری کہ جو کتابیں اُس کے
(اُنزلنے کے وقت پہلے سے موجود)
ہیں انکی تصدیق کرتی ہے اور انکی محافظ
(رکھی) ہے۔

ف

قرآن کو جو کتب سابقہ آسمانی کا محافظ فرمایا ہے تو اس کے یہی ہیں کہ اُن کتابوں
کی طرح کے رد و بدل کو جائز نہیں رکھتا اور اسی لئے قرآن میں اہل کتاب پر
تحریف کے بارہ میں بار بار سختی کے ساتھ الزام دیا گیا ہے۔
یہ فائدہ مولوی نذیر احمد مترجم دہلوی کا ہے مگر یہ کافی نہیں ہے اس لئے کہ جائز نہ رکھنے

سے محافظت پوری نہیں ہوتی۔ محافظت اسی وقت ہے جب اس میں تصرف نہ ہو اور جب اس میں تصرف ہوا یا تحریف ہوئی تو محافظت باطل ہوگئی۔

پس واضح ہو کہ لغت میں مؤلفین کے پانچ معنی ہیں۔

۱، گواہ۔ (۲) نگاہبان (۳) آئندہ امین کندہ گیرے را از ترس و بیم دہم کہ حق کے راضی نہ کند (۵) موتی کہ ہم برادفع کند رفتی اللارب القرآن ان تمام صفات کے اعتبار سے ہمیں کے لقب کا مستحق ہے لیکن اس مقام پر صرف معنی اول و دوم لئے جاسکتے ہیں۔

اول گواہ۔ قرآن اس امر کی گواہی دیتا ہے کہ زبور اور توریت اور انجیل نازل منہ اللہ اور آسمانی کتابیں ہیں جو حضرت داؤد، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام پر نازل ہوئی تھیں۔

دوسرے۔ نگہبان یا محافظ۔ قرآن اس امر کا محافظ ہے کہ موجودہ کتب آسمانی کتب آسمانی ہیں اور جب تک قرآن باقی ہے (قیامت تک) تصدیق کے ساتھ اسی طرح محافظت کرتا رہے گا۔ اندرونی تبدیلیاں اگر کچھ ہوں بھی تو وہ مانع تصدیق و محافظت نہیں ہیں۔ پھر اس کے علاوہ قرآن مجید نے، کتب سابقہ کے جن احکام کو لے لیا ہے ان کا وہ محافظ ہے منسوخ مسائل تو بہت قلیل ہیں و لاکثر حکم الکل۔

تیسرے، ترس و بیم سے امن میں۔ کہنے والا، تو ظاہر ہے کہ قرآن مجید اپنے پیروی کرنے والوں کو عذاب اور ترس و بیم قیامت سے امین رکھتا ہے اور نہایت بلند آواز سے منادی کر رہا ہے کہ جو میرے دامن تلے آئیگا وہ بیم قیامت اور عذاب ووزخ سے مامون رہے گا۔

چوتھے امین۔ اور قرآن مجید کے امین ہونے میں کیا کلام ہے کہ وہ اپنی حسن

تعلیم سے دنیا بھر کے حقوق کو ضائع اور تلف ہونے سے بچانا چاہتا ہے یہاں تک کہ باطل معبودوں کو بڑا کہنے سے بھی اپنے پیروں کو منع کرتا ہے۔

پانچویں، مومن جو ذکر و رفع کرے اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا حُزْنٌ لِّہُمْ یعنی بیشک اللہ ولے لوگوں کو کسی قسم کا خوف ہے نہ وہ کبھی آزر و دہ خاطر ہوں گے۔ مطلب یہ کہ پیرانِ قرآن کو عقبن میں نہ کوئی ڈر ہو گا نہ کوئی غم ہو گا۔

یہ تین آخر الذکر معنی اس مقام پر آیت زیر بحث سے متعلق نہیں ہیں مگر صفت قرآن ہو سکتے ہیں۔ ہمیں کا لفظ قرآن کے معنی میں ایک ہی جگہ آیا ہے۔

(۶۵)

رِسَالَتٌ

حدیث سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

یَا اَیُّهَا الرُّسُلُ بَلِّغْ مَا	اے پیغمبر! جو تم پر تمنا ہے پروردگار کی طرف سے
اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَبِّكَ وَرَانَ	نازل ہوا ہے (ہلاکم و کاست) لوگوں کو پہنچاؤ
لَكُمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ	اور اگر تم نے (ایسا) نہیں کیا تو سمجھا جائیگا
رِسَالَتِکَ	کہ تم نے خدا کا پیغام نہیں پہنچایا۔

ف

قرآن سرنامہ خدا کا پیغام ہے جو اس کے بندوں تک محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعے پہنچایا ہے۔ یہ لفظ بمعنی قرآن ایک ہی جگہ وارد ہوا ہے

بَصَّارَةٌ
دل کی بینائی

جیسا کہ سورۃ الاعراف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

هٰذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهَذِهِ
وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ

لوگو! یہ قرآن نشانیاں (بینائی دل) ہیں جو
تمہارے پروردگار کی طرف سے اتنی ہیں
اور ایمان دار لوگوں کیلئے ہدایت و رحمت

دوسری آیت سورۃ الباقیہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهَدًى
لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ

یہ (قرآن) لوگوں کیلئے سببِ بوجہ کی
باتوں کا مجموعہ ہے اور جو لوگ یقین رکھتے
ہیں اُن کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔

تیسری آیت سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ

تمہاری پروردگار کی طرف سے نشانیاں
تو تمہارے پاس آ ہی چکیں۔

ف

آنکھ کا نور، اوراقِ مریات کا ذریعہ اور دل کا نور اور اس معقولات کا ذریعہ ہے۔ نور چشم کو
بصارت اور نور دل کو بصیرت کہتے ہیں اور کبھی بصیرت، بصارت کے معنی میں بھی آتی ہے
آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی صاحبِ بصیرت قرآن میں تامل کرے تو حقیقت وہی نور
ہو جس سے معقولات اور دقائق منکشف ہو جاتے ہیں۔ یہ عام لوگوں کیلئے ہے مومنین اور
مومنین کے لئے تو قرآن ہدایت و رحمت ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ بمعنی قرآن تین مقامات پر وارد ہوا ہے۔

(۶۷)
صِدْقٌ
سچائی

جیسا کہ سورۃ الزمر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ
عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالْحَقِّ
إِذْ جَاءَهُ

تو اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہے
جس نے خدا پر جھوٹ بانڈھا اور
سچی بات (یعنی قرآن) جب
اُس کے پاس آیا تو اُس کو
جھٹلایا۔

ف

چونکہ قرآن مجید سچی باتوں کا مجموعہ ہے اور سچائی اختیار کرنے کے لئے
اُس میں سخت احکام ہیں اس لئے اس کا لقب صدق ہو گیا۔
قرآن میں یہ لفظ دو ہی جگہ آیا ہے ایک وہ جو ابھی گزر چکا۔ دوسرے
سورۃ الانعام میں

(۶۸)
عَدْلٌ

جیسا کہ سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمِمَّا كَلِمَاتُ رَبِّكَ
صِدْقًا وَعَدْلًا

اور تمہارے پروردگار کا ارشاد
سچائی اور انصاف کے ساتھ
پورا ہوا۔

ف

قرآن مجید میں سیاست من کا مکمل اصول بتایا گیا ہے اور اس میں
عدل و انصاف کے نہایت سخت احکام ہیں اس لئے عدل اس کا لقب قرار

پا گیا۔ یہ لفظ بمعنی قرآن ایک ہی جگہ آیا ہے۔

(۶۹)

حَجَّتُ بِالْغَيْثِ

جیسا کہ سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ | اے پیغمبران سے کہو کہ تم ہمارے اور
اللہ کی حجت غالب ہے۔

ف

بالغہ کے معنی ہیں، انتہا کو پہنچنے والی اور حجت انتہا کو پہنچانے کی تو کامل ہوگی
اور بعد تکمیل حجت غلبہ مسلم ہے۔ یہ لفظ قرآن میں بصفت قرآن اسی ایک
جگہ آیا ہے۔

بَشِيرٌ نَّبِئُهُ

نبوت یا شاہد

جیسا کہ سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ مِّنْ نَّوَابِئِكُمْ | نواب تمہارے پروردگار کی طرف
سے تمہارے پاس دلیل آچکی۔

ف

لاسنہ قرآن مجید، ہذا وند حمید کے وجود اور اسکی توحید مطلق کا بدیہی
ثبوت، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر برہان قاطع اور خود

اپنے منزل من اللہ ہونے کا واضح ثبوت اور تین دلیل ہے اور ایسی تین دلیل
ہے کہ تیرہ سو برس سے آج تک اُس کا ایک شوشہ ایک حرف نہ بدل سکا نہ کبھی سے
جواب بن آیا اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ایسا ہی رہے گا۔
یہ لفظ قرآن مجید میں دو جگہ آیا ہے۔ ایک یہاں ، دوسرے سورہ ہود میں ۔

(۱۷) کَلَامُ اللّٰهِ

جیسا کہ سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ
اشْتَجَارَكَ فَاجْزِهِ ۖ
حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْ
اور دوسرے پیغمبر! مشرکین میں سے اگر کوئی
شخص تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اس کا
پناہ دو یہاں تک کہ وہ (اطمینان) کلام الہی
کو سنے پھر اس کو اُس کے اسن کی جگہ واپس
پہنچا دو۔

ف

مشہور و متفق علیہ تو یہی ہے کہ قرآن مجید اس وجہ سے کہ وہ خدا کا کلام ہے،
کلام اللہ کے محترم لقب سے ممتاز ہوا اگر امام جلال الدین سیوطی رح نے اس کے
علاوہ ایک اور دلچسپ وجہ یہ لکھی ہے کہ ”کلام مشتق ہے کلم سے ،
کلم کے معنی ہیں تاثیر کے اور چونکہ قرآن دلوں میں تاثیر اور کانوں میں نفوذ
کرتا ہے اس لئے کلام اللہ کے لقب سے ملقب ہوا ، اب ہم ایک اس سے
عمدہ وجہ یہ سننا دیکھتے ہیں کہ لغت میں کلام کے معنی ہیں ”و مفید بات“
چونکہ قرآن الہامی بات اور حن دانس کے لئے مفید ہے اس لئے کلام اللہ سے

ملقب ہوا۔ اگرچہ ہر کلام مفید ہی ہوتا ہے مگر یہاں مفید سے فرو کا مل کجا اللفظ
مراد ہے۔

(۷۲) کَلِمَةُ اللَّهِ

جیسا کہ سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ- اِنْعَالِيَا اور زبدا اللہ ہی کا بول بالا ہے۔

ف

اس کی وجہ تسمیہ ظاہر ہے کہ قرآن اللہ کا بول یعنی فرمودہ ہے اور اس کا بالا ہونا
مشاہد ہے یہ لفظ بمعنی قرآن ایک ہی جگہ آیا ہے۔

(۷۳) حُكْمُ عَرَبِيٍّ

عربی نثران

جیسا کہ سورۃ الرعد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
كَذَٰلِكَ اَنزَلْنَا اَحْکَمَ عَرَبِيًّا ایسا ہی ہم نے اس کو فرمان عربی اتارا ہے۔

(۷۴) الْقَوْلُ

ارشاد

جیسا کہ سورۃ المؤمنون میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

کیا ان لوگوں نے داس، ارشاد ربی قرآن
میں غور ہی نہیں کیا یا ان کے پاس وہ بات
آگئی جو ان کے اگلے باپ وادوں کے
پاس نہیں آئی تھی۔

أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ
أَمْ جَاءَهُمْ مَا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمْ
الْأَوَّلِينَ۔

دوسری آیت سورۃ الزمر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

جو (ہمارے) ارشاد کو کان لگا کر سنتے رہا
اور اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں
وہ ہی لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی ہے

الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ لِيَكُونَ
فِيَّ تَعْمَلُونَ أَحْسَنَهُ أُولَئِكَ
هَدَاهُمُ اللَّهُ۔

القول بمعنی متران پانچ مقامات پر آیا ہے:-

(۷۵)

الْقَوْلُ الثَّابِتُ

پکی بات

جیسا کہ سورۃ ابراہیم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کو پکی بات
یعنی قرآن، کی برکت سے اللہ دنیا اور
آخرت میں بھی (ایمان پر) ثابت قدم رکھتا

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا
بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا

ف

قرآن پکی بات ہے یعنی اُس میں کہیں کسی قسم کی خامی نہیں ہے اور اُس نے
جیسا اور جو کچھ فرمادیا ہے وہی حقیقت ہے اور ہو کر رہے گا۔

بعض علمائے قول ثابت سے ایمان مراد لیا ہے اسوجہ سے کہ وہ دنیا و آخرت

میں الفع ہے اور اُسی پر قائم رہنا ضروری ہے۔

(۷۶) بَلَاغٌ

(اطلاع نامہ یا پیام)

جیسا کہ سورہ ابراہیم کے آخر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

هٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ | یہ قرآن لوگوں کے لئے ایک پیام ہے۔

(۷۷) مَشَانِي

جو بار بار دہرائی جائے

جیسا کہ سورہ الزمر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَللّٰهُمَّ سَرِّ لِّ اَحْسَنَ الْحَدِيثِ | اللہ نے بہت ہی اچھا کلام (یعنی یہ کتاب)

اُتاری جسکی باتیں ایک دوسرے سے ملتی

جلتی ہیں اور ایک ہی بات سمجھانے کیلئے

بار بار دہرائی گئی ہے۔

كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَارِي

دوسری آیت سورہ المجہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا | اور (سے پیغمبر!) ہم نے تلوکھات آیتیں

عطا فرمائیں جو مکرر پڑھی جاتی ہیں۔

مِنَ الْمَثَارِي

ف

بہلی آیت میں قرآن کو بار بار دہرایا جانا، یا تو اس واسطے کہا کہ وہ ہمیشہ بار بار پڑھایا جائے

یا اس لئے فرمایا کہ ہر رمضان المبارک میں حافظ قرآن ، دہراتا ہے یا اس لئے
کہا کہ ایک ہی بات قرآن مجید میں بہا و مناع مختلف مکرر سے کر رکھی گئی ہے ۔
دوسری آیت میں سات آیتوں سے مابعد سورۃ الفاتحہ ہے جو بیخوفتہ نماز کی ہر رت
میں دہرائی جاتی ہے ۔

(۷۸)

اٰھِ اِلٰہِ

فرمان الہی

جیسا کہ سورۃ الطلاق میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

ذَٰلِكَ اٰھِ اِلٰہِ اَنْزَلَهُ اِلَیْکُمْ
(مسلمانوں ! یہ فرمان الہی ہے جو اس نے
تجاری طرف بھیجا ہے ۔

یہ لفظ قرآن میں بسنی قرآن دو جگہ آیا ہے ایک یہاں دوسرے ابتدائی
سورۃ النمل میں ۔

تَبٰیٰن

تمام صداقتوں کا بیان کر نیوالا

جیسا کہ سورۃ النمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتَابَ
تَبٰیٰنًا لِّکُلِّ شَیْءٍ
(اور اے پیغمبر ! ہم نے تم پر (یہ)
کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کا بیان
کرنے والی ہے ۔

یہ لفظ قرآن میں اسی ایک مقام پر آیا ہے۔

(۸۰)

لسانِ عربی مُبِیْن

خالص عربی زبان

جیسا کہ سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ اور یہ (قرآن) صاف عربی زبان ہے۔

ف

اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ قرآن شریف کی زبان، خالص عربی زبان ہے اس میں کسی دوسری زبان کا خلط نہیں ہے اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے کیونکہ تمام قبائل عرب میں قبیلۂ قریش ہی کی زبان معتمد علیہ اور خالص عربی تھی۔

قرآن مجید میں معدودے چند الفاظ جو غیر عربی خیال کئے جاتے ہیں ہم ان سب کو یہاں ایک جدول میں دکھاتے ہیں، مگر بعد انکی تشریح کریں گے۔

آدم (۱)	ابراہیم (۲)	اسحاق (۳)	اسحاق (۴)	اسرائیل (۵)	یعقوب (۶)
یوسف (۷)	داؤد (۸)	سلیمان (۹)	اوریں (۱۰)	الیاس (۱۱)	موسیٰ (۱۲)
ہارون (۱۳)	ذکریا (۱۴)	عیسیٰ (۱۵)	ایوب (۱۶)	یونس (۱۷)	الیسع (۱۸)
لقمان (۱۹)	مریم (۲۰)	جبریل (۲۱)	میکال (۲۲)	ہاروت (۲۳)	ہاروت (۲۴)

طالوت (۲۵)	حابلوت (۲۶)	عمران (۲۷)	ابلیس (۲۸)	فرعون (۲۹)	آزر (۳۰)
شود (۳۱)	یا جوج (۳۲)	ما جوج (۳۳)	ہامان (۳۴)	قارون (۳۵)	ارم (۳۶)
منات (۳۷)	یغوث (۳۸)	یعوق (۳۹)	بابل (۴۰)	مکتہ یا بلہ (۴۱)	مدین (۴۲)
مصر (۴۳)	جہنم (۴۴)	سندس (۴۵)	استبرق (۴۶)	یا قوت (۴۷)	مرجان (۴۸)
فردوس (۴۹)	سجیل (۵۰)	جزئیہ (۵۱)			

قرآن بہر میں یہی کل (۵۱) الفاظ ہیں جن کو عجی یا غیر عربی کہا جاسکتا ہے۔
 لیکن حقیقت ان کی یہ ہے کہ ان اکا و ن میں سے شروع کے (۱۸) الفاظ
 تو انبیاء علیہم السلام کے اسماء گرامی ہیں۔ جبریل و میکال ، دو فرشتوں
 کے دو علم ہیں۔ لقمان ایک مشہور حکیم کا نام ہے۔ مریم حضرت عیسیٰ کی ماں
 کا نام ہے۔ تیئیس سے پینتیس تک تیرہ الفاظ مختلف لوگوں کے نام ہیں
 (۳۷) سے (۳۹) تک تین ، خاص بتوں کے علم ہیں۔ چھتیسواں لفظ ابر
 (۴۰) سے (۴۳) تک (بابل مکہ۔ مدین۔ مصر) پانچ شہروں کے پانچ
 نام ہیں۔

جسٹم خالص عربی ہے جیسا کہ جہود محققین کی رائے ہے اور اگر عجی لفظ تسلیم
 بھی کر لیا جائے تو یہ بتانا چاہیے کہ کس زبان کا لفظ ہے اور اسکی کافی سند پیش
 ہونی چاہیے۔

اسماء و اعلام کا ایراد مجتہ ضرور ہے اور اسکے اختلاط سے زبان پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ وہ مخل فصاحت ہے لہذا یہ (۴۴)، الفاظ جو اسماء و اعلام ہیں اس بحث سے مطلقاً خارج ہو گئے۔
اب رہے سات کلمے۔

فردوس عربی لفظ ہے جس کے معنی میں باغ اور جنت الفردوس ایک خاص بہشت کا نام ہے جو صرف انبیاء علیہم السلام اور صدیقین و شہداء کا مقام ہو گا بعض لوگوں کا اس کو رومی یا ایرانی لفظ خیال کرنا غلط اور محض بے سند ہے۔

سجیل کو سنگ گل کا معرب کہا جاتا ہے جیسا کہ مولوی نذیر احمد دہلوی نے اپنے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر لکھا ہے اور ایسا ہی بعض اور لوگوں نے بھی خیال کیا ہے سجیل اور سنگ گل، وضع لفظی میں مشابہہ اور قریب المعنی ہیں۔ اسی وجہ سے ایک گروہ کو سنگ گل کے معرب ہونے کا دھوکہ ہوا حالانکہ دراصل ایسا نہیں ہے۔ سجیل خود عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں۔ کنگریلے کے اور بعض اہل تفسیر و لغت نے سجیل کو معنی سبیل لکھا ہے۔

البتہ ایک اثر میں حضرت ابن عباس علیہ السلام کا قول نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہو سنگ گل۔ اولاً تو یہ اثر روایت صحیح ثابِت نہیں۔ دوسرے عقلاً قابلِ اعتماد نہیں کیونکہ حضرت ابن عباس زبان فارسی نہیں جانتے تھے تیسرے اگر یہ روایت صحیح مان بھی لی جائے تو اسکے دونوں پہلو ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ سجیل کو سنگ گل کا معرب قرار دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ سجیل کا معنی سنگ گل ہے غرض اس سے کوئی تعین نہیں ہو سکتی۔

جزیہ خالص عربی لفظ ہے۔ یہ نکلنا ہے جزا سے جس کے معنی ہیں بدلہ اور عوض جزئیہ اسلام میں وہ محصول یا ٹیکس ہے جو مٹی یعنی غنیہ مسلمان رعایا سے لیا جاتا ہے تا ان کے جان و مال کی حفاظت کی جائے اور چونکہ ٹیکس حفاظت جان و مال کا بدلہ ہے اس لئے جزئیہ کے نام سے موسوم ہوا۔ کافہ اہل اسلام، جمہور اہل لغت

اور علمائے تحقیق کا اسی پر اتفاق ہے۔

اس زمانہ میں مولوی شبلی نعمانی نے اچھا کیا ایک رسالہ لکھا ہے جس میں صاحب برمان قاطع کی تقلید میں جزیئہ کو گزیت فارسی لفظ کا معرب بتایا ہے۔ اس دعوے پر چند کمزور دلیلیں بھی قائم کی ہیں جس سے دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔

غالباً اس احداث سے مقصود یہ ہوگا کہ جزیئہ قدیم زمانہ کا ٹیکس ہے نہ ایجاد کردہ اسلام لیکن جب عربی میں جزیئہ کا ما بہ الاشتقاق اور اسکی کافی وجہ تسمیہ موجود ہے تو ہمسکو خواہ مخواہ اس کے معرب بتانے کی کیا ضرورت ہے درحالیکہ اس پر کوئی بیہ بھی موجود نہیں ہے چونکہ اس بحث پر برادر محترم احمد عظیم الدنظلہ کا ایک مستقل رسالہ ہے اسلئے زیادہ کہنا ہم مقصداً محل کر غلاً سمجھتے ہیں۔

س۔ دوسرا استباق۔

ان دونوں نقطوں کے غیر عربی ہونے پر امام سیوطی نے بہت عمدہ بحث کی ہے ہم اس موقع پر صرف اس کا ترجمہ کر دینا، کافی سمجھتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ استباق لفظ عربی نہیں ہے اور کلام عرب میں غیر عربی لفظ کا آنا بلاغت کے درجہ کو گھٹا دیتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر دنیا بھر کے فصحاء و جمع ہو کر متفقہ کوشش کریں کہ اس لفظ کو جدا کر کے بجائے اس کے دوسرے لفظ لاجائیں تو ممکن نہیں ہے اور اگر ایسا کر بھی گزریں تو وہی ہوگا کہ زربفت میں ٹاٹ کا پیوند۔

اب کچھ کہنا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی اطاعت پر براہِ گنجہ کیا تو باعتبار فصاحت و بلاغت کے ضروری ہو گیا کہ براہِ گنجہ کے بعد عمدہ عمدہ انعامات کا وعدہ کرے اور سخت سخت عذابوں سے خوف لہا پھر یہ اچھے وعدے و وعیدیں میں ہونے ضرور ہیں جو عقلاء کے نزدیک مرغوب ہیں اور وہ منحصر ہیں پانچ چیزوں میں اول آراستہ اور پاکیزہ مکان۔ دوسرے مزیدار کھانے تیسرے خوش گوار شراب چوتھے بھر پور کپڑے۔ پانچویں شہوانی لذتیں۔

عمدہ سے عمدہ اور مزیدار سے مزیدار کھانے پینے کی چیز گندی جگہ بیٹھ کر کھائی جائے تو

کچھ لطف نہ آئیگا اس لئے اللہ تعالیٰ نے مزید رکھانے پینے کے وعدوں کے ساتھ پاکیزہ جنات کا وعدہ بھی فرمایا۔ مکان کے بعد کپڑوں کا ہونا لازم ہے۔ دنیا میں ریشمی کپڑے سے عمدہ کوئی کپڑا نہیں ہے۔ سونا ضرور اس سے بہتر و گرانا یہ چیز ہے مگر وہ ایسی شے نہیں ہے جس سے کپڑا بنا جاسکے بلکہ سونے کے استعمال کی دوسری صورتیں ہیں غیر ریشمی کپڑوں میں وزن کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا۔ بہت سے ہلکے کپڑے بھاری کپڑوں سے عمدہ اور گراں بہا ہوتے ہیں۔ ریشم میں یہ بات کہاں؛ ریشمی لباس عینا بھاری ہوگا۔ اتنا ہی گراں بہا، اور بیش قیمت ہوگا۔

لہذا، مزید اکل و شرب کے بعد ایسے ہی عمدہ کپڑوں کا وعدہ نمایان فصاحت تھا جو بھاری اور بیش قیمت ہو۔

اب دوسری صورتیں ہیں۔ یا تو اس بیش قیمت چیز کا اظہار و وعدہ ایک لفظ میں کیا جائے جو اُسی چیز کے لئے موضوع ہو، یا متعدد لفظوں میں بیان کیا جائے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کسی چیز کو ایک ہی لفظ میں بیان کرنا بہت بڑی بلاغت اور قادر الکلامی ہے بہ نسبت اس کے کہ متعدد الفاظ میں صراحت کی جائے۔

تو اس بیان کے لئے استتبرق کے سوا، دوسرا کوئی لفظ نہیں ہے سہا لئے ہمارا دھڑلے ہے کہ کوئی مبلغ اور قادر الکلام اس لفظ کو چھوڑ کر دوسرا لفظ کا قائم مقام نہیں لاسکتا پر نہیں لاسکتا۔

عرب میں نہ تو کوئی ریشمی کپڑا ہے نہ اس کے لئے عربی زبان میں کوئی لفظ موضوع ہے۔ استتبرق سے اہل عرب واقف تھے۔ اس کا استعمال جانتے تھے۔ اپنے کلام میں اسکو بہت تہمت تھے تو اگر ایسے لفظ کو جس سے اہل عرب اور عرب عبارتاً و تفسیراً اپنے اشعار و کلام میں بلا تکلف استعمال کرتے تھے، جس کا نعم البدل

خود ان کے اظہار میں موجود نہ تھا اور وہ لفظ بھی عربی سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ اپنے موقع اور بہترین پنج پر مطابق بلاغت استعمال کیا گیا تو یہ فصاحت کے خلاف ہوا، یا عین بلاغت۔ جو مضمون سطر کی سطر میں ادا ہوتا، اگر وہ ایک ہی لفظ میں ادا کر دیا گیا تو یہ قادر الکلامی کا ثبوت اور بلاغت کی دلیل ہے یا محض

اعتراض ہے؟

حاصل یہ ہے کہ یہ لفظ زمانہ نامحدود سے عرب میں مستعمل ہو کر جزو زبان ہو چکا ہے یا قوت اکثر لوگ اس کے عرب ہونے کے قائل ہیں لیکن عرب میں اس میں مستعمل تھا کہ اجنبیت باقی نہ رہی۔ تاہم قوت کی عجیب مشتبہ ہے اور عنقریب ہم اس پر شیخ بحث کریں گے۔

مرجان ائمہ لغت کا ایک گروہ اسکو عربی بتاتا ہے۔

بات یہ ہے کہ ملک عرب میں کسی قسم کے پتھروں کی کان نہیں پائی جاتی اس لئے جتنے جواہرات پتھر کے قسم سے ہیں ان کے لئے عربی میں کثر الفاظ پائے جاتے ہیں لیکن مرجان و موتی دریا میں پیدا ہوتے ہیں چنانچہ علاوہ دوسرے دریاؤں بحر عمان سے موتی اور بحر احمر سے مرجان نکالتے ہیں۔

ایک دلچسپ بحث

قرآن مجید کی سورۃ الرحمن میں ارشاد ہوا ہے:-

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ لَمْ يَكُنِ الْبَحْرَانِ يَلْتَقِيَانِ
بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ
اِیسی د اللہ نے دو سمندر بنا رکھے کہ تم
ملنے میں دھیر بھی، دونوں کی پہچان ایک
پر دہر رہتا ہے کہ اس سے ایک دوسرے
کی طرف بڑھ نہیں سکتے دونوں ہیں سے

وَالْمُحَايَاتُ۔

موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔

دوسمندیوں سے کوئی دوسمندی میں مراد ہیں؟ اس بارہ میں مختلف اقوال ہیں۔ پہلا قول :- بعض صوفیہ کا یہ ہے کہ دوسمندیوں سے مراد ، انسان کی روح اور نفس ہے کہ روح اخلاق حمیدہ کو چاہتی ہے اور نفس صفات ذمہ کی طرف مائل ہوتا ہے اور ان دونوں کے بیچ میں قلب ، برزخ (پردہ) ہے جو ایک کو دوسرے کی طرف بڑھنے نہیں دیتا اور موتی مونگے سے یہ مراد ہے کہ ان روح و نفس سے دو قسم کی چیز ، نیکی و برائی صادر ہوتی ہے۔

یہ توجیہ نہ صرف غیر صحیح بلکہ تفسیر القول بالا لایرضی بہ قائلہ کی مصداق ہے۔
اَوَّلًا :- تو دوسمندیوں سے روح و نفس مراد ہونے کے لئے کوئی قرینہ چاہیے جو اس مقام پر موجود نہیں اور جب تک کوئی پسندیدہ قرینہ نہ ہو لفظ کا اطلاق اپنے حقیقی معنی پر ہوتا ہے اور ایسی صورت میں تاویل نا درست ہے۔

دوسرے کا سوچہ ہے کہ اگر دوسمندیوں سے روح و نفس اور برزخ سے قلب مراد لیا جائے تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ برزخ قلب ، ان دونوں (روح و نفس) میں سے کسی ایک کو دوسرے پر بڑھنے نہیں دیتا حالانکہ یہ بدیہی البطلاں ہے کیونکہ روح کبھی شہوانی و نفسانی خواہشوں سے مغلوب ہو جاتی ہے اور کبھی نفس کو اپنے تلب بنالیتی ہے۔

تیسرے کا اس وجہ سے کہ موتی اور مونگے سے نیکی و بدی کا مراد لینا عقلاً و نقلاً کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ نیکی و بدی میں سے نیکی مدوح اور بدی مذموم ہے حالانکہ موتی و مونگا دونوں مدوح چیزیں ہیں۔

دوسرا قول :- بعض ظرافت پسند شیعہ کا یہ ہے کہ دوسمندیوں سے مراد جناب علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما ہیں۔ ان دونوں کے بیچ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم برزخ میں جو ایک کو دوسرے پر زیادتی نہیں کرنے دیتے اور امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما موتی و موتی گئے ہیں فقط یہ قول صرف ایک ظرافت کی شان رکھتا ہے۔

تیسرا قول: یہ ہے کہ بحرین سے مراد بحر شور اور بحر شیرین ہے اور قدرت الہی ان دونوں کے درمیان میں برزخ ہے جو ایک کو دوسرے پر بڑھنے نہیں دیتی کہ شیریں پانی بحر شور میں ٹکرا اس کو میٹھا کر دے یا کھار ابا پانی مایٹھی پانی سے ٹکرا اسکو کھار ابا نہ دے حالانکہ اختلاط مائین اسی کو چاہتا ہے۔

اس قول پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آیت میں بحرین کا لفظ ہے۔ بحرین کے معنی ہیں دو سمندر اور سمندر کا پانی کھار ابا تو اسے نہ میٹھا اور اگر بحرین سے دو دریا مراد لیں تو دریاؤں کا پانی میٹھا ہوتا ہے کھار انہیں ہوتا مگر اس اعتراض کا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ بحرین سے نہ دو سمندر مراد ہیں نہ دو دریا بلکہ کھارے اور میٹھے دو قسم کے پانی اور اس صورت میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

چوتھا قول: یہ ہے کہ بحرین سے آسمان کا سمندر اور زمین کا سمندر مراد ہے کہ یہ دونوں سال میں ایک دفعہ مل جاتے ہیں مگر اس صورت میں،، برزخ لایبغیان کا کوئی مفاد نہیں ہوگا بلکہ اس کی مخالفت ہوگی کیونکہ ہر ایک دوسرے پر بڑھتا ہے پھر اس کے علاوہ آسمان کے پانی یا ابر وغیرہ پر سمندر کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

پانچواں قول: یہ ہے کہ بحرین سے مراد بحر روم اور بحر فارس بحر ہند ہے اور ملک عرب برزخ ہے جو ان دونوں کے بیچ میں حائل ہے۔

چھٹواں قول: یہ ہے کہ بحر روم اور بحر فارس بحرین دو سمندر ہیں اور ان کے درمیان میں خوشکی یا جزائر ہیں وہ برزخ ہے جو ایک کو دوسرے پر بڑھنے نہیں دیتا۔

ساتھ اس قول :- ان چھ مذکورہ اقوال کے علاوہ ہم ایک لگتی ہوئی صفت
 و صریح بات عرض کوٹتے ہیں کہ :-

جزیرہ نمکے بین کی ایک جانب بحر قلزم یعنی بحر احمر ہے اور اس کے مقابل دوسری
 جانب بحر عمان ہے۔ یہ دونوں دریا، جزیرہ نمکے سے خارج ہو کر بحر ہند میں مل جاتے
 ہیں اور ان دونوں کے بیچ میں وہی جزیرہ نمائشکی بین برزخ ہے جس سے یہ
 دونوں دریا جدا ویز نہیں کر لے پھر بحر احمر سے مرجان اور بحر عمان سے موتی
 نکلتا ہے پس اب کوئی شک نہیں رہا کہ مرجان کا لفظ عربی ہے۔ تمام ممالک سے
 زیادہ عرب میں مرجان مستعمل ہے اور اکثر زینت کے کاموں اور زیورات میں کام
 آتا ہے۔

سندس۔ یا استبرق یا جو الفاظ کہ قرآن مجید میں غیر عربی کہے جاتے ہیں، اگر وہ
 غریب یا خلاف محاورہ ہوتے تو کفار عرب کب خاموش بیٹھتے؟ حالانکہ ایسا نہیں ہوا
 بلکہ انھوں نے کلام اللہ کو اعلیٰ درجہ کا فصیح و بلیغ مانا اور ایسے اعلیٰ درجہ کا بلیغ مانا کہ
 سحر سے تعبیر کرنے لگے اور اس کے مثل لانے سے عجز کا اعتراف کیا۔

بات یہ ہے کہ ہر زبان میں جب ایسے اجنبی الفاظ مستعمل ہوں جن کو اس زبان
 ولسے عام طور پر نہ جانتے ہوں تو وہ ضرور عیب اور خلاف فصاحت ہے
 لیکن جب ایسے الفاظ مستعمل ہوں جو کسی زمانہ میں غیر زبان کے رہے ہوں مگر
 اس زبان میں منقول ہو کر جزو زبان ہو چکے ہوں تو وہ کچھ مختل فصاحت
 نہیں ہے اور اس کے خلاف قرآن کا دعویٰ ہی نہیں ہے۔ پس اگر
 دو چار الفاظ غیر زبان عرب کے جو منقول ہو کر جزو زبان ہو چکے
 ہیں غیر زبان کے ہوں بھی تو وہ قرآن کے قاصر بلاغت نہیں ہیں نہ کسی
 دعوے کے منافی۔

قَوْلُ ثَقِيلٍ (۸۱)

بجاری حکم یا قول

جیسا کہ سورۃ المزمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
 اِنَّا سَنُلْقِيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا | ہم تجھے غریب ایک بے بجاری حکم کا بوجھ ڈالنے

ف

قَوْلًا ثَقِيْلًا سے کیا مراد ہے؟ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ثقیل کے معنی ہیں، عظمیت و جلالت میں بڑا اور نفع و نواب میں بجاری ہے، "قَوْلُ ثَقِيْلٍ" سے مراد ہے رات کی نماز اور کچھ شبہ نہیں کہ رات کی نماز و عبادت انسان کے لئے بڑی مشقت اور بھی مشقت کثرت ثواب کی باعث ہے۔ امام رازی کا مختار مذہب یہی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قول ثقیل سے خود قرآن مجید مراد ہے اور ثقیل اس لحاظ سے فرمایا کہ اس میں ادا و نواہی ہیں جن کا بجالانا امت محمدیہ پر عموماً اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصاً تکلیف اور محنت شاقہ ہے یا اس لئے کہ نزول وحی کا وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت ثقیل ہوتا تھا حتیٰ کہ سخت جاڑا ہوتا بھی تو نزول وحی کے وقت آپ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے۔

قَوْلُ سَيِّئٍ (۸۲)

سیدھی بات

جیسا کہ سورۃ الکہف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ہر طرح کی تعریف خدا ہی کے لئے ہے
جسے اپنے بندے محمدؐ پر قرآن کو اتارا اور
اس میں رکسیرج کی (کجی رکورسیر) نہ لگی رکھی
بلکہ وہ سید ہی بات ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ
عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ
لَهُ عِوَجًا قِيمًا۔

(۸۳)

تذکرہ

جیسا کہ سورۃ الذہر میں ہے اور سورۃ المزمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
إِنَّ هَذِهِ تَذَكُّرٌ - بلا شک یہ (قرآن) سبزی نصیحت ہے۔
تذکرہ بمعنی قرآن چھ مقامات پر وارد ہوا ہے۔

(۸۴) تنزیل

جیسا کہ سورۃ الشعراء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
وَأَنَّهُ لَنَتَنَزِّلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ اور کہہ شک نہیں کہ یہ (قرآن) پروردگار عالم
اتارا ہوا ہے۔
یہ لفظ قرآن مجید میں تیرہ مقامات پر وارد ہوا ہے۔

(۸۵)

وخی

جیسا کہ سورۃ الانبیاء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ اِسْمَا اُنْذِرْ رُكْحَمَہ
بِالْوَحْیِ
دا سے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو کہ
میں تو بس وحی یعنی قرآن کے بموجب تمکو
ڈراتا ہوں۔

حَسَن تَفْسِیْر (۸۶)

عمرہ توجیہ

جیسا کہ سورۃ الفرقان میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
وَلَا یَاْتُوْكَ بِمِثْلِ اِلَاحِنَاكَ
بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ نَفْسِیْوَا
اور یہ لوگ کسی ہی بات تمہارے پاس سرچکے
لأئیں امام قرار واقعی جواب اور عمرہ توجیہ
و تفسیر تمکو بتا دیئے ہیں۔

ف

یہ تفسیر و توجیہ قرآن ہی میں ہے پس اسم الکمل بالنسبۃ الی الجزء ہوگا۔ یہ
لفظ قرآن میں ایک ہی جگہ ہے۔

اِمَامٌ مُّبِیْنٌ (۸۷)

جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
وَكُلُّ شَیْءٍ اَخْصِیْنَا لَہُ
فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ
اور ہم نے تو سب ہی چیزوں کو کتاب فیضی
لوح محفوظ میں قلمبند کر رکھا ہے۔

ف

نعت میں امام کے معنی پیشوا، اور شارع عام کے ہیں اور لوح محفوظ پر دونوں باتیں صادق آتی ہیں کہ تمام واقعات گزشتہ اور آئندہ اُسی کے مطابق واقع ہوئے اور ہونگے، مگر کیا تمام دنیا و مافیہا اُسی پر چل رہی ہے اور اسکو واضح اس لئے فرمایا کہ اُس میں سب باتیں وضاحت کے ساتھ لکھی ہوئی ہیں اور مراد علم الہی بھی ہو سکتا ہے (حاشیہ مولوی نذیر احمد)

ح

اکثر لوگ، امام مبین سے لوح محفوظ مراد لیتے ہیں اور بعض لوگ جن میں ایک امام سیوطی ہیں قرآن کریم مراد لیتے ہیں۔ پوری آیت یوں ہے :-
 إِنَّا نَحْنُ الْحَقُّ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا
 وَأَنَّا لَهُمْ وَكُلِّ نَفْسٍ مِّنْهُمْ
 فِي أَمَامٍ مُّبِينٍ
 ہم ہی زندہ کرتے ہیں مردوں کو اور لکھ لیتے ہیں ان کے گزشتہ اعمال کو اور ان کے نقوش پاگو اور تمام چیزوں کو اپنے محصور کر رکھا ہے لوح محفوظ میں

آیت میں قرآن مجید کا کچھ ذکر نہیں ہے نہ امت کے تمام اعمال و آثار قرآن میں لکھے ہوئے ہیں بلکہ سیاق و مقام دونوں لوح محفوظ ہی کی تعیین کرتا ہے ابام وہ ہے جو اپنے رتبہ عالی کی وجہ سے سب کے آگے ہوا اور سب لوگ اس کے پیروں ہوں پیشوا بھی اسی کو کہتے ہیں۔

لوح محفوظ خواہ تہمتی ہو یا وہ علم الہی سے عبارت ہو، اس میں تمام کتب منزلہ اور دوسرے سب امور داخل ہیں پس لامحالہ وہ سب سے عالی رتبہ ہوا، اور سب کتب اس کی پیروہیں۔ اسی طرح ہر ایسے شخص کو جس کا رتبہ کسی فن میں عالی ہو امام کہتے ہیں۔ مثلاً امام النحو، امام المتکلمین، امام الفقہاء، امام اللغۃ، امام الحدیث وغیرہ لوح محفوظ میں قرآن داخل ہے، اور جب قرآن امام ہے تو لوح محفوظ بدرجہ اولیٰ امام

ہوگا۔ آیت مذکورہ میں نہ قرآن کا کچھ ذکر ہے نہ قرآن میں نقوش قدم کا احصاء ہے نہ مونی اور دوسرے حالات کا اس میں احصاء ہے۔ قرآن اور ربط ماسبق و لاحق لوح محفوظ ہی کی صراحت کو متعین کر رہے ہیں۔

کسی شی کی ایسی تعریف جو اس پر منطبق نہ ہو درحقیقت تعریف نہیں، ناجو بیج ہے بعض علماء کی، یہ تعریف بھی ایسی ہی ہے کہ قرآن میں تمام دنیا کی چیزیں ہیں۔
اَوَّلًا :- اس وجہ سے کہ لوح محفوظ میں بھی تمام دنیا کی چیزیں ہیں اور قرآن لوح محفوظ کا جزو ہے پس کل اور جزو کا برابر ہونا لازم آتا ہے۔

ثانیاً :- اس وجہ سے کہ ہر کسی فلسفی یا معترض کی تسلی نہیں کر سکتے حساباتیات۔ اقلیدس، موسیقی، طبعیات، سائنس اور جرثقیل وغیرہ قرآن میں کہاں ہیں؟ کسی فن کے مناسب اگر دو ایک لفظ آج بھی گئے تو اتنی بنیاد پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ تمام فن اس میں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہر فن کا اصل اصول قرآن میں ہے حالانکہ یہ غلط ہے تو اس امر کے تسلیم کر لینے کے بعد بھی دعویٰ غمہ ثابت رہتا ہے کیونکہ جب اصل اصول بلا تفصیل فروع، ہوا تو اس سے ثابت ہوگا کہ قرآن میں سب چیزیں نہیں ہیں۔ جھوٹے سے جھوٹے فن کے بھی تمام مسئلے قرآن میں نہیں ہیں، اس امر کو اب تک نہ کسی نے ثابت کر دکھا یا نہ ثابت کر سکتا ہے پس ایسا بے بنیاد دعوے جو باعث رشخند اختیار ہو، سوائے اپنے اور اپنے مذہب کی سبکی کے کوئی نتیجہ نہیں پیدا کر سکتا پھر اگر یہ کہا جائے کہ قرآن میں، ہے تو سب کچھ ملکہ ہو کہ نہیں معلوم تو دعوے بے معنی ہے۔ ان امور کے علاوہ، ایک قابل غور امر یہ بھی ہے کہ اگر قرآن میں تمام باتیں ہیں تو حدیث **اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُورِ دُنْيَاكُمْ** لغو ہو جاتی ہے کیونکہ جب سب کچھ ہے تو اس کو بھی ہونا چاہیے یا یوں کہا جائے کہ رسول کو قرآن کا کافی علم تھا

سعاذ اللہ نہا۔ غرض ان وجہ سے ثابت ہو کہ امام مہین سے لوح محفوظ ہی مراد ہے۔

نبأ عظیم (۸۸)

بڑا واقعہ یا بڑی خبر

جیسا کہ سورہ ص میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اے پیغمبر ان لوگوں کو (کہو کہ قرآن دکھانا
ہونا بھی ایک بہت بڑی بات ہے۔

قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِيمٌ

دوسری آیت سورہ النبا میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

یہ سب لوگ ایک دوسرے سے کس
چیز کا حال دریافت کر رہے ہیں۔

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ عَنِ النَّبَاِ

اُس بڑے حادثہ کا جس کے بارہ میں وہ
مختلف ہیں۔

الْعَظِيمِ الَّذِي لَهُمْ فِيهِ

مُخْتَلِفُونَ

ف

امام سیوطی اور اور لوگوں نے بھی النبا العظیم سے قرآن کو مراد لیا ہے
اور عامہ مفسرین کے نزدیک اس سے مراد قیامت ہے۔

پہلی آیت میں قرآن کا مراد لینا راجح ہے اس لئے کہ اگرچہ اس کے ادبہ
قیامت کا ذکر ہے مگر قُلْ لَّا نَمُوتُ مَرَّةً وَكَمْ ذَكَرَ قِيَامَتِہُ ہو کہ رسول
مقبول صلعم کا ذکر شروع ہوا ہے۔

دوسری آیت میں نبا عظیم سے قیامت ہی مراد ہے اس لئے کہ یہاں حساب
قیامت ہی کا بیان ہے جسکو عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ اور نبا عظیم سے بمعنی قیامت زیادہ

رابطہ ہے۔
 یہ ثابت نہیں ہے کہ کفار عرب کو قرآن کے آسمانی ہونے میں فیما بین اختلاف تھا
 البتہ قیامت کے وقوع میں ضرور اختلاف تھا۔ تو بابر عظیم سے جب قیامت
 مراد ہو تو عظیم اس لئے کہ وہ دنیا کا بہت بڑا حادثہ ہے اور اگر قرآن مراد ہو تو
 عظیم اس لئے کہ قرآن کا اس دعوے کے ساتھ رسول عرب پر اثرنا بہت
 بڑی بات ہے۔
 یہ لفظ قرآن میں بہ صفت قرآن روہی جگہ ہے۔

(۸۹)

غیر ذی عوج

جیسا کہ سورۃ الزمر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
 قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عَوْجٍ
 (یہ قرآن اصاف اور سلیمس) عربی زبان
 میں ہے اس میں کسی طرح کی چمپیدگی
 نہیں ہے۔

ف

یہ قرآن کا عجیب تصرف ہے کہ اہل عرب پر نازل ہوا جو اس کے
 نزول کے وقت تمدن اور اخلاق اور معتقدات کے اعتبار سے بلا
 مبالغہ چونیٹی بھرے ہوئے کباب تھے پھر قرآن کی تعلیم سے وہ لپے
 ٹھیک ہوئے کہ اُن سے سارے جہان نے تعذیب اور تشالہ لگتی
 اور ترقی کا سبق لیا۔ اسی لئے تو قرآن کو "غیر ذی عوج" کہا کہ اس میں ذرا
 بھی کجی، خامی اور عجیب دگی نہیں ہے یہ لفظ قرآن میں ایک ہی جگہ وارد ہوا

(۹۰) رُوح

جان

جیسا کہ سورۃ الفوریٰ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحَنَا مِنْ تَحْتِ الْإِبْرَةِ
اور دے پنیبرا، اسی طرح ہم نے وحی کے
ذریعہ سے تمہارے پاس اپنے حکم سے دین
کی (جان بھیجی (یعنی یہ قرآن)

ف

مفسرین نے روح کے دو معنی لکھے ہیں۔ بعض نے روح القدس یعنی جبریل
تو انہوں نے اوحینا کے معنی اوحسنا کر دے ہیں کہ ہم نے اپنے حکم
سے روح الامین یعنی جبریل کو تمہاری طرف بھیجا ہے بعض نے روح
سے قرآن کو مراد لیا ہے کہ وہ دلوں کو زندہ کرتا ہے یا حیات ابدی کے محل
کرنے کا ذریعہ ہے۔ ہم نے اس معنی کا لحاظ کر کے ”دین کی جان“ ترجمہ
کیا کہ دین جو لوگوں کے اختلافات اور تصورات سے گویا مردہ ہو گیا تھا قرآن
نے اس میں از سر نو روح پھونک دی۔

یہ فائدہ مولوی نذیر احمد دہلوی کا ہے

ہم کہتے ہیں کہ جن مفسرین نے اس آیت میں روح کو جبریل کے
معنی میں لیا ہے انہوں نے اوحینا کو اوحسنا کے معنی میں کر دیا ہے
محاذ و تجریداً، اور یہ کمزور صورت ہے۔ قرآن پر روح کا اطلاق کئی
وجہ سے موزوں ہے۔

(۱) روح جو ہر جہد غیر فانی ہے اور قرآن کلام اللہ ہونے کی حیثیت سے

صفت باری اور قدیم غیر فانی ہے۔

(۲) روح انسان کے لئے باعث حیات ہے اور قرآن اپنے متمسک پیروکے لئے باعث حیات روحانی ہے۔

(۳) روح متوکیہ کے بعد باعث ارتقاء و مدارج عالمیہ ہے اور قرآن بحالت تدبیر باعث تقرب بارگاہ ہزدانی ہے۔

(۴) روح ارباب معرفت باعث حیات ابدی ہے اور قرآن اپنے پیغمبر کے لئے ذریعہ حیات جاودانی ہے۔

(۵) حضرت سرور کائنات صلعم کی بعثت سے پہلے دین منیقی، اخلاقیات اور تصرفات بیجا کی وجہ سے گویا مردہ ہو گیا تھا۔ جس کو قرآن نے اوسردنو زندہ کیا۔

عَلٰی حَکِیْم (۹۱)

زی وقار پر حکمت

جیسا کہ سورۃ الزخرف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرمانا ہے :-

وَرَانَهُ فِيْ اَمْرِ الْكِتَابِ لَدَيْنَا
اور بیشک یہ (قرآن) ہمارے پاس
اصل کتاب میں (موجود اور) بڑے پایہ
کی حکمت والی کتاب ہے۔

لَعَالِي حَکِیْم

یہ دونوں صفتیں قرآن کی ایک ہی جگہ ہیں۔

(92)

وَأَعِىَ اللّٰهُ

جیسا کہ سورۃ الاحقاف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
 يَا قَوْمَنَا اِجِزُوا دَاعِيَ الْبَهِيمِ (یہ قرآن) خدا کی طرف بلائے گا
 اللہ چاہی۔

۱۰

یہ جہنات کا مقولہ (فعل کیا گیا) ہے۔ ایک روز وہ قرآن سن کر اپنی قوم میں گئے اور اُن سے کہنے لگے کہ ہم نے (قرآن) ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ وہ اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی، یہی بات اور صید سے رستہ کی طرف ہدایت کرتی ہے اہم سب لوگ اسکو مانو۔

91

وَحْيٌ يُوحَىٰ

جیسا کہ سورۃ النجم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
 اِنْ هُوَ اِلَّا وَخْيٌ يُبَيِّنُ
 (بلکہ تجھ کو جو یہ (قرآن) پڑھ کر سنا تے ہیں، وحی
 (آسمانی) ہے جو ان پر نازل ہوتی ہے۔

یہ نام ایک ہی مقام پر وارد ہوا ہے۔

قَوْلُ رَسُولِ كَرِيمٍ

الکتابیں جھوٹ ثابت ہوتی ہیں۔ سو میں دو ایک باتوں کے صحیح اُنہوں سے صحت لازم نہیں آتی۔

دوسرا مقدمہ

رسول خدا صلعم اُتی تھے

قرآن مجید ناطق ہے اور توحید شاہد ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُتی محض یعنی بالکل ناخواندہ تھے۔ اور اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں صحت کے ساتھ ارشاد فرماتا ہے۔

پہلی آیت۔ سورۃ الجمعہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ
فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا
مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ
آيَاتِهِ۔

وہ خدا ہی تو ہے جس نے (عرب کے) جاہلوں میں اُن ہی میں سے (محمد کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا کہ وہ انکو خدا کی آیتیں پڑھ کر سنا تے ہیں۔

دوسری آیت۔ سورۃ الاعراف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِالرَّسُولِ
الَّذِي لَا تَحْتِ الْاِذِي
يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ
فِي الْقُرْآنِ وَالْاَكْلَا ثُخِيلِ

ان سے ہماری مراد اہل کتاب ہے (جو) ہمارے ان رسول یعنی نبی ای محمد کی پیروی کرتے ہیں جن کی بشارت کو اپنے ہاں تھوڑا اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

تیسری آیت۔ سورۃ العنکبوت میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ
مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ

اور اُسے پیغمبر! قرآن سے پہلے نہ تو تم کوئی کتاب ہی پڑھتے تھے اور نہ لکھتے تھے

يَتِيْنٰكَ اِذَا لَا اَمْرَ تَابِ لَكُنْهٖ اِذَا تَاْتَاكَ اِيْسَا هُوَ تَاُوِيْهِ بَدِيْنِ خَوَابِي
الْمُطْلُوْنَ -
نخواہی مشبہ کرتے۔

یہ تو قرآن کا منصوص ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمتی محض تھے اور کھنا پڑھنا کچھ نہیں جانتے تھے۔ لیکن مخالفین اور منکرین اسلام کے لئے بھر بھی مشبہ کی کافی جگہ باقی ہے کیونکہ وہ قرآن مجید کو غیر صحیح کھینکے۔ رہی یہ بات کہ تواریخ میں آپ کو اُمتی محض کہا گیا ہے تو اس میں یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ تواریخ بھی مسلمانوں ہی نے مرتب کی۔

ان شبہات کا جواب یہ ہے کہ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمتی نہیں تھے بلکہ اپنے ٹکھے تھے، تو خیر، قرآن نے تو غلط کہا اور مسلمانوں نے قرآن کو بجانب اللہ پر کلام باری ثابت کرنے کے لئے، اپنے پیغمبر کو اُمتی محض لکھ دیا، مگر یہود و نصاریٰ اسے شریکین عرب کو کیا ہوا تھا کہ باوجود اتنی سخت مخالفت اور تکذیب رسالت و اعجاز کے اپنے مکاتیب میں اس کے متعلق ایک حرف نہ لکھا۔ اگر رسول خدا، امی نہ ہوتے تو یہ مخالفین ضرور لکھتے کہ قرآن اور مسلمان دونوں جھوٹے ہیں اور محمد (صلعم) امی نہیں ہیں۔ حالانکہ قرآن کے اس جوے کے خلاف اگر وہ مخالف کا ایک لفظ بھی پیش نہیں کیا جاسکتا۔ پس اس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قرآن سچا ہے اور پیغمبر عرب بلا شک تعلیم یافتہ نہیں تھے آپ اگرچہ اپنی مادری زبان کے لٹریچر میں فصاحت و بلاغت کے بالا درجہ پر تھے مگر علوم و فنون میں آپ اپنے لکھنے پڑھنے کی بھی تعلیم نہیں پائی تھی نہ لکھنا پڑھنا مطلقاً جانتے تھے۔

آپ ملک عرب میں ایسے وقت پیدا ہوئے جب شائستگی نام کو نہ تھی۔ جہالت کی گرم بازاری تھی اور بڑی سے بڑی بیچاری کا ارتکاب فخریہ کیا جاتا تھا۔ غرض اُقتوت ملک عرب میں ناقابل بیان تاریکی چھائی ہوئی تھی جس سے تاریخ کی کتابیں لبریز ہیں۔

جب ملک میں علم و فن کا چرچا ہی نہیں تھا اور سب انی صفت تھے اور حضرت سرور کا تئنا سوائے چند روزہ تجارت کے اپنے وطن سے باہر ہی تشریف نہیں لے گئے تو آپ کا تعلیم پانا کیونکر قیاس میں آسکتا ہے۔ تعلیم ایسی چیز نہیں ہے جو قوم سے چھپی رہے۔

بہر حال تاریخ سے اور نیز مخالفین کے مکتوبات سے یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہرگز کسی سے تعلیم نہیں پائی تھی۔ چند سچی متعصب مورخین نے بہت کچھ کوشش کی، مگر آپ کا تعلیم پانا ثابت کریں لیکن ان کو اپنے باطل خیال میں کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ دروغ کو کس طرح دروغ نہیں سمجھتا اگر رسول خدا صلعم تعلیم یافتہ ہوتے تو سب سے پہلے جو کفار عرب اعتراض کرتے کہ انہوں کے مقابلہ میں ایک تعلیم یافتہ کا دعویٰ فصاحت و بلاغت کرنا حیرت انگیز بات نہیں ہے جو اولین مجذومہ و نبوت ہو سکے۔

اس کے علاوہ آیت مذکورہ بالا **هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ** اور **وَلَا تَخْطُءُ بِبَيِّنَاتٍ** پر ناقابل جواب اعتراض کرتے اور یہ تو کھلی بات ہے کہ ہر شخص کے حالات سے جتنی واقفیت اس کے گھر۔ قبیلہ۔ برادری۔ گائے۔ اور اپنے ملکی لوگوں کو ہو سکتی ہے وہ سرور کو ہرگز نہیں ہو سکتی۔

تیسرے مقدمہ

محمد مصطفیٰ صادق تھے

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صادق و امین تھے چنانچہ کفار باوجود انھما کے مخالفت کے آپ کے ان صفات کے گرویدہ تھے اور آخر زمانہ تک کبھی ان کو ان صفات کی نسبت کچھ شبہ تک نہیں ہوا۔ **وَالْفُضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ**

اگر نجوم۔ رمل اور کہانت وغیرہ سچے علوم ہوتے اور رسول خدا کو ان کا علم ہوتا تو ان علوم کو برا، اور جھوٹ نہ فرماتے کیونکہ با وصف علم، سچے علوم کو جھوٹا کہنا خلاف صداقت ہے۔

چوتھا قسم

نجوم و کہانت کا مقابلہ

اس میں شک نہیں کہ عرب میں کہانت و نجوم کا چرچا تھا اور عرب ہی کی کیا خصوصیت ہے دو سکر ملکوں میں بھی اس کا رواج تھا اور اب بھی ہے۔ لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ نجوم و کہانت کوئی معتد بہ اثر رکھتا تھا یا رکھتا ہے۔ سوشل وادی ادبام کے لئے جیسا اب دام فریب ہے ویسا ہی تب بھی تھا۔

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نجوم و کہانت سیکھی تھی اور اسی پر مدار کار تھا تو منجھیں اور کائناتیں کفار ان علوم اور اباب علوم کی مدد سے ضرور بالضرر و کلہ بکلہ جواب دیتے اور کم سے کم اتنا تو کرتے کہ آئندہ حالات پر اطلاع چاہل کر کے معقول چارہ کار کر لیتے؟ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جس سے لادنی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دراصل رسالت کے کاموں کو نجوم و کہانت وغیرہ سے کچھ تعلق ہی نہیں ہے۔ اولاً تو سرے سے علوم ہی بے اصل ہیں اور فریب دہی کے لئے جسد رعب وہ خداوندی تعلیم کے آگے محض بغیر و غ ہے۔

استدھار تھید کے بعد اب ہم سرگز ازش کرتے ہیں کہ جب رسول خدا محمد مصطفیٰ صلعم و نبی رسالت کے ساتھ سبوت ہوئے تو اپنے اپنی تائید میں کلام الہی (قرآن) کو پیش کیا جو دو اسلوب سے بڑا ان قطعی تھا۔ ایک اسکا اعجاز جس کے مقابلہ میں بوجہ سخا ہی کے کوئی ایکس رے بھی نہ لکھ سکا۔ دوسرے اسکی پیشینگوئیاں جو ایک ایک کے اپنے اپنے وقت

صحیح ثابت ہو کر اس لئے بھی انشاء اللہ تعالیٰ باقی پیشینگوئیاں تیار و قیامت اس طرح نبی صحت کا کرشمہ دکھائی دے گی
الحاصل قرآن مجید نے اپنے اعجاز بلاغت۔ اپنے اعجاز اخبار عن الغیب اور اپنی
حسن تعلیم سے اپنے کو کتاب آسمانی اور کلام ربانی ثابت کر دیا اور جب یہ ثابت
ہو گیا کہ وہ کلام آہی ہے اور اس نے یہ شہادت دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول
برحق ہیں تو محمد مصطفیٰ مسلم کی رسالت و نبوت بھی ثابت ہو گئی جس میں ہر
انصاف انکار کو مطلقاً گنجائش نہیں ہے

اب ہم سلسلہ وار قرآن مجید کی تمام پیشینگوئیوں کو ناظرین کے سامنے پیش
کرتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

تو ایک اُن بڑے پیغمبر کا پکار پکار کر کہنا کہ اس طرح کی ایک ہی سورت بنا لاؤ یا بنو لاؤ ایک ایسا معجزہ ہے کہ تا قیام قیامت اسی تحدی کے ساتھ قائم رہے گا مگر خیر یہ بحث آئندہ کسی ثبوت میں زیادہ شرح و بسط سے کی جائے گی۔

اس مقام پر پہلے تو قرآن نے تحدی کی ہے کہ اگر اس کے کلام اُتد ہوئے ہیں تم کو شک ہے تو زیادہ نہیں تم ایک ہی سورت اس جیسی بنا لاؤ کیونکہ آدمی کے کلام کے مثل آدمی کلام کہہ سکتا ہے۔

اس تحدی کے بعد پھر دعوے کے ساتھ یہ پیشینگوئی کر دی کہ تم قرآن کا مثل نہ کر سکتے اور کبھی نہیں لا سکتے۔ اسی ضمنوں کو سورہ بنی اسرائیل میں اور زیادہ و صراحت کے ساتھ ادا کیا گیا ہے جہاں ارشاد ہوا ہے :-

قُلْ لِّیْنَ اِجْتَمَعَتْ اَلْاِنْسِی وَالْجِنُّ
عَلٰی اَنْ یَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا
اَلْقُرْاٰنِ لَا یَسْلُوْنَ بِحِثْلِهِ
وَ لَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ
ظٰهِیْرًا۔

اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ اگر آدمی اور جنات جمع ہو کر اس بات پر آمادہ ہوں کہ اس قرآن کی طرح کا د اور کلام بنا لائیں تاہم اس جیسا نہیں بنا سکتے اگرچہ اُن میں ایک دوسرے کی نصیحت پر کیوں نہ ہو۔

اللہ اکبر! کیا زبردست دعویٰ ہے اور کیسی صریح پیشینگوئی ہے جو اتنے بڑے دعوے کے ساتھ بوری ہو کر رہی۔

فردوسی کا شاہنامہ جو زبان درسی کی بیش بہا کتاب سمجھی جاتی ہے اس پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں جسے نظامی کا سکندر نامہ، احمد بخش توراتی کی صولت فاروقی اور علامہ نجم الدین جریا کوئی کی چار ضرب شہینہ وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح سعدی جو کی گلستان بہ لوگوں نے کتنی گلستان بنائے ہیں۔ گلستان قاضی بہارستان جامی، غارستان

گلستان خسرو وغیرہ اگرچہ ہر ایک کتاب، اکل کتاب مقدم کا جواب نہ ہو مگر اکثر مقامات پر دونوں میں مساوات کا درجہ ہے اور بعض جگہ تو جواب اصل سے بڑھ گیا ہے مثلاً سرودوسی کہتا ہے۔

جہاں را بلندی و پستی توئی ندانم چہ انجہرستی توئی
نظامی۔ پناہ بلندی و پستی توئی ہمہ نیستند انجہرستی توئی
پہلے مصرع میں پناہ، اور دوسرے مصرع میں، "انیتند" نے نظامی کے شعر کو فردوسی کے شعر سے بلیغ اور بہت صاف کر دیا ہے۔

فردوسی۔ اگر برزویے بر سر آں سرفراز بدو نیمہ کردیش با سپہ سالار
نظامی۔ بہر جا کہ شمشیر او کار کرد یکے را دو کرد و دو را چار کرد
اگرچہ مضمون کے لحاظ سے فردوسی کا شعر بھی اچھا ہے مگر اس کے الفاظ کی نشست بہتر نہیں ہے بخلاف اس کے نظامی کے شعر میں مضمون آفرینی کی نشان دہی ہے اور الفاظ کی نشست اور بندش کی جیتی نے بلاغت کو اور دو بالا کر دیا۔

فردوسی۔ زہے بارگاہ زرافرا سیاب ز مشرق بمغرب کشیدہ طناب
نظامی۔ زہے بارگاہ کہ چون آفتاب ز مشرق بمغرب کشیدہ طناب
فردوسی کے شعر کے پہلے مصرع میں "ز" کا لفظ فصاحت کے درجہ کو گھٹا دیتا ہے اور دوسرا مصرع ایک مبالغہ کا دعویٰ محض بے ثبوت ہے۔ بخلاف اسکے نظامی نے "چوں آفتاب" کا لفظ ثبوت دیا ہے جس نے شعر کو عمدہ ہی نہیں لا جواب کر دیا ہے۔

اسی طرح فردوسی کا یہ شعر اور قلعہ ہے۔

درخت کیسے تلخ است و دریا شیرین است گلشن در نشانی بیابان ہشت
در از جوی غلغلیش بیگام آب بدینچ انگبین ریزی و شبناب

سراخجام گوہر بکار آورد ہماں میوہ تلخ بار آورد
یہ قطعہ فردوسی کے منتخب اور مستثنیٰ کلاموں میں گویا لاجواب تسلیم کیا گیا تھا۔ بائیں ہیمہ
ملا ہاتھی نے اسکے جواب میں یہ قطعہ لکھا۔

اگر بیضہ زراغ ظلمت سرشت نہی زیر طائوس باغ بہشت
بہنگام آں بیضہ پروردش ز انجیہ حبت دہی ارزش
دہی آبش از کوثر و سبیل در آں بیضہ دم در دم جبریل
شود عاقبت بیضہ زراغ زراغ بدور رخ بپییدہ طائوس باغ

اگرچہ ہاتھی کے کلام میں یہ خفیف سادہ ہے کہ ہر شعر میں بیضہ کا اعادہ کیا گیا ہے
حالانکہ ضمیمہ کا ایراد کافی تھا، تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہاتھی کا قطعہ فردوسی کے
قطعہ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ پھر اس قطعہ پر ایک تیسرا قطعہ ہمارے والد ^{جلال} محمد اعظم چریا کوٹی جلالی نے تحریر فرمایا۔

سروش از نہد پارہ سنگ بشت میان دل کان بعل بہشت
دمد اندراں روح یا قوت ناب کند پرورش تا ابد آفتاب
مگرہ و خلاف گہر تیرہ سنگ درخشدہ رو بعل عاب رنگ

یہ قطعہ بھی فردوسی کے قطعہ سے کسی بات میں کم نہیں ہے۔ ہاتھی نے حیدانات کو
اور علامہ جلالی نے جمادات کو لیا ہے جس میں مضمون کا زیر بحث پیدا کرنا بہت مشکل
کام تھا۔

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ اور بھی مختلف زبانوں کی کتابیں پرزور طرز تحریر میں
ہیں اور گویا کتابوں نے اپنے لاجواب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ پھر بھی ان کا
مقابلہ کیا گیا اور جوابات لکھے گئے۔ مگر قرآن مجید نے باوجودیکہ دنیا بھر کے مقابلہ
میں اپنے لاجواب اور کلام آہی ہونے کا دعویٰ کیا لیکن اب تک کسی نے اسکے

مقابلہ کی جرات نہیں کی اور قریباً تمام مذاہب نے اس امر کو تسلیم کر لیا کہ قرآن کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ کسی کتاب کے مقابلہ میں کتاب یا کچھ لکھنے کے یہ معنی ہیں کہ دونوں، بلاغت، حسن معانی اور حکمت میں مساوی یا اقلًا جواب، اصل کے قریب قریب ہو اور ایسا قریب کہ بادی النظر میں فرق نہ معلوم ہو اگر ایسا نہیں ہے تو درحقیقت وہ مقابلہ نہیں ہے۔ سیکمہ کذاب نے جب جھوٹی ثبوت کا دعویٰ کیا تو قرآن کے مقابلہ میں کچھ عبارتیں بنا کر اس کو زول وحی سے تعبیر کیا تھا جیسے اَلْفَنیلِ مَا الْفَنیلِ وَمَا اَذَرَ الْکَ مَا الْفَنیلِ لَهْ خَرَطُوم طویل وَذِ الْکَ مِنْ خَلْقِ دَبْنِ الْجَلیل۔ جو فصاحت سے معرّی حسن معانی سے عاری حکمت سے کوسوں دور ہیں۔ پھر وہ اس قابل بھی نہیں کہ محکم علمی طور پر اس کے نقصانات بیان کہے وقت مضامین کریں۔

مخالفین کبھی کبھی جوش میں آ کر کہہ اُٹھے کہ ہم اس کے مثل بنا سکتے ہیں۔ ہناخہ حبیبی بن صبیح ایک زندیق نے بھی ایسا ہی کہا تھا کہ انسان ایسا قرآن بنا سکتا ہے لیکن قرآن تو کجا آج تک اسکی تین آیاتوں کے برابر ایک سورت بھی بنا کر کوئی پیش نہ کر سکا۔

یہ بھی قرآن کا ایک معجزہ ہے کہ اہل عرب جن کی مادری زبان عربی تھی اور جن کے لٹریچر کا کمال، نزول قرآن کے وقت اپنے انتہائی مرکز کو پہنچ چکا تھا وہ ہی باوجود اپنی انتہائی کوششوں کے قرآن کا جواب لانے سے عاجز رہے تو پھر گاہ ایسے زمانہ میں جب کہ بلاغت کو انتہائی عروج تھا اور اسلام کی مخالفت بھی نہایت زوروں پر تھی، قرآن کی ادنیٰ سورت کے مقابل کوئی کلام پیش نہ کر سکا تو آئندہ کیا توقع ہو سکتی ہے۔ بہر کیف اس وقت تک تو اس پیشینگوئی کی صداقت میں کچھ کلام ہی نہیں اور انشاء اللہ آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا جیسا کہ بیان بالا سے ظاہر ہے۔

پیشگوئی

(P)

قرآن ہر طرح محفوظ رہیگا

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔
ہم ہی اس کے نگہبان ہیں (سورۃ الحجہ)

یہ قرآن کے حق میں ایک بڑی پیشینگوئی ہے اور کیسی عمدہ طرح پر پوری ہو رہی ہے کہ خدا نے مسلمانوں کو اس کے زبانی یاد کرنے کا شوق دیدیا ہے۔ دنیا میں اس کثرت سے حافظ قرآن ہر وقت موجود رہتے ہیں کہ اگر خدا انخواستہ بفرض محال، مکتوبی قرآن روئے زمین پر سے معدوم ہو جائیں تو بھی قرآن کا ایک جملہ ایک لفظ ایک حرف نہ ضایع ہو سکتا ہے نہ بدلایا جاسکتا ہے۔ قرآن کے سوائے کسی آسمانی کتاب کو یہ فضیلت نصیب نہیں۔

کیا قرآن کے کلام الہی ہونے کے لئے یہ دلیل کافی نہیں؟ ہے اور ضرور ہے
 (مولوی نذیر احمد مترجم دہلوی برہہ حاشیہ ترجمہ)

۱۰

اللہ تعالیٰ کی نگہبانی اور قرآن کے متعلق یہ پیشینگوئی دوسرے حیر پوری ہو رہی ہے
ایک تو زبان یا دکر نے سے کما قمر آیفغا۔

دوسری قسم کی نگہبانی و حفاظت علمائے اسلام، قرآن اور محدثین کے ذریعہ سے
 ہوئی اور ہو رہی ہے۔ قرآن مجید کا ہر ہر لفظ متواتر ہے۔ ہر طبقہ اور ہر دور میں
 اسکی روایت کرنیوالے اس کثرت سے رہے ہیں جن پر جھوٹ کا وہم و گمان

نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑا زل ہوا، بغیر ایک نقطہ کی کمی بیشی کے بعینہ آج بھی اسی طرح ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔

سورۃ توبہ کے اول میں ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ نہیں ہے۔ سبب اسکا یہ ہے کہ سورتوں کا ٹھیکر اور پیغمبر خدا صلعم کا کیا ہوا ہے اور بسم اللہ سورتوں کی علیحدگی کی علامت ہے۔

مصحف بناتے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کو تحقیق نہیں ہوا کہ یہ سورت خود مستقل ہے یا کسی دوسرے سورہ کی جزو ہے لیکن چونکہ اس سورہ کی آیتوں کا مطلب سورہ انفال سے ملتا ہوا تھا اس مناسبت سے اس سورہ کو سورہ انفال کے بعد رکھ دیا مگر احتیاطاً اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی تاکہ دوسری سورتوں کی طرح مستقل سورہ نہ سمجھی جائے۔

اللہ۔ اللہ ! اُن بزرگوں نے کلام الہی کی کس درجہ حفاظت کی ہے کہ سورتوں کی تقسیم تک بھی اپنی رائے سے نہیں کی۔

جو شخص تھوڑی دیر کے لئے مذہبی قید سے الگ ہو کر یا ایک لافزہ بنگر انصاف کی نظر سے دیکھ لے گا وہ یقیناً کہہ اٹھے گا کہ جو لوگ سورتوں کے ٹھیکر اور میں اتنی احتیاط مد نظر رکھیں وہ الفاظ اور جملوں کے کم و بیش کرمیکلی جرات نہیں کر سکتے اور جس کتاب کے ٹھیکر اور میں ہندو احتیاط کیلگی ہو اس میں تحریف یا کمی بیشی کا ہونا ممکن نہیں۔

حفاظت قرآن مجید کے متعلق علمائے اسلام رحمہم اللہ السلام نے اپنی عرق ریزی ہو اس مقدس کتاب کی ہر ہر چیز پر بحث اور غور کر کے اسکو ایسا ضابطہ کے اندر لیلیا ہے کہ اب کوئی شخص کی بیشی کرنا بھی چاہے تو نہیں کر سکتا۔

ف

ہمارے مقدمہ کتاب کے پڑھنے سے ناظرین پر ثابت ملو گا کہ علمائے اسلام علیہم السلام نے قرآن مجید کی حفاظت و پاسبانی میں کس قدر کاوشیں اور کتنی جان فشانیاں کی ہیں۔ ہے کسی کی مجال جو قرآن میں ایک حرف ایک نقطہ کی کمی بیشی کر سکے؟ دنیا میں ۱۰۰ ہے کوئی ایسی کتاب جو اپنے محفوظ رہنے میں قرآن مجید کی برابری کر سکے؟

وید مقدس تو مردہ زبان اور مردہ قوم کی ایک کتاب ہے جو کبھی بنارس کی چار دیواری اور برہمنوں کی سبھا سے باہر نہیں نکلی۔

توریت و انجیل تو دنیا میں پھیلی ہوئی کتابیں ہیں جن کو ان کے ماننے والے آسمانی کتاب کہتے ہیں۔ لیکن کیا صحت و حفاظت میں وہ قرآن کی صحت و حفاظت کے دوسرے حصہ کی برابری بھی کر سکتے ہیں؟

قرآن مجید کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی جہم و تنقید میں علمائے اسلام نے حیرت انگیز کام کیا۔ صحت کی جانچ پر تال کے لئے مضبوط اصول قائم کئے۔ کمزور سے کمزور، ضعیف سے ضعیف بلکہ مضعف و مغفرتی حدیث بھی سلسلہ رواۃ کے ساتھ جلیان کی جاتی ہے۔

حدیث میں ذرا ناقص بھی ہو تو وہ چھپا نہیں رہ سکتا۔

توریت و انجیل جو آسمانی کتابیں کہی جاتی ہیں وہ صحت کے اتنے درجہ پر بھی تو نہیں ہیں قرآن مجید جس طرح پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، اُسی طرح بلا ایک حرف کی کمی بیشی کے آج بھی ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے اور اس کا ثبوت ایسا بدیہی ہے کہ باوجود انتہا درجہ کے تعصب کے، عیسائی علماء بھی تحریف و تنقیص کا الزام لگانے کی جرات نہ کر سکے اور آخر قرآن کے کامل و مکمل ہونے کا طوعاً و کرہاً اقرار ہی کرنا پڑا۔

میور صاحب کو تعصب اور عیسائیت میں جس قدر غلو ہے وہ کون نہیں جانتا مگر
واقعات سے مجبور ہو کر ان کو بھی قرآن مجید کی نسبت اپنے تعصب کے خلاف
لکھنا پڑا کہ :-

”حضرت عثمان کا نظر ثانی کیا ہوا قرآن ہمارے پاس بلا تغیر و تبدل
و تحریف موجود ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کی اس خوبی و عمدگی
سے حفاظت ہوئی کہ ایک ہرمت کی بھی اس میں کمی بیشی نہیں ہوئی
ان بے انتہا اور بے تعداد قرآن کے نسخوں میں جو اسلامی سلطنتوں
میں رائج ہیں ذرہ برابر بھی فرق نہیں پایا جاتا۔“

”باوجودیکہ نبی دصلم کے ۱۶ صدی کے بعد حضرت عثمانؓ کی شہادت
پر بڑے بڑے بلوے اور خونریزیاں ہوتی رہیں لیکن قرآن جوں کا
توں باقی رہا۔ مقتول خلیفہ کے حکم سے جو نسخہ قرآن کا نظر ثانی کیا گیا
وہی ہر زمانہ اور ہر عہد میں دنیا ہی رائج رہا اور اب تک اسی طرح موجود
ہے دنیا میں غالباً یہ کہا جاسکتا ہے کہ کوئی کتاب ایسی نہیں معلوم
ہوتی جو بارہ سو برس سے یکساں بغیر کسی قسم کے تغیر کے چلی آتی ہو
بے شبہ ہمارے پاس قرآن عثمانی ہے پھر بھی یہ سوال رہ جاتا ہے
کہ آیا حضرت ابوبکر کے جمع کئے ہوئے قرآن سے یہ ہو بہو ملتا ہے
اور دیانت و امانت سے نقل کیا گیا ہے اور اس میں سادی علالت
اور معمولی اختلافات قرات کے سوا کچھ تغیر نہیں ہوا۔ صاف صاف
وجہیں اور دلیلیں اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ یہ جوں کا توں وہی
قرآن ہے جو حضرت ابوبکر نے جمع کیا تھا۔ نہ کوئی ابتدا الیٰ روایت
نہ صحیح حدیثیں اس بات میں شبہ پیدا کرتی ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے اپنی

طرفداری کے لئے اس میں کچھ گھٹا بڑھا دیا ہو۔ آخری زمانہ کے شیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے وہ آیتیں نکال ڈالیں جو حضرت علیؓ کی شان میں تھیں لیکن یہ باتیں خلاف قیاس اور ناقابل اعتبار ہیں۔ حضرت عثمانؓ کبھی ایسی تحریف نہ کر سکتے تھے جو اس وقت دیکھی نہ جاتی اور نہ خیال کیا جاسکتا کہ حضرت علیؓ اور ان کے ساتھی اور کل مسلمان جو قرآن کا ہر لفظ خدا کا لفظ سمجھتے تھے حضرت عثمانؓ کو ایسا کرنے دیجئے، ہم آخر میں اپنی اس بحث کو ون ہیمن کے فیصلہ پر ختم کرتے ہیں۔ وہ فیصلہ کرتا ہے ”ہمارے پاس جو قرآن ہے ہم کامل طور پر اس میں ہر لفظ محمدؐ کا سمجھتے ہیں جیسا کہ مسلمان اس کے ہر لفظ کو خدا کا لفظ خیال کرتے ہیں۔“

میں صاحب وغیرہ کے علاوہ اور بہت سارے عیسائی علماء ہیں جنہوں نے قرآن عظیم کے اس معجزہ سے موقع سرتابی نہ پا کر اس کے کامل و مکمل ہونے کا اقرار کیا ہے باوجود اس کے کہ مسلمانوں کی طرف سے ان کی انجیلوں کو محرف کہا جاتا ہے تو بھی وہ اس کا انتقام نہیں لے سکے اور نہیں لے سکتے۔ یہ خدا کی قدرت ہے اور قرآن کے کلام الہی ہونے کا بین ثبوت ہے۔ مشاہدہ بھی ایسے ثبوت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

پیشینگوئی

(۳ و ۴ و ۵ و ۶)

یہود کا ہمیشہ ذلیل رہنا۔ ہمیشہ کے لئے ان سے سلطنت کا سلب ہونا
اللہ یا بعض اہل مذہب کی مہربانی سے پناہ ملنا۔ ہمیشہ خدا کے غضب میں گرفتار رہنا۔

یہ پیشینگوئیاں قرآن مجید میں دو جگہ ہیں۔ ایک سورۃ البقرہ میں جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَضَرَبْتَ عَلَيْهِمُ الدَّيْلَةَ وَالْمُسْلِكَةَ
وَبَأَدُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ۔
اور ان (یہود) پر ذلت اور محنت جی
لیس دی گئی اور وہ خدا کے غضب میں
آگئے۔

دوسری آیت سورۃ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
ضَرَبْتَ عَلَيْهِمُ الدَّيْلَةَ الْاَيْنَ مَا
تَقِفُوا اِلَّا بِالْحَبْلِ مِّنْ اِلٰهِ وَحَبْلِ
مِّنَ النَّاسِ وَبَأَدُوْا بِغَضَبٍ
مِّنَ اللّٰهِ وَضَرَبْتَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِكَةَ
جہاں دیکھو ذلت ان (یہود) کے سر پر
سوار ہے مگر اللہ کے (عہد و پیمان کے)
بذریعہ سے اور نیز لوگوں کے (عہد و پیمان کے)
بذریعہ سے رکھیں انکو پناہ مل گئی تو دوسری
بات ہے اور خدا کی غضب میں گرفتار اور محتاجی
ہے کہ الگ ان کے پیچھے پڑی ہے۔

ف

ان آیتوں میں چار پیشینگوئیاں ہیں جن کی تصدیق تاریخوں اور موجودہ حالت دونوں
سے ہوتی ہے۔

ف

(۱) یہود کا ہمیشہ ذلیل و خوار رہنا چنانچہ یہود کی پہلی ذلت تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور آپ کے صحابہ کرام کے مسعود و مانوں میں جو یہودی مسلمانوں نے ان کی شرارتوں سے تنگ آ کر تلوار کے زخموں کو مغلوب کیا اور ان کے مال و دولت پر قبضہ کر کے ملک سے باہر نکال دیا۔ مگر آیت میں یہ پیشینگوئی مراد نہیں ہے بلکہ یہ کہ وہ دنیا میں ہمیشہ ذلیل و خوار رہیں گے۔

یہودیوں کا دنیا کے ہر گوشہ میں باوجود مالدار ہونے کے ذلیل و خوار ہونا، ظاہر ہے۔ کسی سلطنت میں نہ ان کی کچھ عزت ہے نہ وقار ہے۔ جہاں ہیں غیروں کے کفش بردار ہیں اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں۔ یہودیوں کی یہ ایک ایسی مدامی ذلت و رسوائی ہے جس کے بیچ ہونے میں کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ پھر اس بدیہی اور ظاہری ذلت کے علاوہ جو ان کے مقسوم میں لکھی گئی ہے ایک اور روحانی اور اصلی ذلت یہ ہے کہ جب قدرِ عیانی ان لوگوں میں عام ہے دنیا کی کسی قوم میں نہیں ہے قسماً ان کی یہ پیشینگوئی عہدِ پیغمبر سے اس وقت تک پوری ہوتی رہی اور انشا اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

(۲)

مسکتہ، سلطنت کا ضد ہے یعنی یہود سے ہمیشہ کے لئے سلطنت کا سلب ہو جانا اللہ کا ملک اس قدر وسیع اور ان یہود کے قبضہ میں مالکانہ حیثیت سے اچھ براہِ زمین بھی نہیں ہیں ان کی مسکت ہے کہ انکل بھر زمین کے بھی یہ مالک نہیں، شاہی کا تو کیا ذکر۔

(۳)

جہاں جہاں یہ سکونت پذیر و پناہ گیرین ہیں، وہ وہاں کے بادشاہ کی مہربانی کا مستحق ہیں۔

اور یہ ہمیشہ ہوتا رہتا ہے کہ جب یہود اپنے بدکرداروں کی بدولت کسی ملک سے نکالے جاتے ہیں تو دوسرے ملک کے فرماں روا، اپنی رحمتی اور مہربانی سے جگہ دیکھتے ہیں چنانچہ حال میں بھی ایسا ہی ہوا کہ جب روسیوں نے ان کو نکال دیا یا نکلنے پر مجبور کیا تو سلطنت روم اور امریکا میں ان کو پناہ ملی۔

(۴)

جو قوم ذلت و رسوائی کے اتنے عین گڑھے میں گری ہوئی ہو۔ جسکا دنیا میں کوئی والی وارث اور پرسان حال نہ ہو۔ جس کے ہاتھ میں باوصف اللہ کا ملک وسیع ہونے کے باؤں رکھنے بھر کی جگہ نہ ہو، جو ہمیشہ دوسری قوموں کی دست نگر بلکہ ان کی غلامی میں بسر کرنے کی عادی ہو، ایسی قوم کو خدا کے غضب میں مبتلا نہ کیا جائے تو کیا کہا جائے۔

پھر یہ نہیں ہے کہ یہودیوں پر بلا وجہ ظلم و ستم ہوتا رہتا ہے بلکہ یہ نہایت ہی سرکش مفسد بھیا اور حد درجہ کی قسّی القلب قوم ہے۔ شرارت ان کی جبلت ہے۔ بیرحمی ان کا پیشہ ہے۔ انہوں نے ہمیشہ پیشوایان مذہب سے بنفص و عناد رکھا۔ انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنا اور ان کو ایذا پہنچانا ہمیشہ ان کا وتیرہ رہا۔ بغاوت و فساد کے پھیلانے میں ہمیشہ سرگرم رہے۔ پھر انہیں بد اعمالیوں کی تو یہ کچھ سزا بھگت رہے ہیں۔ اب بھی یہ شریعہ قوم جہاں آباد ہے اپنی اُسی آبائی اور قدیمی جبلت پر قائم ہے اور کبھی شرارت سے باز نہیں آتی۔ موقع ملا اور فساد کھڑا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ملک کے ہر گوشہ میں مارکھالے اور ہر جگہ سے جلا وطن ہونے رہتے ہیں اور کہیں بھی عورت یا بچہ مارکھالے سے نہیں رہ سکتے۔

پیشینگوئی

(۷) یہود و موت کی تمنا ہرگز نہ کریں گے

یہ پیشینگوئی قرآن مجید میں دو مقام پر ہے۔ ایک سورۃ البقرہ میں جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا أَوْامِرَ اللَّهِ وَارْجِعُوا إِلَى اللَّهِ إِنَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَرَحِيمٌ
 الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةٌ مِنْ ذُوْنِ النَّاسِ فَقَتَلُوا الْمَوْلَاتِ
 إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ وَلَكِنْ يَتَمَنَّوْنَ أَبَدًا
 قَدْ مَتَّ أَسَدُ يَهُودَ
 وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالصَّالِحِينَ
 وَكَتَبَ لَهُمْ آخِرَ النَّاسِ
 عَلَى حَيَاتِهِ وَمِنَ الَّذِينَ
 أَشْرَكُوا۔

جگہ (۷) خاص کر تمنا کر رہے ہیں لے دوسرے
 لوگوں کے لئے نہیں ہے تو تم اپنی مرتبی آرہو دو
 اگر تم سچے ہو تاکہ جلد ہیشت میں جا داخل ہو
 مگر ان (اعمال بد) کی وجہ سے جنکو ان کے ہاتھ
 نے پہلے سے رد آخرت بنا کر بھیجا ہے کبھی
 موت کی آرزو نہ کریں گے اور اللہ غلاموں کو خوب
 جاننا ہے اللہ (لے پیغمبر) البتہ تم پاؤ گے کہ یہ
 لوگ زندگی پر سب لوگوں یہاں تک کہ مشرکوں
 بھی کہیں زیادہ رنجھے ہوئے ہیں۔

دوسری آیت سورۃ الجمعہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا
 إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ
 لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ
 فَقَتَلُوا الْمَوْلَاتِ إِنْ كُنْتُمْ

رہے پیغمبر! ان یہود سے کہو کہ لے یہود اگر تم کو
 اس بات کا گھمنڈ ہے کہ اور تمام آدمیوں کو
 چھوڑ کر تم ہی خدا کے چستے ہو تو تم موت کی
 تمنا کرو، اگر سچے ہو مگر یہ امن (اعمال بد) کی ڈر

صَادِقِينَ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ
 أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ
 وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ

سے جن کے مرکب ہو چکے ہیں کبھی موت
 کی تشکر کرنے والے نہیں اور اللہ بے انصاف
 لوگوں کو خوب جانتا ہے۔

ف

یہود کا ہمیشہ سے یہ باطل دعویٰ رہا کہ ہم ہی خدا کے چھیتے ہیں۔ اس کے
 فرزند ہیں۔ اس کے خالص دوست ہیں اور جنت کا وارث ہمارے سوا
 نہ کوئی ہے نہ کبھی ہو سکتا۔ ہمارے ہی شریعت ہو سوسی بدعت اور اس کے علاوہ
 تمام ادیان باطل و مردود ہیں۔

قرآن مجید میں یہود کے اس ادعا کا یہ جواب دیا گیا کہ اگر واقعی تم اپنے دعوے
 میں سچے ہو کہ تم ہی اللہ کے چھیتے اور بہشت تمہارے ہی لئے ہے تو پھر موت کی
 آرزو کیونکہ مرنے کے بعد تم اپنے ادعا کے مطابق اس سے بہت بہتر جگہ پہنچو
 اور جب تمکو مرنے کے بعد جنت میں پہنچنا یقینی امر ہے تو موت کی آرزو کرنے
 سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے ؟

اس جواب کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر سے یہ پیشگوئی کرتا ہے کہ یہود زہار کبھی
 موت کی آرزو نہیں کریں گے کیونکہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ منہ سے کچھ
 کہیں لیکن دل میں وہ اپنے کو ضرور برسرِ ناق حق سمجھتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ
 تم حق پر ہو اور تمہاری تکذیب کی وجہ سے وہ بعد الموت ضرور عذاب میں پڑیں گے۔
 یہود بلکہ تمام اہل مذاہب کے نزدیک دنیا کی نعمتیں کم اور نفا و آخرت کے
 مقابلہ میں بہت ذلیل ہیں۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف
 اور اہل اسلام علیہم السلام کی مخالفت و منازعت سے یہ چند روزہ عیش بھی
 اُن کا منقض ہو گیا تو جو عاقل ایسی قلیل نعمت میں ہوا اور وہ قلیل نعمت بھی منقض ہو گئی ہو

اور اس کو یقین ہو کہ ہم مرنے کے بعد بالضرور آخرت کی بہترین نعمتوں تک پہنچ جائیں گے جو ہمارے ہی ساتھ مخصوص ہیں وہ لامحالہ موت کی آرزو کر گیا اس لئے کہ نفاذ آخرت مطلوب ہیں اور موت کے سوا، ان تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے پس ضرور ہو کہ انسان موت سے راضی اور اس کا متمنی ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ اگر دار آخرت یہود ہی کے لئے مخصوص ہوتی تو وہ ضرور موت کی تمنا کرتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کی پیشینگوئی صحیح اُتری۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام یہود کو جمع فرمایا ان کے رویہ و ان آیات کریمہ کی تلاوت کی اور ان سے کہا کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو اس مجمع میں علی رؤس الاشہاد موت کی آرزو کرو، مگر یاد رکھو کہ اگر تم جھوٹے ہو اور یقینی جھوٹے ہو تو تم کھائی اور موت کی مصیبت آئی۔

مثلاً مشہور ہے کہ چور اپنے سایہ سے ڈرتا ہے۔ وہی حال یہود کا ہوا کہ مباہلہ سے ڈر گئے اور صاف انکار کر دیا کہ ہم موت کی آرزو نہیں کریں گے۔ اور یہود کے اس انکار کرنے سے ایک چھوٹی سی دوسری پیشینگوئی بھی صحیح ثابت ہو گئی کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ زندگی پر حریص ہیں ایسی زبردست پیشینگوئی کرنی اور اس کے پورا ہونے میں سرموفق نہ آنا، سوائے خالق مطلق کے یہہ طاقت کس میں ہو سکتی ہے؟

اب اس مقام پر چند اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں جن کی صراحت کرنی ضرور ہے۔

پہلا اعتراض

جو الزام یہود پر دیا گیا ہے وہی پیغمبر عرب اور ان کی امت پر بھی قائم ہو سکتا ہے۔

کیونکہ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ محمدؐ اور تمام انبیاء اور ان کی صالح امتیں جتنی اور نعماء و جنت کی وارث ہیں اور ان کے دشمن کفار و مشرکین جہنمی ہیں پس چاہئے تھا کہ وہ بھی موت کی آرزو کرتے بلکہ اس بات پر راضی ہوتے کہ یہود و غیرہ پیغمبر اور ان کے اصحاب کو قتل کر ڈالتے تا موجودہ مصائب سے چھوٹ کر ابدی نعمتوں میں جا پہنچتے در حالیکہ کفار و غیرہ ان کے لئے موجب عذاب سمجھے

پہلا جواب

یہود، ایسا الزام پیغمبر پر نہیں الٹ سکتے تھے کیونکہ ان کے اور پیغمبر کے درمیان میں بہت بڑا فرق ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو اس بات کے مدعی تھے کہ ہم دنیا کی اصلاح کے لئے آئے ہیں اور ہمارا کام یہ ہے کہ اللہ کے احکام اسکے بندوں تک پہنچا دیں، اگر پیغمبر قتل ہو جائے پر راضی ہوتے اور موت کی آرزو کرتے تو ان کا کام کیسے سرانجام پاتا اور وہ جس منصب تبلیغ رسالت کیلئے مبعوث ہوئے تھے وہ کون پورا کرتا؟ یہود کی تو یہ حالت نہیں تھی۔

دوسرا جواب

پیغمبر خدا، مدعی رسالت تھے کہ ان کو خدا نے اپنا رسول بنا کر خلق کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ پس امن کا جینا مناسب اللہ کی مرضی پر منحصر تھا اور انہیں موت کی آرزو کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی جب انھوں نے اپنا منصب پورا کر دیا، اللہ نے خود دنیا سے اٹھا کر اپنے آغوش رحمت میں لے لیا۔ یہود کی یہ صورت نہیں تھی کیونکہ وہ نبوت و رسالت کے مدعی نہ تھے۔

تیسرا جواب

قتل ہو جانے کی رضا مندی اور موت کی آرزو میں فرق ہے۔ قرآن نے یہ نہیں سنا یا کہ تم قتل ہو جانے پر راضی ہو جاؤ تاکہ سب کے سب قتل کر دے جاؤ۔ یہ تو پیغمبر کی اختیاری بات تھی اور آخر میں جب یہود کی شرارتیں حدِ عقل سے بہت بڑھ گئیں تو تلوار ہی سے ان کی اصلاح کر دی گئی۔ یہود سے صرف یہ کہا گیا کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ تم اللہ کے چھتے ہو اور نغارِ آخرت تمہارے ہی لئے ہیں تو تم خود موت کی آرزو کرو اور انہوں نے موت کی آرزو نہیں کی۔

چوتھا جواب

بلا شک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خدا سے موت کی تمنا نہیں کی اس لئے کہ آپ کا مرنا جینا خدا ہی کی مرضی پر تھا۔ خدا نے تبلیغِ احکام کے لئے آپ کو مبعوث الی الخلق کیا۔ پس خدمتِ مفوضہ کی انجام دہی کے قبل موت کا چاہنا اناست ہی نہیں بلکہ ایک قسم کا جرم تھا پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا و ما فیہا سے مستغنی تھے۔ آپ نے دنیا کی کسی چیز سے ہزدت کے سوا، دل نہیں لگایا اور آخرت ہی کو دنیا پر ترجیح دیتے رہے جس سے حدیث کی کتابیں لبریز ہیں۔ مرتے وقت بھی آپ کے زبان پر یہی جاری رہا کہ الی الرفیق الاعلیٰ۔

پانچواں جواب

اصحابِ رسول پر یہ الزام قائم نہیں ہو سکتا کیونکہ نہ تو خود صحابہ کرام نے کبھی دعویٰ کیا

کہ ہم خدا کے چھتے ہیں پیغمبر نے ارشاد فرمایا کہ جنت اصحاب محمد ہی کے لئے خاص ہے اور نہ قرآن نے کہیں اشارہ یہ بیان کیا کہ امت محمدیہ عام اس سے کہ کیا ہی عمل کر مرنے کے بعد سید ہی جنت میں جلی جائیگی۔ قرآن مجید میں تو صاف صاف کہہ دیا گیا ہے کہ جنت اور نعماء آخرت نیکو کاروں کے لئے ہے۔ اور جہنم بدکاروں کے لئے ہے۔ عام اس سے کہ کوئی ہو یہاں تک کہ پیغمبر کی ازواج مطہرات سے بھی ہی کہہ دیا گیا اور جناب سرور کائنات نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ سے بھی فرمایا کہ بیٹی! تم عمل کرو، اس گھنڈ میں نہ رہنا کہ میرا باپ پیغمبر ہے ۵

بین تغاوت رہ از کجاست تا بہ کجا ،

دوسرا اعتراض

جو چیز مطلوب تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اسکو مطلوب کہہ سکتے ہیں مگر وہ مطلوب ہے اس اعتبار سے کہ اصلی مطلوب تک پہنچنے کا وسیلہ ہے، اور ذات پر نظر کرتے ہوئے اس کا مکروہ ہونا ممکن ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ موت بڑے غم و الم کے بعد حاصل ہوتی ہے پس اس تکلیف والا لایطاق کی وجہ سے یہو نے موت کی آرزو نہیں کی ہوگی۔

جواب

موت کی آرزو نہ کرنے کی یہ توجہ صحیح نہیں ہے۔ سچپنی لگانے اور ترش و تلخ دوا کھانے سے اذیت ہوتی ہے مگر یہ اذیت برداشت کی جاتی ہے کیونکہ اس اذیت کے برداشت کو لینے سے بہت بڑی منفعت حاصل ہوتی ہے پس جب یہ امر مستحق و یقین ہو کہ اس تکلیف کے بعد ایک ایسی منفعت اور نعمت حاصل ہوگی۔

جس کے مقابلہ میں یہ تکلیف کمتر درجہ میں ہے تو سمجھا دیں واجب ہے کہ اس تکلیف کو برداشت کرے تا وہ بڑی نعمت حاصل ہو جائے یہود کو یقین تھا جیسا کہ وہ بظاہر کہتے تھے کہ نگارِ جنت انہیں کے لئے ہیں اور یہ بھی جانتے تھے کہ جنت کی نعمتوں میں جولنت و منفعت ہے اس کے آگے موت کی تکلیف کئی رتبہ نہیں کہتی پس ایسی صورت میں اُن پر فرض تھا کہ موت کی آرزو کرتے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا جو ان کے دعوے کے بطلان اور قرآن کی صحت کی کافی دلیل ہے

تیسرا اعتراض

ممکن ہے کہ یہود کا دعوے عام نہ رہا ہو کہ ہر یہودی عام اس سے کہ کیا ہی بدکار رہو جنت کا وارث ہے۔ بلکہ وہ اُن نفوس کو خدا کے چھتے اور وارثانِ جنت سمجھتے ہوں جو گناہ کبیرہ کے مرکب نہ ہوئے ہوں۔ اور چونکہ وہ اس کتاب کا بارِ معصوم نہیں تھے اس لئے عذاب کے خوف سے موت کی آرزو نہیں کی۔

پہلا جواب

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی، ہزاروں لاکھوں یہودی ہر طرف پھیلے ہوئے تھے کیا اتنے کثیر التعداد لوگوں میں دس پانچ لوگ بھی ایسے نہ تھے جو کبیرہ گناہوں سے معصون اور موت کی آرزو کرنے کے قابل ہوتے

دوسرا جواب

یہود اس بات کے مدعی تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور چھتے ہیں اور جنت میں سوائے یہود کے دوسرا کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔ پھر اس عام دعوے کے ساتھ خوف

عذاب کیا معنی ؟

چوتھا اعتراض

اگر مرض کر لیا جائے کہ یہود ، دار آخرت کو عموماً اپنے ہی لئے سمجھتے تھے اور اپنے سوا کسی دوسرے کو نمارجنت کا مستحق نہیں جانتے تھے اور اس لئے موت کی آرزو کرنی ان پر واجب تھی تاکہ وہ اپنے دعوے میں سچے ثابت ہو تو یہ کیونکر ثابت ہو سکتا ہے کہ انہوں نے موت کی تمنا نہیں کی۔ رہی قرآن کی شہادت ، وہ مفید نہیں ہو سکتی کیونکہ مسلمان کی صحت اور اس کا کلام اللہ ہونا ہی محل نزاع میں ہے۔

پہلا جواب

رسول اللہ صلعم باتفاق اہم حکیم و دانشمند تھے۔ باوجود اس عقل و حزم کے آپ جیسے دور اندیش سے یہ بہت مستبعد تھا کہ وہ اپنے مخالفین سے ایسی بات کی تحدی کریں جس سے خود مغلوب ہو جائیں اور ان کی دلیل و حجت خود انہیں کے لئے مضرت بخش ہو جائے۔

سمجھدار آدمی جب تک کسی امر کا تجسس نہ نہیں کر لیتا ، دعویٰ کرنے کی جرأت نہیں کرتا پھر محمد مصطفیٰ صلعم جیسے متین حکیم ایسی نادور اندیشہ کار و انی کیسے کر سکتے تھے ؟ اس لئے ضرور ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ یہود موت کی تمنا کریں گے اور اسی جبرائیل پر آپ نے ان آیات کو علیٰ رؤس الاشباہ و سنا یا چنا سچہ دیباہی ہو اکہ یہود نے موت کی تمنا نہیں کی۔

دوسرا جواب

یہودیوں کا ایک ایسا واقعہ عظیم تھا کہ اگر یہودی موت کی تمنا کئے ہوتے تو عرب میں ہر طرف ہلچل مچ جاتا اور قرآن کی تکذیب میں ہزاروں متواتر خبریں مشہور ہو جاتیں۔ یہودیوں نے ان دونوں بلکہ تمام مخالفین اپنی اپنی کتابوں اور نوشتوں میں اس واقعہ کو لکھتے اور قرآن کے واقعہ کو غلط بتا دیتے کیونکہ قرآن کی غلطی کے ثبوت سے محمد مصطفیٰؐ کی نبوت باطل ہو جاتی جو مخالفین کی بڑی کامیابی کا باعث ہوتا۔ اور یہ تو نا ممکن ہے کہ اتنی سخت مخالفت کے ہوتے ہوئے ایسا زبردست دعویٰ غلط ہو کر یونہی رہ جاتا یا شور و غل ہوتا اور مخالفین لکھنے سے باز رہ جاتے۔ پس چونکہ قرآن کے اس دعوے کے خلاف خبر متواتر تو کیا ، ایک موضوع نقل بھی نہیں پیش کی جاسکتی جس سے یہودیوں کے آرزوے موت کرنے کا پتہ چلے ، اس لئے قرآن کی پیشینگوئی کو صحیح ماننے کے سوا چارہ کار نہیں ہے۔

پیشینگوئی

(۸)

نصاری کی باہمی مدافعتی دشمنی

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا
نَصَارَى أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ
فَنَسُوا حَظًّا فَمَا بُدُّوا
بِهِ فَسَأَلْنَاهُمْ إِنَّا لَنَكُونُ
أَلَعَدَاوَةُ الْبَغْضَاءِ
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَسَوْفَ
يُنْفِئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا
يَصْنَعُونَ۔

اور جو لوگ اپنے آپ کو نصاری کہتے ہیں ہم نے
ان سے بھی یہ عہد لیا تھا تو جو کچھ ان کو
نصیحت کی گئی تھی اس میں سے بڑا حصہ
دیعنی پیغمبر اسلام پر ایمان لانا، بھلا بیٹھے تو
اسکی سزا میں اہم سنے ان میں عداوت
اور کینہ کو روز قیامت تک بھڑکا دیا اور
آخر کار خدا ان کو تباہ دیکھا کہ وہ کیا کرتے
رہے۔

ف

اس آیت میں کھلے طور پر پیشینگوئی کی گئی ہے کہ نصرا نیوں کے فیما بین روز
قیامت تک بغض و عداوت رہے گی۔

کیا تاریخ کیا مشاہدہ، دونوں سے ثابت ہے کہ نصرا نیوں میں باہم راسخ
عداوت ہے نصرا نیوں میں بہ لحاظ اختلاف حکومت۔ بلحاظ اختلاف ملت اور
بلحاظ خصوصیات ملکی و قومی قدیم سے عداوت چلی آتی ہے۔ روس۔ جرمنی
فرانس۔ امریکہ۔ انگلینڈ ہر ایک دوسرے کی بربادی کا خواہاں ہے۔ اسی طرح

رومن کیتھک۔ پرائسٹنٹ گرگیک۔ پونی ٹیرین ہر ایک اپنے فروغ اور دوسرے کے
نزوال کا دشمنی ہے۔

عداوت تو ظاہری مخالفت کو کہتے ہیں اور بغض دلی عداوت کا نام ہے اور
یہ دونوں قسم کی عداوتیں متحقق ہیں۔ ایک کو دوسرے پر اتنا شک ہے کہ ہرگز کوئی
ایک، دوسرے کی ادنیٰ ترقی کو بھی محبت کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔ ایک نے ترقی
کی اور دوسرے اس کے پیچھے پڑ گئے۔

اعتراض

معتراض کہہ سکتا ہے کہ یہ باہمی بغض و عداوت تو خود مسلمانوں میں بھی دائر و سائر
ہے بلکہ جتنی عداوت مسلمانوں میں باہم۔ اسخ ہے اتنی نصاریٰ میں نہیں ہے
پھر نصاریٰ کے لئے عیب کیوں؟

پہلا جواب

اگر مسلمانوں کے درمیان نزاع و مخالفت ہے تو نہ ہمیں اس سے انکار ہے نہ
قرآن کی مذکورہ پیشینگوئی پر اس کا کوئی اثر پڑ سکتا۔ یہ وجہ ہوتا کہ قرآن بغض و
عداوت کو نصاریٰ ہی کے ساتھ خاص کر دیتا کہ ان کے سوا کسی دوسرے
مذہب یا اسلام کے ماننے والوں میں باہم بغض و عداوت نہیں ہوگی قرآن
نے صرف نصاریٰ کی نسبت پیشینگوئی فرمائی ہے کہ اُن میں آپس میں قیامت
تک بغض و عداوت رہے گی۔

چنانچہ یہ پیشینگوئی پوری ہوئی اور افشاں اللہ قیامت تک یوں نہیں پوری
ہوئی رہے گی۔

دوسرا جواب

مسلمانوں میں اسوقت باہمی بغض و عداوت کہاں تھی جب یہ آیت نازل ہوئی باہمی مخالفت تو وفات رسول خدا صلعم کے تقریباً سو برس کے بعد شروع ہوئی ہے۔ علی مرتضیٰ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی لڑائیاں بغض و عداوت پر محمول نہیں کیجا سکتیں۔ ان جنگوں کی بنا صرف ذاتی اختلاف اور رائے کی غلطی تھی۔ درندہ مذہب و معاشرت میں دونوں گروہ متحد ہی رہے۔

بہر حال زمانہ رسول خدا صلعم میں اہل اسلام باہمی بغض و عداوت کے عیب سے پاک تھے اور نصاریٰ اس میں مبتلا تھے۔

تیسرا جواب

اسلام کے فرقوں میں زیادہ تر اختلافات ہیں یا زیادہ سے زیادہ عداوت یعنی ظاہری مخالفت ہو مگر بغض اور دلی عداوت کبھی کسی فرقہ کو دوسرے فرقہ کے ساتھ نہ تھی نہ اب ہے۔

مسلمانوں میں اسوقت دو ہی فرقہ شیعہ و سنی ایسے ہیں جن کے درمیان زیادہ عداوت یا مخالفت دیکھی جاتی ہے مگر یہ عداوت مذہبی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ پولٹیکل امور اور خواہش سلطنت نے اس مخالفت کا بیج بویا ہے۔

چوتھا جواب

قرآن نے یہ پیشینگوئی کی ہے کہ نصاریٰ کے درمیان مذہبی اور غیر مذہبی دونوں قسم کی عداوتیں قیامت تک باقی رہیں گی چنانچہ نصاریٰ کے اور فرقوں کو

چھوڑ کر صرف رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ دو فریق پر نظر ڈالی جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اہل اسلام کیا معنی دنیا کے کسی مذہب کے دوگر وہوں میں ایسی عداوت نہ کبھی تھی نہ اب ہے نہ ہو سکتی۔

منہٹ
خود انگلستان میں جارج سوم کے زمانہ میں تعصب اور مذہبی عدم آزادی گور کے اصول مسلمہ میں داخل تھی اور یہ تعصب اور مذہب کی عدم آزادی جن شکلوں میں ظاہر ہوتی تھی وہ صرف وحشیانہ ہی نہیں بلکہ تکلیف دہ ہوتی تھیں۔ ایک صدی نہیں گزری کہ فرانس میں ٹینٹس مقام کے شاہی فرمان کی تسخیر کے بعد بنیادیں مظالم ٹوٹ پڑے اور ریو لویشن کے زمانہ تک ہر وقت ان مظالم کے کا امکان تھا۔ یورپ کے دو حصوں میں رومن کیتھولک، پراٹسٹنٹوں پر ظلم و ستم کرتے تھے اور پراٹسٹنٹ رومن کیتھولکوں پر اوس کا گریک جرج مانوان دونوں کا جانی دشمن تھا۔ پھر ظلم و ستم بھی ایسے جنگو سنگد دل آدمی کے بدن پہ بھی روئے کھڑے ہو جائیں۔ ہر ایک فریق دو حصوں پر جب قابو پاتا، قتل کر ڈالتا۔ بھانسی پر لٹکا دیتا اور طرح طرح کی ناگفتہ بہ ایذایں پہنچاتا تھا۔

۲۲ اکتوبر ۱۷۸۵ء کو فرانس کے تگدل بادشاہ لوئی چہارم نے ایک فرمان شائع کیا جس کی رو سے پراٹسٹنٹوں کی بھی یہی آزادی کا بھی بالکل خاتمہ ہو گیا اور آخر اس کا یہ تباہی بخش نتیجہ نکلا کہ اس فرمان کی اشاعت کے بعد فرانس کے تین لاکھ پانچ سو اپنا عزیز وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور ہالینڈ پر شیا۔ انگلینڈ سوٹ زہ لینڈ اور امریکہ میں جا کر پناہ گزیں ہوئے جن میں عالم، فاضل اور صنایع ہر قسم کے باکمال لوگ شریک تھے۔ یہ فرمان تاریخیوں میں ناسخ فرمان ٹینٹس کے نام سے مشہور ہے۔

کوئی تاریخ دان دنیا کے کسی قوم اور کسی مذہب کے دو فرقوں میں ایسی عداوت نہیں

دکھا سکتا اور مسلمانوں کا تو ذکر ہی فضول ہے کیونکہ اسلام کے کسی دو فرقہ میں مذہبی عداوت سرے سے ہے ہی نہیں اور جو قدر بھی ہے اس کی بنا محض ملکی ہوس اور پالیٹکس ہے۔

بہر کیف قرآن کی یہ پیشینگوئی کہ نصاریٰ کے فیما بین قیامت تک بغض و عداوت رہے گی، اس وقت تک بالکل پوری اترتی رہی اور آئندہ بھی انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔



پیشینگو

(۹)

یہودیوں یا یہودوں نصاریٰ میں قیامت تک باہمی اوت

یہودی کہتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ تنگ ہے، انہیں
کے ہاتھ تنگ ہیں اور ان کے (اس)
کہتے پران کو خدا کی ہچکچار دھڑکا کا ہاتھ
تنگ نہیں، بلکہ اس کے دونوں ہاتھ
کٹا رہے ہیں جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے
اور جو تمھارے پروردگار کی طرف سے
نازل ہوا ہے ضرور ان میں سے بہتر و
کی شکرگشی اور کفر کے زیادہ ہونے کو
باعث ہوگا اور اسی حد کی سزا ہے کہ
ہم نے ان کے آپس میں عداوتیں اور
کینے ڈال دیئے ہیں (کہ وہ) قیامت تک
(نکلنے والے نہیں)

قَالَتِ الْيَهُودُ بَدَأَ اللَّهُ
مَعْلُومَةً غَلَّتْ أَعْيُنُهُمْ
وَلَعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ
بَدَأَ مَبْسُوطَتَانِ يُفْقَهُ
كَيْفَ يَشَاءُ وَلِيَزِيدَنَّ
كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ
إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا
وَكُفْرًا وَالْقِيََامَةُ
الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

ف

اس آیت کی تفسیر میں بین العلماء اختلاف ہے۔

حضرت حسن اور مجاہد رحمہما اللہ کا یہ مذہب ہے کہ ”بینہم“ سے یہود و نصاریٰ

مراد ہیں یعنی یہود و نصاریٰ میں قیامت تک بغض و عداوت قائم رہے گی۔ اور یہود نصاریٰ کو اسلئے مراد لیتے ہیں کہ اس سے پہلے ارشاد ہوا ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا
الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ

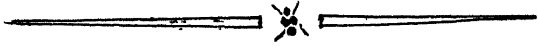
حن اور مجاہد کے سوا تمام مفسرین متفق ہیں کہ اس آیت میں صرف یہودیوں کی باہمی عداوت مقصود ہے اور یہی مسلک درست ہے کیونکہ اس آیت میں صرف یہود ہی کا بیان ہوا ہے اور نصاریٰ کا ذکر اس آیت سے بہت پہلے ہے جس کو آیت مذکورہ سے کسی طرح پیوند نہیں ہو سکتا۔

بہر حال ہمارا مقصود ہر طرح حاصل ہے۔ اگر یہود و نصاریٰ کی باہمی عداوت مراد لیں تو اس پیشینگوئی کی صحت مشاہد ہے کہ یہود و نصاریٰ میں جیسی کچھ بغض و عداوت ہے مسلمان و نصاریٰ یا یہود و مسلمان میں نہیں ہے حالانکہ نصاریٰ بہ نسبت مسلمانوں کے یہود سے بہت قریب ہیں۔ نصاریٰ ملت موسوی کو منورخ نہیں سمجھتے بخلاف ان کے مسلمان، تورات و انجیل دونوں کو منورخ و ناقابل عمل قرار دیتے ہیں۔
اور اگر صرف یہود کی باہمی عداوت مراد لیں تو یہی پیشینگوئی صحیح اترتی ہے۔ یہودیوں حکومت نہیں ہے اور مذہب میں بھی ایسا اہم اختلاف نہیں ہے جس سے نمایاں طور پر باہمی عداوت معلوم ہو۔ پھر بھی جہاں تک معلوم و مشہور ہے وہ یہی ہے کہ ان کے فیما بین مخالفت ہے۔

اگر یہودیوں میں اختلاف نہ ہوتا تو ضرور اتفاق ہوتا جیسا کہ ایک شکستہ قوم کیلئے درکار ہے اور اتفاق کی صورت میں وہ ضرور مجموعی قوت سے کوئی کام کرتے جو فلاح کا ذریعہ ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے اور یہ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ یہود کے فیما بین عداوت اور رائخ عداوت ہے۔

چھوٹی جماعت میں ہمیشہ عادۃً عصبیت اور اتفاق ہوا کرتا ہے جیسا کہ پارسیوں میں مشاہد ہے۔ یہودیوں میں یہ بات بھی نہیں ہے جس سے آپس میں عداوت کا ہونا ظاہر ہے۔

اسکے علاوہ یہودیوں میں بحیائی اور حرص حد درجہ کی ہے اور یہ دونوں صفتیں بلاشبہ کینہ۔ دشمنی۔ حسد کی مورث اور قاطع اتحاد و یکجہتی ہیں۔



پیشینگوئی

(۱۰)

یہودی کی جلا وطنی

سورۃ الحشر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
 هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا
 مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ
 لِأَوَّلِ الْحَشْرِ
 وہ (خدا) ہی تو تھا جس نے کفار
 اہل کتاب کو ان کے گھروں سے
 نکال باہر کیا اور یہ ان کی تفتیر
 کا پہلا حشر (مخا) جس کے لئے
 نکالے گئے۔

ف

مدینہ کے چار پانچ کوس کے فاصلہ پر یہودیوں کی ایک قوم آباد تھی جو بنی نضیر
 کہلاتی تھی۔ مسلمانوں سے ان کی صلح تھی مگر وہ لوگ درپردہ کفار مکہ سے مارا
 رکھتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے پیغمبر خدا کے مار ڈالنے کا ارادہ بھی کیا تھا۔
 ایک روز آپ دیوار کے تلے بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ یہودیوں نے ہاتھ
 اوپر سے چلی گرائی جاہلی۔ یہاں تک نوبت پہنچی تو پیغمبر خدا نے ان کو جا گھیرا
 وہ بہت سٹ پٹائے اور آخریہ بات ٹھہری کہ سب یہودی گھر بار چھوڑ کر ملک
 شام میں چلے جائیں۔ چنانچہ مال و متاع وغیرہ جو کچھ لیجاتے بن بڑا لینگئے۔
 و قبیلے آل ابی الحقیق اور آل جی بن اخطب خیبر میں رہ گئے اور ایک گروہ
 حیرہ میں رہ بڑا۔ باقی سارے یہودی جلا وطن ہو کر شام کی طرف چلے گئے۔

یہود کی اس جلا وطنی کو ”پہلی جلا وطنی“ سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے یہ پیشین گوئی
 نکلی کہ اہل کتاب دو بارہ بھی جلا وطن ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عمرؓ نے
 نے اپنی خلافت میں تمام یہودیوں کو اُن کے فسادات کی وجہ سے جزیرہ عرب سے
 جلا وطن کر دیا اور یہ مقدس سرزمین ہمیشہ کے لئے ان مشرکوں کے منحوس و جود
 پاک ہو گئی۔



پیشینگوئی

(۱۱) (۱۲)

کفار کا ذلیل ہونا اور کعبہ میں جاتے ہوئے ڈرنا

جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لینے سے منع لینے سے منع کرے اور ان کی بے رونقی کے درپے رہے۔ یہ خود اس لائق نہیں کہ مسجدوں میں آئے پائیں مگر ڈرتے ڈرتے۔ ان کے لئے دنیا میں دہی (رسوائی) ہے اور ان کے لئے آخرت میں دہی (بردا) (بھاری) عذاب ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا هَٰذَا لَأَخِلَّا لِلْفِئَةِ لِمُحْمِي السَّيِّئَاتِ حَزَائِي وَلَهُمْ فِي الْأَخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

ف

کفار قریش ابتدائے اسلام میں پیغمبر خدا اور آپ کے اتباع کو خانہ کعبہ میں اذان دینے اور نماز پڑھنے سے مانع ہوتے تھے۔ پیغمبر خدا کے رستہ میں کانٹے بچھا دیتے تھے۔ ایک روز آپؐ نماز پڑھ رہے تھے زبردستی آکر لیٹ پڑے اور گلاب بایا

ایک دفعہ مسجد میں تھے کہ اونٹ کی اوچھڑی گردن پر رکھ دی اور معمولی تکالیف کا تو کیا ذکر جو ہر روز ہوا کرتی تھیں یہاں تک کہ پیغمبر خدا مسلمانوں کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ جا بسے تو بھی کفار مکہ اپنی دشمنی سے باز نہ آئے اور اقسام کے فتنے کرتے رہے۔

جب پیغمبر خدا نے ہجرت کے چھٹے برس عمرہ کرنے کے لئے مکہ جانا چاہا تو مکہ والوں نے نہ آنے دیا۔ ان آیات میں کفار کے ان ہی ظلموں کی طرف اشارہ ہے اور صفات الفاظ میں پیشینگوئی ہے کہ کفار دنیا میں ذلیل ہوں گے اور اس لائق نہ رہیں گے کہ علانیہ کعبہ میں آسکیں چنانچہ پیشینگوئی پوری ہو کر رہی کہ احقر کا رکھ فتح ہوا۔ خدا خدا پر مسلمان قابض ہو گئے۔ کفار ذلیل و خوار ہو کر مارے ڈر کے بہا گئے بھاگے پھر لے گئے اور مسلمانوں کو رکنا تو کجا خود ہی خانہ کعبہ میں آتے ہوئے ڈرتے تھے۔ یہاں تک کہ حج کے سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عام منادی کر دی کہ اب اس کے بعد سے مشرکین بیت اللہ کا حج نہ کرنے پائیں گے۔

کفار کی دنیاوی ذلت سے یہی مراد ہے کہ جس بات سے وہ مسلمانوں کو روکتے تھے وہ خود ہی روک دے گئے اور ان کا کعبہ میں جانا ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا اس سے بڑھ کر کون سی ذلت ہوگی؟۔ یہ ایک ایسی کھلی ہوی پیشینگوئی ہے جس کی صحت آج بھی مشاہدہ کی جاتی ہے۔

ت

اب ہمارے وقتوں میں سنی، شیعہ، مقلد، غیر مقلد، اپنی مسجد میں دو فرقہ کے لوگوں کو نماز نہیں پڑھنے دیتے۔ ان کو اس آیت سے عبرت پکڑنی چاہیئے

اور جناب پیغمبرِ مصلح کا تو یہ حال تھا کہ ہجران کے عیسائی آپ کی خدمت میں حاضر
 ہوئے تو آپ نے اُن کو مسجد نبوی میں ٹھیرایا اور وہیں انکو اُن کے طور پر
 عبادت کرنے کی اجازت بھی دی۔



پیشینگوئی

(۱۳)

یہودیوں میں سکم ایمان لائینگے اور زیادہ کفر ثابت رہینگے

جیسا کہ سورہ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اور اگر اہل کتاب (یہودیوں کے سب) ایمان لے آتے تو اُن کے حق میں بہتر تھا (مگر) اُن میں سے تھوڑے ایمان لے آئے اور اُن میں کے اکثر نافرمان ہیں۔

وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ
لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمْ
الْمُؤْمِنُونَ وَالْكَثَرُ هُمْ
الْفَاسِقُونَ

ف

اس آیت میں اہل کتاب سے بعض لوگ یہود و نصاریٰ دونوں کو مراد لیتے ہیں اور اکثر مفسرین صرف یہود کو مراد لیتے ہیں کیونکہ بعد والی آیت اور شان نزول اسی کی مؤید ہیں۔ بہر حال اس آیت میں یہ پیشینگوئی کی گئی ہے کہ اہل کتاب میں سے بعض ہی لوگ ایمان لائینگے اور اکثر اپنی گمراہی پر قائم رہیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نصاریٰ میں سے نجاشی والی حبش اور اس کے چند اصحاب اور یہود میں سے عبد اللہ بن سلام چند نفوس تو مسلمان ہو گئے۔ باقی سب کے سب اہل کتاب اپنے مذہب پر قائم اور اسلام کی پیچمنی کی فکر میں گئے رہے۔

پیشینگوئی

(۱۴)

یہودی معمولی ایذا دہی کے سوا مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچا سکتے

جیسا کہ سورہ آل عمران میں جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لَنْ يَضُرَّوْكُمْ
إِلَّا أَذًى

(مسلمانوں! معمولی ایذا دہی کے سوا یہودی
تمکو ہرگز (بڑا) نقصان نہ پہنچا سکتے۔)

ف

یہ بہت صریح پیشینگوئی ہے۔

یہودی باوصف اتنی سخت دشمنی کے جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ تھی مجوز معمولی ایذا دہی اور سخت کلامیوں کے کوئی بڑا نقصان پہنچا سکے۔ حالانکہ وہ مالدار لوگ تھے اور پیغمبر خدا اور آپ کے اصحاب کی مالی حالت بالکل درست نہیں تھی۔

پیشینگوئی

(۱۵)

یہود اگر جنگ کریں گے تو بھاگیں گے پھر

ان کی شوکت باقی نہ رہے گی

جیسا کہ اسی آیت کے بعد ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَإِنْ يُقَاتِلُوا أَلَّامُ | اور اگر دیہود، تم سے لڑیں گے تو ان کو
يُؤْكَوْا أَلَّا ذَبَارَ | تم سے بیٹھ پھیرتے ہی بن پڑے گی
شُمَّ لَا يُنْصَرُونَ - | پھر یہ بھی اطمینان رکھو کہ ان کو
دکھیں سے، مدد بھی نہیں ملے گی۔

فـ

یہ ایک ایسی زبردست پیشینگوئی ہے جسکو پوری ہوتے ہوئے تمام
دنیا نے دیکھا اور تاریخی اوراق آج تک اس کی صداقت کے
شاہد ہیں۔

یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جب کفار اور اہل اسلام میں قتال کی
نوبت نہیں آئی تھی۔ اور جب نوبت آگئی تو یہودیوں نے شکست
کھائی اور ایسی شکست کھائی کہ پھر مقابلہ کرنے کے لائق ہی نہ رہے
اور نہ کہیں سے انہیں مدد ملی یہاں تک کہ مسلمانوں نے ان کو اکھاڑ ہی

پھینکا۔ اور جزیرہ عرب سے نکال باہر کیا۔ اس کے بعد سے جس
 بے شوکتی کی حالت میں وہ رہنے لگے آج ہی دنیا والے دیکھ رہے ہیں



پیشنگوی

(۱۶)

ہم کفار کے دلوں میں رعب بٹھا دینگے

جیسا کہ اسی سورہ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
إِنْ تُطِيعُوا الَّذِينَ
كَفَرُوا يَدْرُوكُمْ عَلَى
أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا
خَاسِرِينَ بَلِ اللَّهُ مُؤَكَّدٌ
بِغَلْبِهِ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ
سَلْنِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ
كَفَرُوا إِنَّ الرُّعْبَ بِمَا
أَشْرَكُوا بِاللَّهِ
مَكِيدٌ لِّمَنْ يَشَاءُ بِهِ
سُلْطَانًا وَمَا وَاهُمْ
النَّارُ

اور وہ سب مددگاروں سے بہتر ہے
دگبار و نہیں، ہم عنقریب تمہاری مصیبت
کافروں کے دلوں میں بٹھا دینگے کیونکہ
انہوں نے ان چیزوں کو خدا کا شریک
بنا یا ہے جن کی خدا نے کوئی شہ نہیں
بھیجی اور (آخر) ان لوگوں کا ٹھکانا
دوزخ ہے۔

ف

جنگ اہد میں مسلمانوں کو اپنے انسرا علی (محمد صلعم) کے حکم نہ ماننے کی وجہ

سے فتح کے بعد شکست اٹھانی پڑی تھی اور واپس ہوتے وقت ابوسفیانؑ کہتا گیا تھا کہ سال آئندہ ہم پھر قتال کریں گے اور اس وقت تم (مسلمانوں) کو پورا مزا چکھا دینگے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی تسلی کرتا اور ان کی ڈھارس بندھاتا ہے کہ ایک بار کی شکست کھانے سے ہزدل نہ بنو اور ہمت نہ ہارو، ماہم تمہارے دشمنوں کو خود تم سے مرعوب اور مہیبت نہ کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے وعدے کے مطابق ہزار پانچ سو کا لشکر لیکر بغرض قتال مدینہ سے باہر نکلے۔ ابوسفیان بھی اپنا لشکر سنبھالتا ہوا ظہران یا عسفان تک آیا مگر وہ بہادران اسلام سے ڈر گیا اور قحط کا بہانہ کر کے چلتا پھرتا نظر آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ دن تک انتظار کیا اور اس کے بعد واپس چلے آئے۔ بعض مفسرین نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ تمام کفار عجب کہ مسلمانوں سے مرعوب اور پسا کر دیا جائیگا اور ایسا ہی واقعہ ہوا کہ ابوسفیان انشاء اللہ تعالیٰ۔

پیشینگوئی

(۱۷)

منافقوں کا دنیا میں کوئی یار و مددگار نہ ہوگا

جیسا کہ سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ | اور روئے زمین پر نہ کوئی (ان منافقوں کا) ولا نصیب۔
کا حامی ہوگا اور نہ مددگار۔

ف

تاریخوں سے ثابت ہے کہ منافقوں کا راز فاش ہو جانے کے بعد کسی نے ان کی مدد نہیں کی۔ منافقین نے جب کفار کا دامن پکڑا اور کفار کو ہزیمت ہوئی تو پھر انکو کہیں سے کوئی مدد نہ مل سکی اور آسمان دونوں بے یار و مددگار تباہ و برباد ہو گئے۔

پیشینگوئی

(۱۸)

منافقوں پر دہری مار پڑیگی

جیسا کہ سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اور (مسلمانوں) تمہارے آس پاس
کے دیہاتیوں میں سے (بعض)
منافق ہیں اور خود مدینہ کے رہنے
والوں میں سے (بھی) جو نفاق پر
اڑے بیٹھے ہیں (لے پیگیر!) تم
ان کو نہیں جانتے ہم ان کو (خوب)
جانتے ہیں سو ابھی تو ہم (دنیا میں)
ان کو دہری مار دینگے پھر (آخر)
بڑے عذاب کی جانب لوٹائے
جائینگے۔

وَمِنْ حَوْلِكَ مِنَ
الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ
وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ
مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ
لَا تَعْلَمُهُمْ لَحْنٌ تُعَلِّمُهُمْ
سَمِعَعْنَاهُمْ مَرَّ ثَلَاثِينَ
ثُمَّ يُؤْذُونَ الْإِلَاحَ عَذَابٍ
عَظِيمٍ۔

ف

دہری مار سے دنیا و آخرت کے دو عذاب مراد نہیں ہو سکتے جیسا کہ بعض
مفسرین کا خیال ہے کیونکہ دو نم یزدوں "میں جو عذاب آخرت کی وضاحت
کر دی گئی ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ منافق پر دنیا میں دہری مار

پڑے گی پھر مرنے کے بعد عذاب عظیم ہوگا۔ منافقین وہ لوگ۔ تھے جو
 دراصل مذہب اسلام کے مخالف تھے مگر ظاہرًا اپنے کو مسلمان کہتے
 تھے۔ تا اگر مسلمانوں کو غلبہ ہو تو اپنا جان و مال محفوظ رہے لیکن آخر ان کا
 راز فاش ہو۔ وہ پہلے مسلمانوں کی نظر میں سب سے اعتبار ہوئے پھر دیر
 کا فروں کا ساتھ دیا اور وہ ہوئے مغلوب ازیں سوزا نڈہ و زان سوزا نڈہ
 اسلام ظاہری کی وجہ سے مسلمان ان کا پاس کر لئے اور ان کی جان و مال
 کے محافظ تھے۔ کفر و نفاق ظاہر ہو پڑنے کے بعد منافقین کے جان و مال
 اور جو روپے سب معرض خطر میں پڑ گئے یہ ہے دُہری مار کی پیشین گوئی۔



پیشنگوی

(۱۹)

کفار اسلام کو ہر انہیں سکتے بلکہ وہ خود ہار گئے

پیشنگوی قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ہے۔ پہلی آیت سورہ ہود میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ	جو خدا کے رستے سے (لوگوں کو) روکتے
مَسِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا	اور اُس میں کجی (سپدا کرنی) چاہتے
عِوَجًا وَهُمْ بِالْآخِرَةِ	ہیں اور یہی ہیں جو آخرت سے (دبھی)
هُمْ كَاذِبُونَ أُولَئِكَ	منکر ہیں (تو) یہ لوگ نہ دنیا ہی میں
لَمْ يَكُونُوا مُجْنِبِينَ فِي الْأَرْضِ	(خدا کو) ہر اسکتے اور نہ خدا کے سوا
وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ	کوئی ان کا حامی ہی کھڑا ہو سکتا ہر
أَوْلِيَاءَ-	

دوسری آیت سورۃ العنکبوت میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ	کیا جو لوگ بُرے عمل کرتے ہیں انہوں نے
يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ	یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہمارے قابو سے
أَنْ يَسْمِئُوا سَمَاءَ مَا	باہر ہو جائیں گے (ایسا سمجھتے ہیں تو)
جَحْمُونَ-	یہ لوگ کیا ہی بُری تہمیزیں کرتے

ہیں۔

تیسری آیت بھی اسی سورہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ
وَلَا مَارِ فِي السَّمَاءِ وَمَا لَكُمْ
مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَ
لَا نَصِيرٍ -

اور تم نہ تو زمین میں (دھچپ کر خدا کو)
ہراکتے ہو اور نہ آسمان میں (اڑ کر)
اور خدا کے سوا نہ تو کوئی تمہارا کا ویا
ہے اور نہ کوئی مددگار ہے -

چوتھی آیت سورۃ الثوری میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ
وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ
مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ

اور تم (روئے) زمین پر کسی طرف
بھاگ کر خدا کو) ہراکتے ہی نہیں
اور خدا کے سوا نہ تو کوئی تمہارا کا ویا
ہے اور نہ کوئی مددگار ہے -

ف

پہلے آیتیں مکی ہیں اور یہ پیشینگوئی اس وقت کی گئی ہے جب کہ مسلمان بالکل بیدست و پا اور بے یار و مددگار تھے -

ایسی سخت مخالفت میں اور ایسے بیدست و پائی کے زمانہ میں یہ پیشینگوئی کرنی کہ کفار اسلام اور مسلمانوں کو ہرا نہیں سکتے ! اور اس کا بالکل پورا احراز انسانی طاقت کا کام نہیں ہے -

پانچویں آیت شروع سورۃ توبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمِعُوا
لِلَّذِينَ عَاثَرَكُم مِّنَ
الْمُشْرِكِينَ فَتَعْلَمُوا
أَمْرَ بَيْعَةِ أَثَٰثِهِمْ وَاعْلَمُوا

جن مشرکوں کے ساتھ تم (مسلمانوں)
نے (صلح) کا عہد کر رکھا تھا اللہ اور
اوس کے رسول کی طرف سے ان کو
صاف جواب ہے تو اسے مشرکوں کو

اِنَّكَ عِنْدَ مُنْجِزِی اللّٰهِ
 وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْرِی الْكَافِرِیْنَ
 وَ اِذَا كَانَ مِنَ اللّٰهِ وِعَاثٌ
 اِلَى النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْكَبْرِ
 اَنَّ اللّٰهَ بَرِئٌ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ
 وَ اِنَّهُ سُوْلُهُ فَاِنَّ تَشْبِیْهُمُ
 لَهُمْ وَ خَلِیْوْلَهُمْ
 وَ اِنَّ تَوَلَّیْتُمْ فَاَعْلَمُوْا
 اَنَّكُمْ عِنْدَ مُنْجِزِی اللّٰهِ -
 چار مہینے ذیقعدہ اذی الحجہ محرم اور
 رجب (ملک میں جلو پھر د اور جانے
 رہو کہ تم اللہ کو ہر انہیں سکو گے اور
 اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے
 اور حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے
 رسول کی طرف سے لوگوں کو منادی
 کی جاتی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول
 مشرکین سے دست بردار ہیں۔ پس
 (سچے مشرکین) اگر تم توبہ کرو تو یہ تمہارا
 حق میں بہتر ہے اور اگر (اب بھی خدا اور
 رسول سے) پھر سے رہو تو جان رکھو
 کہ تم اللہ کو ہر انہیں سکو گے۔

ف

ابتداء میں مسلمانوں کو بالکل کمزوری تھی یہاں تک کہ انہوں نے اپنا
 دیس چھوڑ چھوڑ حبشہ میں جا پناہ لی اور پیغمبر خدا بھی مکہ میں نہ ٹھہر سکے
 اور مجبور ہو کر مدینہ تشریف لائے۔ پھر یہاں لڑائیاں چھڑ گئیں۔
 ہجرت کے کچھ مہینوں پس آپ نے عمر کے لئے مکہ جانا چاہا تو قریش نے
 حدیبیہ سے آگے بڑھنے نہیں دیا۔ آخر کار بڑی مشکل سے صلح ہوئی اور صلح
 ہوئی بھی تو مغلوبانہ کہ پیغمبر خدا کو بے عمرہ کئے واپس آنا پڑا۔ ماہ ربیعہ
 ثانی میں کہ مسلمان اگلے سال عمرہ کی تضا کریں اور تین دن سے زیادہ نہ
 ٹھہریں اور لڑائی دس برس تک موقوف رہے۔ لیکن قبائل فریضہ کیلئے

باد آنے والے نہ تھے اور آخر تین برس کے بعد قریش نے عہد شکنی کی یہی خبر
 نے ہجرت کے نویں برس حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ کو پہنچ کر یہ منادی کرادی
 کہ اب آئندہ مشرکین سے مسلمانوں کا کوئی تعلق نہیں۔ جن سے صلح ہے اور
 انہوں نے شرائط صلح کو نہیں توڑا ان کے ساتھ مدت صلح تک صلح برقرار
 اور ان کے سوا جنہوں نے صلح کے شرائط کو توڑ دیا ہے یا جن کے ساتھ
 صلح نہیں ہے ان کو چار مہینے کی مہلت ہے اس مدت میں مسلمانوں کی
 اطاعت اختیار کریں یا لڑنے کے لئے آمادہ ہو جائیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ پیشینگوئی کرتا ہے کہ مشرکین یہ نہ سمجھیں کہ
 ان کو چار مہینے کی مہلت ان کے خوف یا اپنے بھجوں کی وجہ سے دی گئی ہے
 وہ خدا کو کسی طرح ہرا نہیں سکتے۔ پس اگر اس مدت میں وہ اپنے کئے سے
 تائب ہوں اور غیب کی اطاعت اختیار کر لیں تو بہتر ہے ورنہ جنگ کے لئے
 آمادہ ہو جائیں مگر جانے کہیں کہ وہ مسلمانوں کو ہرگز ہرا نہیں سکیں گے۔
 قرآن نے اس دعوے کے ساتھ چار مہینے کی مہلت دیکر ان کے عاجز ہونے
 پیشینگوئی فرمائی اور وہ حروفِ بھرت ٹھیک اتری۔ ابو بکر صدیقؓ اور علیؓ رضی
 اللہ عنہما نے ایامِ حج میں برملا اور عام طور پر منادی کر دی کہ اب کوئی مشرک کعبہ کا حج
 مکہ کرنے یا میکا۔ کوئی مرد و عورت برہنہ طواف نہ کر سکیگا اور مرنے کے بعد کوئی
 غیر مسلمان جنت میں نہ جائے گا۔ کفار و مشرکین نے یہ سب کچھ اپنے کانوں
 سنا پھر بھی وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں زور و روئی ہی رہے۔ کیا یہ بات
 انسانی طاقت سے باہر نہیں ہے؟

پیشینگوئی

(۲۰)

کفار ہارسینکے اور مغلوب ہونگے

پہلی آیت سورۃ النور میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
 لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا (رہے پیغمبر!) ایسا خیال نہ کرو کہ دیہ
 مُعْجِزِينَ فِي الْأَنْفُسِ - کافر زمین پر (اسلام کو) ہرا دینے
 والے ہیں۔

دوسری آیت سورۃ الحجرات میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
 أُولَٰئِكَ جِزْبُ الشَّيْطَانِ یہ شیطان کی گروہ ہے۔ سوجی ابھی
 أَكَلَاتِ جِزْبُ الشَّيْطَانِ هُمْ گروہ ہے آخر کار برباد ہوگا۔
 الْحَاسِرُونَ۔

ف

یہ پیشینگوئی جس طرح پوری ہوئی وہ تاریخ جاننے والوں پر آفتاب
 نصرت النہار کی طرح روشن ہے جس میں مخالفین کو نہ شک کرنے کی گنجائش
 ہے نہ انکار کا یا راہ ہے۔ بلا شک، کافروں نے خدا سے وعدہ لاشریک لے
 کے سچے بندوں کو چند دن تک خوب ستایا۔ ایذا دہی کا کوئی دقیقہ باقی نہیں
 رکھا۔ پھر آخر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کا جتہ رفتہ رفتہ مضبوط ہوا۔ انہوں
 نے چند ہی دنوں میں ہر و پرزے درست کر کے اپنی جگہ سے جنبش کی اور

کا فروں کو ایسا تنگ پکڑا کہ انہیں مسلمانوں کے ہیبت و رعب سے چھینے کو جگہ
 نہیں ملتی تھی۔ دنیا اُن پر تنگ ہو گئی۔ خدا کی پیشینگوئی پوری ہوئی اور آخر
 اللہ کا ہی بول بالا رہا۔



پیشینگوئی

(۱۲۱)

مسلمان ہی غالب ہوئے گئے

پہلی آیت سورۃ المجادلہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
 اُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ
 یہ خدائی گروہ ہے۔ سنبو جی! خدا کا گروہ ہی آخر کار فلاح پائی والا ہے۔
 دوسری آیت سورۃ الصافات میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
 اِنَّا جُنَدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ
 بے شک ہمارا لشکر (اسلام) موزور غالب
 فَتَوَلَّوْا عَنْهُمْ حَتّٰی
 آکر رہے گا تو (سے پیغمبر!) چند روز
 حَتّٰی وَابْصِرْ هُمْ فَسَوْفَ
 ان منکروں سے تعرض نہ کرو اور ان
 اَبْصِرُوْنَ
 کو دیکھتے رہو آگے چلکے یہ خود (اپنا نتیجہ)
 دیکھ لینگے۔

ف

آیت کی ہے اور ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ اس میں بطور یقینی امر کے
 پیشینگوئی کی گئی ہے کہ کفار سے چند روز اور تعرض نہ کرو۔ کوئی دن جاتا
 ہے کہ یہ لوگ اپنے کئے کا نتیجہ دیکھیں گے اور لشکر اسلام موزور ان پر غالب
 رہے گا۔

دوسری آیت سورۃ المجادلہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

كُتِبَ اللَّهُ لَا غُلْبَةَ
أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ
قَوِيٌّ عَزِيزٌ

جو تمہی آیت سورہ محمد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
شَرُّ مَا تُولُوا وَهُمْ كَمَا
فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ
فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى
السَّلَامِ وَأَنْتُمْ لَا
غُلُونَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ
وَلَنْ يَتَرَكَمُ أَعْمَالَكُمْ

خدا تو لکھ چکا ہے کہ ہم اور ہمارے پیغمبر
ضرور (کافروں پر) غالب آکر رہیں گے۔
بے شک اللہ زور آور (اور) زبرد

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور
(لوگوں کو) خدا کے رستہ سے روکا پھر
کفر ہی کی حالت میں مر گئے۔ خدا انکو
ہرگز نہیں بخشے گا تو (مسلمانو!) تم بوجہ
نہ ہوا اور (خود پیام دیکر دشمنوں کو) صلح
کی طرف نہ بلاؤ اور (جانے رہو کہ
آخر کار) تم ہی غالب رہو گے اور
اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے
عملوں کے ثواب میں کسی طرح کی
کمی نہیں کرے گا۔

ف

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم کافروں سے دب کر صلح نہ کرو
نہ ان کو خود صلح کی طرف بلاؤ کیونکہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور تمکو کافروں
پر غالب کر کے رکھیں گے۔

کیسی زبردست پیشگوئی ہے کہ پیشینگوئی کرنے والا صرف غیب کی ایک
خبر ہی نہیں دیتا بلکہ یقین و صراحت کے ساتھ یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ چونکہ
تمہارا غلبہ یقینی ہے اس لئے بوجہ ہنگامہ اور دشمنوں سے دب کر صلح

کی طرف نہ لپکو۔

کفار عرب اور دشمنان اسلام، مسلمانوں سے جیسا کچھ مغلوب ہو کر رہے اسکی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی مغلوبیت اور مسلمانوں کے غلبہ کے کھلے آثار موجود ہیں۔ اور فی یہ ہے کہ ملک عرب میں سوائے اسلام کے دوسرا کوئی مذہب ہی باقی نہ رہا۔

ایسی بیچارگی کے وقت کہ مسلمانوں کے پاس نہ حکمانے کو روٹی تھی نہ پہننے کو کپڑا نہ رہنے کو مکان اور پھر شمار میں اتنے کہ انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے قرآن کی پیشینگوئی کہ تمہارے دشمن تم سے مغلوب ہو کر ہار جائیں گے۔ اُن کے دلوں میں تمہاری مصیبت بیٹھ جائے گی اور تم بھی غالب رہو گے۔ اور پھر اس پیشینگوئی کا پورا ہو کر رہنا، اسلام کی حقانیت اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کی بڑی زبردست دلیل ہے۔

تو لے بصیرت والے مخالفین! تعصب چھوڑو۔ دل کے آئینے سے دشمنی و جہالت کے رنگ کو دور کرو۔ قرآن کی مافوق العادت غیبیوں کو غور سے دیکھو اور صدق دل سے کہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ البتہ دو جنگوں میں مسلمانوں کو ایک طرح کی ناکامی ہوئی تھی لیکن اولاً تو وہ ناکامی خود مسلمانوں ہی کی غلطی سے ہوئی کہ اپنے سردار (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام کی پوری پابندی نہیں کی اور ظاہر ہے کہ جو فوج اپنے افسر کے حکم پر نہ چلیگی وہ ضرور نقصان اٹھائیگی۔

دوسرے یہ کہ یہ جنگیں درمیانی تھیں۔ انجام کار کفار ہی کو شکست ہوئی اور اعتبار انجام کا ہے۔

پیشینگوئی

(۴۲)
جو لوگ پیغمبر کے قتل کی فکریں کر رہے ہیں انکی
ستبیریں اور نگاریاں ملیا میسٹ ہو جائیں گی

یہ زبردست پیشینگوئی قرآن مجید میں چار مقامات پر لکھی ہے۔
پہلی آیت سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ فرماتا ہے:-

وَلَا تَكُنْ فِي ضَلٰتٍ مِّمَّا
يَمْكُرُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الظّٰلِّیْنَ
اَتَقُوا وَالَّذِیْنَ هُمْ
مُحْسِنُوْنَ

اور یہ لوگ جو (تجھاری مخالفت میں)
تدبیریں کر رہے ہیں تم اس سے
تکدل نہ ہو (کہو نگہ) جو لوگ بد ہیز گاری
کیا کرتے ہیں اور جو (لوگوں کے ساتھ)
حسن سلوک سے پیش آتے ہیں
اللہ ان کا ساتھ ہی ہے۔

دوسری آیت اسی طرح کی سورۃ النحل میں ہے۔

وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ
وَعِندَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَاِنْ
كَانَ مَلَهُمْ لَعَنُوْا لِمَنْهُ

تیسری آیت سورۃ ابراہیم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
اور ان لوگوں نے بھی اپنا مکر کیا اور
ان کی (سب) چالیں خدا کی نظر میں
ہیں اور اگر چہ ان کی چالیں (اس بالی)

الْجِبَالِ فَلَا تَحْصِبَنَّ اللَّهُ
تُخْلِفَ وَعْدَهُ
رُسُلَهُ إِنَّ اللَّهَ
عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ

ہیں کہ پہاڑوں کو جگہ سے ٹال ڈیں تو
وہ بے پیغمبر! ایسا خیال نہ کرنا کہ خدا
جو اپنے پیغمبروں سے وعدہ کر چکا ہے
اس کے خلاف کرے گا بے شک
اللہ زبردست بدلہ لینے والا ہے۔

جو تھی آیت سورۃ الفاطر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَالَّذِينَ يَكُونُونَ
السَّيِّئَاتِ لَهُمْ
عَذَابٌ شَدِيدٌ
وَمَكُورٌ أُولَٰئِكَ هُوَ
يَبْشُرُ

اور (اے پیغمبر!) جو لوگ (تمہارے
قتل و ایذا کے لئے) بڑی بڑی تہمید
کرتے ہیں اُن کو سخت سزا ہوئی
ہے اور اُن کی (سب) تہمیدیں
وہی (آخر کار) ملیا میٹ ہو جائیں گی

یہ سب آیتیں ملی ہیں۔

ف

کفار عرب نے ہر طرح کوشش کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعویٰ رسالت
سے باز آجائیں۔ آپ کو اور آپ کے پیروں کو ہر طرح کی تکلیفیں پہونچائیں تا
پریشان ہو کر اسلام چھوڑ بیٹھیں اور دوسرے لوگ اس دُرسے اسلام قبول کر لیں
جرات نہ کریں مگر جب کوئی کوشش کا رگہ نہیں ہوئی اور انہوں نے دیکھا
کہ مذہب اسلام قوت ہی پکڑتا جاتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل
کر دینے کی فکر میں سوچنے لگے چنانچہ ایک روز دارالندوہ میں مجلس
شوری مرتب ہوئی اور اس میں یہ طے پایا کہ ہر ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی
منتخب ہوا اور سب ملکر محمد (علیہ السلام) کو مار ڈالیں اور اس طرح قتل کرنے
میں مصلحت یہ ہے کہ اگر بنو ہاشم قصاص لینا چاہیں گے تو نہ لے سکیں گے

کیونکہ ایک آدمی کے عوض میں بہت سے لوگ قتل نہیں ہو سکتے۔ لامحالہ وہ خون بہا دیتا، لیکن پر مجبور ہوں گے اور دیت کا انتظام نہایت آسانی سے ہو سکتا ہے دیت سب لوگ ملکر دیدیں گے کسی پر گواہی نہ گزے گا اور سب کچھ ا بھی ہمیشہ کے لئے مٹ جائے گا۔ اسی واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے بعد میں یوں ارشاد فرمایا:-

وَلَا يَمْكُورُ بِكَ الَّذِينَ
كَفَرُوا وَالْيَثِيبُ أَوْ يَفْتُلُوْكَ
أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُورُ
بِكُورِ اللَّهِ وَاللَّهُ
خَبِيرُ الْمَاكِرِينَ

اور اے پیغمبر وہ وقت یاد کرو۔ جب کافر تم پر داؤ چلانا چاہتے تھے تاکہ تم کو گرفتار کر رکھیں یا تم کو مار ڈالیں یا تم کو جلا وطن کر دیں اور (حال یہ تھا کہ) کافر اپنا داؤ کر رہے تھے اور اللہ اپنا داؤ کر رہا تھا اور اللہ سب داؤ کر نیوالوں سے بہتر (داؤ کرنے والا) ہے۔

یہ آیت مدنی ہے جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی اور اس میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر پر اپنا احسان جملارہا ہے کہ باوجود کفار کی سر توڑ کوششوں کے ہم نے انہیں کیونکر بچا لیا؟

غرض ان آیات مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ نے رسول حق کو واقعہ کی خبر دیکر تسلی و تسکین کرتا ہے کہ دشمنوں کے ان فریبوں سے تم آزرہ خاطر نہ ہو۔ ان کی سب تدبیریں طیامیٹ ہو گئی اور اس ایذا دہی کی پاداش میں ان کو سخت سزا دی جائیگی اور ایسا ہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر خدا کو ان پشیدہ سازشوں سے خبر دے کر دیا۔ آپ ان سب کی آنکھوں میں خاک ڈال کر مدینہ منورہ چلے گئے۔ کوئی آپ کا ایک بال بھی بچا کر رکھا اور اسلام اسی طرح روز افزوں ترقی کرتا رہا جیسا کہ سب

صلوٰم ہے۔

وقتِ مہینہ پر جب کفار قتل کرنے کی غرض سے پیغمبر کے خوابگاہ میں گھسے تو بہتر پر سہاگے محمد مصطفیٰ کے علی بن ابی طالب کو پایا پریشان ہو کر پوچھنے لگے کہ مجھے کہاں ہیں؟ علی نے جواب دیا کہ وہ تو تھارے سامنے سے ہو کر مدینہ کی طرف گئے۔

پھر تو ان دشمنوں نے ہر طرف جاسوس دوڑا کے کہ محمد (صلعم) جہاں ملیں گرفتار کر لو گے۔

دشمن اگر قوی است ہنگیاں قوی تر است

پیغمبر خدا اور ابوبکر صدیق جس غار میں چھپے ہوئے تھے اس پر سے دشمنوں اور تلاش کرنے والوں کا بارہا گذر ہوا لیکن پیغمبر کے سایہ تک کا کسی کو نشان ظہور نہ ہوا اور سب ہاتھ ملکر رہ گئے۔

بہر حال کفار کی تدبیروں کی ملیا میٹ ہونے کی یہ پیشینگوئی ہے ان کی سب تدبیریں بیکار گئیں پیغمبر خدا صلعم اور مومنین فیروزِ مندر ہے اور پیشینگوئی صحیح آتری۔

پیشینگوئی

(۲۳)

پنجمیر اسلام ہر طرح محفوظ رہیں گے

یہ پیشینگوئی قرآن مجید میں تین مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شُرُكٍ مِّثْلِي فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ

تو اگر تمہاری طرح یہ لوگ بھی اُن ہی چیزوں پر ایمان لائیں جن پر تم ایمان لائے ہو تو میں راہِ راست پر آگئے اور اگر انحراف کریں تو (سمجھو کہ) میں جہنم (تمہاری) صندپ ہیں (اور قابو پاؤں میں تو ستائیں) تو اُسے پنجمیر! ان سے خدا (کا حفظ) تمہارے لئے کافی ہوگا

دوسری آیت سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ

اور اللہ ختم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھیں گا کیونکہ اللہ ان لوگوں کو جو کفر کرتے ہیں (ایسا رستہ) (دہی) نہیں دکھائیگا۔

دوسری آیت سورۃ الطور میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ

اور (اے پنجمیر!) اپنے پروردگار کے

فَاتَكَ بِأَعْيُنِنَا۔

حکم کے انتظار میں صبر سے بیٹھے رہو
کہ تم ہماری نگرانی و حفاظت میں ہو

ف

کافران عرب، حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تو تھے ہی۔ دن رات منت نہی ایذا پہنچاتے رہتے تھے یہاں تک کہ ایذا دہی پر بھی صبر نہ آیا تو قتل کر لئے پر آمادہ ہو گئے ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ شانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک یقینی بیشنگوی کے ساتھ شکنیں دیتا ہے کہ تم کفار کی ان چالوں سے گھبراتا نہیں، ہم خود تمہارے حافظ و نگہبان اور نگرانِ حال ہیں۔ تم بالِ مال ان کے شر سے محفوظ رہو گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دشمنانِ اسلام باوجود اپنی سمیت مخالفوں اور سر توڑ کوششوں کے خود ذلیل و برباد ہوئے اور پیغمبر کا ایک بالِ تنگ بیکار نہ ہو۔

لطیف

امیر المومنین خلیفہ ہارون رشید عباسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک منجم آیا۔ اس نے چند غیبی باتیں کہیں جو پوری ہو گئیں۔ خلیفہ کو اس امر پر اعتماد آگیا۔ پوچھا کہ بھلا یہ تو بتاؤ ہماری عمر کتنی ہے۔ منجم نے زائچہ وغیرہ کھینچ کر غور و خوض کے بعد بتایا کہ یہ سال آپ پر نہیں گزرے گا۔ چند باتوں کے پورا ہونے سے خلیفہ کو تو اس کی باتوں کی تصدیق ہو چکی تھی اس نے کمی عمر کی جو خبر دی حواس جالتے رہے۔ جب دانشمند وزیر کو حقیقت سے آگاہی ہوئی خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ دیر تک گفتگو ہوتی رہی مگر منجم کی بات کا خیال نہ گیا۔

وزیر نے عرض کیا کہ امیر المومنین اجازت دیں تو میں منجم کا صدق و کذب ابھی

معلوم کر لوں۔ خلیفہ نے اسکو منظور فرمایا۔ منجم خلیفہ کے روبرو حاضر کیا گیا۔ وزیر نے پوچھا کہ تم نے ہمارے خلیفہ کی جو عمر بتائی ہے کیا وہ صحیح ہے منجم نے کہا بیشک اور یہ بات اٹل ہے جو جھوٹ ہو نہیں سکتی۔

وزیر نے پوچھا بھلا تم دنیا میں کتنے دنوں زندہ رہو گے۔ منجم نے دیر تک غور و غرض کرنے کے بعد جواب دیا کہ میں بیس برس کے اندر کسی طرح مر نہیں سکتا۔ اس نے دوبارہ کہا کہ دیکھو خوب سوچ کر جواب دو بولا ابس یہ غلط ہو نہیں سکتا۔ اتنا سنتے ہی وزیر نے تلوار کھینچ کر ایسا بہر پور ہاتھ مارا کہ منجم کا ستر تن سے جدا ہو گیا۔ اس کے بعد خلیفہ سے دست بستہ عرض کیا کہ امیر المؤمنین! اس جھوٹے غیب دان کا کذب ظاہر ہو گیا۔ جب اس کا ذب کو اپنی صحیح عمر معلوم نہ ہو تو دوسروں کی صحیح عمر کیا بتا سکتا تھا۔ یہ واقعہ صحیح ہو یا غلط ہم کو اس سے بحث نہیں۔ اس ایراد سے ہماری غرض یہ ہے کہ کفار مکہ کو جس حد تک پیغمبر اسلام علیہ السلام سے عداوت تھی وہ تائیخ جاننے والوں پر مخفی نہیں ہے یہاں تک کہ جان ہی لینے پر تل گئے۔ اور بلاشبہ اگر قادر مطلق اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور غیبی حفاظت نہ ہوتی تو وہ اپنے اژدہ میں کامیاب بھی ہو جاتے پس ایسی حالت میں کہ عرب کا سارا خونخوار ملک انتہائے مخالفت اور اہلاک پر تلا ہوا تھا اور حضرت سرور کائنات اور مسلمانوں کی جماعت کو کفار عرب کے ساتھ وہی نسبت تھی جو رالی کے دغا کو پہاڑ کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ قرآن کی یہ پیشینگوئی کہ تم بالکل محفوظ رہو گے اور پھر اس پیشینگوئی کا پورا اترنا مسلمان کے کلام اللہ ہونے کی روشنی دلیل ہے۔

پیشنگوی

(۲۴)

مخالفین تحویل قبلہ پر اعتراض کرینگے

جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
 سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلاَهُمْ
 عَنْ قِبَلَتِهِمُ اللَّاتِي
 كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ
 لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ
 يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ
 إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

جن لوگوں کی عقل ماری گئی ہے وہ
 عنقریب کہیں گے کہ مسلمان جس
 قبلہ پر پہلے تھے (یعنی بیت
 المقدس) اس سے اُن کے رکعبہ
 کی طرف کو (مربعانے کی کیا وجہ ہو گی
 (اے پیغمبر تم یہ) جواب دو کہ مشرق
 اور مغرب رب اللہ ہی کا ہے۔
 جسکو چاہتا ہے (دین کا) سید
 رستہ دکھاتا ہے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم شروع مشرعوں میں بیت المقدس کی طرف
 منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ مدینہ میں آنے کے بعد بھی
 کوئی ڈیڑھ برس تک بیت المقدس ہی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے
 رہے۔ اس کے بعد حکم ہوا کہ خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کر دو

اس حکم کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ پیشینگوئی بھی فرمادی کہ دشمنان اسلام اس تحویل قبلہ پر ضرور اعمت راض کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہود تو بات بات پر نکتہ چینی کیا کرتے تھے اُن کو یہ ایک نیا شگوفہ ہاتھ آیا کہ بنیبر کی رائے کو بھی کچھ ثبات نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب پہلے ہی بتا دیا کہ اللہ کے علم میں باکدار قبلہ یہی خانہ کعبہ تھا اور مسلمانوں سے مصلحت چند روز کے لئے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھوائی چنانچہ یہ مصلحت اسی پارہ میں آگے مذکور ہے۔

یہ پیشینگوئی، کوئی مہتمم بالشان اور مافوق العادت بات نہیں ہے۔ موجود واقعات پر نظر کر کے ایسی رائے قائم ہو سکتی ہے۔ لیکن چونکہ فی نفسہ یہ پیشینگوئی ہے گواہی درجہ کی ہو اس لئے اس کو بھی لکھ دینا ضروری معلوم ہوا۔

پیشگوئی

(P.D.)

متافقوں کا بیجا بڑا پھسوٹا

(تم پیچھے رہ جانے کا سبب پوچھو گے)
وہ خدا کی قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ
اگر ہم سے بن پڑتا تو ہم ضرور تم لوگوں
کے ساتھ نخل کھڑے ہوتے یہ
لوگ (جھوٹی قسمیں کھا کر) آپ اپنے
کو ہلاک کرتے ہیں اور اللہ کو معلوم
ہے کہ یہ لوگ ضرور جھوٹے ہیں
(اے پیغمبر!) خدا تمہارا قصور
معاف کرے تم نے ان کو (پیچھے
رہنے کی) اجازت ہی کیوں دی۔
اس وقت تک کہ تم پر سچے (پیغمبر)
ظاہر ہو جائے اور جھوٹوں کو
معلوم کر لیتے (اے پیغمبر!) جو
لوگ خدا کا اور روز آخرت کا
یقین رکھتے ہیں وہ تو تم سے

يَعْلَمُونَ بِمَا اللَّهُ
كَرِهَ أَنْ يَكُونَ الْوَكِيلُ فَجَاءَهُ
أَنَّهُمْ هُمْ وَاللَّهُ
يَعْلَمُ أَسْمَاءَهُمْ
فَتَوَلَّى رَأْسَهُ وَلَمَّا نَفَا لَهِ اللَّهُ عَنْكَ
لِسْمَ آدِ ثَمَّ لَهُمْ
فَعَلُّهُ يَسْتَبِينَ لَكَ
الَّذِينَ مَدَقُوا
وَتَعْلَمُ الْكَافِرِينَ
كَانَ كَسَائِرُ لَكَ
الَّذِينَ يَدْعُونَ
بِأَلْفِهِ وَالْيَوْمِ
أَمْ لَا خَيْرَ أَنْ يُجَالِدُوا
بِأَمْثَلِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ
وَاللَّهُ حَسْبُ لَنَا

يَا الْمُتَّقِينَ إِنَّمَا
يَسْتَأْذِنُكُمْ
الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ
بِإِلَهِ اللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ وَأَرْسَلْنَا
قُلُوبَهُمْ
فَهُمْ فِي سَمِيعِهِمْ
يَتَوَدَّدُونَ -

اس بات کی رخصت مانگتے نہیں
کہ اپنے جان و مال سے شریک
جہاد نہیں۔ اور اللہ پر چھینکاروں کو
خوب جانتا ہے دیکھ رہے جاتے
کے لئے) تم سے خواہاں اجازت
دہی لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کا اور
روزِ آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور
ان کے دل شک میں پڑے
ہیں تو وہ اپنے شک کی حالت
میں حیران ہیں کہ کیا کریں کیا
نہ کریں (سورۃ التوبہ ص ۱۱)

(۲)

وَيَحْلِفُونَ بِآلِهِ
إِنَّمَا هُمْ كَاذِبُونَ
وَمَا هُمْ مِنْكُمْ
وَلَكِنَّهُمْ قَوْمٌ
يَفْسُقُونَ لُوْغِينَ وَكَانَ
مَلِجَاءُ أَوْ مَفَارِجَ
أَوْ مُدْخَلَ أَوْ مُخْرَجَ
إِلَيْهِ وَهُمْ
يَجْمَعُونَ -

وہ منافق تمہارے سامنے قسمیں
کھاتے ہیں کہ وہ بھی تم ہی میں کے
ہیں حالانکہ وہ تم میں کے نہیں
ہیں بلکہ وہ بزدل لوگ ہیں اگر
کہیں پناہ پائیں یا رچھپ رہے
کے قابل، غار یا گھس بیٹھنے کی
دکوئی اور، جگہ تو رستی توڑاڑا
کہ اس کی طرف روڑ بڑیں
(سورۃ التوبہ ص ۱۳)

(۳)

وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْتَمِزُ لَكَ
فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ
أَعْطُوا مِنْهَا رِضْوَانًا
وَأِنْ لَمْ يُعْطُوا
مِنْهَا إِذَا هُمْ
يَسْخَطُونَ -

ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں
کہ خیرات (کی تقسیم) میں تم پر
(بے انصافی کا) الزام لگاتے
ہیں ان کو اس میں سے (خواہش
بہر) دیا جائے تو خوش رہتے ہیں
اور اگر ان کو اس میں سے (خواہش
بہر) نہ دیا جائے تو بس وہ فوراً
بگڑ جاتے ہیں (التوبہ ۳۴)

(۴)

يَخَافُونَ رَبَّ اللَّهِ لَكُمْ
لِيَرْضَوْكُمْ -

مسلمانو! یہ لوگ (تمہارے سامنے
خدا کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو
راضی کر لیں -

(۵)

وَمَنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ
مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ
الْمَدِينَةِ مَرَدُّوا
عَلَى النَّفَاقِ لَا
تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ
نَعْلَمُهُمْ -

اور (مسلمانو!) تمہارے آس پاس
کے دیہاتیوں میں سے (بعض)
منافق ہیں اور خود مدینہ کے رہنے
والوں میں سے جو نفاق پھاڑے
بیٹھے ہیں (اے پیغمبر!) تم ان کو
نہیں جانتے ہم ان کو جانتے
ہیں (التوبہ ۱۰۵)

(۶)

اور جس وقت کوئی سورۃ نازل
کی جاتی ہے تو منافقوں میں سے
بعض لوگ (ایک دوسرے سے)
پوچھنے لگتے ہیں کہ بھلا اس سورہ
نے تم میں سے کس کا ایمان
بڑھا دیا۔

وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ
فَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ
أَسْئَلُكُمْ نَزْلَ حَشَةٍ
هَذِهِ لَا يَأْتِيَانَا۔

(۷)

اور جب کوئی سورۃ نازل کی جاتی
ہے تو ان میں سے ایک کی طرف
ایک دیکھنے لگتا ہے پھر (یہ کہہ کر)
کہیں تم کو کوئی دیکھتا تو نہیں دیکھ کر
جلدیتے ہیں (سورۃ التوبہ ۱۷)۔

وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ
لَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى
بَعْضٍ هَلْ يَأْتِيكُم
مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوا

(۸)

اور ان (منافقوں) میں سے بعض
ایسے ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے اور کہتے
ہیں کہ یہ شخص کان (کا بڑا کچا)
ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ
يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ
هُوَ آذُنٌ۔

ف

یہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے جو بڑے امتحان کا موقع تھا۔ گرمی کا موسم۔ دور
کا سفر۔ اپنی بے سرو سامانی اور نڈھال پھلے ہوئے کہ یہی اہل مدینہ

کی معاش کا ذریعہ تھا تو اس لڑائی میں پانچ فریق ہو گئے۔
 اول پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین اور انصار کہ انہوں نے مشکلات
 کی مطلق ہمدانہ کی اور بے پس و پیش چل کھڑے ہوئے۔
 دوسرا فریق ان ہی مہاجرین اور انصار میں وہ تھا جو نکلے ہوئے ہجرت کے
 تھے مگر آخر کار چل کھڑے ہوئے۔

تیسرا فریق خاص تین آدمی تھے۔ کعب بن مالک۔ ہلال بن امیہ اور مرارہ
 بن ربیع کہ یہ لوگ کابلی کے مارے بچہ رہے۔ پیغمبر خدا مدینہ میں واپس
 آئے تو یہ لوگ بھی حاضر خدمت ہوئے اور جب ان سے پکڑھا جانے کی
 وجہ پوچھی تو جو بیچ بات تھی وہ کہہ دی کہ تصور ہوا۔ ان ہی تینوں کی نسبت
 پیغمبر خدا نے حکم دیا تھا کہ وحی کا انتظار کرو خدا کا جیسا حکم ہوگا کیا جائے گا
 چوتھا وہ سریق جو کسی واقعی عذر سے نہ جاسکے۔ پانچواں فریق منافقین
 کہ ہے کہ اس تمام سورت میں ان پر سخت ندامت کی گئی ہے۔ انہیں لوگوں
 نے جیلے اور بہانے بنائے۔ اور وہ جو تین آدمیوں کی نسبت پیغمبر خدا
 نے وحی کا انتظار کرنے کے لئے فرمایا تھا ان کا قصور معاف کرو یا جیسا
 کہ اسی سورۃ التوبہ میں بصراحت مذکور ہے۔

غزوہ تبوک کی اجمالی کیفیت ہم عنقریب بیان کریں گے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ
 نے منافقوں کا بھٹا چھوڑ دیا ہے جو اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں اور نہیں کھا کر اپنے کو
 کو مسلمانوں کا طرہ دار بتاتے تھے تا پیغمبر خدا، اور دو کراہل اسلام
 دھوکے میں نہ رہیں اور اس دھوکے سے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔
 پہلے تو اللہ تعالیٰ نے چند بدویوں، مدینہ کے ارد گرد کے رہنے والوں
 اور خود مدینہ کے بعض لوگوں کو مٹا دیا۔ پھر ان کی چند شناخت

بتا دی کہ وہ سب منافقین سچے مسلمانوں سے ممتاز ہو گئے۔ پیغمبر خدا ﷺ اور مسلمان ان کو سمجھ گئے۔

یہابی شناخت یہ کہ وہ ساتھ چلنے کے لئے عذر و بہانہ گھومتے ہیں اور مدینہ میں رہنے کی اجازت مانگتے ہیں حالانکہ سچے مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہی نہیں جبکہ پیغمبر ان میں موجود ہے۔

دوسری شناخت یہ ہے کہ وہ بلا ضرورت مسلمانوں سے قسین کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہارے طرفدار اور تمہارے جیسے مسلمان ہیں اور یہی ان کے جھوٹے اور منافق ہونے کی دلیل ہے۔

تیسری شناخت یہ ہے کہ وہ پیغمبر خدا پر بے انصافی کا الزام لگاتے ہیں کہ خیرات انصاف سے تقسیم نہیں کرتے۔ مطلب یہ کہ بہت سی خیرات ہمیں کو دیدیں تو جن کو خواہش مطابق ملی وہ خوش ہو گئے اور جن کو انصاف سے حصہ بقدر ملے وہ بگڑ بیٹھے۔

چوتھی شناخت یہ ہے کہ جب قرآن کی کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو بعض منافقین بعض سے پوچھتے ہیں کہ بہلا اس سورہ کے سنتے سے کسکا کسکا ایمان بڑھا اور یہ پوچھنا دراصل اسلام کا استہزا ہوتا ہے۔

پانچویں شناخت یہ ہے کہ جب کوئی سورہ نازل ہوتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف کن آنکھیوں سے دیکھنے لگتا ہے اور موقع ملا تو کانا بھوسی کر کے دوسروں کی آنکھیں بچائے ہوئے نکل جاتے ہیں۔

چھٹویں شناخت یہ ہے کہ وہ پیغمبر خدا کو کان کا کچلا کہتے ہیں۔

منافقین کی ان مشارتوں پر پہلے کسی کی نظر نہیں پڑتی تھی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اور مسلمانوں کو ان کی پہچان سکھایا تو ان سے خبردار کر دیا تو

ان کی ہر ہر ادا کو مسلمانوں نے جانچنا شروع کیا اور سارے منافقین کو پہچان کر الگ کر لیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کے نام نہیں بتلائے اور اس نام کی صراحت نہ کرنے کی دو وجہیں ہیں

اول یہ کہ جب ان کی شناخت پوری پوری بتلا دی گئی تو ناموں کے حرمت کی کچھ ضرورت ہی نہیں رہی اور یہ طریقہ زیادہ ابلاغ ہے بہ نسبت اس کے کہ نام بنام بتایا جاتا۔

دوسری وجہ یہ کہ ناموں کی صراحت کرنے سے غیبت کی بری نظیر قائم ہوتی۔ پس گویا نبیہ کے ساتھ یہ تعلیم بھی دیدی کہ ایسے مواقع پر اظہار کا کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہئیے۔؟ جو تہذیب کے خلاف بھی نہ ہو اور اصلاح و اظہار بھی ہو جائے۔

قرآن میں فرعون، ہامان اور ابولہب وغیرہ کے ناموں کی صراحت ہو کر دی گئی ہے اُس کی یہ صورت نہیں ہے۔ فرعون وغیرہ کے قصے گلی کتابوں میں موجود تھے اور ان کا اخفاء علاوہ عبث ہونے کے بیان قصہ خلل انداز ہوتا اور بیان کی دل چسپی اور اثر جاتا رہتا۔ قطع نظر اس کے فرعون و ابولہب وغیرہ اس درجہ کے سرکش و مفسد لوگ تھے اور اسلام کو اس درجہ اُن سے ایذا میں پہنچیں کہ ان نالائقوں کا بدنام کرنا ہی عین تہذیب اور اصلاح خلق ہے۔ علمائے مفسرین اور مورخین نے اُن منافقین کے نام صراحت سے اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں جنہوں نے غزوہ تبوک میں پیغمبر خدا کا ساتھ نہیں دیا اور درپردہ ان پاک نفوس کی ہلاکت کے درپے رہے۔ علامہ ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ کا تب

دینوری ایک ایسا ثقہ اور بہتر مورخ گذرا ہے جسکو ہر زمانہ کے ہر طبقہ نے
مسلم اور معتبر تسلیم کیا ہے۔ اس نے اپنی کتاب معارف میں منافقین
کے ناموں کی جو صراحت کی ہے ہم بلفظ یہاں نقل کرتے ہیں:-

اسماء منافقین

عبداللہ بن ابی ابن سلول
ابو حاضرا لا عرابی
مجمع بن حارثہ
سعد بن ابی سرح
جلال بن سوید بن صامت
مذیح التبی -

اور یہ وہ شخص ہے جس نے کعبہ کی غوشبو چرائی تھی اور مسلمان ہو کر
اسلام سے منحرف اور مرتد ہو گیا۔

حصین بن نمیر
مرہ بن ربیع
طعیمہ بن ابیرق
ابو عامر

اور یہ تمام منافقوں کا سردار تھا۔

پیشینگوئی

(۲۶)

جب تم جنگ سے لوٹو گے تو منافقین عنبر کریں گے

(مسلمانو!) جب تم منافقوں کے پاس واپس جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے عنبر پیش کریں گے۔

(تو اے پیغمبر!) تم ان سے کہو کہ باتیں نہ بناؤ ہم کسی طرح تمہارا اعتبار کرنے والے نہیں اللہ

تمہارے حالات ہلکوتا چکا ہے اور ابھی تو اللہ اور اس کا رسول تمہارے کردار کو دیکھینگے پھر تم کو اس (قادر مطلق) کی طرف

لوٹایا جائے گا جو حاضر و غائب کو جانتا ہے پھر جو کچھ تم دنیا میں کرتے رہے ہو وہ ٹکوتا دیگا۔

(مسلمانو!) جب تم رجہاد سے لوٹ کر ان کے پاس واپس جاؤ گے

يَعْتَزُّوْنَ اِلَيْكُمْ
اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ
قُلْ لَا تَعْتَزُّ بِرُؤَا
لِنُ لَّوْ مِنْ لَعَنَهُمْ قَدْ
نَبَاَءُنَا اللّٰهُ مِنْ
اٰخْبَارِكُمْ وَ سَيَوِي
اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَ سُوْلُهُ
سَمَّ تَرُدُّوْنَ اِلَى الْعَالَمِ
الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ
سَيَخْلِفُوْنَ بِاِلٰهِ
لَعَنَهُمْ اِذَا اُنْقَلَبْتُمْ
اِلَيْهِمْ لِيَتَعَرَّضُوْا
عَنْهُمْ فَاَعْرِضُوْا

عَنْهُمْ اَتَمُّهُمْ رِجْسٌ
وَمَا وَاٰهُمْ جَمْعُهُمْ
جَزَاۗءٌ بِمَا يَكْسِبُوْنَ
يَخْلِفُوْنَ لَكُمْ
لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ
فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰ عَنْ
الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ

تو یہ لوگ ضرور تمھارے آگے خدا کی
قسمیں کھا شینگے تاکہ تم اُن سے درگزر
کو و تو ان کو منہ نہ لگا نا کیونکہ یہ لوگ
گندے ہیں اور (آخر کار) ان کا ٹھکانا
دورِ رخ ہے (اور یہ) اس کا بدلہ
(ہوگا) جو (دنیا میں) وہ کرتے
تھے۔ یہ تمھارے آگے قسمیں کھا شینگے
تاکہ تم اُن سے راضی ہو جاؤ
بس اگر تم اُن سے راضی (بھی)
ہو جاؤ تو اللہ ان نافرمان لوگوں
سے راضی ہونے والا نہیں۔
(سورۃ التوبہ ۱۲)

ف

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی لڑائیاں لڑنی پڑیں جن میں
سب سے اخیر لڑائی تبوک کی تھی۔ تبوک ملک شام کا ایک شہر ہے
جہاں روم کی عہداری تھی اور وہ لوگ نصاریٰ تھے۔ مشہور یہ ہوا کہ عرب میں
قحط پڑا ہے اور پیغمبر خدا کی نسبت دشمنوں نے اڑا دیا کہ اُن کا انتقال
ہو گیا۔ بادشاہ روم کو ملک عرب کے زیر کرنے کا حوصلہ ہوا۔ اس نے کچھ
 لشکر اس طرف کو متوجہ کئے۔ جب پیغمبر خدا کو معلوم ہوا تو ملک گیری
کی غرض سے نہیں۔ لڑنے کے لئے نہیں بلکہ صرف رومیوں کے حوصلے
پرست کرنے کے ارادے سے آپ نے چڑھائی کی۔ موسم موافق نہ تھا کہ

سخت گرنی پڑ رہی تھی۔ ادھر شہستان کی فصل تیار تھی کہ اُسی پر مدینہ والوں کی گزران تھی۔ بے سامانی کا یہ حال تھا کہ ہتھیار اور بار بردار بقدر ضرورت موجود نہیں مگر پیسہ خدا کو تو صرف یہ منظور تھا کہ ادھر سے سبقت ہو اور رومی دھمکی میں آجائیں چنانچہ لڑائی بھڑائی کچھ ہوئی بھی نہیں۔ مگر بعض دودے مسلمانوں نے پیسہ صلعم کا ساتھ دینے میں مصالحت کیا۔ اور اس کے لئے طرح طرح کے حیلے بنائے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی پر تشریف لے گئے تو منافقین نے جو ظاہر ہیں اپنے کو مسلمان کہتے اور دراصل اسلام کے دشمن تھے آپ کا ساتھ نہیں دیا اور آلا بالا بتا کر گھرو بیٹھ رہے۔

غزوہ تبوک سے فراغت ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں کے ذریعہ سے منافقوں کا راز افشا کر دیا۔ ان آیتوں میں دو پیشینگوئیاں ہیں۔

اول یہ کہ جب تم واپس جاؤ گے تو وہ لوگ آکر اپنے شریک نہ ہونے کی حجت بیان کریں گے اور عذر و معذرت کریں گے مگر تم ان کا عذر نہ سننا اور کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے کفر و فساد سے ہم کو خیر دار کر دیا ہے اب باتیں نہ بناؤ۔

دوسری پیشینگوئی یہ کہ جب تم مدینہ پہنچو گے تو یہ منافقین قسین کھائیں گے تا ان پر عتاب کر کے ان کی خطاؤں سے دلگڑ

کیا جائے۔

یہ دونوں پیشنگویاں پوری ہوئیں اور بعینہ وہیابہی ہوا جیسا
کہ ان آیات کریمہ میں مندرمایا گیا ہے اور مسلمان منافقین سے
بالکل علحدہ ہو گئے۔

پیشینگوئی

(۲۷)

جد بن قیس منافق ہے اور کافر ہی مرگا

اور ان ہی منافقوں میں ایک وہ (نا بکا رہی) ہے جو دم سے درخواست کرتا ہے کہ مجھ کو پیچھے رہ جانے کی اجازت دیجئے اور مجھ کو (حسینان روم کی) بلا میں نہ پھنسائے سنجی! یہ لوگ بلا میں گرے ہیں اور بے شک جہنم کا فروں کو گھیرے ہوئے

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ
اَعِزَّنِي وَلَا تَفْتِنِي
اَلَا فِي الْفِتْنَةِ
سَقَطُوا وَاَنَّا بَجْهَمٍ
لِّمَحِيْطَةٍ بِالْكَافِرِيْنَ -

ن

غزوہ تبوک کی تیاری کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جد بن قیس سے پوچھا کہ کیا ارادہ ہے؟ وہ تو پکا منافق تھا، کہنے لگا یا رسول اللہ! سب لوگ جانتے ہیں کہ میں عورتوں سے بہت مانوس ہوں اور عورتوں کی محبت سے میں بدنامی کی حد کو پہنچ گیا ہوں خوبان روم کا حسن مشہور ہے ایسا نہ ہو کہ وہاں جا کر میں وہیں کا ہو رہوں تو حسن روم کی بلا میں مجھ کو نہ پھنسائے اور مجھ کو یہیں رہ جانے کی

اجازت دیجئے۔ مگر جب بن قیس کا یہ فریب زیادہ عرصہ تک چھپا نہ رہ سکا۔ اللہ تعالیٰ
 نے بہت جلد بتا دیا کہ یہ کبھت منافق ہے۔ ساتھ جانے سے جی چراتا ہے
 اور خود سنہ نفاق میں مبتلا ہے اور اسی حالت میں مر گیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا
 کہ جب بن قیس کا نفاق بعد کو سب پر آشکار ہو گیا اور اسی کفر و نفاق کی حالت
 میں وہ دارالبوار کو سد مارا



پیشینگوئی

(۲۸)

المنفعة الضاری منافق مریدا

اور ان (منافقوں) میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے خدا کے ساتھ قول کیا تھا کہ اگر وہ اپنے فضل سے ہم کو (مال) دیگا تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے اور ضرور نیک عمل ہو کر رہیں گے پھر جب خدا نے ان کو اپنے فضل سے مال عطا فرمایا تو انہوں نے اس میں سخی کرنے اور سہ تابی کر کے اپنے قول سے پھر پیٹھے تو نتیجہ یہ ہوا کہ اس دن تک کہ خدا سے ملنے (یعنی قیامت تک) خدا نے ان کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا اس لئے کہ انہوں نے جو خدا سے وعدہ کیا تھا اس کو پورا نہیں کیا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ فَلَمَّا آتَانَا هُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِم وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَى يَوْمِ مِلْقَاتِهِمْ بِمَا آخَفَوُا اللَّهَ مَا وَعَدُوا -

ف

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایک شخص تھا ثعلبہ بن عاصبؓ اس نے رسول اللہ سے درخواست کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے میری کشتیش رزق اور مال و دولت کے لئے دعا کیجئے۔ آپ نے اس کو سمجھایا کہ بہت فارغ اہالی سے غفلت پید ہوئی ہے۔ تھوڑے پر نعمت کرو۔ اس نے عہد کیا کہ مجھ کو زیادہ دولت ملے گی تو میں غفلت نہیں بلکہ خدا کا شکر کرتا رہوں گا۔ اور اس کی راہ میں خیرات کرتا رہوں گا۔

غرض آنحضرتؐ نے دعا کی اور رفتہ رفتہ ثعلبہ کے مویشیوں میں برکت ہونے لگی تو یہاں تک تو بہت پہنچی کہ اس کا ریوڑ مدینہ کے جنگل میں نہ سماتا تھا ثعلبہ مدینہ چھوڑ کر باہر کسی گاؤں میں جا ہوا۔

پہلے تو پانچوں وقت کی نماز آنحضرتؐ کے ساتھ پڑھا کرتا تھا پھر مویشیوں کی کثرت ہوئی تو ظہر و عصر کی نماز آپ کے ساتھ ادا کرتا اور بقیہ نمازیں گھر پر پڑھتا۔ جب مدینہ کے باہر گاؤں میں جا بسا تو بچہ نماز اور دو وقتہ نماز چھوٹ کر جمعہ پر آگئی۔ آخر میں جب مویشی بہت بڑھ گئے تو بالکل آنا ہی چھوڑ دیا۔

حکم و کات ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دو شخصوں کو متعین کیا کہ ثعلبہ سے زکات کی رستم کا مطالبہ کریں اور وصول کر کے بیت المال میں داخل کریں۔

یہ دونوں فرستادے ثعلبہ کے پاس پہنچے۔ زکات کا مطالبہ کیا۔ اس نے زکات کی تائید منکر چاہ دیا کہ یہ تو بڑی چیز ہے۔ جزیہ کی بہن ہے عرض وہ بڑبڑاتا اور ٹالے بانسے بتاتا رہا اور وہ دونوں مسلمان نا کام واپس آئے۔

اور پیغمبر خدا سے سارا ما جرا کہہ دیا اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جس میں
 اللہ تعالیٰ نے تعلبہ کے بغل و بد عہدی کی مذمت کی ہے کہ بعد یہ پیشین گوئی
 فرمائی کہ اس کے دل میں نفاق رہ گیا ہے اور وہ منافق ہی مرے گا۔
 ایک مرتبہ وہ پیغمبر خدا کی خدمت میں زکات لایا بھی مگر آپ نے منظور
 نہ فرمائی اور اس کو صاف دھتکار دیا۔ آپ کے انتقال کے بعد جناب
 صدیق اکبر کے عہد میں دوبارہ زکات لایا آپ نے منظور نہیں فرمائی۔
 تیسری دفعہ حضرت فاروق اعظم کے عہد میں بھی حاضر دربار خلافت ہوا، اور
 فاروقی دربار میں بھی اس منافق کی دال نہیں گئی اور اسی طرح عثمان غنیؓ
 نے بھی اس کو منہ نہیں لگایا اور بالآخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں
 اس منافق نے بلا توبہ کے دنیا کو غیر بادکھا۔

پیشینگوئی

(۲۹)

مسجد ضرار والے سب منافق اور مفید ہیں

اور (وہ بھی منافق ہیں) جنہوں نے اس غرض سے ایک مسجد بنا کھڑی کی کہ (مسلمانوں کو) نقصان پہنچائیں اور کفر کریں اور مسلمانوں میں بھوٹ ڈالیں اور ان لوگوں کو پناہ دیں جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ میل لڑ چکے ہیں اور (پوچھا جائیگا تو) قسمیں کھانے لگیں گے کہ ہم نے تو بھلائی کے سوا اور کسی قسم کا ارادہ کیا نہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں (سو ای بغیر!) تم اس (مسجد) میں کبھی کھڑے بھی نہ ہونا۔ ہاں وہ مسجد جس کی بنیاد شروع دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے اسکا

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا
مَسْجِدَ أُضْرَأَ وَكُفْرًا
وَتَفْرِيقًا بَيْنَ
الْمُؤْمِنِينَ وَإِصْصَادًا
لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
كَهُ مِنْ قَبْلُ وَكَيُفِئُ
لِأَن أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَ
وَاللَّهُ يَتَّبِعُهُ
إِثْمُهُمْ لَكَ ذِكْرًا
لَا تَقُمْ فِيهِ
أَبَدًا الْمَسْجِدُ
أُسْتَيْسَ عَلَى التَّقْوَى
مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ
أَن تَقُومَ فِيهِ

نَسِمْ مَجَلَّ يُحِبُّونَ أَنْ
 يَتَّخِذُوا وَاللَّهُ
 يُحِبُّ الْمُطَّهِرِينَ
 أَفَمَنْ أَشَسَّ
 بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَىٰ
 مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ
 خَيْرٌ أَمْ مَنْ أَشَسَّ
 بُنْيَانَهُ عَلَى
 سَفَا جُرُفٍ
 هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ
 فِي نَارٍ جَهَنَّمَ وَاللَّهُ
 لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
 الظَّالِمِينَ لَا
 يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ
 الَّذِي بَنَوْا
 رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ
 إِلَّا أَنْ تَقْطَعَهُ
 قُلُوبُهُمْ -

بنی حق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو
 (کیونکہ) اس میں ایسے لوگ ہیں
 جو خوب صاف ستھرے رہنے
 کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب
 صاف ستھرے رہنے والوں کو
 دوست رکھتا ہے بھلا جو شخص خدا
 کے خوف اور اس کی خوشنودی
 پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھے وہ
 بہتر یا وہ جو بھیسے کھوکھلے کنگارے
 کے کنارہ پر اپنی عمارت کی بنیاد
 رکھے پھر وہ اس کو جہنم کی آگ
 میں لے کرے اور اللہ ظالم لوگوں کو
 ہدایت نہیں دیا کرتا۔ یہ عمارت
 جو ان لوگوں نے بنائی ہے اسی
 وجہ سے ان لوگوں کے دلوں
 میں ہمیشہ دکھڑ پکڑ رہے گی یہاں تک
 کہ آخر کار اس عمارت کے گراؤ
 جائے (ان کے دلوں کے
 ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں) (سورہ التوبہ
 ۳)

ف

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ معظمہ سے ہجرت کی تو مدینہ پہنچ کر
شہر سے باہر اترے اور چند روز ہی مکہ و بن عوف کے محلہ میں
ٹھہرے رہے پھر جب رفتہ رفتہ قوت ہو گئی تو شہر کے اندر آئے
اور مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی۔

بنی غنم بن عوف کے محلہ میں جہاں آپ نماز پڑھا کرتے تھے آپ کے
وہاں سے اٹھ جانے کے بعد وہاں کے لوگوں نے اس کو مسجد
بنادیا اور جماعت جیسی کی ویسی قائم رہ گئی۔ اسی مسجد کا نام مسجد قبا مشہور
ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ہفتہ کے روز وہاں تشریف
لے جاتے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔

اس محلہ میں بارہ منافق تھے۔ وہ یحییٰ بن ثابت۔ خذام بن خالد۔
ثعلبہ بن حاطب۔ جابر بن عمرو۔ مجمع بن جاریہ۔ ذبیح بن جاریہ۔ معتب
بن قشیر۔ عباد بن حنیف۔ ابو حبیہ بن الازھر۔ نبیل بن الحریث۔ سجاد
بن عثمان اور حجر بن جراح۔

ان منافقین کو مسجد کی آبادی اور مسلمانوں کی کچھ تہی پسند نہ آئی سب سے
مشورہ کر کے متفق ہوئے کہ مسجد قبا والوں کی ضد میں ایک دوسری
مسجد بنادیں اور اپنی جماعت الگ قائم کر کے اسلام میں بھوٹ
ڈالیں۔ (مدارج النبوة)

ابو عامر ایک شخص تھا جو ایام جاہلیت میں راسباناہ زندگی بسر کرتا تھا
بعد کو نصرائی ہو گیا اور لوگوں کا رئیس و مرج بنا رہا۔ جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو رفتہ رفتہ اس کا باز ارفاق و الحاح

سرد پڑ گیا اور اپنا بازو سر روپا کر وہ پیغمبر خدا کا دشمن بن گیا کیونکہ آپ ہی کی وجہ سے اس کی ریاست کو زوال ہوا۔

جنگ احد میں اس نے رسول اللہ صلم سے کہا کہ جو قوم تم سے لڑے گی میں اس کا ساتھ دوں گا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور ہمیشہ اسلام کی مخالفت و جنگی میں سامعی رہا یہاں تک کہ جب جنگ حنین میں ہوا زن کو شکست فاش ہوئی تو ابو عامر مایوس ہو کر شام کی طرف بھاگا اور پوٹشیدہ طور پر منافقین کے پاس پیام بھیجا کہ تم لوگوں سے جہاں تک ہو کے قوت بہم پہنچاؤ اور صحتیار وغیرہ سے تیار رہو۔ میں قیصر روم کے پاس جاتا ہوں تارومیوں کا ایک کوہ شکن لشکر لاکر محمد (صلعم) اور اُمّی کے ساتھیوں کا قلع قمع کر دوں۔

اسی ابو عامر کے پیام کی بنا پر منافقین نے مسجد بنائی اور درپردہ یہ لوہکائے تمحہ کہ ابو عامر آئیگا تو اس کو امام بنائیں گے یا نفاق سے بلا کر اپنا سردار و امام کر لینگے۔

مسجد تیار ہو چکنے کے بعد منافقین نے پیغمبر خدا سے آکر عرض کیا کہ پہلے آپ چلکر ایک دفعہ نماز پڑھ لیں تو ہم جاعت قائم کریں۔ آنحضرت کو یہ وغا معلوم نہ تھی۔ آپ نے وعدہ فرمایا کہ جنگ تبوک سے واپس ہونگے تو پہلے وہاں نماز پڑھ کر شہر میں داخل ہوں گے۔

جب رسول اللہ صلم تبوک سے پھر کر ذی آذان میں پہنچے جو مدینہ سے قریب ہی ایک گاؤں ہے تو منافقوں نے حاضر ہو کر وہ وعدہ یاد دلایا کہ اب چلکر نماز پڑھیں۔ آنحضرت نے اپنی قمیص طلب فرمائی تا او کو پہنکر ان کے محلہ میں جائیں اور نماز پڑھیں کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے ان آیات مذکورہ کے ذریعہ سے آپ کو تمام واقعات سے مطلع فرمادیا اور منافقین کے

رازد کو افشا کر دیا کہ یہ سب جھوٹے دغا باز ہیں۔ نہ ان کو اسلام سے کچھ تعلق ہے نہ عبادت اور نیک فیتی سے مسجد بنائی گئی ہے۔ مسجد بنانے سے صرف ان کی یہ غرض ہے کہ مسجد قبا والوں کو نقصان پہونچے۔ مسلمانوں میں بھوٹ پڑے۔ اور ابو عامر جو خدا و رسول کا جانی دشمن رہا ہے۔ اس کو فریب سے بلا کر پناہ دیں تو اے پیغمبر! تم ان منافقوں کی مسجد میں ہرگز نہ ٹھہرنا۔ ان آیات قدیمہ کے نازل ہونے کے بعد پیغمبر خدا نے مالک بن خثم۔ معن بن عدی۔ عامر بن سکین۔ اور وحشی چار آدمیوں کو متعین کیا جنہوں نے موقع پر پہونچکر مسجد ضرا کو منہدم کر دیا۔ مسجد والوں کو متفرق کر دیا۔ اور پیغمبر کے حکم سے اس جگہ کو منزل بنایا گیا۔

ابو عامر فاسق ماہب شام میں اسی حالت نفاق اور کس مہر سی میں دنیا سے رخصت ہوا۔ اور اللہ کی پیشینگوئی بھی پوری ہو گئی کہ وہ مسجد کی عمارت جس فاسق کے لئے بنی تھی اس کو لیکر جہنم حاصل ہوئی۔



پیشینگوئی

(۳۰)

جنگ حدیبیہ سے پیچھے ہٹ جانے والے
عدم شرکت کا عذر لنگ کر ننگ

(اے پیغمبر!) دیہاتی لوگ جو پیچھے رہ گئے اور اس سفر حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے، اب تمہارے رد و برتر عذر پیش کریں گے۔ کہ ہم اپنے مال اور اہل و عیال کی پرورائش میں لگے رہے تھے تو آپ ہمارا (یہ) قصور و خطائے سعادت کو ایسے بچے (یہ لوگ) اپنی زبان سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں رہیں۔ پیغمبر تم ان سے کہو کہ اگر خدا تم کو نقصان پہنچانا چاہے یا تم کو فائدہ پہنچانا چاہے تو کون ہے جو خدا کے مقابلہ میں تمہارا رافع یا نقصان دہ کچھ بھی

سَيَقُولُ لَكَ الْخُلَفَاءُ
مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلْنَا
أَمْوَالَنَا وَأَهْلُونَا
فَأَسْتَغْفِرُوا لَنَا يَقُولُونَ
بِأَلْسِنَتِهِمْ فَوَالْبَاسِ
فِي قُلُوبِهِمْ قُلْ
لَنْ يَمْلِكَ مِنْ اللَّهِ
شَيْءٌ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ
ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ
نَعْمًا بَلْ كَانَ اللَّهُ
بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا
بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ
الْمُؤْمِنُونَ

إِلَى أَهْلِيهِمْ أَبَدًا
وَسَيِّئِينَ ذَلِكَ فِي
قُلُوبِكُمْ وَظَنُّكُمْ
ظَنَّ الشُّوْءِ وَكُنْتُمْ
قَوْمًا بُرًّا -

کر کے د مال و اولاد کا حیلہ ہی ہے
بلکہ (بات یہ ہے کہ) تم لوگ جو
کچھ بھی کرتے ہو خدا اس سے
واقف ہے۔ (تم مال و اولاد کی
وجہ سے نہیں) بلکہ (مارے ڈر کے
پچھے رہے اور) تم نے سمجھا کہ پیغمبر
اور مسلمان اپنے مال بچوں میں کبھی
واپس آنے ہی کے نہیں اور بد یہ
بات، تمھارے دلوں میں کھب لگی
تھی اور تم (مطرح کی) بد گمانیاں
کرنے لگے تھے اور (ایسے خیالات
سے) تم لوگ آپ پر باد ہوئے۔
سورۃ الفتح (بیع)۔

ف

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے حج کا ارادہ کر کے مکہ معظمہ کی
طرف چلے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمراہ رکاب تھے۔ مدینہ کے ارد گرد کے
قبائل غفار۔ مزینہ۔ جہینہ۔ اسلم۔ اشجعی اور دہلی میں بہت سے منافق تھے جو
مسلمانوں کا بھلا نہ جانتے تھے اور حق المستعدان کا ساتھ دینے سے پرہیز
کرتے تھے۔ ان بدخواہوں کو یقین تھا کہ پیغمبر خدا اور آپ کے یاروں کو مکہ
والے گھسنے نہ دیں گے۔ آپس میں مشورہ کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے
اصحاب تو اب لوٹتے نہیں کیونکہ مکہ والے ان لوگوں کے سخت دشمن ہیں، آخر

لڑائی ہوگی اور یہ سب کے سب قتل کر دئے جائیں گے۔ ایسی حالت میں
 ہلکوکیا ضرور ہے کہ خواہ مخواہ اپنے تئیں جان بوجھ کر ہلاکت میں ڈالیں
 غرض آپس میں یہی کچھ مشورہ صلاح کیے سب کے سب گھروں میں بیٹھ رہے
 اُدھر پیغمبر خدا، اور اہل مکہ میں صلح ہوگئی اور مسلمان اپنے برحق رہنما کے ساتھ
 بحیرہ عافیت واپس ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرمایا کہ جب
 تم مدینہ واپس پہنچو گے تو جن منافقین نے ساتھ نہیں دیا وہ حاضر ہو کر
 یہ عذر کریں گے کہ ہم مال و اولاد کے خوف سے ساتھ نہ چل سکے کہ ہمارے
 پیچھے کوئی ان کی حفاظت و نگہ رانی کرنے والا نہیں تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا
 کہ جب پیغمبر خدا مدینہ میں تشریف لائے تو ان ظاہری دودے مسلمانوں نے
 یہی عذر کیا اور آپ نے ان کا یہی جواب دیا جو ان آیات میں اللہ تعالیٰ
 نے پہلے سے بتا دیا تھا کہ تم سب جھوٹ کہتے ہو، تم نے سمجھا تھا کہ ہم لوگ
 بخان سلامت لیکر نہیں لوٹیں گے۔ اور اس یقین پر جان چاکر عورتوں میں بیٹھ کر
 خیر دنیا میں تو ظاہری اسلام نے ٹکڑ بچا بھی لیا، آخرت میں اللہ کے عذاب
 سے کہاں اور کیونکر بچو گے؟
 جنگ حدیبیہ کا مفصل واقعہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ہم لکھیں گے۔

پیشینگوئی

(۴۱) و (۴۲) و (۴۳) و (۴۴)

مسلمان (صحابہ) صاحب سلطنت ہوں گے۔ وہ دین

کو جا کر بیٹھیں گے۔ خوفِ خطر سے محفوظ ہوں گے

اور کوئی ان میں کا شرک نہ کریگا۔

جیسا کہ سورۃ النور میں جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور
نیک عمل کئے ان سے خدا کا وعدہ
ہے کہ (ایک نہ ایک دن) ان کو
ملک کی خلافت (سلطنت) ضرور
عطا کرے گا جیسے ان لوگوں کو
خلافت عطا کی جو ان سے پہلے ہو
گزرے ہیں اور جس دین (اسلام)
کو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے
اس کو ان کے لئے جہاں رہیگا اور
خوف (خطر) جو ان کو ہے اس سے

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ
آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
فِي الْأَرْضِ كَمَا
اسْتَخْلَفْنَا الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ
لَهُمْ دِينَهُمْ
الَّذِي أَمَرَ تَضَرُّعًا
لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَ
لَهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ

أَمْنًا يَعْبُدُ وَنَبِيًّا يُدْعَى
بِأَسْمَائِهِ

ان کو (داس کے) بدلہ میں امن
دیگا کہ (باطینان) ہماری عبادت
کیا کریں گے (اور) کسی چیز کو
ہمارا شریک نہ گردانیں گے۔

اس آیت میں چار پیشگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشگوئی

مسلمانوں کو اس امر کی خوشخبری اور بشارت دی گئی ہے کہ جب طرح
تم سے اگلی امت کے لوگوں کو خلافت و سلطنت عنایت کی گئی تھی اُسی
طرح ہم تم کو بھی نسبت بادشاہت سے سرفراز اور ممتاز فرمائیں گے۔
پیغمبرؐ، اصلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بڑی قوی دلیلوں میں سے
یہ ایک ایسی صاف اور محکم پیشگوئی ہے جس کو پورا ہوتے ہوئے بھی ساری
دنیا نے دیکھ لیا۔

تکمیل

آیت میں خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام سے
ہے یعنی تم صحابہ رسول ہیں سے بعض ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں
کو ہم بادشاہت اور ملک کی خلافت سے سرفراز فرمائیں گے۔ تو اس آیت
سے حضرت ابوبکر صدیقؓ، کبیر خلیفہ اولؓ، حضرت عمر فاروقؓ، اعظم خلیفہ
ثانیؓ، حضرت عثمان خلیفہ ثالثؓ، حضرت علی خلیفہ رابعؓ، حضرت امام حسن
خلیفہ خامسؓ اور حضرت امیر معاویہ خلیفہ سادسؓ۔ ان چہرہ نفوس مطہرہ

کی خلافت کی بشارت خاص طور پر مستنبط ہوتی ہے کیونکہ پوری تمکین مسلمانوں کو امیر معاویہ ہی کے زمانہ خلافت میں نصیب ہوئی۔ پس یہ چھٹوں خلیفہ کی خلافت راشدہ اور برحق ثابت ہوئیں جن کی حقیقت قرآن سے منصوص ہے۔

خلیفائے راشدین کی خلافت

یہ آیت خلیفائے راشدین یعنی ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن اور معاویہ رضی اللہ عنہم کی امامت و خلافت کے صحیح و برحق ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

اولاً :- اسوجہ سے کہ زمانہ محمد مصطفیٰ صلعم میں جو مسلمان اور نیک عمل والے تھے ان میں سے بعض کے اختلاف کا وعدہ فرمایا۔ اختلاف کے معنی جان نشین کرنے کے ہیں۔ پس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح اگلا نبیا کے بعد اوں کی امت کے بعض اچھے افراد کو ان کا جان نشین و خلیفہ کیا گیا اسی طرح محمد صلعم کے بعد ان کی امت کے اچھے لوگوں میں سے بعض کو محمد کا جان نشین و خلیفہ کیا جائے گا۔

چونکہ محمد مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ اختلاف سے اختلاف فی النبوت مراد نہیں ہے بلکہ امامت اور خلافت علی منہاج النبوت مقصود ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام میں سے جن نفوس کے مبارک سروں پر خلافت کا تاج رکھا گیا وہی اس بشارت کے مصداق ہونگے اور کچھ شبہ نہیں کہ بعثت رسول سے جو مشائخ اور خلیفہ رسول کا جو منصب رہا ہے اس کو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے بدرجہ اتم پورا کیا اور بقیہ چار نفوس بھی اس کے پورا کرنے میں حتی الامکان سعی رہے۔

دوسرا: اس وجہ سے کہ آیت میں راحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں سے بعض ایماندار اور اچھے عمل کرنے والوں کے استخلاف کا وعدہ کیا ہے۔ اس سے بدیہی طور پر ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے صحابہ میں سے جو پاک نفوس آپ کے جانشین و خلیفہ ہوئے وہ ایماندار اور اچھے عمل والے تھے اور انہیں کی خلافت و سلطنت کی بشارت تھی۔ خلفائے اربعہ کی صحت امامت کا اس سے بہتر ثبوت کیا ہو سکتا ہے؟

بعض مفسرین نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ یہ آیت عام ہے اور اس میں تمام مسلمانوں کو بشارت دی گئی ہے کہ جو ایمان دار اور اچھے عمل والا ہوگا اس کو سلطنت و خلافت سے متنازع کیا جائے گا۔ لیکن یہ معنی صحیح نہیں ہو سکتے کیونکہ اولاً تو خود آیت میں ”منکم“ کا لفظ ہے یعنی تم (صحابہ) میں سے جو ایماندار اور نیک عمل والے ہیں ان میں سے بعض کو استخلاف کا وعدہ دیا گیا ہے۔ پس تبیضیہ ”من“ کے ہوتے ہوئے تمام مسلمانوں کو بشارت کی تحت میں لانا بالکل غیر صحیح ہے۔

دوسرا: یہ کہ تمام مسلمانوں کو مراد لینا خلافت عقل و مشاہدہ بھی ہے کیونکہ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ جو مسلمان، صاحب ایمان اور اچھے عمل والا ہوگا۔ اس کو خلافت دی جائے گی حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ خلافت و سلطنت تو بعض ہی مسلمانوں کے حصہ میں آئی۔

تیسرا: یہ کہ آیت میں ضمیر خطاب ہے جو صاف دلالت کرتی ہے کہ یہ پیشینگوئی حاضرین وقت کے بارہ میں کی جا رہی ہے اور ہوا بھی ایسا ہی کہ حاضرین صحابہ میں سے بعض اچھے افراد کو اللہ تعالیٰ نے خلافت و حکومت عطا فرمائی

چوتھے :- یہ کہ اختلاف کی بشارت کو اگر تمام مسلمانوں کے لئے عام کر بھی دیجائے تو اس کا مفاد صرف اس قدر ہوگا کہ مسلمانوں میں سے بعض ایمان دار اور اچھے عمل کرنے والوں کو خلافت ملے گی پھر بھی یہ بشارت بعض ہی افراد کیلئے ٹھہری۔ البتہ اس صورت میں مذکورہ چھ بادشاہوں کے علاوہ اور خلفاء و سلاطین بھی بشارت کے تحت میں آجائیں گے۔ لیکن بہر کیف شریعہ کے چھ خلفائے صحابہ تو اس بشارت میں خاص طور پر مقصود ہیں اور اس آیت سے بہر طور ان کی امامت کا برحق ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اسلام کے ایک فرقہ نے اس آیت کو صرف حضرت علیؓ کی امامت پر ادبعض نے اپنے مفروضہ بارہ اماموں کی حقیقت پر محمول کیا ہے۔ مگر یہ دعویٰ صریح البطلان ہے۔

آیت میں صرف حضرت علیؓ کی امامت مقصود نہیں ہے بلکہ ان کی امامت بھی مقصود ہے۔ کیونکہ پیشینگوئی بہتوں کے لئے کی گئی ہے اور واحد کا اطلاق جمع پر نہیں کیا جاسکتا۔ درحالیکہ حضرت علیؓ سے پہلے خلفائے ثلاثہ نے نہایت عمدگی و خوبی سے امر خلافت کو انجام دیا۔ اور انہیں اثنا عشر کا مراد لینا تو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت علیؓ اور امام حسنؓ کے سوا ان بارہ نفوس میں سے نہ کوئی خلیفہ ہوا۔ نہ کسی کی شوکت قائم ہوئی بلکہ ہر ایک اپنے وقت میں مغلوب و محروم رہا۔

اقسام خلافت

حجتہ اللہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے خلافت کی چار تقسیمیں کی ہیں۔ پہلی قسم، خلافت اجماعی ہے یعنی تمام مسلمان اور اہل حل و عقد اتفاق کر کے

اور کس پہر سی کی حالت میں تھے اور تعداد میں اتنے کہ انہیوں پر گننے جاسکتے تھے۔ ان کے حق میں پیشینگوئی کرنی کہ وہ بادشاہت حاصل کر لیں گے اور قوت پکڑنے دنیا کی سلطنت پر قبضہ کر بیٹھیں گے اور اس پیشینگوئی کا بعینہ پورا ہو جانا، کبھی انسانی قوت سے نہیں ہو سکتا۔ یہی ایک مضبوط دلیل، قرآن کے کلام اللہ ہونے پر کافی ہے۔

دوسری پیشینگوئی

دین اسلام کو مسلمانوں کے لئے جاکر رہنا اور یہ امر دیا وہ توضیح کا محتاج نہیں ہے کیونکہ اسلام کی بنیاد انہیں صحابہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دم قدم سے ایسی مضبوط ہو گئی کہ آج تمام روئے زمین پر وہ پھیلا ہوا ہے اور اس مضبوطی کے ساتھ پھیلا ہے کہ تمام دنیا کے جن و انس ملکر بھی زور لگائیں تو نیست و نابود کرنا تو بڑی بات ہے۔ اس کی بنیاد کو متزلزل بھی نہیں کر سکتے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مکہ - خیبر - یمن - ارض یمن اور جزیرہ عرب پورے طود پر فتح ہو چکے تھے۔ آپ نے ہی یمن پر جو یہ قائم کیا اور ان سے رقم بھی وصول کر لی۔

ہرقل قیصر روم - مقوتس بادشاہ مصر و سکندریہ اور شان عمان و جفل نے دربار رسالت میں تھے و ہدایا کے ساتھ سفارت بھیجی جو پیغمبر اسلام کی سطوت کے قائم ہو جانے کی دلیل ہے۔

پیغمبر خدا کے انتقال بعد صدیق اکبرؓ آپ کے خلیفہ اور مسلمانوں کے امام ہوئے انہوں نے مرتدون سے قتال کر کے دوبارہ جزیرہ عرب کو فتح کیا اور دوسرے بلاد و ممالک پر لشکر کشی کی چنانچہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لشکر جبرائیل کے ساتھ فارس

پر دوڑایا۔ دوسرا لشکر ابو عبیدہ بن الجراحؓ کی سرداری میں ارض شام کی طرف بھیجا۔ تیسرا لشکر بصرہ کی عمرو بن عاصؓ مصر کی طرف بھیجا اور ان افواج نے بصرہ کی دمشق۔ بلاد حوال۔ حیرہ۔ انبار۔ عین النمر اور شام وغیرہ کے بہت سے مقامات کو فتح کر لیا۔ ابوبکرؓ نے اپنی زندگی میں حضرت عمرؓ کو خلافت کے لئے نامزد کر دیا تھا کہ یہ میرے جانشین اور میرے بعد خلیفہ ہوں گے اور واقعی یہ ایک ایسا لاجواب انتخاب تھا جو صدیق اکبرؓ کی مردم شناسی۔ قوت تمیزی اور آپ کے جوہر انسانی و روحانی پر کافی روشنی ڈالتا ہے کیونکہ فاروق اعظمؓ کے اصول حکمرانی نے ثابت کر دیا کہ پیغمبر اسلام صلعم کی جانشینی کے لئے ان سے بہتر کوئی فرد نہیں مل سکتا تھا۔ قوت۔ سیرت۔ فضائل انسانی اور صفات سلطانی میں آج تک ماور گیتی نے اُس جیسا فرزند شہید نہیں پیدا کیا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد عدالت مہدیں، دمشق، بلاد ساحل دمشق، بیسان، طبریکہ، حمص، بعلبک، قسریں، حلب، انطاکیہ، قیساریہ، بیت المقدس، مدائن غربیہ، مدائن ایوان کسری، حلوان، تکریت، موصل، ماسنہاں، قرقیسیا، الجزیرہ، ارمنیا، اہواز، منافذ، نہر تیری، رامہرمز، لستر، سوس، مصر، دیور صمیرہ، حمدان، ماہین، اصفہان، قزوین، نجان، ربی، قوس، جرجان، طبرستان، طرابلس الغرب، برقہ، آذربایجان، الباب، موقان، الترك، خراسان، شہر زور، صامغان، اصطخر، جور، فا، دارا سجد، کرمان، سجستان، اور کرمان وغیرہ سب مقبوضات اسلام میں داخل ہو گئے۔ ہر طرف پرچم اسلام لہرانے لگا اور دشمنان اسلام کو ہر طرح ذلت و ناکامی نصیب ہوئی گئی۔ یہاں تک کہ فاروق اعظمؓ کے مقتدر اور عدل محکم وجود سے دنیا خالی ہو گئی اور حضرت

عثمان زی النورین رضی اللہ عنہ نے تخت خلافت پر جلوس فرمایا۔

آپ کے عہد ہایوں میں اسکندریہ - ساہور - افریقیہ - بلاد قیرس - سواحل روم - فارس - حوز - طبرستان - کرمان - قلعہ ہائے قبرس - ساحل اردن - مرد - نیشاپور - ہرات - خراسان کامل - یزرہ - اصطخر مکرر - ذالحق - شاش - طوس - سرخس - طخارستان - جرجان - بلخ - خوارزم - کابل - بلاد قیروان - بحر محیط - تک بلاد سبتہ اور شرقی نواحی سے مالک چین تک اکثر حصہ اقلیم اسلام کے زیر نگین ہو گیا۔ آپ ہی کے عہد میں کسری مخذول دیر بادشاہ بنی امیہ نے ترکوں کو جنگ عظیم کے بعد مغلوب کیا اور خاقان کو روز بد دکھایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے سر پر کلاہ امامت رکھی لیکن آپ کے زمانہ خلافت میں کچھ ایسے حوادث ظہور پذیر ہوئے جن سے خانہ جنگیوں کا بازار گرم ہو گیا۔ مسلمانوں میں بہم کشت و خون ہونے لگا ہر طرف طوفان بے تمیز کی گھنگھور گھٹا چھا گئی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت تک یہ سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔ جس کی وجہ سے آپ کی خلافت میں کوئی مزید ترقی اسلام و مالک اسلام میں نہ ہونے پائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت امام حسن مظلومانہ کی باگ اپنے ہاتھ میں لی لیکن یہ ہم اُسے سر پر نیوالی نہ تھی اس لئے اُس مقدس ذات نے اپنی کمزوری کو آپ سمجھ کر کاروبار خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا اور خود اُن کی بیعت کر کے گوشہ عورت میں جا بیٹھے تدبیر، انتظام، ملکات، سیاست، مدن اور عدل و انصاف میں جناب معاویہ فاروق اعظم کے قدم بقدم تھے۔ محققین اہل تاریخ مثل ابن خلدون وغیرہ کے سب متفق ہیں کہ اسلام میں حضرت عمر فاروق کے بعد امیر معاویہ جیسا

پرتبیر اور صاحب حکمت و جبروت بادشاہ نہیں ہوا۔ اگرچہ پرہیزگاری میں وہ درجہ عالی پہنچے تھے۔

امیر معاویہ کے عہد میں جزیرہ اراد - جزیرہ - رودس - جزیرہ البحر - جناوہ - سورہ - اور طرسوس - اور قبرس وغیرہ پورے طور پر فتح ہو گئے۔ رومیوں سے جنگ ہوئی اور ان کو شکست فاش دیکر مرعوب و مغلوب کر لیا آپ ہی کے عہد میں یزید بن معاویہ جان بازان اسلام کا کوہ شکن لشکر لیکر یلغار کرتا ہوا، سلطنت روم میں گھسا اور دنداٹا ہوا دار السلطنت قسطنطنیہ پر جا دھمکا اور بہادران روم کے چھکے چھڑا دیے یزید کے ساتھ اس جنگ میں حضرت عبداللہ بن عباس ع - عبداللہ بن عمر اور ابویوب انصاری کبریٰ صحابہ شریک تھے چنانچہ ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ یزید بن معاویہ رخصت دار لشکر بنے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قسطنطنیہ کی دیوار کی جڑ کے پاس مدفون ہوئے۔ امیر معاویہ کے عہد میں اسلام کی بنیاد اچھی طرح مضبوط ہو گئی اور مسلمانوں کو پوری تکمیل نصیب ہوئی۔ کفار اور اردگرد کے تمام سلاطین ان سے مرعوب و خائف ہو گئے اور سب کے دلوں پر اسلام کی حبیبیت بھاگئی۔ غرض تکمیل کی پیشینگوئی خلفائے اربعہ اور امیر معاویہ کے عہد میں پوری ہوئی۔

تیسری پیشینگوئی

مسلمانوں کو خوف و خطر سے امن دے جانے کی ہے۔ یہ بشارت رسول خدا کے وقت سے پوری ہونا شروع ہوئی اور امیر معاویہ کے عہد میں پیشینگوئی کی اچھی طرح تکمیل ہو گئی۔

چوتھی پیشینگوئی

کسی مسلمان کا شرک نہ کرنا اور ظاہر ہے کہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم میں کوئی فرد شرک کے قریب پیشکش تک نہیں۔ بلکہ ہمیشہ شرک کے مٹانے میں سرگرم رہے۔

پیشینگوئی

۳۵

کفر کا گھٹنا اور اسلام کا پھیلنا

جیسا کہ سورۃ الانبیاء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أَفَلَا يَوَدُّونَ أَنْتَانَا لِيَن
أَكْفُرُوا بِنِعْمَتِ اللَّهِ عَلَيْهِمْ
أَمْ لَهُمْ آيَاتٌ أَنْقَضْنَا
إِلَهُهُمْ أَفَلَا يَرَوْنَ
أَنَّهُمْ أَفْهَمُ
أَلَّا يَلْبُتُونَ۔

تو کیا یہ لوگ اس بات کو نہیں دیکھتے
کہ ہم ملک کو چاروں طرف سے گھٹاتے
چلے آتے ہیں (کفر کم ہوتا جاتا ہے)
تو (اس صورت میں) یہ لوگ غالب
ہیں (یا مسلمان غالب ہیں)

ف

ابتداءً اسلام میں مسلمانوں کا اگر وہ بہت ہی ضعیف تھا اور اس وقت
اون کو غلبے اور فتوحات کی بشارت دی جاتی تھی یعنی منجملہ اور دلائل کے
اسلام کی صداقت کی ایک دلیل یہ پیشینگوئی بھی تھی کہ مسلمانوں کی سلطنت
قائم ہوگی تو کفار کو چاہیے تھا کہ اسلام کے فتوحات دیکھ کر اس کی صداقت
کے قائل ہوتے۔

یہ فائدہ مولوی نذیر احمد دہلوی کا ہے جو انہوں نے اپنے حاشیہ ترجمہ پر

لکھا ہے اور دراصل عامہ مفسرین کی یہ رائے ہے مگر ہمارے نزدیک یہ تو جہیمہ مندرش ہے کیونکہ آیت مذکورہ مکی ہے۔ اور اسوقت تک جہاد کا حکم نہ تھا جو فتوحات کی بشارت دی جاتی۔ اس کے علاوہ اَنفِکَا بِرُؤُوسِکُمْ دیکھتے وہ کامقفی یہ ہے کہ وہ چیز فی الحال موجود ہو جس کو دکھا کر استدلال کیا جاتا ہے ورنہ اسوقت استدلال بے معنی ہے۔

حقیقت میں یہاں سے کفر کا گھنٹا مرا ہے۔ جب ہر طرف سے کفار وارہ اسلام میں داخل ہوں گے تو ظاہر ہے کہ مسلمانوں ہی کو غلبہ ہے۔ یہ پیشینگوئی جس طرح پوری ہوئی اس کی شہادت کے لئے تاریخیں اور اوراق کے علاوہ خود ملک عرب موجود ہے۔

پیشینگوئی

(۳۶)

منافقین کے مال و اولاد اُن کیلئے عذاب ہو

جیسا کہ سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تو (اے پیغمبر!) نہ تو ان کے مال
تھمارے لئے موجب حیرت ہوں
اور نہ ان کی اولاد کہ پھر خدا نے انکو
دنوی برکتیں کیوں دی ہیں۔ یہ برکتیں
نہیں ہیں بلکہ خدا چاہتا ہے کہ دنیا

فَلَا تَعْجَبْكَ أَمْرُ الْقَوْمِ
وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا
يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ
بِمَا فِي الْخَبَايَا مِنَ الدُّنْيَا
وَتَرْهَقَ أَنْفُسُهُمْ

وَهُمْ كَا فِرَؤُنَ - کی زندگی میں ان کو مال اور اولاد کی

وجہ سے مبتلائے عذاب ہی رکھے

اور یہ کہ ان کی جان نکلے اور

داسوقت بھی یہ کافر رہی، پھل

ف

محققین کے ایک گروہ کا بیان ہے کہ بحسب عقل، موجودات کی چار قسمیں ہیں

پہلی قسم :- وہ جو ابدی اور ازلی دونوں ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور

ہمیشہ رہے گی اور یہ ذات باری ہے -

دوسری قسم :- وہ کہ نہ ازلی ہے نہ ابدی ہے جیسے دنیا و امثالہا -

تیسری قسم :- وہ کہ ابدی نہیں ہے مگر ازلی ہے اور یہ محال الوجود ہے

اس لئے کہ قدیم معدوم نہیں ہو سکتا -

چوتھی قسم :- وہ کہ ابدی ہو مگر ازلی نہیں ہے اور یہ آخرت اس کی

نعمتیں ہیں -

اس آیت پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ مال و اولاد، دنیا

میں خدا کی نعمتیں ہیں تو وہ عذاب یا موجب عذاب کیونکر ہو سکتی ہیں -

جواب

اس کا یہ ہے کہ مال و اولاد دنیا و آخرت دونوں جگہ موجب عذاب ہو سکتی ہیں آخرت

میں ان کا موجب عذاب ہونا تو ظاہر ہے اور دنیا میں ان کا موجب عذاب ہونا بھی

وجہ سے ہے

پہلی وجہ :- جو چیز فقیر ہی محبوب ہوتی ہے اس کی بے جا اور اُمل ہونا نیکام نہ ہوتا

ہے تو جن لوگوں کے پاس مال و اولاد بہت ہو اور وہ اسکو عزیز نہ کہتے ہوں، وہ دو

مورتوں میں سے کسی ایک کے تحت میں فرو ہوں گے۔ یا تو ان کے مال و اولاد کی زندگی تک باقی ہیں یا ان کی زندگی ہی میں تلف ہو جائیں۔ اگر زندگی برباقی رہیں حالانکہ یہ موت بہت کم ہوتی ہے تو ضائع ہونیکا غم و اندیشہ ہر وقت لگا رہتا ہے اور اپنی زندگی میں تلف ہو جائیں تو وہ غم اس سے سخت ہے بہر حال مال و اولاد کی کثرت کسی حالت میں قلب کو آرام نہیں دیتی۔

دوسری وجہ :- مال و دولت کی کثرت یا اسکا حاصل ہونا محتاج کسب و اکتساب اور اکتساب مال و دولت میں جن مشقتوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ خود غلامی سے بہر دولت حاصل ہو جانیکے بعد اس کی حفاظت ضروری ہے اور اسکی تکلیف کمائیکے مشقت سے بھی بالاتر ہے اولاد کی پرورش اور حفاظت میں والدین کو مجتہد و فکر اٹھانی پڑتی ہے وہ دولت کے اکتساب و تحفظ سے بہت زیادہ ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو لوگ مال و اولاد کی محبت میں مہمک ہوں وہ لازماً ان کی حفاظت وغیرہ کی زحمتوں اور فکر وں میں ہمیشہ پڑے رہینگے حالانکہ ان کی ذات کو بہت ہی کم فائدہ مال و اولاد سے پہونچتا ہے۔

تیسری وجہ :- ضروریات عالم کے لحاظ سے انسان فطرۃً مال و دولت کا طالب پیدا ہوا ہے اور مال کی کثرت ہونے پر انسان بہت تن دنیا داری میں متغرق اور زیادہ الہی سے غافل ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بہ نسبت غریبوں کے دولت مندوں میں نیکی زیادہ ہوتی ہے اور انسان جب تنہا و مالا رہتا ہے اتنا ہی زیادہ قوی القلب ہوتا ہے مال سے زیادہ اولاد کی محبت ہوتی ہے اور اولاد بہ نسبت مال کے زیادہ تر مائع محبت اللہ ہے مرنے کے وقت انسان سمجھتا ہے کہ اب وہ باغ سے قید خانہ کو چلتا ہے وغیرہ اور اولاد سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوتا ہے تو جس شخص کو جب تنہا و مال و اولاد سے الگ کر دیا جائے تو وہ زیادہ مال و اولاد اس کے لئے موجب حسرت و عذاب ہونگے۔

اب رہی یہ بات کہ مال و اولاد کے موجب حسرت و عذاب ہونی کی جو وجہیں ہیں وہ ہر انسان کیلئے ہیں۔ پہر اس میں منافقین کی خصوصیت کیا ہے؟

پہلا جواب :-

مسلمان اس حیثیت سے کہ وہ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے جب دنیا میں ہمہ تن مشغوف نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ غروب سمجھتا ہے کہ انسان آخرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے نہ دنیا کے لئے۔

منافقین کا یہ حال نہیں ہے۔ ان کا تو یہ اعتقاد تھا کہ سعادت و خیرات جو کچھ ہے سہی دنیا میں ہے اور اس خیال نے ان کے حب دنیا کو بہت بڑھا دیا تھا اور وہ ہر طرح لُذائذ دنیاوی کے حاصل کرنے میں منہمک رہتے تھے اور یہی سبب ہے کہ ان کے مال و اولاد اُن کیلئے اور موجب عذاب ہو گئے۔

دوسرا جواب :-

منافقین دراصل تو کافر تھے مگر ظاہر میں زبان سے اپنے کو مسلمان کہتے تھے اور ظاہر حال پر حکم کر کے جو حال تمام مسلمانوں کا تھا وہی ان کا بھی تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کے ساتھ ان منافقین سے بھی صدقات و خیرات کی رسم وصول کرتے تھے اور اس رقم کو جہاد کفار اور سامان جہاد میں صرف فرماتے تھے اس کے علاوہ منافقین کو اظہار اسلام نے مجبور کر دیا تھا کہ وہ اور ان کی اولاد جہاد میں مسلمانوں کے رفیق ہو کر کافروں سے لڑائی کریں۔

منافقین رسول خدا کو جھوٹا سمجھتے تھے اسلام کو مانا جا پاتے تھے۔ صدقات و خیرات کو فضول اور بربادی کا سبب خیال کرتے تھے۔ باوجود ان باتوں کے انہیں اسلام کی جنبہ داری کرنی پڑتی تھی اسلام کی امداد میں مال خرچ کرنا پڑتا تھا اور اسلام پر اولاد کو پینٹ چڑھانے پر مجبور ہوتے تھے اسی کی پیشینگوئی اللہ تعالیٰ نے

فرمائی کہ، منافقین کے مال و اولاد ان کے حق میں موجب عذاب ہوں گے، تاہم ان کی ایسی ہی
 پروا و کوئی خیال نہ کرو۔ اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ یہ پیشینگوئی منافقوں ہی کے ساتھ
 خاص تھی اور انہیں پر پوری ہو گئی، محمد بن عبد اللہ کے مسلمان تو یقیناً اس عیب سے مبرا تھے
 کیونکہ اکثر صحابہ و انصار و غلام و غلامانِ حبشہ و عجمان جیسے دو ایک نفوس جو مالدار تھے انہوں
 نے اپنی ساری دولت کو اسلام پر وقف کر رکھا تھا۔ ان کے مقدس ہلوں میں دنیا کے
 کسی چیز کی کوئی عتد و حیرت نہ تھی نہ مال و اولاد کی بجا محبت کو ان کے دلوں میں جگہ تھی
 ایسی صورت میں نہیں کہا جاسکتا کہ مال و اولاد صحابہ کے حق میں موجب عذاب تھے یا
 ہوں گے، کفار و مشرکین جو علانیہ اسلام اور مسلمانوں کی عداوت پر تلے رہتے تھے
 وہ بھی اس کے مصداق نہیں ہو سکتے، بس یہ پیشینگوئی منافقوں ہی کے لئے تھی کہ
 جسکی جان کے لاگو تھے، جس چیز کے منافع انہیں اپنی ٹیڑھی چوٹی کا زور لگاتے رہتے تھے
 اسی کے تحفظ میں ان کے مال و اولاد کام آتے تھے اور اسی کام آئیے ان کے
 مال و اولاد ان کے لئے موجب عذاب ہو گئے تھے۔

تفسیر جواب ب۔

منافقین کے دل میں چور تھا۔ وہ ہمہ وقت ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو، ہمارا
 بیٹا یا بیٹھ پڑے تو ہماری جان اور مال و اولاد سب کی گنجی آجائے۔ اس ہر وقت
 کے خوف نے ان کی زندگی اور سارے عیش و خوشی کو تلخ کر دیا تھا اور مال و اولاد بچا
 نفع دینے کے اور موجب عذاب بن گیا۔

چوتھا جواب ب۔

بہت ایسے منافقین تھے جنکی اولاد بچو مسلمان اور اسلام کے سچے پیروار تھے
 مثلاً ابو عامر تمام منافقین کا پیشوا تھا اور اس کا بیٹا خطیب اسلام کا جاننا زنیق تھا۔ عبد اللہ
 ابی بکر منافق رسول اللہ صلعم کی جان کا لاگو تھا اور اس کا بیٹا عبد اللہ رضی اللہ عنہ

حجاء میں جنگ بدر سے تھا ابو سفیان اپنے قوم کے رئیس اور امیر المنافقین تھے انہیں کے فرزند امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے جنگی منظم ذات بعد کو اسلام کے لئے حجت اعلیٰ ثابت ہوئی۔

منافقین کے لئے، ان اولاد کا وجود سو مان روح تھا اور آیت کریمہ میں حقیقت یہی پیشینگوئی ہے کہ منافقین اپنے مال و اولاد کی کثرت پر خوش نہ ہوں یہ مال اولاد و آخر میں ان کے لئے موجب عذاب ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ لوگ راہ راست پر آگئے۔ باپ کے عقائد باطلہ کو چھوڑ کر اس دین کو بڑا پہلا کہنے لگے اور اسلام کے خیر خواہ رفقاء میں شامل ہو گئے۔

کسی شخص کے لئے اس سے زیادہ فکر و مصیبت کیا ہوگی کہ اس کی اولاد اس کے مذہب کو صرف چھوڑ ہی دینے پر کفایت نہ کرے بلکہ اس کی مذمت کرے اور اس کے دشمنوں کی خیر خواہ و حمایتی ہی ہو جائے؟

اس آیت میں پیشینگوئی مان ہیں۔

پہلی پیشینگوئی

یہ کہ منافقین کے مال و اولاد ان کے حق میں موجب عذاب ہوں گے جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا۔

دوسری پیشینگوئی

یہ کہ منافقین کبھی مسلمان نہ ہوں گے اور وہ کفر ہی کی حالت میں مرینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عبداللہ بن ابی الو عامر و طلحہ وغیرہ جو حقیقت منافق تھے نفاق ہی کی حالت میں دارالہوار کو سدھارے۔

پیشینگوئی

۷۷۳

ابوبکر و عمرؓ کی خلافت کی شارت

جیسا کہ سورۃ الفتح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ لَنْ تَسْبِقُونَنَا كَذَّبْتُمْ
قَالَ اللَّهُ مِمَّنْ
قَبْلُ فَسَبِقُوا لَوْنِ بَلْ
تَحْذَرُونَ نَابِلْ كَالْوَا
لَا يَسْقَمُونَ إِلَّا قَلِيلًا
فَسَلِّ لِلْمُخَافَةِ مِّنْ
الْأَحْزَابِ سَبْدُ عَوْنِ
إِلَى قَوْمِ أُولَى بَابِ
شَدِيدٍ تَقَاتِلُوا
بِهِمْ أَوْ يُسْلِمُوا
فَإِنْ طَبِيعُوا يَوْمَئِذٍ
اللَّهُ أَجْرًا أَحْسَنًا
وَأَنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ
مِنْ قَبْلُ يَعَذِّبُكُمْ
عَذَابًا أَلِيمًا

دای پیغمبران منافقوں سے کہو کہ تم ہرگز
ہمارے ساتھ نہیں چلنے پاؤ گے
اللہ نے پہلے ہی سے ایسا فرما دیا ہے
پیشکر دیکھ لوگ، کہیں گے کہ بلکہ تم ہم سے
رکتے ہو حمد (نہیں)، بلکہ یہ لوگ بہت
ہی کم سمجھتے ہیں اسے پیغمبر فرمایا
جو (سفر حدیبیہ) پیچھے رہ گئے ان
سے کہہ دو کہ کوئی دن جاتا ہے کہ تم
بڑے لڑنیوالوں (یعنی فارس و روم)
کے مقابلے کے لئے بلائے جاؤ
کہ تم ان سے لڑتے رہو گے یا وہ
مسلمان ہی ہو جائیں گے تو اگر اس وقت
خدا کا حکم مانو گے تو خدا تمکو اچھا اجر
دیگا اور اگر کیسے سرتابی کی جیسے تم
پہلے (سفر حدیبیہ میں) سرتابی کر چکے
ہو تو وہ تم کو عذاب دردناک کی نذر دیکھا

ف

سفر حدیبیہ میں جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں دیا ان میں بہت سے متفرق قبائل کے لوگ تھے۔ ان بزدلوں میں بعض تو بچے منافق تھے جن کا راز افشا ہو گیا، مسلمانوں نے ان سے خلا ملا چھوڑ دیا اور وہ مرنے دم تک اپنے نفاق پر اڑے بیٹھے رہے بہت سے ڈر لوگ تھے جو بعد کو اپنی اس حرکت پر نادم و شرمندہ ہوئے۔ انہیں لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ اس آیت میں بد پیشین گوئی کرتا ہے کہ کچھ دنوں کے بعد ایک بڑی لڑنیوالی قوم سے لڑنیکے لئے تم سب بلائے جاؤ گے تو اس وقت اگر تم لئے خدا کا حکم مان کر حکم کی اطاعت کر لی تو اللہ تمکو اچھا بدلہ دیگا اور تمہاری توبہ مقبول ہو جائیگی یعنی اس وقت کی اطاعت توبہ کے قبول ہونے کی علامت ہے اور اگر اس وقت ہی تم نے ایسی ہی سرکشی کی تو اللہ تم کو سخت سزا دیگا بڑے لڑنیوالوں سے کون لوگ مراد ہیں۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے (۱) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ما بڑی لڑنیوالی قوم سے ہوازن و ثقیف کے لوگ مراد ہیں۔

۲ حضرت قتادہ کا مسلک یہ ہے کہ ہوازن و غطفان مراد ہیں جن سے جنگ حنین میں مقابلہ ہوا تھا۔

تفسیر خازن والے نے اسی مسلک کو اختیار کر کے اس بڑا زور دیا ہے کہ بڑا لڑنیوالوں سے ہوازن و غطفان مراد ہیں جن سے جنگ کر نیکے لئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتوں کو اور ان لوگوں کو جو سفر حدیبیہ میں پیچھے رہ گئے تھے طلب فرمایا تھا۔

مگر یہ مسلک صحیح نہیں ہے اور اس کا غلط ہونا اسی آیت سے ثابت ہوتا ہے

جو شروع عنوان میں سے قُلْ لَنْ تَنفَعُوْهُمَا (ترجمہ) کہہ دو اسے محمدؐ کہ تم ہرگز
ہمارے ساتھ نہیں چلنے یاؤ گے۔

اللہ نے آپ ہی انکار کر دیا کہ سفیرِ مدینہ سے پیچھے پہنچنا اگلے لوگ
اب رسول خدا کیساتھ سرگرم نہیں چلنے نہ پانچنے اور اس سے صاف ظاہر ہے
کہ ان بڑے لڑنیوالوں سے مقابلہ کرنے کے لئے جو عالم ان دیہاتیوں کو بلا گیا
وہ رسول اللہ نہ ہوں گے بلکہ آپ کے سوا کوئی دوسرا ہوگا۔

پس اولیٰ بائیں شینید سے ہوازن و ثقیف یا ہوازن و غطفان مراد نہیں ہو سکتے۔
دس، زہری اور مقاتل رحمہما اللہ تعالیٰ او غفرین کا ایک جم غفیر اس طرف سے کہ
بڑے لڑنیوالوں سے بنو ضیفہ مراد ہیں جو میلہ کذاب کے توابع و رفقاء تھے
یہ لوگ مرتد ہو گئے تھے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان پر جہاد کر کے
انکا قلع قمع کر دیا۔

مشرکین عباد اور مرتدین کے ساتھ یہ خاص سختی سے کہ ان سے بجز اسلام
یا شمشیر کے دوسری چیز قبول نہیں کی جاتی۔ آیت میں قُلْ لَوْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ
اسی مسلک کے طرفدار رہے۔ رافع بن خدیج کا قول "وہ آیت کیا گیا ہے کہ
وہ مارتے تھے ہم ہمیشہ تلاوت قرآن میں یہ آیت پڑھا کر لے مگر سجدہ میں نہیں
آتا تھا کہ آخر اولیٰ بائیں شینید سے کون لوگ مراد ہیں یہاں تک کہ جب خلیفہ اول نے
بنو ضیفہ سے جنگ کی تو اس وقت معلوم ہو گیا کہ اولیٰ بائیں سے یہی مرتدین مراد
تھے یہ سب صحیح ہے لیکن اولیٰ بائیں شینید کا یہ بتنا کہ اور شاندار لفظ
میلہ کذاب والوں پر چسپاں نہیں ہوتا۔

دس، جمہور غفرین کے نزدیک قومِ اکملیٰ یا بائیں شینید سے روم و فارس کے لوگ
مراد ہیں جیسا کہ عطاء بن راج، حجاج بن ابی لیث، عطاء خراسانی، کعب بن احمر اور

اُڑنی بگائیں مشدیدیوں سے خواہ میلہ کذاب کے اتباع مراد ہوں یا روم و فارس والے مراد ہوں دونوں صورت میں حضرت ابوبکر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی خلافت منصوص بالقرآن اور صحیح ثابت ہوتی ہے۔

اگر میلہ کذاب اور اس کے اتباع کو مراد لیں تو اس جنگ کی طرف بلائیو الے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ لامحالہ حاکم شرعی، خلیفہ، برحق اور امام مقرر ہیں الطاعت ثابت ہوں گے کیونکہ شرعی امام کی سمر تابی ہی موجب عذاب ہوتی ہے اور جب صدیق اکبر کی خلافت منصوص و درست ہوئی تو فاروق اعظم کا امام برحق ہونا یقینی ہے کیونکہ اُن کو صدیق اکبر نے اپنا جانشین منتخب کیا تھا اور امام برحق کا انتخاب واجب التسلیم ہے۔

اگر اُڑنی بگائیں مشدیدیوں سے بہادران روم و فارس کو مراد لیں تو یہ لڑائیاں حضرت فاروق اعظم کے عہد میں ہوئی تھیں پس فاروق اعظم کو امام برحق ماننے کے سوا چارہ کار نہیں ہے غرض اُڑنی بگائیں مشدیدیوں سے چاہیے میلہ کذاب مراد ہو یا روم و فارس والے مراد ہوں خدا کی پیشینگوئی صحیح نکلی اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی حقیقت امامت ثابت۔

پیشینگوئی

(۳۸)

روم غالب ہوئے اور پارسی شکست کھائیں گے

(۳۹)

غلبہ روم کی وقت سلمان اللہ کی مدد سے خوش ہو گئے

(۴۰)

روم والے فارس پر غالب ہو گئے بعد مسلمانوں کے غلبہ ہو گئے

جیسا کہ سورۃ الروم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

غَلَبَتِ الرُّومُ فِي آخِذِي
الْأُزْمِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ
عَلَيْهِمْ سَيَغْلِبُونَ
فِي بَعْضِ السَّنَاتِ لِلَّهِ الْأَمْرُ
مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ
بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَفِرُّ
الْمُؤْمِنُونَ يَنْظُرُونَ إِلَى اللَّهِ
يُنْصَرُونَ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ
الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ۔

قریب ملک میں رومی (یعنی نصاریٰ) اہل
فارس سے (غلوب ہو گئے ہیں لیکن
یہ لوگ اپنے مغلوب ہونے کے بعد غفرت
چند سال میں (پھر اہل فارس پر) غالب
آجائیں گے اس سے پہلے بھی روم
شلکت کا) اختیار اللہ ہی کو تھا اور آگے
بعد بھی اور اس دن جب کہ رومی غالب
ہو گئے (سلمان اللہ کی مدد سے خوش
ہو جائیں گے وہ جسکی چاہتا ہے مدد کرتا ہے
اور وہ زبردست رحم والا ہے۔

ف

پیغمبر خدا کے وقت میں شلکت روم نصاریٰ کے قبضہ میں تھی اور فارس پر آتشیں

مسلط تھے۔

اس وقت خسرو پرویز فارس کا بادشاہ تھا۔ شہر پیر اور فرخان اس کے بڑے مستعد علیہ ارکان دولت اور مشاہیر دربار سے تھے۔ اس نے انہیں دونوں کی ایک بڑی جرئت لشکر کا سپہ سالار بنا کر روم کی طرف روانہ کیا۔

ان دونوں بہادروں نے روم پر لشکر کشی کی اور کچھ مقامات فتح بھی کر لئے چونکہ رومی لوگ اس ناگہانی حملہ کے غافل تھے تاب مقاومت نہ لاسکے اور نہایت بے سرو سامانی کے ساتھ شکست کھا کر بھاگے۔

یہ واقعہ عہد نبوت کے نویں سال کا ہے۔ اگرچہ اہل عرب کہ اس جنگ سے کچھ تعلق نہ تھا۔ تاہم مسلمان چاہتے تھے کہ رومیوں کا غلبہ ہو کیونکہ وہ اہل کتاب تھے۔ اور مشرکین عرب، اہل فارس کی خیر مناتے تھے کیونکہ وہ بھی ان کی طرح بت پرست تھے۔

اتفاق سے اہل فارس کی فتح ہوئی تو مشرکین بہت خوش ہوئے اور مسلمانوں پر آوازے کرنے لگے کہ تم اور عیسائی اہل فارس ہم مذہب ہیں اس لئے فاتح ہم مذہب ہیں اس لئے فارس والوں کی فتح سے ہم یہ شگون لیتے ہیں کہ ایک دن ہم بھی تم پر غالب ہوں گے۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ اپنے پہلے سے بتا دیا کہ اگرچہ رومی نصاریٰ اس وقت مغلوب ہو گئے ہیں مگر وہ چند سالوں میں اہل پر فتح پائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا جب یہ آیت نازل ہوئی حضرت صدیق اکبرؓ نے مشرکوں سے فرمایا کہ بدبختو تم خوش نہ ہو۔ خدا کی قسم عفریب رومی فارس والوں پر غالب ہوں گے ابی بن خلف منافق نے کہا، ہرگز نہیں ہو سکتا مغلوب بھی کہیں غالب ہو سکتے ہیں اور اگر تم اپنے قرآن کے دعوے میں ایسا ہی یقین ہے تو آؤ ہم سے شرط لگاؤ

مقرر کر کے تین سال کی مدت مقرر کر کے دس دس جوان اونٹوں کی شرط
 پانچویں۔ جب صدیق اکبرؑ نے یہ سارا واقعہ جناب رسول خدا صلعم سے آکر عرض کیا
 تو آپ نے فرمایا کہ بضم کا اطلاق تین اور نو کے درمیان اعداد پر ہوتا ہے
 تم سے غلطی یہی جو تین برس کی مدت محدود کر دی جو منشا قرآن کے خلاف ہے
 اب جاؤ مال و دولت دونوں بڑھاؤ۔

حضرت ابو بکرؓ واپس آئے اور نو برس کی مدت متعین کر کے سو سو اونٹوں کی شرط
 لگائی اور وثوق کے لئے ہر ایک نے دوسرے کی ضمانت لے لی۔
 اب ادھر کا حال سنو کہ جب شہر یار و فرخان دونوں بھائیوں نے روم کے بعض
 شہروں کو فتح کر لیا اور رومی شکست کھا کر بھاگ گئے تو وہ چند روزہ قیام کیلئے
 انہیں متنبہ نہ ملا دیں ٹھہر گئے۔ بعض خود غرض ناموں نے خسر و پر ویز بادشاہ
 کو ان دونوں بھائیوں کی طرف سے بدظن کر دیا اور بادشاہ ان سے یہاں تک
 ناراض ہوا کہ آخر ہلاک کرنے کے درپے ہو گیا۔

شہر یار و فرخان کو بادشاہ کی براہ فرشتگی کی اطلاع ہوئی تو وہ عتاب سلطانی سے
 ڈر کر قیصر روم کی پناہ میں چلے گئے۔ قیصر نے ان کو اپنے الطاف و اکرام
 سے یہاں تک زیر بار کیا کہ یہ دونوں گرویدہ الطاف ہو کر عیسائی بن گئے۔

اب قیصر روم نے فارس پر لشکر کشی کی اور یہی دونوں بھائی لشکر روم کے سپہ سالار
 مقرر ہوئے اور انہیں کی جانفشانیوں سے نو برس کے اندر فارس والوں کو
 شکست فاش ملی۔

بعد ازاں ایسی پیش نیگوئی کا بڑا زبردست معجزہ ہے۔ دوزبردست سلطنتوں کے
 بارہ میں برسوں پہلے ایک قطعی فیصلہ وثوق کے ساتھ کر دینا کسی بشر کا کام
 نہیں ہے اور پنیہ خدا کو تو ان سلطنتوں کی فوجی طاقت اور انتظام کے جانچنے

کبھی موقع ہی نہیں ملا اور نہ اس وقت عرب جیسے ملک میں روم و فارس کی زیر دست سلطنتوں کی طاقت و انتظامات اور باہمی پالشیکس کے سطر م کرنے کوئی ذریعہ تھا۔

یہ جو آیت کے آخر میں فرمایا کہ اکثر لوگ نہیں سمجھتے اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا عالم اسباب ہے۔ اسباب ظاہر کے دھوکے میں آکر لوگ اصلی سبب یعنی خدا سے غافل ہو جاتے ہیں حالانکہ ہر ایک چھوٹے بڑے واقعہ کا اصلی سبب خدا کا ارادہ ہوتا ہے۔ لوگ غلط فہمی سے اس کو دوسرے سبب کی طرف منسوب کرتے اور ان ہی پر بھروسہ کر بیٹھتے ہیں۔

عرض اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو پیشینگوئیاں کی ہیں۔ اول یہ کہ روم و اسے اپنی اس شکست کے بعد نو برس کے اندر پھر فارس والوں پر غالب ہو جائیں گے جیسا کہ مفسرِ اول پر گزر چکا۔

دوسری پیشینگوئی

یہ فرمائی کہ اس دن جب کہ رومی غالب ہوں گے مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہو جائیں گے۔ اور اللہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔

علامہ مفسرین نے اس کے یہ معنی لئے ہیں کہ جب اہل روم کو فارسیوں پر غلبہ ہو گا تو مسلمان فارسیوں کی شکست سے خوش ہوں گے کہ خدا نے اہل کتاب کو ان لوگوں پر فتح دی جو کتاب نہیں رکھتے مگر میرے نزدیک یہ قرآن کی ایک دوسری پیشینگوئی مسلمانوں کی کامیابی کے متعلق ہے ورنہ رومیوں کا فارس والوں پر غالب ہونا مسلمانوں کے حق میں کوئی مدد نہیں ہو سکتی یہ بات ہوتی تو اتنا ہی کہنا بس کرتا تھا کہ رومیوں کے غلبہ سے مسلمان خوش ہوں گے۔

آیت کے الفاظ سے صاف یہ مطلب نکلتا ہے کہ جذبرسوں کے بعد رومی فارس والوں پر غالب ہوں گے اور ان کے غلبہ کے وقت ادھر مسلمانوں کو اللہ کی مدد سے کامیابی ہوگی جس سے وہ خوش ہو جائیں گے بعض مفتین لکھتے ہیں کہ جب معرکہ بدر پیش آیا تو ادھر اہل اسلام کفار قریش پر غالب آئے اور ہر فارسیوں پر رومیوں کے غلبہ کی خبر پھونچی اور بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ مسلمانوں کو رومیوں کے غلبہ کی خبر اس وقت ملی جب وہ جنگ حدیبیہ میں کامیاب ہو چکے تھے اور اس طرح ان کو خوشی پر خوشی نصیب ہوئی۔ ایک خوشی اپنی فتح کی جو کفار و مشرکین کے مقابلہ میں ہوئی۔ دوسری خوشی رومیوں کے غلبہ کی فارس والوں پر۔

بہر حال رومیوں کے غلبہ کی خبر مسلمانوں کو خواہ جنگ بدر میں ہو یا جنگ حدیبیہ کے دن دونوں حالتوں میں ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے کہ آیت میں مسلمانوں کے خوش ہو جانے سے یہی ایک دوسری پیشینگوئی مراد ہے۔ پس آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس وقت رومی فارس والوں پر غالب ہوں گے اسی وقت مسلمانوں کو کفار و مشرکین پر فتح حاصل ہوگی اور اس فتح اور اللہ کی مدد سے وہ خوش ہو جائیں گے بلکہ خوشی پر خوشی ہوگی اس پیشینگوئی کے پورا ہونے سے مسلمانوں کی سرخروئی ہوئی جس کا انہیں پہلے سے یقین تھا اور اس کے علاوہ ایک دوسری فتح انہیں کو اپنے دشمنوں نے مقابلہ میں ہوئی۔ یَوْمَئِذٍ يَفِرُّ الْمُؤْمِنُونَ كَمَا يَفِرُّ الْمُنَافِقُونَ۔

تیسری پیشینگوئی

امام جلال الدین سیوطی نے اس آیت سے ایک تیسری پیشینگوئی ثابت کی ہے

جو غارت مگر دل چسپی سے خالی نہیں -

روم فارس سے قریب کی زمین پر غلبو
ہو گئے اور وہ غنقریب اپنے مغلوب
ہو نیلے بعد چند سالوں میں فارس والوں
پر غالب آجائیں گے -

غَلِبَتِ الرُّومُ فِيْ اَدْنٰى اَلَا
رُحْنٌ وَهَمُّ مِنْ بَعْدِ
غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ
فِيْ بَضْعِ سِنِيْنَ -

یہ ترجمہ چہرور علماء مفسرین کا متفق علیہ ہے مگر امام سیوطی کی حدیث پسند اور
ذکی طبیعت نے ایک اور لگتے ہوئے معنی بیان کر کے اپنی دکات کا جائز ثبوت دیا ہے
عکرمہ اور یحییٰ بن یحیر اور قتادہ رضی اللہ عنہم کی روایت میں سَيَغْلِبُوْنَ کی
وہ قراءتیں ہیں۔ ایک مضارع معروف جسکو اکثر مفسرین نے اختیار کیا ہے
دوسرے سَيَغْلِبُوْنَ مضارع مجہول کا صیغہ جسکو امام سیوطی نے اختیار
کیا ہے اور اس وقت آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ روم فارس والوں
سے مغلوب ہوئے وہ غنقریب چند سال کے اندر فارس والوں پر
غالب ہو کر پھر (مسلمانوں سے) مغلوب ہوں گے -

اس صورت میں ”فِيْ بَضْعِ سِنِيْنَ“ کا تعلق ”ثُمَّ يَغْلِبُهُمْ سَبْعَ سِنِيْنَ“ سے ہوگا اور
میں ”ہم“ کی ضمیر سے اہل فارس مراد ہوں گے اگر غَلِبَ مبنی للمفعول ہو
جیسا کہ ہم نے ترجمہ میں کھول دیا ہے اور اگر مبنی للفاعل ہو تو مزعہ ضمیر روم
ہوگا یہ درحقیقت ایک بعید تاویل ہے بہر حال اگر اس کو مان لیا جائے
جو مستبعد نہیں ہے بلکہ یہ معنی الفاظ آیت سے بتکلف پیدا ہوتا ہے تو
آیت کی تین پیشینگوئیاں ہو جائیں گی -

اول :- نو برس کے اندر روم والوں کا اہل فارس پر غالب ہونا -
دوسرے :- روم کے غلبہ کے وقت مسلمانوں کا قریش پر فتح ہونا -

تیسرے :- روم والوں کا فارس پر غالب ہونے کے بعد پھر مسلمانوں کے مغلوب ہونا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ یہ تینوں پیشینگوئیاں پوری ہو کر رہیں۔ پہلی پیشینگوئی :- نزول آیت کے ساتوں برس ظاہر ہو گئی۔ کما مر آغا۔ دوسری پیشینگوئی :- اسی کے ساتھ ظاہر ہوئی یعنی جس وقت مسلمانوں کو سفر حدیبیہ یا جنگ بدر میں کفار پر غلبہ حاصل ہوا ہے عین اسی وقت خبر پہنچی کہ روم والوں نے فارس والوں کو شکست فاش دی۔

تیسری پیشینگوئی :- حضرت عمرا و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں پوری ہوئی کہ مسلمانوں نے رومیوں کو شکست پر شکست دیکر ان کے بہت سے ممالک فتح کر لئے جیسا کہ تواریخ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

پیشینگوئی

(۴۱)

کفار و منافقین اسلام کی ضد میں مال خرچ کر رہے ہیں

(۴۲)

یہ مال کا خرچ کرنا ان کیلئے موجب برکت ہوگا

جیسا کہ سورۃ الانفال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ
لِیَصُدَّ وَاعْنِ سَبِيلِ
فَسَيَنْفِقُونَهَا سُلُومًا
سَكُونُ عَلَيْهِمْ
حَسْرَةً سُلُومًا
يُغْلَبُونَ -

اس میں شک نہیں کہ یہ کافر اپنے مال
اس لئے خرچ کرتے ہیں تاکہ (لوگوں کی)
راہ خدا سے روکیں سو یہ لوگ تو مال کو
(اسی طرح) خرچ کرتے رہیں گے
(مگر) پھر (آخر وہی مال) ان کے حق
میں موجب حسرت ہوگا (مال بھی خرچ
کریں گے) پھر مغلوب (بھی) ہوں گے

ف

آیت میں دو پیشینگوئیاں ہیں -

پہلی پیشینگوئی - یہ ہے کہ کفار بغیر اور اسلام کی ضد میں اپنا مال خرچ کرینگے
اور ایسا ہی ہوا اگرچہ کفار و مشرکین اس ضد میں کہ اسلام مٹ جائے اور بغیر خدا
کو اپنے مقصد عظمیٰ میں کامیابی نہ ہو ہمیشہ اپنا مال خرچ کرتے ہی رہتے تھے
لیکن جنگ بدر، جنگ احزاب اور جنگ احد میں ان کافروں نے اپنی خاص
ہمت سے کام لیا اور جی توڑ کر بے دریغ روپے صرف کئے اور اس میں شہرہ
نہیں کہ اگر خود مالک عرش عظیم کی مدد نہ ہوتی تو اسلام کی عمارت کبھی بیخ و بنیا د سے
اکھڑ گئی ہوتی -

جنگ احد میں اکیلے ابوسفیان بن حرب نے اسلام کی مخالفت میں چالیس اوقیہ
سونے کا چمڑہ دیا تھا۔ ایک اوقیہ بیالیس مثقال کا اور ایک مثقال ساڑھے
چار ماہ کا ہوتا ہے -

اس حساب سے چالیس اوقیہ کا (۷۵۶) ماہ اور (۶۳۰) تولہ سونا ہوتا ہے
جس کا کم و بیش آٹھ من سونا ہوا اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے کہ جب ایک آدمی نے

اس قدر چندہ دیا تو مجموعی طور پر اسلام کے مٹانے کے لئے کیا کچھ نہ چندہ ہوا ہوگا اور کسی کچھ نہ کوششیں ہوئی ہونگی۔

دوسری پیشینگوئی :- یہ ہے کہ کافروں کا یہ سب مال کا خرچ کرنا ان کے حق میں بڑبڑا حسرت ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ باوجود ان سرتوڑ کوششوں کے اور مال و دولت خرچ کر سنے کے کچھ کامیابی نہیں ہوئی اور جب مقابلہ پر آئے منہ کی کھائی در حالیکہ اسلام کو اسی طرح روز افزوں ترقی ہوتی گئی ہے۔
زردادن و در دسر خریدن ہوا۔ مال بھی خرچ ہوا۔ جس کام کے لئے مال خرچ کیا گیا وہ کام بھی نہ ہوا۔ اُلٹے شکست بھی کھائی۔ اتفاق مال کے موجب حرج ہونے کی اس سے بہتر مثال نہیں مل سکتی۔

پیشینگوئی

(۴۳)

(جنگ بیں) کافر شکست کھائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے

اس پیشینگوئی کے متعلق قرآن مجید میں دو آیتیں ہیں۔

پہلی آیت سورہ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اے پیغمبر! جو لوگ دین اسلام سے منکر ہیں اُن سے کہہ دو کہ کوئی دن جاتا ہے کہ تم (مسلمانوں سے) مغلوب

قُلْ لِّكُنْزِ تِنَ
كَفَرُوا وَاسْتَحْكَبُوا
وَمُحْشَرُوا

اِلٰی جَهَنَّمَ۔ ہو گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاو گے۔

دوسری آیت سورۃ القمر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

کیا یہ دکافر لوگ کہتے ہیں کہ ہماری
بڑی قوی جماعت ہے سو کوئی دن جاتا ہے
کہ (ان کا) گروہ شکست کھا لینگا اور (مسلمانوں
مقابلہ میں) پیٹھ پھیر پھیر کر بھاگیں گے
بلکہ (اصل) وعدہ تو ان کے ساتھ قیامت
کا ہے اور وہ وقت بڑی آفت اور ٹیڑھی
کھیر ہے۔

اَمْ يَقُولُونَ مَخْنُ
جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ
سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ
وَيَبْقَى السُّبُو
بَلِ السَّاعَةُ
مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ
اَذْهَىٰ وَاَآخِرُ۔

ف

شرع مشہور ہے میں قوت مسلمانوں میں تھی نہیں اور جہاں ان کا بہت کمزور تھا
اسی بنا پر اور اپنی مالی و قومی طاقت کے گھمنڈ پر دشمنان اسلام یہ بڑا بول بولا
کرتے تھے کہ ہماری جماعت بہت قوی ہے اور ہم مسلمانوں کو آٹے وال کی طرح
پیس کر رکھ دیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کفار کا مقولہ نقل کر کے پیشینگوئی کرتا ہے کہ ایسا نہیں ہے
بلکہ خود کفار ہی کو مسلمانوں کے مقابلہ میں عنقریب ایسی شکست فاش ملیگی کہ سوک
پیٹھ پھیر پھیر کر بھاگنے کے کوئی چارہ کار ہی نہ ہوگا۔ اس پیشینگوئی پر دشمنوں کی زبردست
جماعت ٹھٹھے مارتی تھی مگر چند ہی دنوں میں جنگ بدر واقع ہوئی تو ان کو جھپٹی
کا دورہ یاد آگیا معلوم ہوا کہ قرآن کی پیشینگوئی کیسی حق تھی؟
جنگ بدر مسلمہ ہجری میں واقع ہوئی۔ کفار و اہل اسلام میں یہ پہلی لڑائی تھی جس میں
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود شریک تھے۔

اس جنگ میں آپ کے آگے دوسرا علم تھے اور ساتھ میں صرف تین سو تیرہ بہادر ^{۳۱۳} صحابہ کا لشکر تھا۔ جن میں (۷۷) ہاجرین اور (۲۳۶) انصار تھے۔ لشکر بھر میں فقط آٹھ تلواریں تھیں تین گھوڑے تھے۔ اس کے مقابلہ میں کفار و مشرکین کی ایک ہزار کی جمعیت سادو ساہان کے ساتھ تھی مسلمانوں کی تھوڑی جمعیت اور اپنی کثرت تعداد پر دشمنان اسلام اترا اتر کر کہتے پھرتے تھے کہ بھلا ہماری ایسی زبردست فوج کے مقابلہ میں لشکر اسلام کیا ٹھہر سکتا ہے ؟

بخاری نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس روز اپنے قبہ میں تشریف فرما تھے چار پہنے ہوئے فتح اسلام کی دعا کی اور آخر میں یہ آیت پڑھی ”سَيُفْهِنُ الْمُجْمَعُ وَيَكُونُ الْمَدِينُ“ اس کے بعد اسلام و کفر کی مٹ بھڑ ہوئی اور مسلمان باوجود قلت تعداد کے کثیر التعداد دشمنوں پر غالب ہو گئے صرف (۱۳) مسلمانوں نے جام شہادت پیا اور پچاس یا ستر کفار جہنم و اصل ہو گئے۔ بقیہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

بخاری نے عکرمہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم قرآن مجید میں آیت ”سَيُفْهِنُ الْمُجْمَعُ“ کی تلاوت کیا کرتے تھے مگر سجدہ میں نہ آتا تھا کہ اس جماعت سے کون سی جماعت مراد ہے جو ہم سے شکست کھا نیکی پہاں تک کہ جب غزوہ بدر واقع ہوا تو آیت کے معنی حل ہو گئے اور ہم سمجھ گئے کہ اس سے کفار قریش کی جماعت مراد تھی جس نے جنگ بدر میں ہم مسلمانوں سے شکست کھائی اور پھر اس کے دنوں میں مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا۔

تیسری آیت سورۃ العنکبوت میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يَسْتَعْجِلُوْنَ نَزْلَ
يَا عَذَابٍ وَّابٍ
جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِ
يَوْمَ يُنْشَاهُمُ الْعَذَابُ
مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ
أَرْجُلِهِمْ

(اے پیغمبر یہ لوگ) تم سے عذاب کیلئے
جلدی چارہ ہیں حالانکہ بلاشبہ
دوزخ کافروں کا احاطہ کئے ہوئے
ہے جبکہ عذاب ان کے اوپر سے
اور ان کے پیروں کے تلے سے ان
رکافروں کو ڈانک لیگا۔

اس آیت میں فتح بدر اور فتح مکہ دونوں کی بشارت ہے۔ فتح مکہ کے وقت
مسلمانوں کا لشکر خود مکہ والوں پر چڑھ گیا تھا اور کفار مکہ سے سوائے ہتھیار ڈال دینے
کے کچھ بن نہ پڑا تھا اس لئے یہ عذاب تو گویا کافروں کے اوپر سے اُن پر
آپا اور جنگ بدر میں جب مسلمانوں اور کافروں میں میدان کارزار گرم ہوا
تو اس وقت لشکر اسلام بہت زمین پر تھا اور لشکر کفار بلندی پر تھا۔ باوجود اس کے
دشمنان اسلام کو شرمناک شکست اٹھانی پڑی تو گویا یہ عذاب کافروں پر
ان کے پاؤں کے نیچے سے آیا۔

تیسری آیت سورہ ایل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَيَقُولُونَ قَتَلْنَا هَذَا
الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ مَا يَنْظُرُونَ
اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً
مَّا خُذَتْهُمْ وَهُمْ
يَخْتَصِمُونَ فَلَا
يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَّ

اور (کفار مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ اگر
تم سچے ہو تو یہ وعدہ (عذاب) کب
(پورا) ہوگا (دیں) یہ لوگ اسی کو منتظر
ہیں کہ یہ لوگ آپس میں (ایک دوسرے
معمولی طور پر) لڑجھگڑ رہے ہوں اور
ایک زور کی آواز ان کو آن پکڑے
پھر نہ تو وصیت ہی کر سکیں گے اور نہ

إِلَىٰ أَهْلِهَا يَرْجِعُونَ | اپنے بال بچوں میں لوٹ کر جا سکیں گے۔

ف

جنگ بدر میں کفار عرب کا یہی حال ہوا کہ وہ شکست کھا کر پھر کہیں کے نہ رہے اور مرنے والوں کا وصیت کرنا تو بڑی بات تھی۔

پیشنگوئی

(۴۴)

جنگ بدر تک کفار قریش کو تھوڑی سی مہلت

جیسا کہ سورۃ الفرقان میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اور د کافرا جیسی جیسی باتیں (تاریخ) کہتے ہیں اُن پر صبر کرو، اور وضع کردہ کے ساتھ ان سے الگ تھلک رہو اور (یہ) جو جھٹلانے والے خوش حال لوگ ہیں ہم کو اور ان کو (اپنے اپنے حال پر) چھوڑ دو اور انکو تھوڑی سی مہلت دو۔

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ
وَلَهْجُجْهُمْ هَجْرًا
بَجِيلًا وَذَكِّرْني وَالْمَكِّي
سَبِيْنَ اُولِي النِّعْمَةِ
وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا

ف

جب سرداران قریش کی ایذا دہی و جداعت مدال سے تباد و زگر گئی اور بات برداشت سے باہر ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پیغمبر کی تشفی و دلہ بھی

یوں فرمائی کہ ذرا صبر کرو اور ان کافروں کو ذرا سی ہمت دو مابعد دیکھو ہم انکا انجام کیسا کرتے ہیں۔

اس کے چند ہی دنوں کے بعد جنگ بدر واقع ہوئی جس میں اہل اسلام اور غیر ان خدا نے تمام سرداران قریش کو چُن چُن کر مارا۔ اور سب دنوں کی کسر نکال لی۔ دوسری آیت اسی کی ہم معنی سورۃ الطارق میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّهُمْ يَكِيدُوْنَ
كَيْدًا وَّاَكِيدُوْنَ
كَيْدًا فَمَهْلِكِ الْكَافِرِ
اَمْوَالُهُمْ
رَآوِيْدًا۔

بے شک یہ (کافر تو اپنے) داؤد کر رہے
ہیں اور ہم (اپنے) داؤد کر رہے ہیں
راے پنہیر! ان کافروں کو ہمت دو
(اور زیادہ نہیں بلکہ) ان کو تھوڑی سی
سی ہمت دو۔

ف

یہ دونوں آیتیں ملتی ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں اور جنگ بدر سے
میں واقع ہوئی تو یہ پیشینگوئی کم سے کم دو برس پہلے کی گئی اور درحقیقت جنگ
ہی پہلی جنگ ہے جس میں مسلمانوں نے اپنے دشمنوں سے بد لایا۔

پیشینگوئی
(۲۵)

اگر کافر صلح کے بعد دغا کرینگے تو اللہ تم کو بس کرے گا
جیسا کہ سورۃ الانفال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَا يَنْجُو إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا
لَهُمْ أَجْرٌ وَعَلَىٰ
اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
وَإِنْ يُرِيدُوا
أَنْ يَخْرُجُوا
فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ
هُوَ الَّذِي يَدْعُكَ
بِصُورِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ

اور (اے پیغمبر!) اگر کافر صلح کی
طرف جھکیں تو تم بھی اس کی طرف جھکو
اور اللہ پر بھروسہ رکھو کیونکہ وہی رب
کی (سنتا) اور سب کچھ جانتا ہے۔ اور
اگر ان کا ارادہ تم سے دغا کرنے کا ہوگا
تاہم (تم کچھ پروا نہ کرو) اللہ تم کو پس کرتا
(اے پیغمبر!) وہی قادر مطلق ہے
جس نے اپنی امداد سے اور مسلمانوں
سے تم کو قوت دی۔

ف

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر برحق کو یہ تعلیم فرمائی کہ اگر تمہارے
دشمن تم سے بظاہر صلح کرنا چاہیں تو ظاہر حال پر نظر کر کے تم بھی آشتی کی
طرف جھکو اور کچھ خوف نہ کر کے اللہ پر بھروسہ رکھو اس ہدایت کے ساتھ اٹھا
یہ پیشینگوئی بھی فرمائی کہ تمہارے دشمن فریب اور بد عہدی کریں گے لیکن
جب ایسا وقت آئیگا تو اللہ اپنی امداد اور مسلمانوں کی جمیعت سے تمہاری حفاظت
کو کافی ہوگا۔ ہجرت کے چھٹویں برس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عمرہ
کرنے کی غرض سے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ جب مکہ کے
قریب پہونچے تو کفار قریش جنگ کے ارادہ سے باہر نکلے۔ آنحضرت کو
جنگ منظور نہ تھی۔ دشمنوں کو ارادہ جنگ دیکھا تو آپ نے حُنَیْ بستیہ میں
قیام کیا اور فریقین میں گفت و شنید ہونے لگی۔ آنحضرت نے اللہ کی اسی
تعلیم مذکورہ کی بنا پر کفار سے صلح کی اور بڑی مشکل سے یہ صلح ٹھہری کہ دشمنوں

تک مسلمانوں میں اور قریش میں جنگ موقوف رہے اور پیغمبر خدا اس وقت بلا عمرہ کے لوٹ جائیں۔ اگلے سال عمرہ کیسے گزرے کوئی مسلمان تلوار میان سے ہاتھ نہ نکالے۔ زمانہ صلح میں اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر قریش سے جا ملے تو قریش اسکو واپس نہیں اور قریش کا کوئی آدمی مسلمانوں میں چلا آئے تو وہ قریش کو واپس دیدیا جائے۔

یہ صلح پیغمبر خدا کے دبا کر کے اور مسلمانوں کی بڑی دشمنی کا باعث ہوئی لیکن دراصل یہ صلح مسلمانوں کی بڑی جیت تھی۔

پیغمبر خدا کو الفاظ آیت سے معلوم ہو چکا تھا کہ قریش کی طرف سے ضرور بد عہد ہوگی اور وہی بھی بنی خزاعہ اور بنی نضیر کے دو قبیلے تھے۔ بنی خزاعہ مسلمانوں کے طرفدار اور بنی نضیر قریش کے طرفدار تھے تو صلح کے روز سے ان دو قبیلوں کو بھی صلح کی پابندی لازم تھی مگر آخر یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑے اور قریش نے درپردہ بنی نضیر کی مدد کی اور حدیبیہ کی صلح ٹوٹ گئی۔ مسلمانوں کو محبت ہاتھ آئی اور فوراً مکہ پر چڑھ دوڑے۔ خدا کی پستی نگوئی اور وعدہ مدد و دان باتیں پوری ہو گئیں۔

پیشینگوئی

(۱۴۹)

جو منافقین حدیبیہ میں ساتھ نہیں ہو وہ غنیمت کی
الچ سے خمیر میں مسلمانوں کے ساتھ جانا چاہیے

جیسا کہ سورۃ الفتح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ
إِذَا أُنْطَلِقُ الْفَرِيقَ إِلَىٰ مَعَارِنِهِ
لِنَاخِذُوا هَذَا زُرُونَا
سَتَجِدُنَا يُرِيدُونَ
أَنْ يُبَيِّنَ لَكُمْ آيَاتِ اللَّهِ
الَّتِي قُلْنَا لَكُمْ سَتَجِدُونَا
كَذَّابِينَ
قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ
فَسَيَقُولُونَ بَلْ
نَحْنُ خَيْرٌ مِنْكُمْ
بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ
إِلَّا قَلِيلًا

(مسلمانو!) اب جو تم (خیبر کی) غنیمتوں
کے لئے کیلئے جانے لگو گے تو جو لوگ
(سفر حدیبیہ سے) پیچھے رہ گئے تھے
وہ کہیں گے کہ ہم کو بھی اپنے ساتھ
چلنے دو (اس سے) ان کا مطلب
یہ ہے کہ فرمودہ خدا کو بدل دیں (یعنی
نہ ہونے دیں) اسے پیغمبر ان لوگوں سے
کہو کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چلنے
پاؤ گے اللہ نے پہلے ہی سے ایسا
فرما دیا ہے (یہ سن کر یہ لوگ) کھینکے کہ (خدا)
تو کیا فرمایا ہوگا (بلکہ تم ہی حسد کرتے ہو
ہم سے (حسد نہیں) بلکہ یہ لوگ اصل
مطلب (بہت ہی کم سمجھتے ہیں۔

ف

صلح حدیبیہ سے فارغ ہو کر پیغمبر خدا صلعم خیبر کی طرف متوجہ ہوئے کہ وہاں کے
یہودی بھی مسلمانوں کو بہت پریشان کئے رہتے تھے۔ خیبر فتح ہو گیا اور بہت سا
مال غنیمت ہاتھ آیا۔ غنیمت خیبر کے بارہ میں خدا کا حکم یہ تھا کہ اس غنیمت کے
مستحق وہی لوگ ہیں جو سفر حدیبیہ میں بھی ساتھ تھے۔

منافقین جو سفر حدیبیہ میں ساتھ دینے سے پیچھے رہ گئے تھے خیبر کی چڑھائی میں
انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ چلنا چاہا۔ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ خیبر کی

غیبت میں سے حصہ لیں مگر پیغمبر خدا نے ساتھ چلنے کی اجازت نہی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعہ سے آپ کو پہلے ہی حقیقت حال سے متنبہ کر دیا تھا۔ منافقین نے اپنے رال گلے نہ دیکھ کر جواب دیا کہ خدا نے کیا منع کیا ہوگا، تم مسلمان لوگ ہم سے حسد رکھتے ہو۔
 غرض اللہ تعالیٰ کی پیشینگوئی حرف بہ حرف پوری ہو کر رہی۔

پیشینگوئی

(۴۷)

منافقین ہو کر کی نافت میں اپنے گھر و نہ کو نہ چھوڑے۔

(۴۸)

منافقین وقت پر پھر کھارا اہل کتاب کا ساتھ نہ لے

(۴۹)

منافقین اور یہود کو پھر کہیں سے کوئی کمک نہیں پہونگی

جیسا کہ سورۃ الاحزاب میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَلَمْ تَرَ اِیَّی الْکَافِرِیْنَ تَافَقُوْا
 یَقُوْلُوْنَ لَا خَیْرَ فِیْہُمْ

(اے پیغمبر! کیا تم نے منافقوں کے حال پر نظر نہیں کیا جو اپنے

الَّذِينَ كَفَرُوا
مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ
أَخْرَجْتُمْ لَخُرُجَتْ
مَعَكُمْ وَلَا نُنْفِيعُ
فِيكُمْ أَحْسَدًا أَبَدًا
وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ
وَاللَّهُ يَشَاءُ لَهُمُ
لَكَاذِبُونَ لَئِنْ
أَخْرَجُوا مَعَهُمْ
وَلَئِنْ قُوَّتُوا
لَا يَنْصُرُوهُمْ وَلَئِنْ
نَصَرُوا هُمُ لَيُؤَلِّقُوا
الشُّكَّ لَا يَنْصُرُونَ -

(مجنس) بھائیوں کفار اہل کتاب سے
کہا کرتے ہیں کہ اگر تم (اپنے گھر سے)
نکلے جاؤ گے تو ہم بھی تمہارے سا
نکل کھڑے ہوں گے اور تمہارے
بارہ میں ہم کبھی کسی کی ماننے ہی کم
نہیں اور اگر تم سے (مسلمانوں سے) لڑا
ہوگی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور (مسلمانوں)
اللہ (تکو) بتائے دیتا ہے کہ یہ باہل
جھوٹے ہیں اگر اہل کتاب نکالے جائیں
تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر
اہل کتاب سے (اور مسلمانوں سے) لڑائی
ہو پڑے گی تو یہ منافق، اہل کتاب کی مدد
نہیں کریں گے اور اگر ان کی مدد کریں گے
رہی تو ضرور دم دبا کر بھاگتے نظر آئیں گے
پھر (کسی طرف سے) ان کو کمک بھی
نہیں پہنچے گی۔

ف

جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف
لائے تو یہودی بنی نضیر نے آپ کے اس امر پر صلح کا معاہدہ کیا کہ نہ ہم آپ سے جنگ
کریں گے نہ آپ کے مقابلہ میں دشمنوں کا ساتھ دیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
عہد و پیمان کو قبول کر لیا اور معاہدہ پکا ہو گیا۔

جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو یہودی نبی نصیر نے یہ سمجھ کر کہ اب قریش مسلمانوں کو پسپے نہیں دیں گے معاہدہ کو توڑ دیا اور اپنے عہد و پیمان سے پھر کعب بن اشرف جو رسول اللہ صلعم کا جانی دشمن تھا سناٹھ سواروں کو لیکر مکہ معظمہ پہنچا اور کفار قریش سے مل کر انکو اس بات پر آمادہ کیا کہ سب مل کر مجتہہ قوت سے محمد (صلعم) کا مقابلہ کریں چنانچہ کعب بن اشرف مع اپنے سناٹھ سواروں کے اور ابوسفیان اپنے چالیس جاں ناز بہادروں کو لیکر کعبہ کے پاس جمع ہوئے اور مسلمانوں کی جنگی پر سب نے مضبوط معاہدہ کیا۔ اس کے بعد کعب بن اشرف مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

ادھر رسول اللہ صلعم کو وحی کے ذریعہ سے کعب و ابوسفیان اور قریش و یہود کی باہمی مشورہ بازی کی خبر دی گئی۔ آپ نے محمد بن مسلمہ کو جو کعب بن اشرف کا رشتہ بھائی تھا، کعب کے قتل پر متعین کیا جس نے اپنے کارمفوضہ کو اچھی طرح انجام دیا اور اس دشمن خدا کو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔

اسی اثنا میں ہر معونہ سے لڑتے وقت عمر بن ابیہ الضمیری نے نادانستگی سے دو مسلمانوں کو قتل کر دیا تھا۔ آپ مقتول کے ورثہ کو دیت دینے والا نہ لے کے لئے اس قبیلہ میں تشریف لائے۔ یہود نے موقع پا کر جاہلکہ جہاں رسول خدا تشریف فرما تھے، پہنچ کر ادب سے پتھر لڑھکادیں تا آپ کا دہیں خاتمہ ہو جا سکے مگر رسول اللہ کو اللہ نے پہلے ہی مطلع کر دیا اور آپ وہاں سے ہٹ گئے۔ کعب بن اشرف کے قتل ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلعم بہادران اسلام کو ساتھ لئے ہوئے بنو نصیر کے سر پر جا پہنچے جو اس وقت ایک قریہ زہرہ میں ٹھہرے ہوئے کعب کا ماتم کر رہے تھے۔ پیغمبر خدا نے یہود سے فرمایا کہ تم سب مدینہ سے نکل جاؤ، انہوں نے ذرا مدانگی سے جواب دیا

کہ ہمارے نزدیک مدینہ چھوڑنے سے موت زیادہ بہتر ہے اور لگے جنگ کی تیاری کرنے۔

ادھر یہودی بنی نضیر مسلمانوں سے جدال و قتال کرنے کی تیاری کر رہے تھے ادھر عبداللہ بن ابی رفاعہ بن تابوت ، عبد اللہ بن نبتل اور اوس بن قیظی وغیرہ منافقوں نے یہودیوں کے پاس خفیہ پیام بھیجا کہ تم لوگ ہرگز قلعہ سے باہر نہ نکلنا اگر مسلمان تم سے قتال کریں گے تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے ، اور تم کو ذلیل نہ ہونے دیں گے اور بغرض محال اگر تم کو گھروں سے نکلنا پڑا تو ہم بھی تمہارے ساتھ اپنے گھروں سے نکل پڑیں گے۔

اس پیام سے یہودی بنی نضیر کو فی الجملہ قوت و تسکین ہو گئی اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ اٹھا کئے محاصرہ میں یہودیوں نے پیغمبر خداؐ سے خوب خوب شکاریاں کیں لیکن ہمیشہ خاسروں کا کام رہا۔ تنگ آکر مسلمانوں نے محاصرہ میں سختی کی۔ جب محاصرہ کو اکیس دن گزر گئے اور یہودیوں نے دیکھا کہ نہ منافقین نے کوئی مدد کی نہ اور کسی طرف سے کوئی کمک آتی اور ہمارا حال روز بروز پتلا ہوتا جاتا ہے تو گھبرا اٹھتے اور تاب نہ لا کر رسول خداؐ صلعم کی خدمت میں صلح کی درخواست بھیجی۔ آئیں جواب دیا کہ جب تک تم ہمارے حکم کی تعمیل میں باہر نہ نکلو گے تمہاری کوئی درجۂ منظور نہ کیجائے گی۔ مجبور ہو کر یہودیوں نے جانوں کی امان مانگی اور قلعہ سے باہر نکلے رسول اللہ صلعم نے اس امر پر مصالحت کی کہ یہودی اپنے تمام ہتھیار گھروں میں چھوڑ دیں اور مال اور ارنٹ وغیرہ جس قدر ساتھ لیجاسکیں ، لا پچاند کر مرز عرب سے باہر نکل جائیں۔ ان کے جلا وطن ہونے کے بعد ، ان کے گھراؤ اونٹ ، زمین ، مال ، امان وغیرہ جتنی چیزیں رہ جائیںگی سب پر اہل اسلام قابض ہوں گے۔

یہود نے یہ صلح منظور کی اور جس قدر سامان اور مال اسباب لیجا سکے، لا دیکھنا
کہ ارض شام کی طرف روانہ ہو گئے اور ان کے بقیہ مال و اسباب کو مسلمانوں نے
اپنے قبضہ میں لے لیا اکثر یہود بنی نضیر تو جلا وطن ہو کر ارض شام ہی کو گئے۔ صرف
ایک گروہ حیرہ میں رہا اور دو قبیلے آل ابی الحقیق اور آل حمی بن اخطب کے
خیبر میں جا کر بس گئے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار پیشینگوئیاں کی ہیں اور چاروں پوری ہوئیں۔

پہلی پیشینگوئی

منافقین یہود سے کہتے تھے کہ اگر تم اپنے گھروں سے نکلے جاؤ گے تو
ہم بھی تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے تکذیب فرمائی کہ
یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں مایہ ہرگز یہود کے ساتھ اپنے گھروں کو نہ چھوڑیں گے
اور ایسا ہی ہوا کہ یہود ملک عرب سے جلا وطن کر کے ذلت و خواری کے ساتھ
نکلے گئے اور ان زبانی دوستوں نے ساتھ تک نہ دیا، چوکھٹ سے
باہر قدم تک نہیں رکھا، بات تک نہ پوچھی۔

دوسری پیشینگوئی

منافقین یہود سے کہتے تھے کہ مسلمان تم سے جنگ کریں گے تو ہم تمہاری امداد
کریں گے۔ خدا نے اس کی تکذیب فرمائی کہ وہ ایسا ہرگز نہ کریں گے۔ یہ تو صرف
اڑد کر تماشا دیکھنے والے ہیں اور مسلمانوں کو فتنہ و فساد میں ڈال کر برباد کرنا چاہتے
ہیں اور ایسا ہی ہوا کہ مسلمانوں نے اکیس دنوں تک ان کا محاصرہ کیا، رسد وغیرہ
بند کی اور منافقین نے ان کی مدد کے لئے جگہ سے حرکت تک نہیں کی۔

تیسری پیشنگونی

یہ کہ پھر ان کو کسی طرف سے کسی قسم کی گھگ نہیں پہونچے گی۔
لَا يُنْصَوُّونَ کے معنی کی تعین میں مفسرین کے دو گروہ ہیں۔

بعض لَا يُنْصَوُّونَ سے منافقین کو مراد لیتے ہیں کہ جب ان کا راز فاش ہو گیا
مسلمان سمجھ گئے کہ یہ لوگ حقیقت ہمارے دشمن ہیں تو یکلخت منافقوں سے
کنارہ کش ہو گئے۔ اُدھر کفار کو ہوی شکست نہ اُدھر کے رہے نہ اُدھر کے
ہوسے، اب مد کہاں سے آئی؟

بعض مفسرین لَا يُنْصَوُّونَ سے یہود کو مراد لیتے ہیں کہ بھلا وطن ہونے کے
وقت کوئی اُن کا پشت و پناہ نہ ہوا نہ کسی نے ان کی امداد پر جرات کی۔
ہمارے نزدیک لَا يُنْصَوُّونَ سے یہود و منافقین دونوں مراد ہیں جیسا کہ ظاہر

چوتھی پیشنگونی

یہ کہ جو باتیں منافقین کہنے والے تھے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے
بتا کر ہر ایک کی تکذیب فرمادی اور حرفِ بھرت و سیاہی ہوا۔

پیشنگونی

(۵۰)

اللہ اپنے نور (اسلام) کو پورا کر کے بھیگا

یہ پیشینگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يَوْمَئِذٍ وَّ أَنَّ يُظْفَرُوْهُ
نُورًا ۙ لِلّٰهِ بِأَفْوَاحِهِمْ
وَمَا بَىٰ اِلٰلٰهُ اِلَّا اَنْ يُنْتَمِمْ
نُورًا ۙ وَ لَوْ كَرِهَ
الْكَافِرُوْنَ -

رکھنا چاہتے ہیں کہ خدا کے نور
یعنی اسلام، کو اپنے منہ سے (بھونک
مار کر) بجھادیں اور خدا کو منظور ہے کہ
ہر طرح اپنے نور (کی روشنی) کو
پورا کرے اگرچہ کافروں کو بُرا ہی
کیوں نہ لگے۔

دوسری آیت سورۃ الصف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يُرِيْدُوْنَ لِيُظْفَرُوْا نُوْرَ
اللّٰهِ بِأَفْوَاحِهِمْ
وَاللّٰهُ مُتِمِّمٌ نُّوْرًا ۙ وَ لَوْ
كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ

کفر چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور
کو اپنے منہ سے (بھونک مار کر)
بجھادیں اور اللہ تو اپنے نور کو
(کامل طور پر) پھیل کر رہے گا۔
گو کافروں کو برا دہی کیوں نہ لگے۔

ف

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ قطعی طور پر پیشینگوئی کرتا ہے کہ اگرچہ کفار، نور
اسلام کو مٹانا اور اپنے باطل کی جگہ سے بھگانا چاہتے ہیں لیکن اُن کی یہ
سب کوششیں رایگانہ جانیگی اور ہم نور اسلام کو تمام عالم میں چمکا کر اور اسکی
روشنی کو ہر طرف پھیل کر رہیں گے۔

امام احمد نے اپنی سند میں ایک حدیث روایت کی ہے جو اس پیشینگوئی
کو اور واضح کر دیتی ہے۔

حدَّثَنَا الْوَلِيدُ
 بْنُ مَسْلَمٍ حَدَّثَنِي بَن جَابِرٍ
 سَمِعْتُ سَلِيمَ بْنَ
 عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُقَدَّادَ
 بْنَ الْأَسْوَدِ يَقُولُ
 سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَقُولُ لَا يَبْقَى عَلَى
 وَجْهِهِ الْأَرْضُ
 بَيْتٌ مَدَارٍ وَلَا وِیْرَا
 دَخَلَتْ كَلِمَةُ الْإِسْلَامِ

حدیث بیان کی ہم سے ولید بن مسلم
 نے حدیث بیان کی مجھ سے ابن
 جابر نے کہ سنائیں سے سلیم بن عامر
 سے کہا انہوں نے سنائیں سے مقداد
 بن الاسود کو کہتے ہوئے کہ سنا
 میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کو فرماتے ہوئے کہ روئے زمین
 پر دیہات اور صحرا میں کوئی گھر ایسا
 باقی نہ رہے گا جہاں اسلام کا کلمہ
 نہ پہنچے

ف

حدیث کا یہ منشا نہیں ہے کہ دنیا بھر کے ہر ہر مکان میں اسلام پھیل جائیگا کیونکہ
 ایسا ہونا محال عقلی ہے۔ یہ ایک محاورہ کا جملہ ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ
 اسلام کو خوب ترقی ہوگی اور وہ دنیا کے ہر گوشہ میں ہر طرف پہنچے گا۔
 یہ ایک ایسی پیشین گوئی ہے کہ اسلام کا سخت سے سخت دشمن بھی اس کی
 تصدیق کر لے نہ مجبور ہے اور اس وقت بھی اس کی حقیقت کے بغیر ہی آثار
 موجود ہیں۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تمام جزیرہ نمائے عرب مسلمان
 ہو چکا تھا۔ خلفائے ثلاثہ (ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ) رضی اللہ عنہم کے زمانہ خلافت
 میں ترک، ایران، مصر، شام وغیرہ کے بہت سے بلاد و اقطاع میں اسلام

عام ہو گیا اور اسی طرح بادشاہان اسلام کے وقتوں میں علمائے اسلام اور واعظوں کے مساعی جلیب سے روز افزوں ترقی کرتا رہا۔

چین میں کبھی اسلامی حکومت نہیں ہوئی مگر اس وقت وہاں سات کروڑ مسلمانوں کی آبادی ہے۔ سوائے اسلام کی حقانیت اور اس کی خوبیوں کے اشاعت اسلام کی اور کونسی دوسری وجہ ہو سکتی ہے۔ ایشیا، یورپ، افریقہ کے کم و بیش تمام حصوں میں ہر طرف اسلام پھیلا ہوا ہے اور باوجود اس کے کہ اب مسلمانوں میں کوئی زور نہیں رہا نہ اسلام کوئی خاص دنیاوی سرپرست رکھتا پھر بھی وہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔

یورپ کے اقطاع میں جیسا کہ چلے ہے اسلام نہیں پھیلا اور امریکہ جنوبی و نیوا کہلاتی ہے وہاں تو گویا ابھی اسلام کا قدم ہی نہیں جا مگر خدا کے فضل سے وہ دن بھی کچھ بہت دور نہیں ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ دنیا دیکھ لے گی کہ ایک دن ان اقطاع میں بھی اسلام عام ہو گا اور پھل پھول کر رہے گا۔

مخالفین اسلام کو قرآن مجید کی اس زبردست پیشین گوئی پر انصاف کی نظر کرنی چاہیے۔

پیشینگوئی

(۵۱)

اسلام تمام دینوں پر غالب ہو گا

یہ پیشینگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ
بِالْهُدَىٰ وَدِينٍ
الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ
الْمُشْرِكُونَ

وہ ہی (ذات پاک) ہے جس نے
اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین
حق دیکر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں
پر غالب کرے اگرچہ مشرکوں کو بُرا
(ہی کیوں نہ) لگے۔

دوسری آیت سورۃ الفتح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ
رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ
وَدِينٍ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ
وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا

وہ (خدا) ہی (تو) ہے جس نے
اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین
حق دیکر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر
غالب رکھے اور دین اسلام کی صدا
کے لئے خدا گواہ بس کرتا ہے۔

ف

ملک عرب میں ہر طرف ، بت پرستی ، جہالت اور فحش کی گھنگھوڑ گھٹا چھائی تھی
یورپ کا ویشیانہ زندگی پر گزارہ تھا۔ روم کی سلطنت جس کا ڈنکا تمام کرہء عالم
میں بج رہا تھا عیسائیت کے تصرف میں تھی ایران جو دولت و قہر مانی میں
آپ ہی اپنا نظیر تھا ، اس پر مجوسیت اور آتش پرستی مسلط تھی ہندوستان
ادھام پرستی و بت پرستی میں گرفتار تھا۔ غرض ساری دنیا اسی تاریکی میں گھری
جوئی تھی کہ بیکایک حجاز عرب کے شہر مکہ کے افق سے ایک نور چمکا اور وہ
رفعتہ رفعتہ آفتاب اسلام بن کر تمام عالم پر محیط ہو گیا یعنی تمام دنیا کو اس آفتاب نے
روشن کر دیا۔

اسلام کی ابتدا ضعف، پستی، تنگدستی، اور بیچارگی سے ہوئی لیکن آخر میں وہی سب سے زیادہ زبردست ہو گیا اور اس نے تمام ادیان کو اپنی حجت و براہین اور قوت و شوکت سے نیچا دکھایا۔

جو ناظرین، عرب کی تاریخ و جغرافیہ سے واقف ہیں ان پر خوب روشن ہے کہ عرب ایک اجالہ ملک ہے۔ اکثر زمین بیکشتی ہے۔ آبادی بہت کم ہے۔ زراعت شاذ و نادر ہے جس وقت اسلام کا ظہور ہوا ہے اسکی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ خود ملک میں ہزاروں فرستے گھر گھر کانیا خدا۔ ہر جگہ بد امنی۔ نہ کوئی قانون نہ آئین۔ نہ معاش کی درستگی نہ معاہدہ کی خبر ایسی قوم اور ایسے ملک میں اسلام نہ پھیل سکتا اور چند سالوں میں وہی ملک عرب کا سب سے کیا ہو گیا کہ تمام دنیا کو اس نے تہذیب سکھائی اور ہر گوشہ اسلام میں اس کے فضل کی روشنی جا بھینی یہ تھی محمد عربی (رحمی فداہ) کی روحانی قوت اور یہ تھی اسلام کی صداقت۔

اُس زمانہ میں روم و ایران سے زیادہ کوئی سلطنت زبردست نہ تھی۔ عالم بران کی دھاک بیٹھی تھی اور دنیا میں ان کی شرکت کا سکہ چل رہا تھا۔ پس کیا یہ خدائی طاقت نہ تھی؟ کیا یہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق ہونے کی دلیل نہیں ہے کہ اتنی بڑی بڑی زبردست پڑ شوکت سلطنتیں، عرب جیسے بے بضاعت ملک سے ٹکرا کر پرزے پرزے ہو گئیں اور اوجڑی تو ایسی اُجڑیں کہ پھر آباد ہی نہ ہوئیں ایک زمانہ دراز تک اسلام کو دنیاوی حکومت اور دینی حجت دونوں اعتبار سے غلبہ رہا۔ جب مسلمانوں نے خود گونا شروع کیا اور مشرکین کے جلالتین کو چھوڑ دیا تو غلبہ دنیاوی جاتا رہا ہاں دینی حجت کا غلبہ باقی ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک دھیکے گا۔

اس پیشینگوئی کا دینی و دنیاوی دونوں اعتبار سے عہد رسالت، عہد خیر القرون اور خلفائے اسلام کے زمانوں میں پورا ہونا تو ظاہر و مسلم ہے۔ تماشا تو یہ ہے کہ تیرہ سو برس کے بعد اب بھی اس پیشینگوئی کی تصدیق اُسی آبِ متاب کے ساتھ جاری ہے اور اسلام کو آج بھی تمام ادیان پر ویسا ہی غلبہ حاصل ہے جیسا کہ پہلے تھا۔

پیشینگوئی

(۵۲)

کھارکہ قحط کی مصیبت میں گر قمار ہوں گے

(۵۳)

تب مجبور ہو کر اللہ کی طرف رجوع ہوں گے

(۵۴)

قحط دور ہونے کے بعد پھر وہی شرارت کریں گے

اور اُس وقت ہم سخت پر ٹیکریں گے

جیسا کہ سورۃ الدخان میں ہے: جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاِذَا تَغَيَّرَ يَوْمَ تَنَارِ السَّمَاءِ | تَوَدَّ اَنْ يَنْفِيَهُمْ اَنْ يَوْمَ كَانَتْ اَنْتَظَرُوْهُ

بِعَذَابٍ مُّهِينٍ
 يَغْنَى النَّاسَ هَذَا
 عَذَابُكَ أَلِيمٌ
 مَا بَنَّا كُنُشْتُمْ
 حَمْنَا الْعَذَابَ
 لَنَا مُؤْمِنُونَ
 أَنَّى لَكُمْ الَّتِي كَرَى
 وَقَدْ جَاءَهُمْ
 سَمُؤْلٌ مُّبِينٌ
 ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ
 وَقَالُوا مُعَلَّمٌ
 مَّجْنُونٌ إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ
 قَلِيلًا أَسَاءَكُمْ
 عَامِدُونَ يَوْمَ نَبْطِشُ
 الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى
 إِنَّا مُنْتَقِمُونَ -

کہ (جب سب دیکھتے) آسمان سے
 ایک دھواں ظاہر ہو (اور وہ) سب
 لوگوں پر چھا جائے۔ یہ ہے عذاب
 دردناک۔ جسکو دیکھ کر یہ منکر بھی دعائیں
 مانگنے لگیں گے کہ) اے ہمارے
 پروردگار ہم پر سے اس آفت کو مٹال
 کہ اب، ہم (بجہیں) ایمان لائیں گے
 (لیکن اس دھویں سے، ان کو
 کیا نصیحت ہوگی اور حال یہ ہے
 کہ ان کے پاس پیغمبر آیا (اور) اس نے
 ہندی کی چندی کر کے انکو سمجھایا (میں
 (بھی) یلوگ اس سے بدکتے رہے
 اور یہی کھاکے کہ (یہ تو کسی کا) سکھایا
 پڑھایا باؤلا ہے دو گویا حجت تمام کر کے
 کے لئے، ہم (میں سے) اس (عذاب
 کو چند روز کیلئے ہمارے لئے مگر تم پھر (وہی) کہیں
 کرو گے (اور) ہم (ان لوگوں سے) پورا بدلہ
 (تو اس دن) لینگے (جب دن بڑی سخت پکڑ
 پکڑی گئے (کیونکہ جہل) ہم (میں سے) کرتے ہیں)
 بدلہ (بھی) لیا کرتے ہیں۔

ف

پنجمہ اسلام علیہ التبیۃ والسلام کے عہد میں کفار مکہ کے کفر کی شامت سے متواتر
سات برس تک قحط رہا۔ عرب میں یوں بھی پیداوار بہت کم ہوتی ہے اور پانی
بھی کم ہوتا ہے اُس پر قحط اور قحط بھی سات برس کا، لوگ بلبلاتے تھے۔ جب
پانی نہیں برستا اور سخت گرمی پڑتی ہے تو ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ جیسے
آسمان وزمین سے دھوئیں اُٹھ رہے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب گرمی
سخت پڑتی ہے اور خشک سالی عام ہو جاتی ہے تو انقطاع بارش کی وجہ سے
زمین کی خشکی بہت بڑھ جاتی ہے زمین سے اوپر کی طرٹ غبار کثرت سے
اُٹھتا ہے۔ ہوا میں ظلمت آ جاتی ہے۔ اور زمین و آسمان (خصوصاً) قحط زدوں
کے نظروں میں سب دھواں و ہمار معلوم ہوتا ہے۔ اسی سبب سے اہل عرب
قحط کے سال کو عبرا کہتے ہیں۔

ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ بھوک اور خوف کی زیادتی کے وقت آنکھوں
تے اندھیرا آ جاتا ہے اور ہر طرف دھواں دھواں سا نظر آنے لگتا ہے۔
غرض یہاں دھوئیں سے وہی دھواں مراد ہے۔ یہ ایک مسلم محاورہ ہے اور
مشہور بات مسلم الثبوت ہے

صحیح بخاری میں واقعہ قحط کو اس طرح روایت کیا گیا ہے:-

حدیث بیان کی ہم سے محمد بن کثیر
نے سفیان بن عیینہ سے انہوں نے کہا کہ
ہم سے حدیث بیان کی منصور بن ابی
اعین بن ابی اسحق بن عیینہ سے انہوں نے
مسروق بن عیینہ سے انہوں نے کہا (ایک)

حد ثنا محمد بن
کثیر عن سفیان قال
حد ثنا منصور بن ابی
عن ابی الضمہ عن مسروق
قال اتیت ابن مسعود

فَقَالَ اِنْ قَرَيْشًا اَلْبَطُوْا
 عَنِ الْاِسْلَامِ فَنَدَعَا
 عَلَيْهِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخَذْتَهُمْ
 سَنَةً حَتَّى هَلَكُوا
 فِيْهَا وَاكَلُوا الْمَيْتَةَ
 وَالْعِظَامَ فَجَاءَ الْيُوسُفِيَّانِ
 فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ جِئْتُ
 بِتَامٍ بِصَلَةِ الرَّحْمِ
 وَانْ قَوْمَكَ هَلَكُوا فَادْعِ
 اِلٰهَكَ تَعَالٰى فَقَرَّءَ فَاَرْتَقَبَ
 يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ
 بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ فَنَدَعَا
 رَسُوْلَ اللهِ فَسَقُوا الْغَيْثَ
 فَاطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ
 سَبْعًا وَشَكَاتِ النَّاسِ
 كَثْرَةُ الْمَطَرِ قَالَ
 اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا
 عَلَيْنَا فَاَنْخَدِرْتَ
 السَّمَاءُ عَنْ رَاسِهِ
 فَسَقُوا النَّاسَ حَوْلَهُمْ

میں ابن مسعودؓ واپس آیا تو انہوں نے
 کہا کہ البتہ قریش نے اسلام میں دیر لگائی
 را اور رسول اللہؐ کو ایذا پہنچائی تو رسول اللہؐ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں
 بددعا فرمائی پھر تو ان کو قحط نے آنا
 اور ایسا بکڑا کہ وہ اس میں ہلاک
 اور لگے مردار اور ہڈیاں کھانے پھرتے
 آیا یوسفیان (آپ کے پاس) اور عرض
 کہ اے محمد! تم صلہ رحم کا حکم کرنے
 آئے ہو اور بے شک تمہاری قوم
 ہلاک ہو گئی۔ پس اللہ تعالیٰ سے (دن
 بلائی) دعا کرو پھر اس آیت کو پڑھا فار
 نقب یوم تاتی السماء بدخان مبین
 پس دعا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے تو لوگ پانی سے سیراب ہو گئے
 پھر سات دن برابر بارش ہوتی رہی
 اور لوگوں نے کثرت بارش کی شکایت
 کی (تب) آپ نے فرمایا اے ہمارے
 اللہ! ہم پر نہیں ہمارے گرد ہیں ابر آج
 سر نیچے ہٹ کر بچھٹ گیا اور
 ارد گرد پر برسنے لگا پھر اس کے

بعد اہل مکہ اپنی اسی سرکشی پر آگئے اور
اسی بارہ میں ہے قول اللہ تعالیٰ کا یوم
نہطش البطشہ الکبریٰ۔

شہادہ والی کفر ہم
فذلک قولہ تعالیٰ یوم نہطش
البطشہ الکبریٰ یوم بدت

ف

اس خط کا ہونا تو مسلم ہے۔ رہا یہ امر کہ یہ خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے
ہو جیسا کہ مسلمانوں کا اعتقاد حق ہے یا ہمیشہ جیسی ایک ہونے والی بات تھی؟
یہاں اس سے بحث کرنی ضرور نہیں ہے آیت میں تین پیشینگوئیاں ہیں۔
(۱) کفار مکہ کا آفت خط میں گرفتار ہونا جیسا کہ اوپر گذر چکا۔

(۲) خط زدگی سے مجبور ہو کر منکروں کا خدا کی طرف رجوع کرنا۔ دشمنان اسلام
اور کفار قریش رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا سمجھتے اور کہتے تھے۔ باوجود
اس کے ابوسفیان جیسے سخت متعصب دشمنوں کا خدمت رسول میں حاضر ہونا
اور عرض کرنا کہ آپ خدا سے خط کے دور ہونے کی دعا فرمائیے دراصل فرما
کی طرف رجوع ہونا تھا اور آیت میں اسی کی پیشینگوئی کی گئی ہے کہ کفار
پر خط کی مصیبت آئیگی اور وہ خدا کی طرف رجوع ہو کر اپنی سرکشی سے کنارہ
کھینکے (گو تھوڑے دن کے لئے یہی)

(۳) خط کے دور ہو جانے کے بعد کفار کا بھرشارت کرنا اور اس پیشینگوئی
کا پورا ہونا ظاہر ہے کہ کفار مرتے دم تک اپنی ایذا و مشہارت سے
باز نہیں آئے۔

دہم) چونکہ پیشینگوئی یہ فرمائی کہ کفار اپنی سرکشی پر عود کریں گے تو ہم جسد
سخت پکڑ پکڑیں گے اسدن سب کا بدلہ نکال لیں گے۔

اس سخت پکڑ سے جنگ بدر مراد ہے کہ اسدن کفار کو سخت سے سخت شکست

اٹھانی پڑی کھامر۔

جنگ

جنگ بدر دو مرتبہ ہوئی۔ ایک ستمبر ہجری میں جو بدر کبریٰ کے نام سے مشہور ہے اور اس میں مسلمان کم اور کفار بہت زیادہ کام آئے اور بہت سے گرفتار ہوئے۔ دوسری جنگ بدر ستمبر ہجری میں واقع ہوئی۔ عرب میں ایک بازار تھا جہاں ایام جاہلیت میں ہر سال آٹھ دن اہل عرب آکر مجتمع ہوتے تھے ذی قعدہ کی پہلی تاریخ سے اٹھویں تاریخ تک بازار گرم رہتا تھا۔ ستمبر ہجری میں ابوسفیان کی وجہ سے وہ بارہ جنگ کی نوبت آئی اور رسول خداؐ، ایک ہزار پانچ سو بہادروں کا لشکر لیکر مقابلہ کو نکلے۔ آٹھ دن تک ابوسفیان کا انتظار کرتے رہے لیکن کفار، بہادران اسلام سے ایسا مرحوب ہوئے کہ اس طرح کسی نے قدم تک نہ اٹھایا۔ مسلمانوں نے بھی بازار والوں سے کچھ تعرض نہیں کیا اور آٹھ دن کے بعد واپس چلے آئے۔ چونکہ اس جنگ میں لڑائی کی نوبت نہیں آئی اس لئے اس کا نام جنگ بدر صغریٰ ہوا آیت میں بھی 'الْبَطْشَةُ الْكُبْرَى' فرمایا گیا ہے جو اس بات کی صراحت ہے کہ بطشہ وہوں گے ایک صغریٰ۔ دوسرے کبریٰ مگر اللہ کا انتقام بطشہ کبریٰ یعنی جنگ بدر کبریٰ میں پورا ہو جائے گا۔

پیشنگوئی

(۵۵)

ان ظالموں کو عذابِ قیامت کے علاوہ دنیا میں بھی عذاب ہوگا

یہ پیشنگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے :-

پہلی آیت سورۃ الطور میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا
يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ
يُصْعَقُونَ يَوْمَ لَا يُغْنِي
عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ
شَيْئًا وَلَا هُمْ
يُنصَرُونَ وَلَئِنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا
عَذَابًا أَلَدًا وَلَئِنَّ الْكَافِرِينَ لَكَلْبًا
لَّهُمْ لَا يَعْزِمُونَ

تو دے پیغمبر! ان کو دان ہی کی حالت پر رہنے
دو یہاں تک کہ وہ دن ان کے سامنے آجود
ہو جب کہ مارے صدمہ کے ان کو غش آجائے
(اور) اُس دن اُن کے مکر و فریب، ان کے
کچھ بھی کام نہ آئیں اور نہ دکھیں سے) انکو دے
اور دان، ظالموں کو عذابِ قیامت کے علاوہ
دنیا میں اور بھی عذاب (ہونے والا) ہے
مگر ان میں سے اکثر کو معلوم نہیں۔

دوسری آیت سورۃ السجدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اور (قیامت کے) بڑے عذاب سے
پہلے ہم ان (کفار) کو ایک ایسے
عذاب کا مزہ بھی ضرور چکھائیں گے جو
اسی دنیا میں ان پر عنقریب نازل ہوگا تاکہ

وَلَنذِيقَنَّهُمْ
مِنَ الْعَذَابِ الْأَلَدِ لَنُ
ذَوِّنَ الْعَذَابِ أَكْبَرَ
لَهُمْ

یَرْجِعُونَ -

یہ لوگ ہماری طرف رجوع کریں۔

ف

اس امر میں ہیں العلماء اختلاف ہے کہ عذاب آخرت کے سوا دنیا کا وہ کون سا عذاب مراد ہے جس کی اس آیت میں پیشینگوئی کی گئی ہے۔

(۱) فریابی - ابن شیعہ - ابن جریر - ابن منذر - ابن ابی حاتم - طبرانی - حاکم - ابن مردودہ خطیب اور بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ دنیا کے عذاب سے جنگ مراد ہے جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

(۲) عبد اللہ بن احمد - ابو عوانہ - برادر بن عازب - مسلم اور نسائی نے ابی بن کعب اور عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ اس عذاب سے وہی سات برس والا قحط مراد ہے جو اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ہی واقع ہوا۔

(۳) ابوالعالیہ - حسن - ابراہیم نخعی - ضحاک - علقمہ - عطیہ - مجاہد - قتادہ - عبد الکرم جزیری اور حذیف نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ عذاب دنیا سے دنیا کی مصیبتیں اور بیماریاں مراد ہیں جو انسان پر وارد ہوتی رہتی ہیں تاکہ انسان مصائب میں پڑ کر خدا کو یاد کرے اور اپنے افعال ناشائستہ سے توبہ کرے۔

مگر یہ مسلک پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ اس قسم کے مصائب تو سب پر نازل ہوتے رہتے ہیں۔ کفار کہہ کی اس میں کون سی خصوصیت ہے اور یہ پیشینگوئی کیونکر قرار پا سکیگی۔

(۴) حضرت ابن عباس سے ایک دوسری روایت عبد بن حمید، امام ابن ابی حاتم وغیرہ نے اخراج کی ہے کہ عذاب مذکورہ سے حدود و احکام کا قائم کیا جانا مراد ہے مگر یہ مذہب ہرگز قابل پذیرائی نہیں ہے کیونکہ اقامت

نکست

اس آیت آخر الذکر میں ایک نکتہ ہے جو قرآن مجید کی بلاغت پر دلالت کرتا ہے وہ یہ کہ عذاب دو طرح کے ہیں۔ ایک دنیا کا اور ایک آخرت کا۔ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں ادنیٰ اور چھوٹا ہے مگر آخرت کی نسبت جلد ہونے والا ہے۔ برخلاف اس کے آخرت کا عذاب بڑا سخت ہے مگر دنیا کے عذاب کی نسبت کسی قدر دیر طلب ہے پس ان دونوں عذابوں کا بیان اس طرح پہ ہونا چاہیے جس سے منشاء استخویف اچھی طرح حاصل ہو۔ تو ادنیٰ کا مقابل ابعدا اور اکبر کا مقابل اہون ہے۔ عذاب دنیا، ادنیٰ یعنی قریب اور اہون یعنی سبک ہے۔ عذاب آخرت ابعدا یعنی دور اور اکبر یعنی سخت ہے۔ چونکہ نزدیک آنے والے عذاب اور سخت عذاب سے دیا وہ خوف و ہراس ہوتا ہے اس لئے دنیا کے عذاب کے لئے ادنیٰ اور آخرت کے عذاب کے لئے سخت فرمایا تاکہ وہ نفس بمقامات پر استخویف پوری اور موثر ہو جو منشاء اذار ہے۔ بلا شک یہ بلاغت قرآن ہی کا حصہ تھا۔

پیشینگوئی

(۵۶)

کفار اور ان کے فریب سے مسلمانوں کا کچھ نہ بگڑیگا

پیشینگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
 وَإِنْ تَعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرَّكَ شَيْئًا۔
 اور اگر تم ان کے معاملات میں دخل نہ
 سے کنارہ کشی کر دے گے تو وہ تم کو کسی طرح کا
 نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔

دوسری آیت سورۃ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
 وَإِنْ تَسْسِمُكُمْ
 حَسَنَةً تَسْوُوهُمْ
 وَإِنْ تَصِبْكُمْ سَبًّا
 يَفْرَحُوا بِهَا
 وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا
 لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ
 شَيْئًا وَاللَّهُ
 بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ۔
 (مسلمانو!) اگر تم کو کوئی فائدہ پہنچے
 تو ان کو برا لگتا ہے اور اگر تم کو کوئی گزند
 پہنچے تو اس سے خوش ہوتے ہیں
 اور اگر تم ان کے اذیتوں پر صبر کرو
 (انتقام میں زیادتی نہ کرے) بچے
 رہو تو (اطمینان رکھو) ان کے فریب
 سے تمہارا کچھ بھی تو نہیں بگاڑے گا کیونکہ
 جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس کا دفعیہ اللہ کی
 قدرت میں ہے۔

ف

دنیا جانتی ہے کہ اسلام کیسی بیچارگی سے نمایاں ہوا ، اور روز بروز زور
 پکڑتا گیا ، مسلمان یوں فیما ترقی ہی کرتے گئے اور کفار و منافقین باوصف
 سر توڑ کوششوں کے ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے ان کی ساری کوششیں بیکار
 ہو گئیں اور ان کا سارا کمر و فریب انہیں پر الٹ پڑا۔

پیشنگونی

(۵۷)

و شمنان اسلام نہ تو اسلام کو نقصان پہنچا سکتے نہ مسلمانوں کو
ہرا سکتے

یہ پیشنگونی قرآن مجید میں چار مقامات پر ہے:-

پہلی آیت سورہ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَا يَجْعَلُ مَثَلَكُمُ الَّذِينَ
يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ
إِنَّهُمْ لَنُصْرُوا لَللَّهِ
شَئِئًا -

اور دوسرے پیغمبر! جو لوگ کفر کے
پھیلانے میں دوڑے پھرتے
ہیں تم ان لوگوں کی وجہ سے آزدہ
نہ ہو (کیونکہ) یہ لوگ خدا (کے دین)
کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے -

دوسری آیت اسی کے بعد ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

إِنَّ الَّذِينَ اسْتَفْزَوْا الْكُفْرَ
يَا لَيْلًا يَمَانٍ لَّنْ يُصْرُوا لَللَّهِ
شَيْئًا وَ أَسْمِعْ عَذَابَ
الْأَلِيمِ -

جن لوگوں نے ایمان دیکر کفر میں
خدا (کے دین) کو تو ہرگز کسی طرح کا
نقصان پہنچا نہیں سکیں گے بلکہ
ان ہی کو عذاب دردناک ہوگا -

تیسری آیت سورہ محمد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

إِنَّ الَّذِينَ يَرَوْنَ كُفْرًا

بیشک جن لوگوں پر صاف رس

وَصَدَّوْا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
وَشَاتُوا الشَّرَّ سُقُولًا مِّنْ
بَعْدِ مَا سَبَّيْنَاهُمْ
الْهُدَىٰ لَكِن يَضُرُّهُ
شَيْئًا وَسَيُحِطُّ أَعْمَالُهُمْ
جو تھی آیت سورہ ہود میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

الَّذِينَ يَصُدُّوْنَ
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَنْهَوْنَ
عَوَجًا وَهُمْ بِآلَاخِهَا يَهْتَمُّ
كَافِرُونَ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ
فِي الْأَرْضِ مَأْكَنٌ لَّهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ
مِنْ أَوْلِيَاءَ
جو لوگ خدا کے رستے سے دوسروں کو روکتے اور اُس میں کجی رہیہا کرنی چاہتے ہیں اور یہی ہیں جو آخرت سے (دبھی) منکر ہیں یہ لوگ نہ دنیا ہی میں (خدا کو) ہراسکتے اور نہ خدا کے سوا ان کا کوئی حامی ہے۔

ف

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ رسول حق صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیشینگوئی کے ساتھ تسلی دیتا ہے کہ یہ کفار، دشمنان اسلام جو کفر و شرک کے پہیلانے اور اسلام کے بگاڑنے میں اس بیباکی کے ساتھ دوڑے دوڑے پھرتے ہیں تم ان سے کسی قسم کا ہراس نہ کرو، کیونکہ یہ نالائق لوگ نہ تو تم کو مغلوب و مقہور کر سکتے نہ ان سے اسلام کو کسی طرح کا نقصان ہی پہونچ سکتا۔ چنانچہ یہ پیشینگوئی جس طرح پوری ہو کر رہی وہ کسی مزید صراحت کی محتاج نہیں ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ کفار عرب نے اسلام کو کون سا نقصان پہونچایا اور مسلمانوں نے ان کو کون سا دن دکھایا پھر بھی کسی ہٹ دھرم کو شک ہو تو اس پر گوصاحب وغیرہ یورپین مورخین کی تصانیف

تا بیخ اطمینان و رنج شک کے لئے کافی و موجود ہیں۔

پیشینگوئی

(۵۸)

اللہ مسلمانوں کو غنی اور مالدار کرے گا

یہ پیشینگوئی قرآن مجید میں تین مقام پر ہے:-

پہلی آیت سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا
الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ
فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ
بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا وَ
خِفَتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ
يُعْزِئُكُمْ اللَّهُ مِنْ فِتْنِهِ
إِنْ شَاءَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ
حَكِيمٌ

مسلمانو! مشرک تو درے (نجس) ہیں تو اس پر
کے بعد (ادب و حرمت والی مسجد یعنی
خانہ کعبہ) کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں اور
اگر ان کے ساتھ عین دین بند ہو جائے
سے تمکو مفلسی کا اندیشہ ہو تو خدا پر بھروسہ
رکھو وہ چاہے گا تو تمکو اپنے فضل سے
غنی کر دے گا بیشک خدا (سب کی نیوٹوں کو) جانتا
(دور) حکمت والا ہے۔

دوسری آیت سورۃ الانشراح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا
سربیشک شکل کے ساتھ آسانی ضرور
ہے۔

تیسری آیت سورۃ الطلاق میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

سَيَجْعَلُ ۱ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ
يُسْرًا۔

گھبرانے کی بات نہیں (خدا تنگی کے بعد
جلدی فراغت بھی کرے گا۔

ف

جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نافذ کیا کہ مشرکین گندے لوگ ہیں اب وہ کعبہ کے پاس
تک نہ پھٹکنے پائیں تو بمقتضائے بشریت مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ ایسی صورت میں
لین دین بند ہو جائے گا تو کار و بار کو سخت نقصان پہونچے گا اور مسلمان جو پہلے ہی
سے غربت و افلاس میں مبتلا ہیں اب اور تباہ ہو جائینگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس
خداشہ کو خود ہی دور فرما دیا کہ ہمارا حکم مانو اور ہم پر ہر سار کھو ہم تم کو بہت جلد مال
و دولت دیکر ان مشرکوں کی معاملت سے مستغنی کر دیں گے۔

یہ پیشینگوئی جس طرح پوری ہوئی تاریخی دنیا کا پچہ بچہ جانتا ہے۔ بہت سے صحابہ
رضی اللہ عنہم تجارت ہی کے ذریعہ سے دولت و ثروت کے بالاترین درجہ پہ
پہونچ گئے۔ چنانچہ انہیں دو لقمندوں میں سے ایک، عبد الرحمن بن عوف
رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور شروع شروع بڑے افلاس و
عسرت میں بسر کرتے تھے۔ پھر تجارت کے ذریعہ سے اللہ نے ان کو ایسا فراخ البال
کیا کہ دشمن رشک و حسد سے جل مرے۔ ایک دفعہ انہوں نے زمین کا ایک
عقدہ قطعہ چالیس ہزار دینار میں خرید لیا اور پھر اس قطعہ زمین کو راہ خدا میں دے
ایک مرتبہ پانچ سو عربی نرہ اور اصل گھوڑے فی سبیل اللہ لوگوں پر تقسیم کر دے۔
۳۳۰ میں آپ نے انتقال کیا اور انتقال سے پہلے وصیت کی کہ میرے
مرنے کے بعد اصحاب بدر میں سے جتنے فقوس تریدہ ہوں سب کو مال متروکہ

میں سے چار چار سو دینار بطور نذر کے دے جائیں جب آپ کا انتقال ہو گیا تو اہل بد میں سے سو اصحاب موجود نکلے چنانچہ ہر ایک کو چار چار سو دینار دے گئے۔ اس کے بعد بقیہ مال متروکہ سولہ حصوں پر تقسیم ہوا، اور کوئی حصہ آٹھ لاکھ دینار سے کم کا نہیں تھا۔ اسی ایک واقعہ سے دوسرے دو ممتاز اصحاب کی دولت و ثروت کا اندازہ بھی ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد جعدہ اور صنعاء اور یمن کے بہت سے قبائل مسلمان ہو گئے۔ مشرکوں ساتھ لین دین کے بند ہو جانے سے جس نقصان کا اندیشہ تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے یوں دفع کر دیا ان امور کے علاوہ فتوحات اور مال غنیمت کے ذریعہ سے جعدہ دولت مندوں کو ملی اس کا اندازہ دشوار ہے۔

ایسی ہی ایک پیشین گوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی جس کو امام مسلم نے مسلم عن ابن عمر وبن العاص رۓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فُتِحَتْ عَلَیْکُمْ خَزَائِنُ فَارَسَ وَالرَّوْمِ اِنِّیْ قَدْ ہِمُّ اَنْتُمْ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ سَکُونُ کَمَا اَحْرَنَا اللّٰهُ۔

ابن عمر وبن العاص سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم پر روم و فارس کے خزانے کھل جائیں گے تو تم کیسے لوگ ہو گے۔ عبدالرحمن بن عوف نے عرض کیا کہ ہم ویسے ہی ہونگے جیسا ہمارے اللہ نے حکم دیا، یعنی اسلامی اخلاق کے ساتھ۔

ف

جناب عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے امیر المومنین کے حکم سے ایران پر لشکر کشی کی۔ شہر

مدائن کو جو اس وقت بادشاہ کسریٰ کا پائے تخت تھا فتح کر لیا۔ یزدگرد بادشاہ ایران بھاگ کر رے کی طرف چلا گیا اور خاندان کسریٰ کا تمام خزانہ مسلمانوں کے قبضہ و تصرف میں آیا۔

اسی عہد خلافت میں ایک واقعہ جلو لا پیش آیا جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور غنیمت میں تین کروڑ صرمت درم و دینار ہاتھ لگے۔

اس کے علاوہ روم و فارس کے متواتر فتوحات میں سونے، چاندی، جواہرات وغیرہ کے قسم سے جو غنیمتیں مسلمانوں کی دولت مندی کا باعث ہوئیں ان کا احصاء و حساب دشوار ہے۔

تاریخوں میں مسلمانوں کی فتوحات، غنائم فتح اور صحابہ کی دولت مندی و استغناء کا مفصل مذکور ہے عہد فاروق اعظم کے فتوحات اور ان کے انواع غنائم اور کثرت دولت کو مولوی شبلی نعمانی نے اپنی اردو کتاب ”الفاروق“ میں شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے۔ ان تفصیلات کے لئے ناظرین کو انہیں کتب توارخ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ یہ کتاب ان امور کی تفصیل کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

پیشینگوئی

(۵۹)

مسلمان اور ان کے دشمنوں میں ملاپ ہو جائے گا

جیسا کہ سورۃ الممتحنہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

عَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ
وَبَيْنَ الَّذِينَ
عَادَيْتُمْ مَوَدَّةً ۚ وَاللَّهُ
قَدِيرٌ۔

عجب نہیں کہ اللہ تم میں اور کافروں سے
جن کے ساتھ تمہاری دندہبی (دشمنی)
ہے ان میں دوستی پیدا کر دے اور
اللہ اس پر قادر ہے۔

ف

بہت ایسے کفار جو کفر میں بہت سخت اور مسلمانوں کے جانی دشمن تھے صدق دل
سے مسلمان ہو گئے اور اس طرح مسلمانوں سے اور ان سے نہ صرف ملاپ
بلکہ بھائی چارہ ہو گیا۔ انہیں جانی دشمنان اسلام میں ابوسفیان بن حرب۔ ابوسفیان
بن حارث۔ حارث بن ہشام۔ سہیل بن عمرو۔ حکیم بن حزام۔ وحشی بن حرب قاتل
حمزہ رضی اللہ عنہ اور عکرمہ بن ابی جہل تھے جنہوں نے رسول خدا کی ایذا و تکلیف اور اسلام
کے مٹانے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ پھر مسلمان ہو گئے تو صدق دل سے ہوئے
اور اسلام کو بہت کچھ فائدہ پہونچایا

ابوسفیان بن حرب

ان کا نام ابوسفیان صحابہ بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی
قریشی کی ہے یہ مکہ کے شیخ اور قریش کے رئیس اشراف میں سے تھے۔ تجارت
قریش میں یہ بہت دولت مند تھے جاہلیت میں یہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے سخت
دشمن تھے اور اس دشمنی میں تمام دشمنان اسلام اور اکابر قریش ان کی رائے
کے تابع تھے۔ آخر فتح مکہ کے سال مسلمان ہو گئے۔ غزوہ حنین، غزوہ طائف
اور جنگ یرموک میں یہ لشکر اسلام کے جانباز بہادروں میں تھے چنانچہ جنگ یرموک
میں ان کی ایک آگاہی بھی ضائع ہو گئی۔

جنگ حنین کی فتح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مال غنیمت سے تنہا، اونٹ اور چالیس اونٹوں کے ساتھ دے گئے تھے۔ سلسلہ یا سلسلہ ہجری میں اٹھائیس برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ ابوسفیان پہلے شخص تھے جنہوں نے اسلام و اہل اسلام کی طرف اہل روم میں اہل روم سے مقابلہ کیا۔ اکثر مفسرین اس طرف ہیں کہ یہ آیت خاص ابوسفیان ہی کی شان میں نازل ہوئی تو اس حدوت میں یہ پیشینگوئی خاص ابوسفیان کے مسلمان ہونے اور ان سے ملاپ ہونے کے متعلق ہوگی۔ لیکن درحقیقت اس آیت کو ابوسفیان سے مخصوص کرنے کی کوئی خاص وجہ نہیں معلوم ہوتی بلکہ وہ اس پیشینگوئی کے تحت میں ان لوگوں میں سے ایک ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا۔

ابوسفیانؓ کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن نکاح کیا اور وہ ام المومنین ہوئیں۔ اسی رشتہ سے حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان کو خال مومنین کہا گیا ہے۔

ابوسفیان بن حارث

بن عبدالمطلب۔ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں۔ حلیمہ نے ان دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ اصلی نام ان کا مغیرہ ہے۔ ایام جاہلیت میں یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا چچا پوچھتے رہتے تھے اور چونکہ شاعر تھے پھر خدا کی ہجو کہا کرتے تھے اور انہیں کے جواب میں حسان بن ثابت شاعر نے وہ دلاویز قصیدہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے

هَجَوْتُ مُحَمَّدًا فَاجَبْتُ عَنْهُ
وَعِنْدَ اللَّهِ فِي ذَاكَ الْجِزَاءُ

آخر فتح مکہ کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا اور اسلام کے جاننا زہبہ اور
ثنا بے ہوئے جنگ حنین میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور جس حال
میں کہ بہت سے لوگ آپ کو میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے
ابوسفیانؓ رسول کے گھوڑے کی لگام اور عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کتاب تلخ ہوئے تھے۔ تاہم انہوں نے آپ و دشمنوں کے زخموں میں چارٹیں اور دشمنوں سے کوئی ضرر پہنچا
انام حاکم محدث نے ہشام بن عروہؓ ابوسفیان کے مناقب میں بیچ حدیث روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیانؓ سید فیضان اہل الجنۃ یعنی ابوسفیان جنت کے جو انہروں کا سردار ہے۔
بالہنہ ابوسفیان کی حمیت و جاکو دیکھو کہ حالت کفر میں جو رسول اللہ کی بھوکی اور آپکو
ایذا پہنچائی تھی۔ اسی شرم سے مرتے دم تک رسول سے چارتا نکھیں نہیں کیں
سلسلہ یا سہ ہجری میں انتقال فرمایا اور حضرت فاروق اعظمؓ نے جنازہ کی
نماز پڑھائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حارث بن ہشام

بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم۔ یہ ابو جہل کے بھائی اور حضرت خالد بن
ولیدؓ سید اللہ کے ابن عم ہیں۔ ان کی ماں فاطمہ بنت الولید تھیں۔ اشرف عرب
میں ایک معزز اور موقر سردار تھے۔ کعب بن اشرف یہودی ان کی شدت کفر
کی وجہ سے ان کی بہت تعریف کیا کرتا تھا۔ جنگ بدر اور جنگ احد وغیرہ میں یہ

لشکر کفار و مشرکین کے ساتھ تھے۔ بہت سے مسلمانوں نے ان کے ہاتھ سے جام شہادت پیا مگر بدر میں اور کفار کے ساتھ انہوں نے بھی پیٹھ دکھائی تھی۔
 حارث بن ہشام فح کہ کے دن مسلمان ہوئے اور سچے مسلمان ہوئے۔ حضرت
 فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں اپنے اہل و عیال سمیت، مکہ سے نکل کر شام کی طرف
 چلے گئے اور ان کے ساتھ بہت سارے اہل مکہ نے وطن سے ہجرت کی۔ اس
 بعد مرتے دم تک حارث بن شام ہی میں رہے۔ اسلام لانے کے بعد اکشر
 غزوات میں یہ شریک رہے اور میدان جنگ میں جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو
 یہ رجز پڑھتے تھے: اٰنٰی بربٰی و النبی مومن۔ والبعث من بعدکم
 موقن۔ اقبہم لشخص للحيوٰۃ موطن۔

تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ واقدی رحم نے لکھا ہے کہ طاعون عمواس
 میں فوت ہوئے اور مدائنی نے لکھا ہے کہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

سہیل بن عمرو

ان کا نام و کنیت ہے ابو یزید سہیل بن عمرو بن شمس بن عبد ود بن نصر بن حسل بن عامر
 لوی بن غالب قریشی انعامی۔ ان کا شمار سادات قریش اور بڑے ذی رتبہ اشراف
 عرب میں ہے۔ جنگ بدر میں اسلام کے خلاف انہوں نے بڑی جانبازیاں دکھائی
 تھیں لیکن آخر مسلمانوں نے ان کو گرفتار کر لیا اور فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے
 سعید بن مسلم کا مقلد ہے کہ جو اکابر قریش فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے ان سب
 میں سہیل بن عمرو سے بڑھ کر کثیر الصلوٰۃ اور صائم الدہر کوئی نہ تھا یہاں تک کہ روزوں
 کے رہتے رہتے اور کثرت نماز سے دبے ہو گئے اور چہرہ کارنگ بدل گیا
 صدقہ و خیرات بہت دیتے تھے۔ لایعنی کام سے دور رہتے اور آدمی بہت

رتیق القلب تھے جنگ بزموک میں اہل دیال کو لیکر چہاد کے لئے نکلے اور اسی جنگ میں شہید ہوئے بعض کا خیال ہے کہ طاعون عمواس میں سلسلہ میں انتقال کیا۔

حکیم بن حزام

ابو خالد حکیم بن حزام بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب قریشی اسدی کی واقعہ فیل سے تیرہ برس پہلے مکہ معظمہ میں خاص کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔ بہت خوش بیان اور اعیان عرب کے مرجع وادی تھے۔ جنگ بدر میں کفار کے سرگروہ تھے۔ ساٹھ برس کی عمر میں فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور ساٹھ برس حالت اسلام میں زندہ رہ کر ۱۲۰ برس کی عمر میں سلسلہ میں بمقام مدینہ انتقال فرمایا۔

سعید بن مسیب - عروہ بن الزبیر - عبداللہ بن الحارث - موسیٰ بن طلحہ - حزام بن حکیم بن حزام - صفوان بن محمد - مطلب بن حنظل - یوسف بن مالک - محمد بن سیرین رضی اللہ عنہم ان سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔

یہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں سردار قریش اور مرجع انام عرب رہے جنگ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سواونٹ مال غنیمت سے دئے تھے۔ ایک بار یہ حکیم بن حزام سو بد نہ لیکر حج کرنے گئے اور سب کی گردنوں میں چاندی کے طوق پڑے تھے حج کے بعد ہزار بکریاں خیرات کیں۔

۱۵ کتاب تہذیب الاسماء۔

۱۶ کتاب تہذیب الاسماء۔

عکرمہ

بن ابی جہل عمرو بن ہشام بن المغیرہ بن عمرو بن مخزوم۔ یہ ابو جہل جلسے دشمن اسلام کے فرزند اور اپنے باپ کی طرح خود بھی اسلام کی دشمنی میں نہایت سخت تھے بار بار بذات خود رسول اللہ سے مقابلہ کیا اور بہت سے مسلمانوں کو روز بد دکھایا۔ جنگ بدر میں یہ مشرکوں کی لشکر کے سردار تھے۔ جب معاذ بن عمر کے ہاتھ سے ابو جہل کی ٹانگ زخمی ہوئی تو انہوں نے باپ کی حمایت میں معاذ کو چشم زخم پہونچائی تھی۔ آخر فتح مکہ کے دن مشرک میں مسلمان ہوئے اور جس طرح حالت کفر میں اسلام کو نقصان پہونچانے میں سرگرم رہے اسی طرح حالت اسلام میں مسلمانوں کے جان و دست بن گئے اور کفر کے مٹانے میں جانبا زیاں دکھاتے رہے۔ اسلام لانے کے بعد مدینہ منورہ چلے آئے اور تمام غزوات میں اسلام کی پشت و پناہی کرتے رہے۔

جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مرتدوں سے قتال کرنے کے لئے ان کو مامور کیا چنانچہ جب سردار لشکر سے ان کا مقابلہ ہوا تو ہنگام مقابلہ اس سے فرمایا کہ کینخت ! میں نے کفر کی حالت میں بار بار رسول خدا کا مقابلہ کیا ہے۔ اب مسلمان ہو کہ آج تیرے زور و قوت سے نہیں ڈر سکتا۔ اس کے بعد جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے یمن کی طرف بھیجا اور وہاں سے مظفر و منصور واپس آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سال وفات میں عکرمہ کو صدقات ہلال کا عامل مقرر کیا تھا۔ آخر جنگ یرموک میں شہید ہوئے اور ۵۱ھ میں امیر کوادیس تھے عکرمہ بن ابی جہل نے شیطان کے گھڑ میں ولی کی پیدا ہونے کی مثل کو صحیح ثابت کر دیا ہے

وحشی بن حرب

وحشی بن حرب، جیسیر بن مطعم کا حبشی غلام تھا جو طائف کے ایک وفد کے ساتھ مدینہ پہنچا تھا۔ جنگ بدر میں جب طعیہ بن عدی بن خیار حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے تلوار کے گھاٹ اُترا تو اس کے بھتیجے جیسیر بن مطعم نے وحشی کو حمزہ کے قتل پر آمادہ کیا۔ جنگ احد میں جناب حمزہ، لشکر اسلام سے سباع نامی مشرک کے مقابلہ کے لئے نکلے ہنوز مقابلہ کی نوبت نہیں آئی تھی کہ وحشی جو ہمیشہ حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں لگا رہتا تھا اور اس وقت ایک پتھر کے آڑ میں چھپا کھڑا تھا موقع پا کر کمین گاہ سے باہر نکلا اور پیچھے سے حالت بغیربی میں تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ حمزہ وہیں جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ قتل حمزہ کے بعد وحشی عرصہ تک مکہ معظمہ میں سکونت پذیر رہا۔ جب وہاں اسلام پھیلنے لگا تو دوسرے کفار کے ساتھ طائف چلا آیا اور پھر صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔

جب وحشی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے پوچھا کیا تو ہی وحشی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے پوچھا کیا تو نے ہی حمزہ کو قتل کیا؟ وحشی نے کہا اس بارہ میں جو کچھ حضور نے سنا ہے وہ سچ ہے۔ تب آپ نے فرمایا اچھا اگر تجھ سے ہو سکے تو اپنا چہرہ مجھ کو دکھانا۔

اس کے بعد آپ نے کبھی وحشی کے چہرہ کی طرف نظر نہیں کی۔

جناب حمزہ، رسول خدا کے حقیقی چچا۔ دودہ شریک بھائی باجمیت محسن اور اسلام کے اتنے بڑے بہادر ہیر و تھے کہ آپ نے انہیں شیر خدا کا لقب عنایت فرمایا۔

ایسے پیارے چچا کے مارے جانے کا جس قدر صدمہ آپ کو ہوا وہ اسی سے ظاہر ہے کہ باوجود وحشی کے مسلمان ہو جانے کے آپ اس قاتل کی صورت دیکھنے کی تاب نہ لا سکتے تھے۔ آپ نے اسلام کے بعد کبھی وحشی کو ملاست نہیں کی نہ اس کو قابل ملاست سمجھا کیونکہ قتل حمزہ کی ناگوار حرکت اس سے حالت کفر میں سرزد ہوئی تھی جو اسلام لانے اور توبہ کرنے کے بعد تمام گناہوں کی طرح نیا نیا ہو گئی۔

یہ آپ کے فرط محبت، رقت قلب اور مقتضائے بشریت سے تھا جو قاتل حمزہ کی صورت نہ دیکھ سکتے تھے اور اس لئے خود اسی سے فرما دیا کہ ہو سکے تو اپنا منہ مجھ کو نہ دکھانا۔

وفات رسول کے بعد سیلۂ کذاب نے دعویٰ نبوت کے ساتھ فروع کیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے استعمال کے لئے لشکر روانہ کیا تو وحشی خود بھی اس لشکر کے ہمراہ ہو گیا اور سیلۂ کذاب اسی کے زبردست ہاتھوں سے جہنم واصل ہوا۔

اس کے بعد وحشی اکثر کہا کرتا تھا کہ میں نے حالت کفر میں ایسے شخص کو قتل کیا جو اسلام کے بہترین نفوس میں سے تھا۔ پھر وائزہ اسلام میں داخل ہو کر ایسے شیطان کو مردانہ وار مارا جو شیطانوں میں سب سے بدتر تھا۔

وحشی جنگ یرموک میں شریک تھا۔ پھر شہر حصص میں متوطن ہوا اور وہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں انتقال کیا۔

حرب بن وحشی بن حرب - عبد اللہ بن عدی بن خیارد بن جعفر بن عمرو بن امیہ الضمیری

اس سے حدیث کی روایت کرتے ہیں۔
 عرض ان سات نفوس کے علاوہ اور بہت سے لوگ ہیں جو سخت کفر کے بعد
 سچے مسلمان ہو گئے اور مسلمانوں سے جو ان کو دشمنی تھی وہ دوستی و ملاپ سے
 بدل گئی۔ اس پیشینگوئی کے نبوت صحت کے لئے اتنا ہی لکھنا کافی ہے اور
 تفصیل کے لئے کتب تواریخ مالا مال ہیں۔ اس آیت کے نازل ہونے کے
 بعد جتنے کفار مسلمان ہوئے یہ پیشینگوئی ان سب سے متعلق ہے

پیشینگوئی

(۶۰)
 فتح ملک ان کفار پر یا ان کے آس پاس کوئی نہ کوئی
 آفت آتی رھیکے

جیسا کہ سورۃ الرعد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اور جو لوگ (اسلام سے) منکر ہیں (یعنی کفار کہہ) اُن کو اُن کے کرتوت کی سزا میں (کوئی نہ کوئی) مصیبت پہنچتی ہی رھیکے۔ (جو ان سب کو کھڑکھڑاتی ہوگی)	وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُصِيبَهُمْ بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَهْلِكُمْ قَرِيبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ
---	--

وَعْدُ اللَّهِ۔

یا ان دکو نہ پہونچ سکی تو ان کے رہنے کی
بستی کے آس پاس آنا نزل ہوگی یہاں تک
کہ خدا کا (آخری) وعدہ (فتح مکہ) پورا ہو۔

ف

مطلب یہ ہے کہ دشمنان اسلام اپنی بدکرداریوں کی پاداش میں امن و چین سے
تو نہیں بیٹھنے پائیں گے یا خود ان پر کوئی نہ کوئی مصیبت نازل ہوتی رہے گی یا
ان کے آس پاس کے لوگوں پر یہاں تک کہ ایک دن اسلام کو پورا غلبہ ہو گا
جس کا خدا نے وعدہ کر رکھا ہے اور ایسا ہی ہو گا کہ بہادران اسلام آخر خود شہر مکہ
پر قابض ہو گئے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ معظمہ میں تشریف فرما رہے۔ اسلام پسپا نہیں
پا یا۔ مسلمان ہمیشہ مقہور و مغلوب اور کفار غالب رہے۔ ہجرت کے بعد مدینہ آئے
پچھلے مسلمانوں کو قوت ہوئی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارد گرد کے کفار سے
چٹ پٹ مقابلہ کرنے لگے اور یہ سلسلہ برابر زور پکڑتا گیا یہاں تک کہ مکہ بھی فتح
ہو گیا۔

آیت مذکورہ مکی ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ اس میں یہ پیشنگوی لگائی
کہ کفار پر ہمیشہ کوئی نہ کوئی مصیبت آتی رہے گی اور ان کے آس پاس کے
لوگوں کو ہمیشہ زخم نقصان پہونچتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ فتح مکہ پورا ہو
اور ایسا ہی ہو گا کہ کفار مکہ اور ان کے ارد گرد کے لوگ کبھی چین سے نہیں بیٹھنے
پائے۔ کبھی قحط کی قیامت خیز مصیبت میں گرفتار ہوئے۔ کبھی جنگ میں جان و مال
نقصان دیکھا کبھی مال و دولت کا خسارہ اٹھایا کبھی مغلوب ہو کر قید ہوئے کبھی
لوٹدی غلام بنے۔ کبھی فدیہ دیکر جانیں چھڑائیں۔ اور آس پاس کے لوگوں پر جو کئے

مسلمانوں کی چڑا یاں ہوتی رہتی تھیں ان بُرے دنوں کا تو کچھ پوچھا ہی نہیں مثلاً
 جنگ ابواء - جنگ بواط - جنگ عسیرہ - قرقرۃ الکدر - بدر صغریٰ - بدر کبریٰ
 سویق - غطفان - بنی قینقاع - ربیع - بیر معونہ - بنی سلیم - رعل - احد -
 ذکوان - خندق - ذات الرقاع - بنی المصطلق - انار - ذات قزو - خیبر
 سیرہ زید بن حارثہ - سریرہ عبد اللہ بن رواحہ وغیرہ وغیرہ کہ ان چھوٹی بڑی جنگوں
 نے دشمنان اسلام کو کبھی آرام نہ لینے دیا اور کفار مکہ کے تو پتھلے چھڑا رہے -
 ان جنگوں کے تفصیلی حالات کتب تواریخ میں دیکھنے چاہئیں۔

پیشینگوئی

(۶۱)

اللہ تم (یعنی محمدؐ) کو مکہ پھر یوینچا کر رہے گا

جیسا کہ سورۃ القصص میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الْإِذْنَ قَدْ صَفَّ
 عَمَلِكُ الْقُرْآنَ كَرَادَكَ
 اِلَى مَعَادٍ -
 اے پیغمبر! وہ خدا جس نے (احکام)
 قرآن کی تمہیں (کو تم پر فرض کیا ہے
 وہ ضرور تم کو تمہارے وطن تک پہنچا کر
 رہے گا۔

ف

عربی کی مشہور ضرب المثل ہے معاد الرجل بلہلا ومعاد اللہ یعنی ہر شخص کا
 شہر وطن اس کا معاد ہے۔ معاد کے معنی ہیں لوٹنے کی جگہ چونکہ انسان ہمیشہ

بھڑک کر اپنے وطن ہی کو لوٹتا ہے اس لئے وطن کو معاد کا موزوں لقب دیا گیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر سے پیشینگوئی فرمائی تاکہ اے محمد! اس وقت اگرچہ تم کو کافروں کے ظلم سے بھجوری مکہ سے ہجرت کرنی پڑی۔ لیکن ایک دن تم اس شہر میں ضرور واپس آؤ گے۔

سورۃ القصص تمام مکی ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی مگر یہ آیت نہ مکی ہے نہ مدنی ہے بلکہ مقام حنفہ میں نازل ہوئی جو مکہ اور مدینہ کے بیچ میں واقع ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کے مظالم سے تنگ آکر واپس چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور فار سے نکلا مکہ مدینہ کا ارادہ کیا تو اس خیال سے کہ کہیں تلاش کرنے والے دشمنوں کو پتہ نہ لگے آپ نے شاہراہ چھوڑ کر غیر آباد راستہ اختیار کیا۔

جب مقام حنفہ میں پہنچے جو مکہ اور مدینہ کے بیچ میں واقع ہے اور جہاں سے دوسیدے راستے مکہ اور مدینہ کو جاتے تھے تو مکہ کا راستہ دیکھ کر پیغمبر خدا کو وہ یاد آ گیا اور بے اختیار دل میں آیا کہ مکہ چلیں۔ اُسی وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے پیشینگوئی فرمائی کہ ہم ایک دن تمکو تمھارے دیش میں ضرور پہنچا دیں گے اس پیشینگوئی سے رسول خدا کی تسکین ہو گئی اور پھر یہاں سے مدینہ منورہ کی طرف تشریف لگے۔ یہ پیشینگوئی جس دھوم سے پوری ہوئی وہ کسی صراحت کی محتاج نہیں ہے۔ دشمنان اسلام اپنی ایڑی جوئی کا زور لگاتے ہی رہے مگر ایک تدبیر کار گرنہ ہوئی۔ آخر خدا کا پیغمبر اپنے کثیر التعداد صحابہ اور جہاں باز جہاد درد کے ساتھ اپنے وطن مکہ میں جا ہی پہنچا۔ خدا کی پیشینگوئی پوری اُتری۔ دشمنوں کا منہ کالا ہوا۔

پیشنگوئی

(۶۲)

بیعتہ الرضوان و المسلمان پیشہ ایمان پر قائم رہنے کے

یہ پیشنگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ الفتح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَيَّأَ بِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ نَحْتِ الشَّجَرَةِ فَاعْلَمُوا مَا فِي قُلُوبِهِمْ هُمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا

(اے پیغمبر!) جب مسلمان (ایک لیکر کے) درخت کے تلے تمہارے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے خدا دیدیجھکی ان مسلمانوں سے خوش ہوا، اور اس نے ان کے دلی عقیدت کو جان لیا اور ان کو اطمینان قلب عنایت کیا اور (اس کے) بدلہ میں ان کو سروسرست ایک فتح دیدی۔

دوسری آیت اسی رکوع کے آخر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحِيزَةَ حِيزَةً أَلْجَأِ هَٰؤُلَاءِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ

جب کافروں نے اپنے دل میں ضد بھان لی (اور ضد بھی زمانہ) ظاہر کی ہی ضد تو اللہ نے اپنے رسول اور مسلمانوں کو اپنی طرف سے دھمکی (اطمینان و قلب) عنایت کیا اور ان کو

پرہیز گاری کی بات پر جائے رکھا اور
وہ اس کے سزاوار اور لائق بھی تھے
اور اللہ تو ہر چیز سے واقف ہے۔

وَالْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ
وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا
وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيمًا۔

ف

سلسلہ ہجری میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے حج عمرہ کا قصد
کر کے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ حدیبیہ میں جو مکہ معظمہ سے چند میل کے فاصلہ پر
واقع ہے اپنی چونک ڈیرہ ڈالا۔ حراس بن امیہ حزامی کو قاصد بنا کر رؤسائے مکہ کے
پاس بھیجا کہ تم سے لڑنے نہیں آتے۔ صرف بیت اللہ کی زیارت کریں گے
اور مکہ کے تبرک مقامات کو دیکھ کر واپس چلے جائیگے۔ تم ہم سے متعرض نہ ہو اور
برسر پر خاش نہ آؤ۔ مگر متعصب کیوں نے ایچی کا کچھ پاس نہ کیا۔ رسول اللہ کی اٹنی
جس پر حراس چڑھ کر گیا تھا اس کی کوئیں کاٹ ڈالیں۔ حراس بھی قتل ہو گیا ہوتا مگر انہیں
ٹوٹ پڑنے والوں میں کچھ لوگ ان کے ایام جاہلیت کے دوست تھے انہوں
نے بچالیا۔

حراس جان بچا کر اثنان وخیزان رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے
کل کیفیت سن کر فاروق اعظم کو طلب کیا اور ان سے پیغام لیجانے کو فرمایا۔ انہوں نے
جواب دیا مآپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں مجھ کو جاننے میں کوئی عذر نہیں ہے
لیکن آپ کو معلوم ہے کہ قبیلہ عدی بن کعب کا بچہ بچہ میرے خون کا پیاسا ہے اور
قریش مجھ پر خار کھائے بیٹھے ہیں۔ میں جا کر اسلام پر قربان بھی ہو جاؤں گا کام بھی
نہ نکلیگا۔ ہاں عثمان بن عفان رزم کیوں میں ایک خاص وجاہت رکھتے ہیں ان
کے قریب دار بھی مکہ میں زیادہ ہیں۔ وہ جاؤں تو البتہ کام بن جانے کی امید ہے۔

غرض عثمان ذی النورین رحمہ کو قاصد بنا کر شرفائی مکہ کے پاس بھیجا گیا۔ سوا دھہر کے پاس حضرت عثمان کو سعید بن ابی العاص کا بیٹا ابان ملا۔ وہ عثمان کو دیکھتے ہی اپنی اونٹنی پر سے اتر پڑا۔ عثمان کو اونٹنی پر بیٹھا لیکر اپنی پناہ میں لیکر مکہ آیا۔

حضرت عثمان نے عاکد قریش کے مجمع میں حاضر ہو کر رسول خدا صلعم کا پیغام پہنچایا۔ معوز بن قریش نے جواب دیا کہ عثمان! تم اگر طواف بیت اللہ کرنا چاہو تو شوق سے کرو۔ آپ نے فرمایا جب تک رسول اللہ صلعم طواف نہ کر لیں میں ہرگز طواف نہیں کروں گا۔ یہ جواب سن کر ابوسفیان کی رائے سے آپ کو نظر نہ کر لیا گیا۔

ادھر رسول اللہ صلعم کے لشکر میں یہ افواہ اڑی کہ عثمان کو تو کہہ والوں نے قتل کر ڈالا رسول اللہ صلعم نے بلند آواز سے فرمایا کہ اگر عثمان قتل ہو گئے تو ہم ان کے خون کا بدلہ لے بغیر تلوار کو میان میں نہ کریں گے اور یہ فرما کر لیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ ارد گرد تمام صحابہ رحمہ جو تعداد میں چودہ سو تھے جمع ہو گئے۔ سب نے رسول اللہ صلعم کے ہاتھ پر اس امر کی بیعت کی کہ ہم اس جنگ میں لڑائی سے منہ نہ پھیریں گے۔ پیٹھ نہیں دکھائیں گے۔ یا تو قریش کو اپنی تلواروں کے گھاٹ اتاریں گے یا خود ہمارے ہی خون سے زمین رنگین ہوگی۔

یہی بیعت بیعتہ الرضوان کے نام سے مشہور ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان صحابہ کو خوشخبری دی کہ ہم تمہارے اس بیعت سے راضی ہو گئے ہیں یہ آیت مفسد راضی اللہ عن المؤمنین دلالت کرتی ہے کہ کل وہ تمام صحابہ جو تعداد میں (۱۴۰۰) تھے اور جنہوں نے لیکر کے درخت کے نیچے بیعت کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، مغفور ہیں پھر خدا جن نفوس کو اپنی خوشنودی کی بشارت دے وہ کیوں نہ مغفور ہوں۔

قریش اہل اسلام کا یہ جو شش و خروش دیکھ کر اہل مکہ نے ہبیل بن عمرو کو مصالحت کیلئے بھیجا اور حضرت عثمان کے مارے جانے کی خبر بھی غلط نکلی، رسول خدا نے مصالحت کو مخالفت پر ترجیح دی اور بڑی گفت و شنید کے بعد ان شروط پر صلح نامہ مرتب ہوا کہ:-

(۱) دس برس تک مسلمانوں میں اور قریش میں جنگ موقوف رہے۔

(۲) اس سال ہذیل بن عدی بنی جحرہ کئے نوٹ جائیں۔

(۳) اگلے سال حج یا عمرہ کریں مگر اس طرح کہ شہر مکہ میں کوئی مسلمان ہتیار نہ لگا

(۴) دوران صلح میں اگر کوئی مسلمان کفار قریش سے جا ملے تو قریش اس کو واپس نہیں اور قریش کا کوئی آدمی مسلمان ہو کر مسلمانوں میں چلا آئے تو وہ ان کو واپس دیدیا جائے۔

یہ صلح پیغمبر خدا نے بہت دبا کر کی اور مسلمانوں کی بڑی دشمنی کا باعث ہوئی جو کسی طرح ایسی مصالحت کو پسند نہ کرتے تھے چنانچہ حضرت عمر فاروق اعظم سے ضبط نہ ہو سکا۔ انہوں نے پڑھ کر بتایا کہ رسول اللہ صلعم سے پوچھا، یا رسول اللہ کیا آپ خدا کے رسول برحق نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا بلیک ہوں۔ عمر غم نے پوچھا کیا ہم حق پر اور کفار باطل پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہے۔ تب حضرت عمرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ایسا ہے تو پھر آپ ایسی عاجزانہ صلح کیوں کرتے ہیں؟ آپ تو فرماتے تھے کہ ہم مکہ میں داخل ہوں گے اور بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا سچ ہے، میں نے ایسا ہی کھا تھا اور ایسا ہی ہو گا تم لوگ اس سال ضرور بیت اللہ کا طواف کرو گے اور اللہ ہمارا سچا حامی و مددگار ہے۔

بعض منافقین اس صلح پر یہ شبہ کرتے تھے کہ اگر خدا اسلام کا حامی ہوتا تو صلح

یوں دیکر نہ کی جاتی اور کچھ لوگ شروع ہی سے پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کو یقین تھا کہ اہل مکہ ان مسلمانوں کو گھسنے نہیں گے اور ایسا ہی ہوا لیکن

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

حدیبیہ کی صلح بظاہر ہر دہکے ہوئی تھی مگر درحقیقت اس میں مسلمانوں کی بڑی جیت تھی کہ ابتدائی حالت میں آئے دن کی لڑائی اُن کو پسپانے نہیں دیتی تھی۔ دوسرے معلوم تھا کہ قریش کی طرف سے ضرور بدعہدی ہوگی اور ہوئی بھی کہ بنی خزاعہ اور بنی بکر دو قبیلے تھے بنی خزاعہ مسلمانوں کے طرفدار اور بنی بکر قریش کے تو صلح کے روز ان دونوں قبیلوں کو بھی شرائط صلح کی پابندی لازم تھی مگر یہ دونوں لڑے اور قریش نے درپردہ بنی بکر کی مدد کی۔

حدیبیہ کی صلح ٹوٹ گئی۔ مسلمانوں کو حجت ہاتھ آئی اور مکہ پر چڑھ دوڑے۔ مکہ بے لڑائی فتح ہوا۔

طیغ

انجی ہسپل بن عمرو بن عبد منافہ اچھی طرح مرتب بھی نہیں ہوا تھا کہ ہسپل بن عمرو کا بیٹا ابو جندل دوڑا ہوا آیا اور رسول خدا صلعم کے سامنے گر کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! میں مسلمان ہو گیا ہوں قریش مجھ کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں رشتہ مجھ کو ان کفار کی ایندائوں سے پناہ دیجئے۔ رسول اللہ کچھ جواب دینے نہیں پائے تھے کہ ہسپل بن عمرو نے کہا اے محمد! یہ پہلا واقعہ ہے اور میں آپ کو شرائط صلح یاد دلاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں نقص عہد نہیں کروں گا۔ تنگوا اختیار ہے جس طرح چاہو ابو جندل کو لیجاؤ۔ یہ سنکر ابو جندل چلا آیا اسے گروہ اہل اسلام! کیا ایک ایسے شخص کو جو مسلمان ہو کر تمہاری پناہ میں آیا ہے

تم پھر اس کو مشرکین کے حوالے کرتے ہو تا وہ عذابوں میں مبتلا ہو؟ ابو جندل کی فریاد سے متاثر ہو کر صحابہ میں حرکت پیدا ہوئی مگر رسول اللہ نے صاف جواب دیدیا کہ صلیبی مرتب ہو چکا ہے اب ہم شرائط صلح کے خلاف نہیں کر سکتے اللہ تمہارا حافظ ہے۔ رسول اللہ کے جواب پر صحابہ خون کے گھونٹ پیکر چپ رہ گئے اور اس کے بعد آپ سب کو لیکر مدینہ چلے آئے چند ہی دن گزرے تھے کہ قریش میں کا ایک اور شخص ابو بصیر نامی مسلمان ہوا۔ اور قریش کے خوف سے بھاگ کر مدینہ چلا آیا۔ مکہ والوں نے اس کے پیچھے دو سپاہی دوڑے جنہوں نے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں سے مطالبہ کیا کہ شرائط صلح کے مطابق ہمارا مفروضہ واپس کر دو۔

رسول اللہ نے ابو بصیر کو بلا عذر ان کے حوالے کر دیا وہ دونوں، ان کو اپنی حراست میں لیکر مکہ کو روانہ ہوئے مقام ذی الحلیفہ میں پہنچ کر سپاہی ناشتہ کرنے لگے۔ ابو بصیر نے راستہ ہی میں سپاہیوں پر اپنا اعتبار جما دیا تھا یہاں جب وہ دونوں اکھجوروں کے کھانے میں مصروف ہوئے تو تھوڑی دیر اور دہراؤ دہر کی گپ شپ کر کے ایک سپاہی کی تلوار پر نظر جانی اور تعب کے طور پر کہا کہ بھئی؟ تمہاری تلوار تو بہت عمدہ معلوم ہوتی ہے سپاہی اپنی تلوار کی تعریف منکر خوش ہو گیا فوراً تلوار کو میان سے کھینچ لیا۔ اور ابو بصیر کو دکھا کر کہنے لگا، یہ دیکھو، ایسی جوہر دار تلوار کم لوگوں کے پاس ہوگی اور اسی لئے میں اس کو بہت عزیز رکھتا ہوں ابو بصیر نے نتیجہ صورت بنا کر ہاتھ بڑھایا کہ ذرا میں نزدیک سے تو دیکھوں سپاہی نے جوش میں اگر برہنہ تلوار ہاتھ میں دیدی۔ ابو بصیر نے ہاتھ میں تلوار پاتے ہی آؤ دیکھانے تاؤ، ایک بھر پور ہاتھ ایسا مارا کہ سپاہی کا سر تن سے جدا ہو کر دور جاگا دوسرا سپاہی یہ تماشہ دیکھ کر ایسا بدحواس ہوا کہ فوراً سر پر پاؤں رکھ کر مدینہ کی طرف بھاگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق کے قتل کا واقعہ بیان کر رہا تھا کہ ابو بصیر آپہنچے انھوں نے خوشی خوشی

عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ نے آپ کے ذمہ کو پورا کر کے مجھ کو پھر آپ کی خدمت میں لوٹا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خوش ہوئے مگر آپ کی باتوں سے ابوصیر کو محسوس ہوا کہ اگر قریش نے پھر مطالبہ کیا تو شراط عہد کی رو سے آپ پھر ان کے حوالے فرما دیں گے اس خوف سے اندیشہ ناک ہو کر وہ خود ہی مدینہ سے بھاگے اور سمندر کے کنارے ایک محفوظ مقام میں پوشیدہ ہو رہے ادھر مکہ میں لوگ از خود مسلمان ہونا شروع ہوئے اور جو شخص مسلمان ہوتا کفار کا خوف کر کے مکہ سے بھاگتا اور پھرتا پھرتا ابوصیر سے جا ملتا۔ رفتہ رفتہ ان پناہ لینے والوں کی ایک معتد بہ جماعت ہو گئی اور انھوں نے پیر پُرزے نکال کر اس قدر روند کفار کو لوٹنا شروع کیا۔ قریش کا جو قافلہ تجارت شام کی طرف جاتا یا شام کی طرف سے آتا یہ لوگ اس کو بیچ ہی میں لوٹ لیتے آخر ان نو مسلموں کی لگاتار لوٹ مار نے قریش کی ناک میں دم کر دیا اور ان کو لینے کے دینے پر لگے مجبور ہو کر مکہ والوں اور قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی اور آپ نے قریش پر رحم کر کے ان نو مسلموں کو امان کے ساتھ پٹو پاس بلا لیا۔ ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دیکر صلح کی جس پر صحابہ کو ضرورت سے زیادہ ملال ہوا اور منافقین منلو بارہ صلح سمجھ کر اقلیس بجانے لگے اس میں یہی حکمت مضمر تھی رسول خدا پر آپ کی روحانی قوت نے منکشف کر دیا تھا کہ کفار قریش جو شراط صلح پیش کر رہے ہیں وہ آئندہ خود انہیں کے حق میں وبال مصیبت ہو جائیں گے اور ویسا ہی ہوا۔

فتح قریب سے یا تو یہی صلح حدیبیہ مراد ہے جو واقعی فتح باطنی تھی یا وہ فتح مراد ہو کہ حدیبیہ میں جب گفت و شنید صلح کی ہونے لگی تو ابھی صلح کا معاملہ درپیش تھا کہ

کفار قریش کے شرابی آدمی مسلمانوں پر چھاپ مارنے کے ارادہ سے جل تنہیم کی راہ اُتر آئے۔ مسلمان تو اکوٹے ہوئے بیٹھے تھے ان سب کو گرفتار کر لیا یہ بھی ایک قسم کی فتح ہی تھی جو اس آیت میں مراد ہے لیکن پیغمبر خدا نے اپنی خستہ مہربانی سے ان سارے قیدیوں کو رہا کر دیا۔

یہ قبیۃ الرضوان کا مکمل واقعہ تھا جو پیشینگوئی کے ضمن میں بیان کیا گیا اسل پیشینگوئی یہ ہے کہ جن مسلمانوں نے حدیبیہ کو دن صحت کر نیچے رسول اللہ صلعم کے ساتھ پر بیعت کی وہ ب کے ب مرتے دم تک اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں گے۔ پیشینگوئی پہلی آیت کے جملہ عَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِينَةَ سے نکلتی ہے یعنی اللہ نے ان کے دلی عقیدت کو جان لیا کہ وہ اسلام میں سچے ہیں۔ ایمان سے پھرنے والے نہیں ہیں اور ان سے راضی ہو گیا اور ان کو اطمینان بخشا۔ دوسری آیت کے الفاظ وَاللّٰزِمُ لَهُمْ كَلِمَةُ التَّقْوٰی - نے اس امر کی صاف طور پر راحت کر دی یعنی اللہ نے ان مسلمانوں کو برہنہ کاری کی بات پر جائے رکھا یہ پیشینگوئی پوری ہوئی کہ ان جو وہ سول نفوس ملہ رہیں سے کوئی فرد اسلام کی سرحد سے باہر نہیں ہوا نہ مرتے دم تک کسی کا قدم اس راہ سے ذرا ہچلا۔

پیشینگوئی

(۶۳)

نصیر کی فتح

اور اسی مذکورہ بالا آیت کا ٹکڑا ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ
إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ
الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي
قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ
عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا
قَرِيبًا وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً
يَأْخُذُونَ وَكَانَ اللَّهُ
عَزِيزًا حَكِيمًا

۱) کوئی غمخوار! جب مسلمان (لیکر) کے
درخت کے تلے تھامے ہاتھ پرست
کر رہے تھے خدا (دیہ دیکھ کر) ان
مسلمانوں سے خوش ہوا اور اس نے
ان کی دلی حقیقت کو جان لیا اور انکو
اطمینان (قلب) عنایت کیا اور (اسکے)
بدلہ میں ان کو سرت ایک فتح دیدی
اور (اس فتح کے علاوہ) بہت سی غنیمتیں
جن کو یہ لوگ (آئندہ) لینگے اور اللہ بڑا
حکمت والا ہے۔

ف

شہ جبری میں حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا جس میں بیعتہ الرضوان ہوئی۔ بیعتہ الرضوان
دلوں کی اس جانبازی سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا اور یہ سمجھ کر کہ وہ دین اسلام سے
پھرنے والے نہیں ہیں ان پر سکینت نازل فرمائی اور کفار پر کامیاب کیا پھر اسی
جانبازی کے صلہ میں ان کو یہ خوشخبری دی کہ وہ عنقریب بہت سی غنیمتوں پر قابض
ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جنگ حدیبیہ کے بعد ہی خیبر کی چڑھائی میں مسلمانوں کو
فتح عظیم اور غنیمت کثیر ملی۔

شہ جبری میں حدیبیہ ہوئی ذی الحجہ کے ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مدینہ منورہ آئے اور شہ جبری جادی الاول کے ہجرت میں بہادران اسلام کا لشکر
لیکر خیبر کی طرف روانہ ہوئے آپ کے ہمراہ ایک ہزار چار سو پیادے تھے دو ہزار تھے۔

خیبر والے مسلمانوں کی آمد سنکر بہت خوف زدہ ہو گئے اور قلعہ میں چھپ کر بیٹھ رہے۔ مسلمانوں نے پہنچ کر محاصرہ کیا آخر یہ خیبر نے تنگ آکر لڑائی پر بہت کی اور مسلمانوں نے ایک کے بعد ایک قلعہ پر قلعہ فتح کرنا شروع کئے اور سب کے آخر میں حضرت علیؓ کے ہاتھ پر خود خیبر کا بہترین قلعہ فتح ہوا۔ یہودیوں کو شکست فاش ہوئی اور اسلامی لشکر قلعہ میں داخل ہو گیا۔

ان فتحوں میں مسلمانوں کو امید سے زیادہ غنیمت ہاتھ آئی۔ قبیلہ بنی نضیر اور قبیلہ ابی الحقیق کا بیش بہا خزانہ جس میں مشک، سونا، موتی اور جو اہر ات بکثرت تھے سب ان کے قبضہ میں آیا۔ اور خدا کی پیشینگوئی پوری ہوئی۔

آیت میں فتح خیبر کا نام نہیں ہے بلکہ صرف اس بات کی پیشینگوئی کی گئی کہ اس فتح قریب کے بعد مسلمان عفریب بہت سی غنیمتوں پر قابض ہوں گے اور چونکہ حدیبیہ کے بعد پہلی لڑائی خیبر ہی کی ہوئی جس میں کثرت سے مال و غنیمت ہاتھ لگا اس لیے عاف طور پر ثابت ہو گیا کہ یہ پیشینگوئی خیبر ہی کی فتح و غنیمت کی ہو

پیشینگوئی

(۶۴)

مکہ کی فتح

یہ پیشینگوئی قرآن مجید میں پانچ مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ
وَأَبْنَاؤُكُمْ وَاحِوَاؤُكُمْ
وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ
وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا
وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا
وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا
أَحِبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ
وِرَسُولِهِ وَجِهَادٍ
فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا
بِحَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ
وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الْفَاسِقِينَ۔

(اے پیغمبر! مسلمانوں کو) سمجھا دو کہ اگر تمہارے باپ
اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری
بیبیاں اور تمہارے کنبہ دار اور مال جو تم نے
کما ہے ہیں اور سوداگری جس کا مند اپڑ جانے کا
تم کو اندیشہ ہو اور مکانات جن میں رہنے کو تمہارا
جی چاہتا ہے (اگر یہ چیزیں) اللہ اور اُس کے
رسول اور اللہ کے رستہ میں جہاد کرنے سے تم کو
زیادہ عزیز ہوں تو (ذرا) صبر کرو یہاں تک کہ جو
کچھ خدا کو کرنا ہے (وہ تمہارے سامنے) لا موجود
کرے اور اللہ اُن لوگوں کو جو اُس کے حکم
سے سرتابی کریں ہدایت نہیں دیا کرتا۔

ف

یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”صبر کرو یہاں تک کہ خدا کو جو کچھ کرنا ہے وہ
لا موجود کرے“ اس سے بعض لوگ قتال کا حکم اور بعض لوگ فتح مکہ کی پیشینگوئی
مراد لیتے ہیں اگرچہ بعدو الاجملہ واللہ لا یھدئ القوم الفاسقین۔ یہی چاہتا ہے
کہ اس سے فتح مکہ مراد ہو لیکن یہ مراد اس لئے مستبعد ہے کہ روایات یہی آیت
مذکورہ کا بعد فتح مکہ کے نازل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اس آیت میں شروع شروع کے مسلمانوں کے حق میں بڑی سختی ہے
ایک حساب سے ان کو بالکل علیل و نیا کے ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن

جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت دن بعد واقع ہوئی اب تیسری صورت فتح مکہ کی باقی رہ جاتی ہے اور ہماری دانت میں اسی کی پیشینگوئی لگی ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مہاجرین رضی اللہ عنہم اپنے وطن مکہ میں پہنچنا چاہتے تھے اور ان کے دل سے لگی تھی کہ کب مکہ فتح ہوا اور ہم اپنے عزیز وطن اور گھر کی صورت دیکھیں۔

اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ مکہ کی فتح ہوتے ہی تمام قریش مسلمانوں سے مغلوب و مقہور ہو گئے۔ ہر طرف امن و امان ہو گیا اور مسلمان راحت امن کی زندگی بسر کرنے لگے۔

عرض نصر من اللہ و فتح قریب کی پیشینگوئی ہر طرح فتح مکہ ہی پر منطبق ہوتی ہے جس میں قریش مغلوب ہوئے اور جس کو مسلمان دل سے چاہتے تھے اور جو نزول آیت کے قریب میں واقع ہوئی۔

تیسری آیت سورۃ الفتح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ
الْوَيْلُ لِلَّذِينَ كَانُوا
يُكْفَرُونَ
لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ
الْوَيْلُ لِلَّذِينَ كَانُوا
يُكْفَرُونَ
لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ
الْوَيْلُ لِلَّذِينَ كَانُوا
يُكْفَرُونَ

بے شک اللہ نے اپنے رسول کو واقعی سچا ہی خواب دکھایا تھا کہ انکار اللہ تم (مسلمان) مسجد حرام میں بے خوف و خطر باطمینان (تمام) داخل ہو گے (وہاں جا کر) تم (کچھ تو) اپنا سر منڈواو گے اور (کچھ فقط) بال ہی کتراؤ گے عرض جس بات کی تم کو خبر نہ تھی خدا کو (پہلے سے) معلوم تھی پھر اس خواب کی ایک تعبیر یہ بھی ہوئی کہ فتح مکہ سے پہلے ایک فتح حدیبیہ یا خیبر کی، سر دست کرا دی۔

ف

اور اس تاخیر میں مصلحت یہ تھی کہ بہت سے لوگ مکہ میں درپردہ مسلمان تھے مگر ضعف و خوف کی وجہ سے مشرکوں میں ملے جلے رہتے تھے اگر صلح نہ ہوتی تو یہ مظلوم بیچارے خواہ مخواہ کورندوں میں آجاتے تم مسلمان اس حکمت سے واقف نہ تھے مگر خدا تو واقف تھا! پھر بھی تمہیں خوش کرنے اور تم مسلمانوں کے قلوب سے رنج و غم دور کرنے کے لئے قضائے عمر سے پہلے ایک فتح عنقریب دے چکا کہ تم نے خیبر پر چڑھائی کی اور اُسکو فتح بھی کر لیا۔

اب وہ وقت بھی قریب ہے کہ تم لوگ مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے اور طواف کعبہ کے بعد کچھ لوگ سرمنڈواؤ گے۔ کچھ لوگ بال کتراؤ گے اور یہ سب کچھ نہایت اطمینان اور بلا کسی خوف خطر کے ہوگا۔

آخر یہ پیشینگوئی پوری ہوئی اور شدہ ہجری میں مسلمانوں نے دھوم دھام کے ساتھ مکہ کو فتح کر لیا منافقین ہنستے اور پیغمبرِ حق کے سچے خواب اور قرآن کی پیشینگوئی پر مضحکہ اڑاتے ہی رہ گئے اور مسلمانوں نے مکہ کو فتح کر کے مشرکین و منافقین کو ذلیل و خوار کیا۔

جو بھی آیت سورۃ الحج میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

<p>رَبِّمَا يُؤَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ذُرْهُمْ يَا كُفَرَاءُ وَتَمَتَّعُوا بِمِلْحَمِهِمْ أَلَا مَلُوسُونَ يَعْلَمُونَ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرِينَةٍ</p>	<p>(ایک دن ہوگا کہ) کافر بہتر سے ہی اربان کریں گے کہ (اے) کاش وہ بھی مسلمان ہوتے تو (اے) پیغمبر! ان کو (ان ہی کے حال پر) رہنے دو کہ وہ کھائیں (بیں) اور (دنیا کے چند روزہ) فائدہ اٹھائیں اور تو قعات (یجا) ان کو غافل کئے ہیں</p>
---	---

الَا وَلَكَا كِتَابٌ
مَعْلُومٌ مَا سَبَقُ مِنْ
أُمَّةٍ أَجْلُهَا وَمَا
يَسْتَخِرُونَ -

پھر آخراں کو قریب میں معلوم ہو جائے گا اور ہم نے
کوئی بستی غارت نہیں کی مگر اُس کے لئے ایک
میعاد مقرر (پہلے سے) لکھی ہوئی تھی کوئی اُمت نہ
اپنے وقت سے آگے بڑھ سکتی نہ پیچھے رہ سکتی۔

ف

فتح مکہ کی تفصیلی حالات ہم اس کے بعد لکھیں گے کہ مکہ کیونکر فتح ہوا اس سے
صاف طور پر معلوم ہو گا کہ واقعی فتح مکہ کے دن کفار مکہ کو اپنی شرارتوں پر کیسی
ندامت و پشیمانی ہوئی۔ کہ آخر یا تو چارہ کار نہ پا کر یا حقانیت اسلام سے متاثر
ہو کر سب نے پیغمبر کے سامنے ہر تسلیم و طاعت ختم کر دیا۔

پانچویں آیت سورۃ البلد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا أَقْسِمُ بِحَذَا
الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ
بِالْبَلَدِ -

اے پیغمبر! ہم اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتے
ہیں اور حال یہ ہے کہ تم اس شہر میں لینے والے
(اور اس کو) فتح کرنے والے ہو۔

ف

یہ سورۃ مکی ہے جو ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں نازل ہوئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اس آیت کا ترجمہ ان الفاظ
میں کیا ہے کہ ”قسم بخبرم بایں شہر یعنی مکہ مبارکہ کہ تو حلال خواہی شد۔ بایں
شہر یعنی ترا قتال بمکہ حلال خواہد شد،“ ۱۲

زمانہ قیام مکہ میں پیغمبر اسلام اور اہل اسلام کی جو کچھ حالت و ضوکت تھی وہ
تایخ کی سیر کرنے والوں کو خوب معلوم ہے اور ناظرین اس کتاب کے صفحات میں بھی

بار بار پڑھ چکے ہیں اور پڑھیں گے پس اس نابرداشتنی زبردستی اعداء اور اپنی کم زوری کی حالت میں یہ پیشینگوئی کرنی کہ پیغمبر باوجود ایسی کمزوری کے قوت پکڑیں گے مکہ میں نہ صرف بسیں گے بلکہ وہاں آکر اپنے دشمنوں سے قتال کریں گے اور اسکو فتح کر کے رہیں گے اور اس زبردست پیشینگوئی کا صرف بحرف پورا ہونا قرآن کے منجانب اللہ ہونے کی کافی دلیل ہے۔

مکہ کی فتح ہوا



صلح حدیبیہ کا مفصل واقعہ ہم گذشتہ صفحات میں کسی مقام پر لکھ چکے ہیں اس صلحنامہ کے شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ کوئی ایک فریق دوسرے فریق کے حلیف و طرفدار سے تعرض نہ کرے اور ہر شخص کو اختیار ہے کہ چاہے قریش کا حلیف ہو یا مسلمانوں کا طرفدار بنے چنانچہ بنو بکر قریش کے حلیف بنے اور بنو خزاعہ نے رسول خدا کا دامن پکڑا اسوقت تک بنو خزاعہ بھی مسلمان نہیں ہوئے تھے ان دونوں قبائل (بنو بکر اور بنو خزاعہ) میں پشتینی عداوت چلی آتی تھی جو اس صلحنامہ کے بعد اور زیادہ ترقی کر گئی۔

آخر ان دونوں میں کچھ تکرار ہوئی تاکہ اس سے جنگ کی نوبت پہنچی تو بکر نے

زیادتی کی اور خزامہ سے جنگ کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پہلے قبیلہ بنی مدلج سے مدد چاہی مگر انھوں نے مدد دینے سے انکار کیا تو مسلمانوں کے پرانے دشمن قریش سے طالب مدد ہوئے قریش نے عہد و پیمان کا کچھ پاس نہ کیا اور چہروں پر نقاب ڈال ڈال کر (تا پہچان نہ پڑیں) بنو بکر کے ساتھ ہو گئے رات کی وقت غفلت میں بنو خزامہ پر شجون مارا۔ دونوں میں جنگ عظیم برپا ہوئی یہاں تک کہ قریش اڑتے ہوئے حرم کے اندر گھس گئے اور بنو خزامہ کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔

عمرو بن سالم خزاعی فریاد کرتا ہوا مکہ سے مدینہ پہنچا اور دربار رسالت میں حاضر ہو کر بنو بکر کے غدر اور قریش کی دغا بازی کا سارا ماجرا کھسکیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھانگڑا واقعہ سننے ہی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے مجمع عام میں تشریف لائے کہ خدا میری مدد نہ کرے اگر میں تم (بنو خزامہ) کی مدد نہ کروں۔ پھر تو تمام مدینہ میں خبر پھیل گئی کہ قریش نے یوسفانی کر کے صلح توڑ دی۔

ادھر قریش کو اپنی اس حرکت خد پر پشیمانی ہوئی کہ اب اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا اور مسلمان ضرور ہماری تمام دلازار حرکتوں کا ہسم سے بدلہ لیں گے۔

قریش کو سوا اس کے کوئی تدبیر نہ سوجھی کہ انھوں نے عذر خواہی کرنے کے لئے ابوسفیان بن حرب کو پیغمبر خدا کی خدمت میں روانہ کیا اس نے بہت کچھ عذرات نامستقل پیش کئے مگر رسول خدا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ ناامید ہو کر مکہ معظمہ کو واپس چلا آیا اور قریش کے دل لرز گئے۔ دیکھئے اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔

جس روز عمر بن سالم نے رسول خدا سے بنو بکر و قریش کی مکاری و ظلم کی خبر دی تھی آپ نے اسی روز مسلمانوں کی سفر کی تیاری اور جنگ کے سامان کا فرمان دیدیا۔ آخر بارہ یا سولہ رمضان ثمرلیف کو دس ہزار یا بارہ ہزار جانبا رہبادرا اسلام کا لشکر لیکر خدا کا پیغمبر مدینہ سے باہر نکلا۔ ان میں سے سات سو مہاجرین تھے جن کے پاس تین سو گھوڑے تھے چار ہزار انصار تھے جن کے پاس پانچ سو گھوڑے تھے اور باقی مختلف قبائل اسلام غفار، جھنیہ، اشجعیہ، اور سلیم، وغیرہ کے لوگ مع ساز و سامان تھے جب لشکر اسلام حنفہ یا ذوالحلیفہ میں پہنچا تو بہت سے اہل مکہ ہجرت کی غرض سے روانہ مدینہ ہونے لگے چنانچہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اسی مقام پر رسول خدا سے آئے۔ آپ اپنے محترم چچا سے ملکر بہت خوش ہوئے اور ان سے فرمایا کہ آپ اپنے اہل عیال اور مال و متاع کو مدینہ روانہ کر دیجئے اور خود میرے ساتھ چلئے۔

مکہ ان یا فاطمہ مکہ معظمہ سے چار فرسخ کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جب یہاں لشکر اسلام نے پہنچکر منزل کی تو قریش اور منافقین اہل مکہ بہت ہراسان ہوئے۔ سب نے اتفاق کر کے ابوسفیان بن حرب کو دوبارہ رسول خدا کی خدمت میں طلب امان کے لئے روانہ کیا۔

لشکر اسلام کے پاس پہنچکر اتفاقاً ابوسفیان سے جناب عباس بن عبدالمطلبؓ دو چار ہوئے، ابوسفیان کی منت سماجت پر آپ کو رحم آگیا۔ اور اس کو ساتھ لیکر چلے کہ رسول اللہ صلم سے اس کے لئے آمان لیں راہ میں حضرت فاروق عظیمؓ ملے۔ وہ ابوسفیان کو دیکھتے ہی تلوار لیکر چھپے مگر عباسؓ ابوسفیان کو لئے ہوئے جلد جلد خدمت رسول میں حاضر ہو گئے اور رسول خدا نے اپنے چچا کی سفارش منظور فرما کر ابوسفیان کو امان دی۔ دوسرے روز جناب عباسؓ ابوسفیان کو

لیکر رسول اللہ کی خدمت میں آئے آپ نے ابوسفیان سے فرمایا "افسوس ہے کہ تمہیں اب تک نہ معلوم ہوا کہ اللہ واحد کے سوا کوئی معبود لائق پرستش نہیں ہے ابوسفیان نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں، یہ کیسا لطف اخلاقی ہے کہ باوصف میری ان دل آزاریوں کے آپ اتنا کچھ احسان و کرم کرتے ہیں اب مجھ کو یقین ہو گیا کہ آپ کا خدا ہی لائق پرستش ہے، اس ذات واحد کے سوا کوئی معبود نہیں، اگر ہمارے معبود واقعی معبود ہوتے تو آج ہم اتنے ذلیل نہ ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا اب بھی میرے رسول خدا ہونے میں تم کو شبہ ہے۔ ابوسفیان چپ ہو گیا دیکھو کہ ہنوز وہ اس بارہ میں متردد تھا) حضرت عباسؓ نے فرمایا اے ابوسفیان، وقت ضائع نہ کرو، جلد کلمہ توحید پڑھ کر اسلام کا دامن بکڑو، ورنہ عمر بن الخطابؓ آرہے ہیں، آتے ہی تمہاری گردن ناپیں گے اغرض ابوسفیان مسلمان ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب ابوسفیان کے گھر میں جو آئے اُسکو بھی امان ہے حضرت عباسؓ نے پیغمبر کے حکم سے ابوسفیان کو ایسے مقام پر لاکھڑا کیا کہ وہ تمام شکر اسلام اور اس کے جاہ و چشم ٹو دیکھ سکے چنانچہ ایک ایک کر کے تمام شکر ابوسفیان کے سامنے سے گذرا اس نے اسلام کی شوکت و شوکت سے مرعوب ہو کر حضرت عباسؓ سے کہا کہ واقعی تمہارے بھتیجے کی قوت و شوکت خوب قائم ہو گئی ہے عباسؓ نے کہا اے کجبت! یہ رسالت و نبوت ہے ملک سلطنت نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا ان اسلام کے لشکر کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ داخل ہونے کی بوقت لشکریوں میں عام منادی کرادی کہ کسی مشرک و کفار کو قتل نہ کیا جائے ورنہ اس سے سخت باز پرس ہوگی اہل مکہ کو اپنی جان کے لئے بڑے خچے چھینے کو جبکہ ملتے تھے مگر پیغمبر خداؐ اور ان کے ساتھیوں کا خلق و کرم

دیکھو کہ کسی نے کسی سے تعرض نہ کیا نہایت امن و امان سے داخل شہر ہوئے اور
 سب کو امن و امان میں رہنے دیا۔ دنیا میں کوئی فاتح فتح کر کے اس طرح مفتوح
 شہر میں داخل نہیں ہوا۔ مگر کے چند اوباش و سفار، خالد بن ولید کے داخل مکہ
 ہوتے وقت سدا رہ ہوئے اور جدال و قتال کرنے لگے خالد اور ان کے
 ساتھیوں نے اپنے کو محفوظ کرنے کے لئے مقابلہ کیا آخر اٹھائیس آدمی ان
 گمراہوں میں سے قتل ہوئے۔ دو مسلمان شہید ہوئے اور اشرار بھاگ نکلے
 ان میں سے بعض پہاڑوں پر جا چھپے۔ بہت سے جنگلوں میں جا کر پوشیدہ ہو گئے۔
 بعض خانہ بدوش ہو کر نکل گئے۔ اور بہت سے منہ چھپا چھپا کر گھروں کے کونوں
 میں دبک بیٹھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف لائے مسلمانوں کے ساتھ
 اکعبہ کا طواف کیا اکعبہ کے گرد یا اندر جتنے (تین سو ساٹھ) بت تھے سب کو توڑ پھوٹ
 کر باہر پھینکوا دیا۔

اس کے بعد قریش اور اکابر مکہ آپ کی خدمت میں عذر کرتے ہوئے حاضر
 ہوئے اور آپ نے نہایت دریا دلی اور کشادہ پیشانی سے ان سب کے قصور
 معاف فرما دیئے۔ آپ کے اس غیر معمولی اخلاق و رحم سے متاثر ہو کر ایک
 جرم غفیر نے صدق دل سے اسلام قبول کر لیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف
 گیارہ مردوں اور چھ عورتوں کا خون بدر کر دیا تھا کہ یہ موزی جہاں اور جس حال میں
 ملیں قتل کر دیئے جائیں۔ ان کو انان نہیں ہے۔

ان باغیوں میں سے خطل عین رواسے اکعبہ پر کھائے ہوئے حالت میں
 قتل کیا گیا۔ حورث بن نقید کو حضرت علیؑ نے مکہ میں داخل ہونے کی وقت عدم
 کی طرف روانہ کیا۔ مقیس بن جابیہ اور عارث بن طلاطلہ کو مختلف لوگوں نے بدعاشی

دینواری کی حالت میں قتل کر دیا۔ بقیہ سات مجرم عبداللہ بن ابی السرح، عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ، ہبار بن الاسود، کتب بن زبیر دی۔ عبداللہ بن الزبیری اور وحشی قاتل حمزہؓ مسلمان ہوئے اور ان کو امان دی گئی چنانچہ عکرمہ اور وحشی کو خود اپنی امان کی خبر سکر نہایت درجہ تعجب ہوا کہ مجھ جیسے موذی کو بھی پیغمبر اسلام نے امان دی ا۔ حالانکہ میرے قصور قابل معافی نہ تھے۔ رسول کے یہی اوصاف تھے جنہوں نے مخالفوں کو اسلام کے قدموں پر جھکا دیا چھ عورتوں میں سے ارب (جو غفل کی آزاد لونڈی تھی) اور ام سعد دو عورتیں قتل ہوئیں اور بقیہ چار قریبہ قرستا، منقیہ، ہذرت عتبہ زوجہ ابوسفیان اور سارہ کو امان ملی اور ان کے قصور معاف کر دئے گئے اور یہ سب مسلمان بھی ہو گئیں

پیشنگونی

(۶۵)

اللہ مسلمانوں سے بہت سی نعمتوں کا وعدہ کر چکا ہے

جیسا کہ سورۃ الفتح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 وَكَذَلِكَ اللَّهُ مَخْنَانَهُ | (مسلمانوں) اللہ تم سے بہت سی نعمتوں کا
 كَثِيرٌ تَأْخُذُ وَهْمًا | وعدہ فرما چکا ہے کہ تم ان پر قابض ہو گے

فَعَجَلَ لَكُمْ هَذِهِ وَكَلَّمَ
أَكِيدَ إِلَى النَّاسِ عَنْكُمْ
وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ
وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا
مُّسْتَقِيمًا -

تو یہ (غیب کی غنیمت یا حدیبیہ کی فتح) تم کو سزا
دلوادی اور (صلح حدیبیہ کی وجہ سے دشمنوں
کے دستِ تقدیری کو تم سے روکا اور یہ بھی
مقصود تھا کہ یہ واقعات تم مسلمانوں کے
لئے دلیل ہوں اور یہ کہ خدا تم کو سیدھے
رستہ پر لے چلے۔

ف

یہ بہت جرح اور زبردست پیشینگوئی ہے جو حرفِ بحرف پوری ہو کر رہی۔ روم
ایران۔ شام وغیرہ کے فتوحات میں جلد رکشرت سے غنیمتیں مسلمانوں کے ہاتھ
آئیں اس کا حساب نہیں بتایا جاسکتا۔ وہی عرب مسلمان جو کبھی انہما درجہ کے مفلس و
تہیدست تھے، چند سال کے اندر سونے چاندی اور جواہرات سے مالا مال ہو گئے۔
اگر ضمیمہ مخاطب کا لحاظ کر کے اس آیت کو صحابہ ہی کیا تھے مخصوص کیا جائے تو
خدا کا وعدہ روم و فارس کی لڑائیوں میں پورا ہو گیا۔ اور اس آیت میں غزوات
و فتوحات روم و فارس کی پیشینگوئی بھی نکلی جو خلفائے راشدین کے مبارک
عہدوں میں واقع ہوئیں۔ اور اگر وعدہ کہہ کا خطاب عام مسلمانوں سے لیا جائے
جیسا کہ لتکون آية للمؤمنین۔ میں صراحت کر دی گئی ہے تو پیشینگوئی بہت
عام ہو جاتی ہے اور قیامت تک جتنی غنیمتیں مسلمانوں کو ملتی ہیں گی سب اس
بشارت کے تحت میں ہیں۔

بہر حال ان بہت سی غنیمتوں کا وعدہ خواہ فقط صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیا تھے
مخصوص ہو یا تمام مسلمانوں سے ہو۔ دونوں صورتوں میں پورا ہوا۔ حکم پورا ہوتے
تمام دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور انشاء اللہ آئندہ دیکھیں گے۔

وَحَدَّ كُمْ اللَّهُ مَعَانِهِ كَثِيرٌ كَاتِبٌ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مسلمانوں کو جو غیر یا حدیبیہ وغیرہ کی زبردست فتح دی اور وہاں کی بیشمار غنیمتیں بلا شقت ملیں تو یہ ان کی تمام جاں نثاریوں اور مصائب کی برداشتوں کا پورا صلہ نہیں ہے بلکہ یہ ان فتوحات و غنائم کا ابتدائی مقدمہ ہے جو اب سے قیامت تک اُن کے ہاتھ آتی رہیں گی۔

جب سعد و قاص رضی اللہ عنہ نے مدائن کو جو سلطنت فارس کا صدر مقام تھا، فتح کر لیا تو دوتین دن کے بعد حکم دیا کہ ایوانات شاہی کا خزانہ اور تاورات لاکر ایک جگہ جمع کئے جائیں کیانی سلسلے سے لیکر نوشیروان کے خدمت کی ہزاروں یادگار چیزیں تھیں۔ خاقان چین۔ راجہ داسر۔ قیصر روم۔ نمان بن منذر۔ سیاوش۔ بہرام چوہین کی زبیں اور تلواریں تھیں۔ کسریٰ۔ ہرمز اور قباد کے خنجر تھے نوشیروان کا ناجزنگار اور ملبوس شاہی تھا۔ سونے کا ایک گھوڑا تھا جس پر چاندی کا زین کسا ہوا تھا اور سینے پر یاقوت اور زمرہ چڑے ہوئے تھے۔ چاندی کی ایک اونٹنی تھی جس پر سونے کی پالان تھی اور مہاریں بیش قیمت یاقوت پروائے ہوئے تھے ناقہ سوار سر سے پاؤں تک جواہر سے مرصع تھا۔

سب عجیب و غریب ایک فرش تھا جس کو ایرانی بہار کے نام سے پکارتے تھے یہ فرش اس غرض سے تیار کیا گیا تھا کہ جب بہار کا موسم نکل جاتا تھا تو اس پر بیٹھ کر شراب پیتے تھے اس رعایت سے اس میں بہار کے تمام سامان مہیا کئے تھے۔ بیچ میں سبزے کا چمن تھا چاروں طرف جدولیں تھیں۔ ہر قسم کے درخت اور درختوں کا شگوفہ اور پھول اور پھل تھے طرہ یہ کہ جو کچھ تھا زرد و جاہرات کا تھا یعنی سونے کی زمین زمرہ کا سبزہ۔ پھراج کی جدولیں۔ سونے چاندی کے درخت۔ جہیر کے پتے جواہر کے پھل تھے۔

یہ تمام سامان فوج کی عام غارتگری میں ہاتھ آیا تھا لیکن اہل فوج ایسے راستباز اور دیانت دار تھے کہ جس نے جو چیز پائی تھی بھنبہ لا کر افسر کے پاس حاضر کر دی تھی چنانچہ جب سارا سامان لایا گیا اور دور دور تک میدان جنگ کا اٹھا تو خود حضرت سعد وقاصؓ حیرت ہوئی۔ بار بار تعجب کرتے اور کہتے تھے کہ جن لوگوں نے ان نادرات کو ہاتھ نہیں لگا یا بے شبہ انتہا کے دیانت دار ہیں۔

مالِ فقیہیت مہربان قاعدہ تقسیم ہو کر پانچواں حصہ در باطلاات میں بھیجا گیا فرش اور قیم یادگار میں بھنبہ بھی گئیں کہ اہل عرب ایرانیوں کے جاہ و جلال اور اسلام کی فتح و اقبال کا تماشا دیکھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب یہ سامان پہنچے گئے تو ان کو بھی فوج کی دیانت اور استغناء پر حیرت ہوئی۔

فرش کی نسبت لوگوں کی رائے تھی کہ تقسیم نہ کیا جائے خود حضرت عمرؓ کا بھی ہوا تھا لیکن حضرت علیؓ کے اصرار سے اس بہار پر خزاں آئی اور دولت نوشیروانی کے مرقع کے پرزے اڑ گئے۔

یورپ کے موجودہ مذاق کے مطابق یہ ایک وحشیانہ حرکت تھی لیکن ہر زمانہ کا مذاق جدا ہے۔ وہ مقدس زمانہ جس میں زخارفِ دنیوی کی ذرا عزت نہ کی جاتی تھی دنیاوی یادگاروں کی کیا پروا کر سکتا تھا؟



پیشنگوئی

(۶۶)

مسلمانوں سے ایک ایسی فتح کا وعدہ جس پر قابو پانکی
نظام کوئی امید نہیں تھی (یعنی فتح روم و فارس)

جیسا کہ سورۃ الفتح کی گذشتہ آیت کے آخر کڑے میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
(مسلمانو!) اللہ تم سے بہت سی فہیمتوں کا
وعدہ کر چکا ہے کہ تم ان پر قابض ہو گے تو یہ
رضیت (تم کو مرمت و نوادی اور صلح حدیبیہ
کیوجہ سے عوب کے) دست تعدی کو تم سے روکا
اور یہ بھی مقصود تھا کہ یہ واقعات تم مسلمانوں کے
لئے دلیل ہوں اور یہ کہ خدا تم کو سید پرستہ
پرے چلے اور اس کے سوا ایک فتح اور بھی
ہونی ہے جس پر (سوقت تک) تم نے قدرت
نہیں پائی (مگر) وہ خدا کے احاطہ قدرت میں ہے
اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً
تَأْخُذُوهَا فَجَعَلَ لَكُمُ
هَذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ
عَنكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ
دَعِيْدِكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا
وَأَخْرَىٰ أَلَمْ تَقْدِرُوا
عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ
بِعَمَلِكُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا

علمائے مفسرین نے اختلاف کیا ہے کہ اُخرویٰ لِمَ تَقْدِرُ وَاَسے کوئی
فتح مرا ہے۔

حضرت عکرمہ غزوہ حنینؑ مراد لیتے ہیں مگر یہ اس لئے صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ جنگ حنین میں مسلمانوں کو پہلی مرتبہ شکست ہوئی تھی۔

(۴)

(۲)
ضحاک ابن زید اور ابن اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے کہ اُخْرٰی کَمَقْلَدِ فِرْعٰوْنِ
سے فتحِ غیر مراد ہے۔

(F)

(۳)

حضرت قتادہ کی رائے ہے کہ اُخریٰ کلمہ تقدیرِ مومنین فتحِ مکہ کی پیشینگوئی ہے

(2)

(۴۴)
عبد بن حمید نے جو میر سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں عرب کے غزوہ کے
فتح ہونے کی خوشخبری ہے۔

(4)

(۵) عطیہ کا مقولہ ہے کہ اُخروی کم تقدروا۔ میں فتح فارس کی زبردست پیشنگوئی ہے۔

(9)

(۶)
حسن، مقاتل۔ ابن ابی لیلیٰ اور یہودی روم و فارس دونوں کے فتح ہو چکی بشارت
مرا دیتے ہیں۔

(4)

(۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُمّی لم نقد روا میں ان تہام

مالک عالم کی فتح ہونے کی پیشینگوئی ہے جو قیامت تک اہل اسلام فتح کرنے رہیں گے
ان اقوال مختلفہ میں سے جو قول لو، قرآن کی پیشینگوئی بہر طور پوری ہو کر رہی مگر معنی
آیت کی تعین ضروری ہے۔

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ عہدِ پیغمبر صلعم کے مسلمانوں کو خوشخبری دیتا ہے کہ تم اتنے
ایسے ایسے ملک فتح کرو گے جن کے فتح کرنے کی اس وقت تم میں قدرت و طاقت نہیں ہے
اور وہ خدا کے احاطہ قدرت میں ہے۔

ان شاندار الفاظ پر نظر کرتے ہوئے مکہ اور خیبر اور طائف و عین کی فتح کا مراد
لینا صحیح نہیں ٹھہرنا کیونکہ مسلمان جب تک مکہ میں رہے دشمنان اسلام سے بہت نکلے
و مقہور رہے مگر مدینہ منورہ میں آکر انھوں نے اپنی قدرت اور شوکت قائم کر لی تھی
خود عہدِ نبیہ میں جو وہ سو بہادروں نے لڑنے مرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور یہ قوت روز بروز بڑھتی ہی چلی جاتی تھی تو مسلمان اگرچہ ہمنوی
کمزور تھے مگر نہ اتنے کمزور کہ خیبر و مکہ والوں سے لڑنے کے قابل نہ ہوں۔ آخر آخر میں تم
کفار عرب پر مسلمانوں کی ایسی دھاک بیٹھ گئی تھی کہ مکہ بغیر لڑے بھرے فتح ہو گیا غرض
آخر میں لقمہ تقدیر و طائف کی فتح تو مراد ہو نہیں سکتی۔ یہی بات کہ
اس پیشینگوئی میں و تمام مالک مراد ہوں جو قیامت تک تمام مسلمان فتح کرتے
رہیں گے اگرچہ بجائے خود ایک زبردست بشارت ہو مگر غیر متعین ہونے کی وجہ سے
کچھ زیادہ وقع نہیں ہے۔ ان وجوہ سے حسن، مقاتل، اور ابن ابی لیلیٰ کی رائے
بہت درست معلوم ہوتی ہے۔ کہ آخر میں لقمہ تقدیر و طائف روم و فارس کی پیشینگوئی مراد ہے
جو ناظرین تاریخ عرب سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ عرب باوجود آزد ہونے کے ہمیشہ
روم و فارس کے اثر میں رہا ہے۔ اور یہی زبردست سلطنتیں ہمیشہ عرب پر مسلط
رہیں کسریٰ، نوشیروان بادشاہ فارس کے عہد میں زیادہ تر روم عرب قابض غالب تھو۔

غلیا نوس قیصر روم کی طرف سے خالد بن جبلة عرب، شام وغیرہ کا حاکم تھا اور کسری کی طرف سے منذر بن نھان، ممالک عمان، بحرین، یمن اور حجاز وغیرہ میں داد فرما کر والی دی رہا تھا۔ اتفاقاً خالد بن جبلة اور منذر بن نھان میں کچھ اکن بن ہو گئی۔ دونوں میں جنگ کی بہت خالد نے غالب آکر منذر کے کثیر التعداد ساتھیوں کو قتل کر ڈالا اور اس کے بہت سہ مال و اسباب چھین لئے۔ نو شیروان نے یہ خبر سنا غلیا نوس کو لکھا کہ ہمارے تمہارے درمیان میں مصالحت ہے پس خالد کو بھی اس کا خیال رکھنا ضرور تھا۔ غیر جو کچھ ہوا سو ہوا اب خالد کو یہ ہدایت گر کہ منذر بن نھان کے مقتولوں کی دیت ادا کر دے اور جو کچھ مال و اسباب غصب کر لیا ہے واپس کر دے۔ اگر ایسا نہ ہو گا تو بھر ہماری تمہاری صلح ٹوٹ جائیگی۔ غلیا نوس اپنے نشہ سلطنت میں مست تھا اس نے نو شیروان کے سنجیدہ پیام کا کچھ خیال نہ کیا نتیجہ یہ ہوا کہ نو شیروان نے غضب ناک ہو کر ستر ہزار فوج بھیج کر مالک روم کا قلع فتح کرنے لگا۔ عرب میں جہاں جہاں رومی مسلط تھے طرف سے ان کو نکال باہر کیا اور پورا ملک عرب ایرانیوں کے زیر اثر ہو گیا۔ عہ

روم خصوصاً سلطنت ایران کا ایسا عرب عربوں کے قلوب پر ستولی تھا کہ ایران کے نام سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور سلطنت ایران کے کسی حکم کے ذرہ برابر خلاف کر نیکی وہ جرأت نہ کر سکتے تھے اور ظاہر ہے کہ عرب جیسے بے بضاعت ملک کو روم و ایران ایسی قاہرہ سلطنتوں سے کیا نسبت ہو سکتی تھی مگر خدا سے اسلام کی شان قدرت دیکھو کہ اس نے ایسے بے بضاعت ملک عرب سے روم و فارس کو وہ روزید دکھایا کہ ان کی ساری قوت و شوکت، اذلت و خواری سے بدل گئی اور دنیا ال کہ کسری قیصریت کا نام مٹ گیا۔

اُخْرٰی لَمْ تَقْدَسْ ؕ۔ سے پہلی روم و فارس کی فتح مراد ہے جو کبھی خود عربوں کے
روم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ہم کسی وقت ان ملکوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکیں گے فتح تو
بڑی بات ہے۔

روم و فارس کے بہت سے بلاد و مواضع حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم
رضی اللہ عنہما کے ہمد میں فتح ہوئے اور حضرت عثمانؓ کے ہمد میں ایران پوری طرح فتح ہو گیا

پیشینگوئی

(۶۷)

یہود پر مسلمانوں کی فتح اور منافقین کی ہمت

جیسا کہ سورۃ المائد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

<p>یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ دو لوگ تمہاری مخالفت میں باہم، ایک دوسرے کو دوست ہیں اور تم میں سے کوئی ان کو دوست بنائے گا تو بیشک وہ (بھی) ان ہی میں سے (ایک) ہو گا۔ کیونکہ خدا (ایسے) ظالم لوگوں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا تو دے پیغمبر! جن لوگوں کے</p>	<p>يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِمْ</p>
--	--

قَتَرَنِ الَّذِينَ فِي
 قُلُوبِهِمْ مَضًى يُسَارِعُونَ
 فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى
 أَنْ تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ
 فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ
 بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ
 فَيُضْهِجُوا عَلَى مَا اسْتَرَوْا
 فِي أَنْفُسِهِمْ تَادِمِينَ
 وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا
 أَهَلْؤُا لَهُمُ الْكَذِبُ أَقْسَمُوا
 بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ
 أَنَّهُمْ لَمَعَكُمْ
 حَبَطَتْ أَعْمَالُهُمْ
 فَاصْبِرُوا خَاسِرِينَ

دلوں میں (بے ایمانی و نفاق کا) روگ ہے
 تم انکو دیکھو گے کہ ان دیہود و نصاریٰ کے
 دوست بنائے، میں جلدی کرتے ہیں
 کہتے کیا ہیں کہ ہم کو تو اس بات کا ڈر لگ رہا
 ہے کہ کہیں ہم سی مصیبت کی بھیر میں جائیں
 سو کوئی دن جاتا ہے کہ اللہ (مسلمانوں کی،
 فتح یا کوئی داور) امر اپنی طرف سے پیش لائیگا
 تو (اسوقت یہ منافق) اُس (دبگٹائی) پر
 جو (اسلام کے غلبے اور اسکی صداقت کی
 نسبت) اپنی دلوں میں چھپاتے تھے پشیمان
 ہوں گے اور (اس سے مسلمانوں پر ان کا
 نفاق کھل جائیگا تو) مسلمان (ان کحال
 پر افسوس کر کے) آپس میں کھینکے کہ کیا یہی
 لوگ ہیں جو (ظاہر میں) بڑی روزی و سودا کی
 قسمیں کھاتے (اور ہم کو کھا کرتے) تھے
 کہ ہم تمہاری ساتھ ہیں (اور انہیں یہودی کی
 تائید میں) کو خش کرتے تھے تو ان کا سدا
 کیا (دیہڑا) اکارت ہوا، اور (سرا سر) نقصان
 میں آگئے۔

ف

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو یہودیوں نے

اس بات پر مصالحت کر لی کہ دہم مسلمانوں سے جنگ کریں گے نہ مسلمانوں کی حمایت میں ان کے دشمنوں کا مقابلہ کریں گے۔

منافقین جو ظاہر میں مسلمان بنتے تھے اور حقیقت میں اسلام و اہل اسلام کے سخت ترین دشمن تھے۔ یہود و نصاریٰ سے ملتے تھے اور یہود سے سازش رکھتے تھے اور کہتے یہ تھے کہ ہم تو فقط اس لئے یہودیوں سے ملے جھگڑ رہے ہیں کہ شاید یہ لوگ غالب آجائیں اور مسلمانوں پر صیبت آپڑے تو ہم ان کے شر سے محفوظ رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان منافقین کی سرزنش کر کے یہ پیشینگوئی فرمائی کہ تعجب نہ ہو کہ مسلمانوں کو (یہود پر) فتح دیگا یا کوئی ایسا ام پیش لاے گا جس سے یہ منافقین اپنی حرکتوں اور بدگمانیوں پر پشیمان ہوں گے اور اسوقت یہ پشیمانی ان کو نقصان سے بچا سکے گی چنانچہ یہ پیشینگوئی کھلے بند پوری ہوئی۔

جنگ بدر میں مسلمانوں نے فتح عظیم پائی تو یہود نے اعتراف کیا کہ بلا شک محمد (صلعم) وہی نبی امی ہیں جن کی بشارت توراہ تشریف میں موجود ہے۔ پھر جب جنگ احد میں مسلمانوں کو نہر میت ہوئی تو یہود بنی نضیر نے اپنے اس عہد کو توڑ ڈالا اور اُسی پُرانی عداوت پر جم گئے۔ کعب بن اشرف یہودی چالیس یہودیوں کو ساتھ لیکر مکہ معظمہ آیا ابو سفیانہ اسلام کا پُرانا دشمن چالیس مردان قریش کو لیکر کعبہ میں داخل ہوا، اور یہیں دونوں فریق میں قسمی ہوئی کہ مسلمانوں کو بیخ و بنیاں اکھڑ کر میت و نابود کر دیا جائے معاہدہ پکا ہو جائے کہ کعبہ کعبہ یہودی جس طرح چپ چاپ تادیب سے آیا تھا اسی طرح واپس گیا اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے رسول اللہ (صلعم) کو اس واقعہ کی خبر دی اور آپ کے حکم سے محمد بن مسلمہ نے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا۔

شعبہ کے روز جمعہ ہجری میں آپ نے مسجد قبا میں نماز پڑھی صحابہ کبار ابو بکر و عمر علی زبیر طلحہ سعد اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم ہمراہ رکاب تھے آپ نے میدان میں

نماز عصر ادا کی۔ ابن ام مکتوم کو مدینہ میں نایب چھوڑا۔ اور حضرت علیؑ کے ہاتھ میں علم
 ویا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو نضیر کے سروں پر جا پہنچے وہ سب کعب کی مانند ری بہو لکر۔
 مسلمانوں کے خوف سے قلعہ بند ہو گئے چھ روز یا پندرہ روز قلعہ کا محاصرہ رہا۔ لشکریاں اسلام
 نے قلعہ کے ارد گرد کے تمام دختوں کو جلا کر اور کاٹ کاٹ کر میدان صاف کر دیا
 اور قلعہ والوں سے کہا اتم گھبراؤ نہیں۔ ہلوگ بلا فح کئے یہاں سے حرکت نہیں کریں گے
 آخر مجبور ہو کر یہود نے صلح کا پیام بھیجا اور یہ طے پایا کہ سارے یہود بنی نضیر و بنی قریظہ
 جلا وطن ہو جائیں تا مسلمان ہمیشہ کے لئے ان کے شر سے محفوظ رہیں۔ طوعاً کرہاً یہودیوں
 نے اس شرط کو منظور کر لیا اور قبیلہ کا قبیلہ قلعہ سے باہر نکلا۔ سات سو اونٹوں پر سامان
 لارا۔ عورتوں نے دف اور بابے وغیرہ ہاتھوں میں لئے اور جنتہ رمال و اسباب الاوسکے
 لاوے کر مدینہ کے بازار سے ہوتے ہوئے حجاز سے باہر ہو گئے بہت سے شام میں
 جا کر بسے اور بہت سارے خیبر میں متوطن ہو گئے اور خدا کی پیشین گوئی پوری ہو گئی کہ
 مسلمانوں کو قلعہ عظیم حاصل ہوا۔ یہودی مغلوب و مقہور ہو کر مدینہ سے جلا وطن ہو کر (جس کی
 طرف آیت کے جملہ اکھبرین عیدہ ہے۔ میں صاف اشارہ ہے منافقین کی ساری
 کارستانیاں کھل گئیں۔ مسلمانوں پر ان کا نفاق ظاہر ہو گیا اور وہ دونوں طرف سے مارے
 پڑے اور ذلیل و رسوا ہوئے۔

منافق کہتے پھرتے تھے کہ ہم یہودیوں کا ساتھ صرف اس لئے دیتے ہیں کہ بیت المقدس
 مسلمانوں پر آفت آجائے تو ہم اس آفت سے محفوظ رہیں بخلاف اس کے اُلٹے یہودیوں
 پر آفت آگئی تو منافقین کا ساتھ ملکر رہ گئے اور حسرت و ندامت جو کچھ ہوئی ہوگی اس کا اندازہ
 ناظرین خود کر سکتے ہیں۔

نکست

پیغمبر خدا نے لوگوں کو دین اسلام کی تعلیم کر کے مسلمانوں کی ایک نئی جماعت

بنائی از بسکہ اسلام میں بڑے شد و مد کے ساتھ عقیدہ توحید کی تاکید و تائید تھی۔
 مسلمانوں کے مذہبی عقائد یہود و نصاریٰ اور شرکین و عکس کی سے نہیں ملتے تھے
 ہر چند رسول خدا نے ہر طرح کی دلیلوں سے قائل کیا۔ معدودے چند ایمان لائے باقی
 سارا ملک دشمنی پر مکر بستہ ہو گیا جب تک مسلمانوں کا گروہ تھوڑا اور کمزور رہا مخالفین
 نے ایذا دہی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا مسلمان اس پر بھی صبر اور درگزر کرتے رہے اور
 نرمی و ملامت سے سمجھاتے رہے مگر لاتوں کے بھوت باتوں سے کب ماننے والے تھے
 آخر اتنے میں مسلمان بھی قوت پکڑ گئے اور جواب ترکی بتر کی دینے لگے۔

غرض لڑائی ٹھن گئی اور جیسا قاعدہ ہے اسکی سلسلہ سالہا سال جاری رہا ظاہر ہوتا ہے
 کہ جب وہ گروہوں میں لڑائی ہو رہی ہو اور لڑائی بھی زبانی نہیں تیر و تلوار کی لڑائی
 یعنی ایک دوسرے کی جان کا خواہاں۔ ایسی معاملات میں ایک گروہ کے آدمی کو
 دوسرے کسی گروہ کے آدمی سے دوستی رکھنا اپنے گروہ کی تباہی کے درپے
 ہوتا ہے۔

شرع آیت میں جو یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھنے کی ممانعت کی گئی وہ اسی مصلحت
 سے اور وہ حکم اس خاص وقت اور خاص حالت کے لئے تھا۔

یہ ایک طرح کے فوجی انتظام ہیں جو ہر ملک اور ہر قوم کو کرنے پڑتے ہیں اور دنیا کے
 لڑائی جھگڑوں سے متعلق ہیں۔ رہی مذہبی دشمنی یعنی اختلاف عقائد وہ بالکل دوسری
 بات ہے جسکو دنیاوی معاملات میں دخل دینے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اٹھائیسویں
 پارہ کی سورۃ محمد میں ان باتوں کی خوب مراعت ہے (اس کو دیکھنا چاہیے)

پیشینگوئی

(۶۸)

مہاجرین کو اطمینان سے ٹھکانے بٹھایا جائیگا

(۶۹)

پھر مسلمانوں کو آخر امن کلی ہوگا

پیشینگوئی قرآن مجید میں تین مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

<p>اور جن (مہاجر مسلمانوں) پر ظلم ہوا اور ظلم ہونے کے بعد ان کو خدا کے لئے اپنی وطن چھوڑنے پر ہم ان کو ضرور ضرور دنیا میں ایسے ٹھکانے سے بٹھائینگے اور اجر آخرت درجہ انکو ملنے والا ہے وہ اس سے کہیں بڑھکر ہے اسے کاش یہ لوگ (اس بات کو) جانتے۔</p>	<p>وَالَّذِينَ هَاجَرُوا إِلَى اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنَبْؤَنَّ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَآ جَزَاءُ لِالْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔</p>
---	--

دوسری آیت سورۃ انفال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

<p>درجہ لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے رستے میں جہاد دہی، کئے اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی</p>	<p>وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آذَوْا وَنَصَرُوا</p>
--	--

اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ
حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ
وَرِزْقٌ كَرِيمٌ۔

اور دان کی (مدد کی یہی پکے مسلمان ہیں انکے لئے دگنا ہوں کی) معافی ہے اور عزت (دو آبرو) کی روزی ہے۔

تیسری آیت سورۃ النہا میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
فَاَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا
بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوا بِ
حَبْلِ خَلْقِهِ
فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ
وَفُضِّلَ عَلَيْهِمْ
اَلَيْهِ سِرًا مُّسْتَقِيمًا۔

سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور جنہوں نے اسی کا سہارا پکڑا تو اللہ (بھی) ان کو عنقریب اپنی رحمت (کے سایہ) اور فضل کی پناہ میں لے لیگا۔ اور ان کو اپنے (حضور تک) پہنچنے کا سیدھا راستہ (بھی) دکھا دیگا۔

ف

ان آیات میں تین پیشنگویاں ہیں۔
پہلی پیشنگوئی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مہاجرین کو جنہوں نے خدا کی راہ میں جلا وطنی اختیار کی اطمینان سے اچھی جگہ بٹھائیگا۔ غلبہ اسلام کی پیشنگویوں میں سے یہ ایک زبردست پیشنگوئی ہے جس کا وقوع ہو چکا یعنی جن مسلمانوں نے کفار کے ظلم سے تنگ آکر رسول خدا کے حکم سے ہجرت کی تھی۔ دنیا میں ان کا سب سے بڑا مرتبہ ہوا۔ دنیا میں ان کو برترین جگہ ملی اور آخر وہ راحت و آسائش سے بسر کرنے لگے۔

دوسری۔ پیشنگوئی پہلی سے عام ہے کہ اس عہد کے تمام سچے مسلمانوں کو آخر امن ملی ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ انہوں نے تمام جزیرہ نماے عرب کو فتح کیا بہتے کفار مسلمان ہو گئے بہت سے دارالبوار کو سد ہمارے بہت سارے مغلوب مقہور ہو کر رعیت بن گئے اور پھر کوئی ان کا ستا نیوالا باقی نہ رہا۔ عرب میں ہر طرف

مسلمانوں کا ہی طوطی بولنے لگا۔

تیسری پیشگوئی۔ ہاجرین و انصار کی نسبت ہے کہ وہ سچے مسلمان ہیں جو مرتے دم تک اسلام پر قائم رہیں گے رسول کے حکم سے جن پاک نفوس نے مکہ سے ہجرت کی وہ ہاجرین اور ان معاجرین کو جن پاک نفوس نے مدینہ میں جگہ دی اور ہر طرح ان کی امداد کی وہ انصار، سب مسلمان پر ثبات قدم رہے اور ان دونوں فزوق میں کا ایک فرد بھی دائرہ اسلام سے ایک قدم آگے نہیں نکلا۔

پیشگوئی

(۷۰)
ابوہریرہؓ کو پٹھ پکڑ کر گھسیٹنے اور وہ
ذیل موت میرگا

پہلی آیت سورۃ الحج میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي
اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا كِتَابٍ
مِّنْهُ فَإِنِّي عِطْفٌ بِهِ يُضِلُّ
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَمَّا فِي الدُّنْيَا
خُذُوا حِذْرًا فَذَلِكُمْ أَفْهَمُ
عَنْ أَبِ الْحَرِثِ۔

اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جس کو نہ تو کسی
طرح کا علم ہے اور نہ کسی طرح کی ہدایت اور نہ کوئی
کتاب جو اس کو راہ حق دکھائے (اسپر بھی) انیٹھا
ہو اللہ کے بارہ میں جھگڑتا ہو تاکہ دوسروں کو اللہ کے
رستے سے گمراہ کرے اور ایسے نابکار کی سزا دنیا میں بھی
رسوئی ہو اور قیامت کے دن بھی ہم اسکو عذاب و سزا عطا کریں گے

دوسری آیت سورۃ الملق میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكْفِي عَبْدًا
إِذَا أَضْمَرَ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ
تَحْتَى الْهُدَىٰ أَكْذَاهُ يَالْتَقُو
أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ
وَتَوَلَّىٰ أَلَمْ يَكُنْ لَهُ
بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ كَلَّا
لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا
بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ
كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ
فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ سَنَدْعُ
الزَّبَانِيَةَ كَلَّا
لَا تَطْعَمُهُ وَاسْجُدْ
وَاقْتَرِبْ

(ای پیغمبر! تم نے اس شخص (کو حال) پر نظر کی
کہ جب (ہمارا ایک) بندہ نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے
تو وہ اُس منع کرتا ہے بھلا دیکھو تو (دہی) اگر یہ
شخص خود، راہ راست پر ہے یا رگوں کی
پرہیزگاری سکھاتا ہے (جیسا کہ وہ سمجھتا ہے)
بھلا دیکھو تو (دہی) اگر (یہ شخص کلام الہی کو بھٹاتا
اور دین حق سے) روگردانی کرتا ہے (بہر حال)
کیا اس کو (اتنی بات کی) خبر نہیں کہ دونوں
صورتوں میں (خدا) اس کو حال کو دیکھ رہا ہے
وہ سن رکھے کہ اگر (اپنی کروت سے) باز نہیں
آیگا تو ہم (اس کے) پٹھے (یعنی) اُس جھوٹے
خطا کار کے پٹھے پر کرکڑی ٹینگے تو اس کو چاؤ
کر اپنے ہم نشینوں کو (دوسریلے) بلائے ساتھ
کہ ساتھ ہم جلا دہشتوں کو بلا لینگے۔ سنو جی!
ہرگز اس کا کہا نہ انا اور بے تامل سجدہ کر داور
قرب حاصل کر دو۔

ف

یہ آیتیں ابوبہل بن ہشام کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ جو اسلام کا سب سے بڑا موؤ
دشمن تھا یہ ابوبہل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا۔ مگر آپ کو نماز پڑھنے سے مانع ہوتا تھا اور
آپ کو دہم کا یا کرتا تھا کہ اگر اس نے طریقہ پر عبادت کرو گے تو گردن مڑوڑ دوں گا اور اپنے

ساتھیوں کو تمہرے چڑھالوں کا اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ پیغمبر سے ارشاد فرماتا ہے کہ وہ کبھت اپنے ساتھیوں کو تمہرے چڑھالوں کا لایگا۔ ہم ہی اس کی بری طرح خبر لیں گے اس کو ذلت کی مارا میں گے اور پٹھے پکڑ کر گھسیٹیں گے اگر اس میں قدرت ہو تو جن ساتھیوں پر اس کو بڑغہ ہو ان کو مدد کے لئے بلائے اور اس آئیوا لے عذاب کو دفع کرے۔ جب بدر کی لڑائی پیش آئی ابو جہل کے یار و مددگار کچھ کام نہ آئے اور وہ بہت بُری طرح سے مارا گیا۔

جنگ سے فایز ہونے کے بعد رسول اللہ صلعم نے فرمایا، کاش کوئی خبر لاتا کہ ابو جہل کا کیا حشر ہوا، ابن مسعود، یہ منکر کھڑے ہو گئے کہ یا رسول اللہ صلعم میں جا کر خبر لاتا ہوں اور تلاش کرتے ہوئے میدان جنگ میں پھونچے۔ دیکھا کہ مقتولوں کے ڈھیر میں ایک طرف ابو جہل بھی پڑا ہوا دم توڑ رہا ہے اس دشمن خدا کو عفو ار کے میٹوں نے مارا تھا اور جب وقت ابن مسعود پھونچے اس میں کچھ جان باقی تھی ابن مسعود نے اس کی داڑھی پکڑ کر پوچھا، کیا تو ہی ابو جہل ہے، اس نے کہا افسوس! جس شخص کو تم نے قتل کیا ہے کیا اس سے بڑے مرتبہ والا بھی کوئی ہے یا ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد ابو جہل مر گیا اور اسلام کے لشکریوں نے دوسرے مقتولوں کے ساتھ اس کی چوٹی پکڑ کر گھسیٹیں ہوئے لیجا کر ایک گڑبے میں ڈال دیا اور اس طرح قرآن کی پیشینگوئی پوری ہوئی۔



پشینگوئی

(۷۱)

ولید کی ناک پر داغ لگے گا

جیسا کہ سورۃ النجم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَلَا تُطْعَمُ فَمًّا جَلَّ فِي
يَمِينٍ هَمَّا نِزَامًا
بِمِيمٍ مَسَّاجِلَ لِّلْغَوَّاتِ
مُعْتَدٍ اَشْيَمَ عُلَّ
لُبَّكَ ذَا لِكَ نَزَمِ
اَن كَانَ ذَا مَالٍ
وَبَنِينَ اِذَا تُثْلَىٰ عَلَيْهِ
اَيَاتُكَ قَالَ اَسَاطِيرُ
اَلَا وَاَلَيْنَ سَتَمِ
عَلَى الْخُرُطُومِ -

تو داسے پیغمبر! تم کسی (ایسے نابکار) کے
کے کہے میں نہ آجانا جو بہت قسمیں کھاتا
ہے۔ آبرو باختہ ہے (لوگوں پر) آوازی
کسا کرتا ہے چغلیاں لگاتا پھرتا ہے
اچھے کاموں سے روکتا رہتا ہے۔ حد
دہنگی، سے بڑھ گیا ہے۔ بدی اکھڑی
(اور) ان (دعویٰ) کے علاوہ بداصل بھی
ہے جب ہماری آیتیں اس کو پڑھ کر
سنائی جاتی ہیں تو اس (برے) پر کمال
اور دہشت سے، بیٹے رکھتا ہے بول اٹھتا
ہے کہ یہ (تو) اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے
ہیں (اچھا تو وہ ذرا صبر کرے، ہم
عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے)

ف

یہ آیتیں ایک بڑے کافر ولید بن مغیرہ مخزومی کے حق میں نازل ہوئی ہیں کہ وہ نہایت ہی خبیث و موزی تھا اور جن باتوں کے لئے خدا نے اس پر ملامت کی ہے، آدمی کو چاہیے کہ ان سے بچتا رہے۔
خُطوم کے لفظی معنی سونڈ کے ہیں، یہاں حقارت کے لئے آدمی کے حق میں استعمال کیا گیا ہے۔

یہ آیتیں مکی ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں۔ اس میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ ولید بن مغیرہ کی پیشانی پر یاناک پر داغ لگایا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جنگ بدر میں یہ کجخت، اسلام کی مخالفت پر مسلمانوں سے قتال کرنے آیا عین جنگم کارزار میں اس کی ناک پر زخم لگا اور قرآن کی پیشگوئی پوری ہو گئی۔

پیشگوئی

(۷۲)

منافقوں کے قسمت میں ذلت ہے بعزت تو
بس اللہ اس کے رسول اور مسلمانوں کی ہے

جیسا کہ سورۃ المنافقین میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هُمْ الَّذِينَ يَقُولُونَ
لَا تُفَيْقُوا عَلَيَّ مِنْ عِنْدِ
رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى
يَنْفَضُّوا وَلِلَّهِ خَزَائِنُ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ
لَا يَفْقَهُونَ يَقُولُونَ
لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ
لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنَّا
أَلا ذَلَّ لِلَّهِ الْعِزَّةُ
وَلَهُ سُلُوبٌ وَلِيَهُمْ مَنِينَ
وَلَا كُنَّ الْمُنَافِقِينَ
لَا يَعْلَمُونَ -

یہی توہیں (منافق) جو دو لوگوں کو، بہکایا کرتے
ہیں کہ جو لوگ رسول خدا کے پاس (آکر) نہیں
ہوئے (ہیں) (اپنا پیسہ) ان پر خرچ کر دو کہ
(عاجزا کر) آخر کو (آپ ہی) تترتیر چھائیں
حالانکہ آسمانوں میں اور زمین میں جتنے خزانے
ہیں (سب) اللہ ہی کے ہیں مگر منافقوں کو
اتنی سمجھ نہیں (یہ منافق) کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ
لوٹ کر گئے تو عزت والا، ذلیل کو دیاں
سے نکال باہر کرے تو یہی حالانکہ (صلی)،
عزت اللہ کی اور اس کے رسول کی
اور مسلمانوں کی ہے۔ مگر منافقین
(اس بات سے واقف نہیں۔)

ف

یہ غزوہ بنی المصطلق کا مذکور ہے۔

سنہ ہجری میں حارث بن ابی ضرار رئیس خزاعہ نے چند قبائل عرب کو اسلام
کی مخالفت پر ابھار کر جدال و قتال پر آمادہ کیا۔ جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تک پہنچی آپ نے بریدہ بن الحصیب اسلی کو جاسوس بنا کر تحقیق حال کے لیے بھیجا
انہوں نے حارث ابی ضرار سے گھل ملکر تمام باتیں دریافت کر لیں اور واپس آکر
رسول خدا کو موبہو کہہ سنایا۔

رسول خدا صلعم نے بھی جنگ کی تیاری کی زبیر بن حارثہ کو مدینہ منورہ میں

اپنا جانشین چھوڑا ہاجرین کا علم ابو بکر صدیقؓ یا علی مرتضیٰؓ کے ہاتھ میں دیا۔ انصار کا علم سعد بن عبادؓ کے سپرد کیا۔ اور عمر فاروقؓ کو مقدمہ لشکر پر متعین فرمایا اور قتال کے لئے مدینہ سے چل کھڑے ہوئے اس لشکر میں ہاجرین کے تیس گھوڑے اور انصار کے بیس گھوڑے تھے مال و غنیمت کو لالچ سے بہت سارے منافقین بھی ہمراہ ہوئے جن کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین تھا لشکر اسلام کی آمد آنکھوں سے صلیبیوں کے قلوب پر ایسا رعب چھایا کہ اطراف و اکناف سے جس قدر لوگ لڑنے کیلئے جمع ہوئے تھے سب متفرق ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے رسول خدا صلعم نے پچھنک چاہ مزیج پر نزول اجلال فرمایا اور کفار نے بعد ترتیب لشکر میدان مقابلہ کا رخ کیا پہلے ہی حملہ میں مسلمانوں نے مشرکوں کے علم بردار کو تلوار کی نوک پر رکھ لیا۔ اور اس کے قتل ہوتے ہی دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے لشکر کفار نے شکست فاش کھائی یہرت سے گرفتار ہوئے بقیہ جان بچا کر بھاگ گئے۔ جنگ سے فارغ ہونے کے بعد ایسا ہوا کہ سنان بن و بر حلیف انصار اور ہجاء بن سعید غفاری حلیف ہاجرین کے درمیان میں جھگڑا ہو گیا ہجاء نے غصہ میں اگر سنان کے منہ پر زور سے طمانچہ مارا کہ اس کے منہ سے خون جاری ہو گیا۔ سنان عاجز آکر اپنے حلیف انصار کی دہائی دینے لگا۔ اور اس کی آواز پر ہر طرف سے انصار گرد آئے اس لمحہ کو دیکھ کر ہجاء گھبرایا، اور تو کچھ بن نہ پڑا، مضطرب ہو کر چلا آیا ہاجرین کی آواز کا دینا تھا کہ ہاجرین لپک لپک کر پاس پہنچ گئے۔ اب قریب تھا کہ ہاجرین و انصار کے درمیان میں خونریزی واقع ہو اور زمانہ جاہلیت کا جاہلانہ سماں پیش نظر ہو جائے مگر بعض دور اندیش ہاجرین کے سمجھانے سے سنان ہجاء کے قصور سے درگزر فرما اور معاملہ رفع و دفع ہو گیا۔

عبداللہ بن ابی بن سلول راس المنافقین قبیلہ انصار میں سے تھا جب اس نے

سنا کہ چچا ہ نے جو ہاجرین کا حلیف ہے سنان انصاری کے ساتھ ایسی بدسلوکی کی
 تو عبد اللہ کی رگ کھڑو نفاق حرکت میں آئی وہ تو ہمیشہ مسلمانوں میں بھوٹ ڈالنے
 کی کوشش کرتا رہتا تھا یہ ایک اچھا موقع ملا انصار اور اپنے ہم شرب لوگوں کو جمع کر کے
 کہنے لگا کہ ہاجرین کی ساری کنت و قدرت اہم انصار کی وجہ سے ہے جنہوں نے مکہ سے
 بلا کر ان کو مدینہ میں جگہ دی اور اس کا بدلہ ہم کو یہ ملتا ہے کہ اسے ہمیں کو ذلیل کیا جاتا ہے
 منافقین اپنے نزدیک مسلمانوں کو اپنے مقابلہ میں کمزور و ذلیل تو سمجھتے
 ہی تھے مگر کہنے کے اچھا، اب تو ہم لوٹ کر مدینہ پہنچے اور ان ذلیلوں (اہل اسلام
 کو نکال باہر کیا کہ یہ یہ رہیں گے اور نہ فساد ہوگا۔ عہ
 اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کی تکذیب فرمائی کہ یہ جھوٹے بیوقوف ضلالت
 کی باتیں کہتے ہیں۔ یہ خود ذلیل و خوار ہیں۔ انھیں کی قسمت میں رسوائی ہے اور
 سچی عزت تو بس اللہ کے رسول اور اہل اسلام کی ہے۔
 آخر زید بن ارقم کی وجہ سے عبد اللہ بن ابی منافق اور اس کے اتباع کا سارا راز
 فاش ہو گیا۔ قرآن نے منافقوں کو مسلمانوں سے علیحدہ کر دیا وہ دونوں فرقوں میں
 ذلیل و رسوا ہو گئے اور مسلمان ہمیشہ ترقی کے منازل کو باوصف روک ٹوک کے
 طے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ عزت و اقبال کے بالاترین مقام پر پہنچ گئے۔ جُحَّانُہ
 جَلَّتْ کِبْرِیَاؤُہُ۔



پشینگوئی

(۷۳)

محمد مصطفیٰ کی نسل میں بڑی خیر و برکت ہوگی

(۷۴)

محمد مصطفیٰ کے دشمن کا کوئی نام لیوا نہ رہیگا

جیسا کہ سورۃ الکوثر میں ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

<p>(اے پیغمبر) ہم نے تم کو بڑی خیر و برکت دی ہے تو (اس کے شکر یہ میں) اپنے پروردگار کی نماز پڑھو اور (اس کے نام کی) قربانی کرو جو تمہارا بڑا چاہے اُسی کا کوئی نام لیوا نہ رہے گا۔</p>	<p>إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ إِنَّ شَأْنَنَاكَ هُوَ أَلَّا يَبْتَرُ</p>
--	--

عرب میں ابتر اس مرد کو کہتے تھے جس کے کوئی بیٹا نہ ہو۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تین فرزندان پیدا ہوئے ابراہیم قاسم اور عبداللہ اور تینوں صغیر سنی میں انتقال کر گئے۔

چونکہ آپ کے کوئی بیٹا نہ تھا کا فرہتے تھے کہ یتیم و مذہب کے سارے
 بکیرے اس شخص کے جیتے جی کے ہیں پھر آگے کو اسکی نسل منقطع ہے تو یہ فرشتے
 بھی اس کے ساتھ ہو چکیں گے اس سورہ میں خدا نے کافروں کا جواب اور پیغمبر
 خدا کی تسلی فرمائی کہ تمہارے بیٹا نہیں ہے مگر سارے مسلمان جو روز قیامت
 ہوں گے وہ سب تمہارے ہی فرزند ہیں اور اپنے صلیبی فرزندوں سے زیادہ
 اطاعت گزار۔ جو مطلب اصلی فرزند سے حاصل ہوتا ہے وہ اس کے لوگوں سے
 باحسن وجہ حاصل ہوتا ہے۔ بیٹا نہ ہوا نہ سہی۔ تمہاری دینی نسل قیامت تک منقطع
 ہونیوالی نہیں ہے۔

آپ کے فرزندوں میں سب سے پہلے قاسم کا انتقال ہوا ان کے بعد عبداللہ
 فوت ہوئے عبداللہ کے بعد ابراہیم نے قضا کیا۔

جس وقت قاسم یا ابراہیم کا انتقال ہوا، عاص بن وائل سہمی جو آپ کا سخت
 ترین دشمن تھا، مانوش ہو کر کہنے لگا کہ محمد (صلعم) ابتر ہے اسکی نسل منقطع ہو گئی اور بس کا
 کوئی نام لیوا نہ رہیگا۔

اللہ تعالیٰ نے اس مردود کی تکذیب فرمائی کہ تم ابتر نہیں ہو بلکہ خود تمہارا دشمن
 عاص بن وائل ابتر ہے اور اس کا کوئی نام لیوا نہ رہے گا۔

جہو ر اسی طرف ہیں کہ یہ آیت عاص بن وائل کی تکذیب میں نازل ہوئی ہے
 مگر بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ابولہب کی شان میں نازل ہوئی اور بعض ابو جہل کو
 بتاتے ہیں اگرچہ صحیح بات یہی ہے کہ آیت میں عاص بن وائل کی تکذیب کی گئی
 اور اس کے حق میں قرآن کی پیشینگوئی بھی حرف بحرف پوری اتر گئی لیکن دوسرے

مذہب مختلفہ کے تسلیم کر لینے میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ ابولہب اور ابو جہل کی نسل بھی دنیا میں نہ چلی اور پہلی ہی پشت میں نسل کا خاتمہ ہو گیا۔

ابولہب لا ولد مرا۔ ابو جہل کے ایک بیٹا تھا عکرمہ جو بعد کو مسلمان ہوا۔ عکرمہ کے کوئی بیٹا نہیں ہوا۔ اور اس طرح جو بات اس نے پیغمبر خدا کی نسبت کہی تھی وہ اُسی پر الٹ پڑی۔

عَنْ عِصْرِ بْنِ شَاةٍ قَالَ سَمِعْتُ ابُولَہْبَ مَرَادَہُ یَا ابُو جَہْلَ مَرَادَہُ یَا عِصْرَ بْنَ وَاہِلَ اَہْمٰی کِی تَکْذِیْبَہُ۔ ہر حالت میں قرآن کی پیشینگوئی صحیح تر گئی بہر کیف اس سورہ میں دو پیشینگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشینگوئی

یہ فرمائی کہ سرور کائنات کی امت جن کی کثرت قیامت تک رہے گی۔ فرزندوں سے بڑھ کر آپ کی اطاعت گزار ہوگی اور آپ کی آل اطہار میں بڑی خیر و برکت ہوگی یعنی آپ کی طاہرہ بیٹی جناب فاطمہ زہرا کی نسل جن میں فوق العادہ ترقی ہوئی الفاظ ”و اعطیناک الکوفۃ“ کا یہی مفاد ہے اور اس پیشینگوئی کی صحت آج بھی یہی طور پر شاہد ہے۔

دوسری پیشینگوئی

اِس کے دشمن (ابولہب یا ابو جہل یا عاص بن وائل کا منقطع النسل ہونا جیسا کہ اوپر گذر چکا)

تحقیق

بعض مفسرین نے اس پیشینگوئی کو عاص بن وائل پر منطبق کیا ہے بعض نے ابولہب پر

اور بعض نے ابوہل پر لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس خصوصیت کیساتھ مفسرین منطبق کرنا چاہتے ہیں ان میں سے کسی پر بھی یہ پیشینگوئی منطبق نہیں ہوتی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تین ناہنجار دشمنوں میں سے کوئی ایک بھی منقطع النسل ہو کر نہیں مرا۔ بلکہ عاص بن وائل کے فرزند عمرو بن عاص اور ابوہل کے فرزند عمرو بن ابی جہل تو مشاہیر صحابہ۔ دماۃ عرب اور اسلام کے بڑے جانناز بہادروں میں شمار کئے گئے علاوہ اس کے جب خود قرآن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منقطع النسل دشمن کی تعیین نہیں کی اور شان نزول کی روایات میں تینوں دشمنان رسول کا نام لیا جاتا ہے۔ تو پھر کسی ایک کی تخصیص بے ضرورت ہے بلکہ بلا تخصیص یہ پیشینگوئی صحیح اتر جاتی ہے۔

پیشینگوئی صاف ہے۔ اللہ تعالیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ ہم نے تم کو بڑی خیر و برکت دی ہے اور تم نہیں بلکہ تمہارا دشمن ابتر یعنی منقطع النسل ہے جس کا کوئی نام لیوا نہ رہے گا۔

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل میں جو خیر و برکت ہوئی اور ہے وہ مثل بیچھا کے روشن ہے جب سے تاریخ کا پتہ چلتا ہے ایسی برکت اور کثرت آج تک نوع انسان کے کسی تنفس کی نسل میں نہیں ہوئی اولاد کی تمنا عموماً اپنی بقائے نام و نشان کی واسطے کیجاتی ہے اور اس عرض کو امت محمدیہ نے جس خوبی سے کیساتھ پورا کیا اور کر رہی ہے آج تک نہ کسی باپ کی اولاد نے کیا نہ آئندہ کبھی کر سکتی نہ کرے گی۔

بخلاف اس کے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا عبرت ناک حال دیکھو کہ وہ کیسے منقطع النسل اور واقعی کیسے ابتر ہیں پیغمبر عرب کی دشمنی کی وجہ سے اور آپ کے روشن نام کے صدقہ میں صرف ان دشمنوں کا نام تو باقی ہے جن پر قیامت تک ذلت و لعنت کی بارش رہے گی باقی نہ ان کی نسل و اولاد کا پتہ ہے نہ تسام

کرہ عالم میں کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جو اپنے کو ابو لہب یا ابو جہل یا عاص بن مالک کی اولاد میں بتائے بلکہ اگر واقعی کوئی ایک آدمی ان کی نسل میں ہوگا بھی تو انہیں کوئی نئی نسل میں بنا کر شرم کرنا ہوگا پس ابو لہب وغیرہ دشمنان رسول کا نام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہی باقی ہے ورنہ وہ تو درحقیقت منقطع النسل ہی ہیں جن کا دنیا میں کوئی نام ہی نہیں ہے۔

پیشینگوئی

(۷۵)

مجد رسول اللہ کے بعد کچھ مسلمان اسلام سے پھر جائینگے

(۷۶)

ان مردوں پر ایسے پاک مسلمان غالب ہوں گے
جو آپس میں نرم اور کفار پر سخت ہوں گے

یہ پیشینگوئی قرآن مجید میں تین مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَرْتَدِ دُ مِّنْكُمْ عَنْ	اور جو تم میں اپنے دین سے برگشتہ ہوگا اور
دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ	کفر ہی کی حالت میں مر جائے گا تو ایسے

كَافِرًا وَكَانَ لِلنَّاسِ
حَبِطَتِ اَعْمَالُهُمْ
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
وَاُولَٰئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ
هُم فِيهَا خَالِدُونَ

لوگوں کا کیا کرایا، دنیا اور آخرت (دونوں میں)
اکارت اور یہی ہیں دوزخی (اور) وہ ہمیشہ
رہیں (دو زخمی میں رہنے والے
ہیں۔

دوسری آیت سورۃ آل عمران میں ہے جہان اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُولٌ
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ
الرُّسُلُ اَفَاَنْ مَاتَ
اَوْ قُتِلَ اَلْقَلْبُ بَنَتْكُمْ
عَلٰى اَعْقَابِ اللّٰهِ وَمَنْ
يَتَّقِلْ بِعَدُوِّ عَقْبَيْهِ
فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهُ شَيْئًا

اور محمد اس سے بڑھ کر اور کیا کہ ایک رسول
ہیں اور بس ان سے پہلے (اور) بھی رسول
ہو گزرے ہیں پس اگر (محمد اپنی موت سے)
یا مار جائیں تو کیا تم اپنے اُلٹے پیروں (کفر کی
طرف) پھروٹ جاؤ گے۔ اور جو اپنے اُلٹے
پیروں (کفر کی طرف) لوٹ جائے گا۔ وہ
خدا کا تو کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا۔

ف

ان آیتوں میں صاف طور پر تو نہیں مگر کنایتہ انداز کلام سے یہ پیشینگوئی
لکھتی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کچھ مسلمان دین اسلام سے پھر جائیں گے
مگر ان کے ارتداد سے اسلام کا کچھ نقصان نہ ہوگا۔

تیسری آیت سورۃ المائدہ میں ہے جہان اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
مَنْ يَدْرُ تَدَابُّرَكُمْ عَنْ
دِينِهِ فَسَوْفَ

مسلمانو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین
اسلام سے پھر جائے تو خدا (کو اس کی کچھ
پرہیز نہیں) ایسے لوگ لایحوج ذکر لیگا

يَا أَيُّهَا اللَّهُ بِقَوْمٍ يُجَاهِدُونَ
وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةَ عَلَى
الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةَ
عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ لَا
يُخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ
ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ
مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ
وَاسِعٌ عَلِيمٌ

جن کو وہ دوست رکھتا ہوگا اور وہ اس کو
دوست رکھتے ہوں گے۔ مسلمانوں کیساتھ
نرم۔ کافروں کے ساتھ کڑے۔ اللہ کی
راہ میں اپنی جانیں لڑا دیں گے اور
کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کا کچھ
باک نہیں رکھیں گے۔ یہ دہی (خدا کا
ایک) فضل ہے جس کو چاہے وہ اللہ
اللہ کی رحمت بڑی وسیع (ہو) اور وہ
حال سے واقف ہے۔

ف

اس آیت نے پیشینگوئی کی پوری صراحت کر دی کہ آنحضرت کے بعد کچھ مسلمان دین
اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ ان پر ایسے مسلمانوں کو
مسلط کرے جو اللہ کے خاص بندے ہوں گے۔ وہ اللہ کو چاہتے ہوں گے
اللہ ان کو چاہتا ہوگا وہ مسلمانوں پر نرم ہوں گے کافروں پر سخت ہوں گے
اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑا دیں گے اور کسی ملامت کرنیوالے کی پروا
نہیں کریں گے۔

عرب کے گیارہ فرقے مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گئے تھے جن میں
تین فرقے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مرتد ہوئے
سات فرقے جناب امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد
خلافت میں دین اسلام سے منحرف ہوئے اور ایک فرقہ حضرت فاروق اعظم
رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مرتد ہوا۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

پھلا فرقہ - بنو مدلج کا ہے، ان کا رئیس، ذوالحمار اسود غنی تھا اس کا ہونے نبوت کا دعویٰ کر کے یمن کے بہت سے شہروں پر قبضہ کر لیا اور تمام بنو مدلج و عقیقہ مرتد ہو کر اس کا ساتھ دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمال کو یمن کے شہر دوس نکال یا ہر کیا تو آپ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور انہوں نے سادات یمن کو ساتھ لیکر اس جھوٹے نبی کا قلع قمع کر دیا۔

جس روز اسود غنی قتل ہوا، اسی رات کو رسول اللہ صلعم نے اس کے قتل کی خبر دی اور اس کے دوسرے روز صبح کو آپ نے انتقال فرمایا۔

دوسرا فرقہ - بنو حنیفہ کا جن کا سردار مسیاد بن ابی تھا اس کا اپنے نبی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نبوت کا دعویٰ کیا بنو حنیفہ کے لوگ مرتد ہو کر اس کے پیرو ہو گئے آخر ابو بکر صدیقؓ نے اپنے عہد خلافت میں اس پر لشکر کشی کی اور وحشی غلام جس نے راجہ جاہلیت میں حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔ اس کا قاتل ثابت ہوا۔

تیسرا فرقہ - بنو اسد کا جن کے سردار طلحہ بن خویلد نے نبوت کا دعویٰ کر کے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ رسول اللہ صلعم کے حکم سے حضرت خالدؓ نے اس کا مقابلہ کیا۔ طلحہ شکست کھا کر شام کی طرف بھاگا۔ پھر آخر میں مسلمان ہوا، اور اسلام کی حالت میں قضا کیا۔ سات فریقے جناب صدیق اکبرؓ کے زمانہ حکومت میں مرتد ہوئے۔

(۱) جو تھا **فتیر** - فزارہ کا جن کا رئیس صنیہ بن حصن تھا۔

(۲) **پانچواں فرقہ** - غطفان جن کا سردار قرۃ بن سلمیٰ قشیری تھا۔

(۳) **چھٹواں فرقہ** - بنو سلیم جن کا سردار فجارۃ بن عبدیاسیل تھا۔

(۴) **ساتواں فرقہ** - بنو تمیم جن کی سردار سجاح بنت المنذر عورت تھی قبیلہ بنی تمیم کی

اس عورت نے دعویٰ نبوت کیا پھر مسیلہ کذاب سے اس کا نکاح ہوا پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تابہ ہو کر مسلمان ہو گئی سباج تیسویں صدی میں اس کے قبیلہ کے کچھ ہی لوگ مرتد ہوئے تھے۔

(۶) نواں فرقہ۔ کندہ جس کا سردار اشعث بن قیس تھا۔

(۷) دسواں فرقہ۔ بنو بکر بن وائل جن کا سردار عظم بن زید تھا۔ بحرین کے قبائل میں یہی ایک قبیلہ مرتد ہوا تھا۔

(۸) گیارہواں فرقہ۔ قبیلہ غسان جس کا سردار جبلة بن اسہم غسانی تھا۔

جبلة بن اسہم حضرت عمرؓ کے عہد میں مسلمان ہوا تھا ایام حج میں ایک روز وہ طواف کعبہ کر رہا تھا اور چار زمین ہنگامی تھی اتفاقاً پیچھے سے کسی بدوی کا پاؤں چادر پر لپک گیا جس پر غصناک ہو کر جبلة نے بدوی کو ایک طانچہ مار دیا۔ بدوی نے دربار قاروقی میں استناثہ دار کیا حضرت عمرؓ نے دعویٰ علیہ کو طلب کیا معاملہ صاف تھا دعویٰ علیہ نے اپنے قصور کا اعتراف کیا اور حضرت قاروقی عظم نے یہ فیصلہ کیا کہ بدوی اگر قصور کو معاف نہ کر دے تو ویسا ہی ایک طانچہ جبلة کو بھی برداشت کرنا لایا بدیہ جبلة نے گھبرا کر کہا میں اس طانچہ کی عوض میں بدوی کو ہزار روپیہ دیتا ہوں۔ بدوی نے کہا میں روپیہ لینا نہیں چاہتا، قصاص چاہتا ہوں آخر جبلة بڑھتے بڑھتے دس ہزار تک آیا مگر بدوی اپنی ہی ضد پر قائم رہا۔ کہ میں طانچہ مار کر رہوں گا۔ جبلة نے خلیفہ سے عرض کیا کہ مجھ کو ہملت دی جائے تا اس بدوی کو راضی کروں۔ حضرت عمرؓ نے یہ درخواست منظور کی۔ جبلة نے دیکھا کہ بدوی تو اپنی ضد سے باز آنے کا نہیں اور قصاص کا جاری ہونا میری شان ریاست کے خلاف اور اس میں سراسر میری ہتک ہے پس اس کو سوائے اس کے کوئی چارہ کار نظر نہ آیا کہ خلیفہ کی دی ہوئی ہملت کے اندر مرتد ہو کر روم کی طرف بھاگ گیا۔

بہر حال تین فرقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مرتد ہوئے آپ کے انتقال کے بعد اہل مکہ اہل مدینہ اور اہل بحرین کے سوا عامہ اہل عرب مرتد ہو گئے ان میں بہت سے ایسے مرتد تھے جو اقرار اسلام کے ساتھ احکام قرآنی میں ترمیمات کرتے تھے مثلاً قرآن میں ایک ہینہ کا روزہ ہے انھوں نے پندرہ دن کم کر دئے زکات ہر صاحب نصاب مسلمان پر فرض کی گئی تھی اس کو بد فضول قرار دیا اسطرح اور بہت سی اصلاحیں کیں جس سے ایک فساد اور قوم و اسلام میں خطرناک شورش کی صورت پیدا ہو گئی۔

اسلام کی حفاظت ضروری تھی اور چونکہ خداوندی قانون شریعت میں رد و بدل کرنا خود ایک بہت بڑا جرم تھا اس لئے پہلے تو ان کو سمجھایا گیا اور جب باز نہ آئے تو امامِ وقت حضرت صدیق اکبر نے ان سے قتال کا حکم دیا بہت سے قتل ہوئے اور ایک مخمخغیر نے توبہ کی جب خلیفہ صدیق نے ان مرتدوں سے قتال کرنے کا فرمان نافذ کیا تو شروع شروع میں تمام صحابہ نے آپ کی رائے سے اختلاف کیا چنانچہ جناب فاروق اعظم نے سان القوم بن کر آپ سے عرض کیا اے امیر المومنین آپ ان لوگوں سے قتال کرنے کو کیونکر جائز قرار دیتے ہیں جو کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں مسلمان سے قتال و جہاد تو حرام ہے آپ نے جواب دیا کہ ایسے نالائق لوگ ہرگز مسلمان نہیں کہ جا سکتے جو احکام قرآن میں ترمیم کریں اور خدا کی قسم! جن باتوں کا حکم ہکو اللہ اور جسکے رسول نے دیا ہے اگر ایک جو برابر بھی کوئی اس میں کمی بیشی کرے گا تو میں اس سے قتال کروں گا۔

خلیفہ وقت نے بہت کچھ سمجھایا مگر صحابہ میں سے کسی ایک نے بھی آپ سے اتفاق نہ کیا یہ تنگ دیکھ کر حضرت صدیق اکبر نے اپنی اڈٹنی کی ہمار پکڑی، غلام کو ساتھ لیا اور چلتے ہوئے صحابہ سے فرمایا کہ اگر تم میرا ساتھ نہیں دیتے تو یہ لوہا میں تنہا جا کر لڑ

مرتدوں سے قتال کرتا ہوں نہ قیامت کے دن میں اپنی بریت کر سکوں۔
 خلیفہ کو اس طرح امامہ قتال پاکر صحابہ متاثر ہوئے حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کر مہار پکڑ لی
 اور خلیفہ برحق سے فرمایا کہ ہمارا اختلاف محض مشورہ کے طور پر تھا لیکن اگر آپ اس سے
 موافق نہیں ہیں تو آپ کے حکم کی تعمیل کیلئے ہم سب حاضر ہیں آپ تنہا نہیں جاسکتے۔
 اس کے بعد فوجیں تیار ہوئیں۔ مرتدوں سے قتال ہوا۔ بہتے مارے گئے
 بقیہ نے توبہ کی۔

اس معاملہ کی کمیونی کے بعد تمام صحابہ کو اپنی رائے کی غلطی کا اعتراف کرنا پڑا
 چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے توصیف طور پر فرمایا کہ ”واللہ ابوبکر کی رائے ہم تمام
 لوگوں کی رائے سے بہتر تھی اگر اس روز ابوبکر کا قدم ذرا بھی بجلیتا تو اسلام کا ہمیشہ۔
 کیلئے خاتمہ ہو جاتا۔“

اس واقعہ سے ابوبکر کے استقلال، ہمت، اصابت رائے۔ اور امامت علی
 منہاج النبوت کا پتہ ملتا ہے۔

مکمل

یہ آیت ابوبکر صدیقؓ کی حقیقت امامت پر واضح دلیل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ
 نے فرمایا کہ جو مسلمان مرتد ہوں گے اُن پر ہم ایسے لوگوں کو مسلط کریں گے جو اللہ
 کے محبوب ہوں گے اور وہ اللہ کو چاہتے ہوں گے اور اس میں کوئی شبہ نہیں
 کہ ان مرتدوں کو مغلوب و مقہور کر دینا لے ابوبکر صدیقؓ تھے پس آپ ہی اس صفت
 کے مصداق ہوئے اور ایسا ہی امام، امام برحق ہے۔

بلا شک تین فرقے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی مرتد ہوئے تھے مگر آنحضرت صلعم اس آیت میں مراد نہیں ہو سکتے۔

اولاً :- اسوجہ سے کہ آیت میں سَوَفَ یَا قِیَّ اللہؐ فرمایا گیا ہے اور سَوَفَ استقبال کیلئے آتا ہے نہ حال کیلئے تو معنی یہ ہوئے کہ کچھ مسلمان مرتد ہوں گے اور آئندہ زمانہ میں ان مرتدوں پر ایسے لوگ مسلط کئے جائیں گے جو اللہ کو چاہتے ہوں گے اور اللہ ان کو چاہتا ہوگا۔ اور یہ پیشینگوئی جو استقبال کیلئے ہے۔ رسول خدا پر منطبق نہیں ہو سکتی۔

ثانیاً :- اسوجہ سے کہ تین فرقے اگرچہ رسول اللہ کے زمانہ میں مرتد ہو گئے مگر خود رسول اللہ کو ان مرتدوں سے قتال کر نیکا اتفاق نہیں ہوا نہ آپ کے عہد میں ان کا قلع قمع ہوا بلکہ ان سب مرتدوں پر ابو بکر صدیق مسلط ہوئے۔

پھر دیکھو ان نو مسلم مرتدوں کے مغلوب کر نیوالے لوگ وہی جہا جہین و انصار تھے جو بیعت الرضوان میں شریک تھے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی کے پروانے سے ممتاز فرمایا تھا ان سب کے محبوب خدا ہونے اور خدا کے ان کے دوست ہونے میں کیا کلام ہے۔

پہلی پیشینگوئی

بہت سے دئے مسلمانوں کا مرتد ہونا۔

دوسری پیشینگوئی

مرتدوں پر ایسے لوگوں کا مسلما ہونا۔

تیسری پیشینگوئی

جو اللہ کے محبوب ہوں گے اور وہ اللہ کو چاہتے ہوں گے اس سے زیادہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے محبوب خدا ہونے کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ محض خدا کی خوشنودی اور اس کے رسول کی بات قائم رکھنے کے لئے کسی کی پروا نہ کر کے تنہا جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔

چوتھی پیشینگوئی

ان کا آپس میں نرم اور کفار پر سخت ہونا۔ اور یہ امر تاریخ و سیر سے ثابت ہے کفار سے قتال کرنا ہی اُن پر سخت ہونی کی بدیہی دلیل ہے اور آپس میں نرم ہونا اسی سے ظاہر ہے کہ باوجود ایسے سخت اختلاف رائے کے صحابہ نے گوارہ نہیں کیا کہ ابو بکر تنہا جا کر ہلاکت میں پڑیں۔

پانچویں پیشینگوئی

راہ خدا میں جہاد کرنا اور یہ محتاج صراحت نہیں۔

چھٹویں پیشینگوئی

کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہ ڈرنا چنانچہ باوجود اس کے کہ ہزاروں صحابہ میں ایک متشفس بھی ابو بکر کا موافق نہ تھا آپ نے کسی کی پروا کی نہ ملامت کا خوف کیا بلکہ راہ خدا میں اکیلے چل کھڑے ہوئے۔

پیشینگوئی

(۷۷)

ابولہب خود ہلاک ہوگا

(۷۸)

ابولہب کا مال (وقت) پر اس کے کچھ کام نہ آئیگا

جیسا کہ سورۃ الہلب میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

جیسے ابولہب نے پیغمبر کو مارا اور اسے اُلٹا دیا
دونوں ہاتھ توٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا نہ تو
اس کا مال ہی کچھ اس کے کام آیا اور نہ اس کی
کمائی۔

تَبَّتْ يَدَا أَبِي
لَهَبٍ وَتَبَّ
مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ
وَمَا كَسَبَ

آیت میں دو پیشینگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشینگوئی

جب آیت اَنْذِرْ غَيْرَكَ اَلَا قَرِيْبَيْنِ۔ نازل ہوئی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ صفا پرغیبت لے گئے۔ اور اوپر چڑھ کر بلند آواز سے پکارنے لگے یا بنی فہر یا بنی عدوی یہاں تک کہ تمام قریش جمع ہو گئے آپ نے رب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ لوگو! اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑی فوج تاک میں ہے کہ موقع پا کر

تم پر تو ٹپڑے۔ تو کیا تم اس خبر کو باور کرو گے، قریش نے جواب دیا مژور باور کریں گے کیونکہ آج تک تہا ہذا زبان سے کوئی جھوٹ نہیں مٹا گیا آپ نے فرمایا ایسا ہے تو میں تم کو عذاب قیامت سے ڈراتا ہوں۔ اتنا سنتے ہی ابو لہب نے آپ کی طرف پتھر چلایا اور کہتے محاورہ کے مطابق کہا کہ۔ تیرے ٹوٹیں دونوں ہاتھ اور تیرا بچا ستیا ناس، کیا۔ یہی باتیں سننے کے لئے تو نے ہمیں تکلف دی۔

اس کے جواب میں یہ سورۃ نازل ہوئی کہ پیغمبر کا ستیا ناس نہیں جائے گا جبکہ اللہ خود ابو لہب ہلاک ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پیغمبر خدا زندہ ہی تھے اور ابو لہب جنگ بدر کے چند دنوں بعد پاؤں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔

ہلاکت ہر انسان کے لئے ہے۔ کوئی ہمیشہ زندہ نہ رہا ہے نہ رہے گا۔ یہاں تک کہ خود پیغمبر خدا کو بھی حیات دائمی و جسمانی، نہیں۔ یہاں ابو لہب کی ہلاکت سے یہ مطلب ہے کہ اُس نے جو پیغمبر کو ہلاک ہونے کی بددعا دی ہے اس کا مصداق خود ہی ہوگا۔ وہ پیغمبر کو ہلاک ہوتے نہ دیکھ سکا۔ بلکہ ان کی پاک زندگی میں وہ ہی ہلاک ہو جائے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔

جناب حالی پانی پتی نے اس واقعہ کو اپنے مدس حالی میں ذرا مختصر الفاظ میں یوں ادا کیا ہے۔

وہ فخر عرب زیر محراب و منبر تمام اہل مکہ کو ہمراہ لیکر
کیا ایک دن حب فرمان داور سو کو دشت اور چڑھ کے کوہ صفا پر

یہ فرمایا سب سے کہ اسے آل غالب

سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب

کہا سب نے قل آج تک کوئی تیرا کبھی ہم نے جھوٹا سنا ہے نہ دیکھا
کہا، اگر سمجھتے ہو تم مجھ کو ایسا۔ تو باور کرو گے اگر میں کہوں گا

کہ فرج گراں پشت کو ہ صف پر
 پڑی ہے کہ ٹوٹے تمہیں گھات پا کر
 کہا، تیری ہر بات کا پالتی ہے
 کہ بچپن سے صادق تو ہی اور میں ہے
 کہا، اگر میری بات یہ دل نشیں ہے
 تو سن لو خلاف اس میں اصل نہیں ہے
 کہ سب قافلہ یہاں سے ہی جانیوالا
 ڈرو اس سے جو وقت ہی آنیوالا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ بادِی -
 عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
 نئی اک لگن دل میں بکے لگا دی
 بس اک آن میں سوتی بستی بگادی
 پڑا ہر طرف علیٰ پیغامِ حق سے
 کہ گونج اٹھے دشتِ جبلِ نامِ حق سے

دوسری پیشین گوئی

ابولہب کا نام عبدالغزی بن عبدالمطلب تھا اور چہرہ کے چمکدار ہونے کے
 سبب سے اسکی کلیتہً ابولہب مشہور ہو گئی -

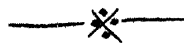
یہ ابولہب تھا تو رشتہ میں حقیقی چچا لیکن دین اسلام کی وجہ سے پیغمبرِ خدا کی
 جان کا لاگو ہو گیا تھا اس نے بار بار آپ کے شہید کرنے کا قصد کیا جس کی تفصیل
 کتبِ تاریخ میں مذکور ہے وہ کیسے طرح جائز نہ رکھتا تھا کہ آپ خاندانِ کعبہ میں نماز پڑھیں
 یا بتوں کی توہن کریں -

اس کے مظالم اور ایذاؤں سے تنگ آکر رسولِ خدا صلعم نے اس کے
 حق میں بددعا فرمائی تو کہنے لگا کہ میں دو ملتند ہوں - اور دولتِ ہر دنیا وی آفت کے
 دفع کرنے کا عمدہ آلہ ہے اگر میرا بھتیجا (محمد صلعم) واقعی اپنے دعویٰ میں سچا ہے

تو میں قیامت میں بھی عذابِ الہی کو، فدیہ مال دیکر ٹال دوں گا۔
اللہ تعالیٰ نے ابولہب کی اس بوالفضولی کا جواب دیا کہ دنیا اور آخرت
کسی جگہ بھی مال و دولت ابولہب کے کام نہ آئیگا۔

عرب میں ایک بیماری ہوتی تھی (عدسہ جو بہت خوفناک مامخوس اور متعدی بھی
جاتی تھی۔ اس میں بدن پر دانے والے نکل آتے اور سوراخ پڑ جاتے تھے اور جسم
سے بدبو آنے لگتی تھی۔ اہل عرب اس بیماری سے بہت ڈرتے تھے اور ان کا خیال
تھا کہ ایسے مریض کے پاس جانے سے وہ بیماری اڑ کر اپنے کو لگ جاتی ہے۔
اسی واہمہ اور عام عقیدہ کا اثر تھا کہ عدسہ کی بیماری جس کو لاحق ہوتی کوئی اس کے
نزدیک تک نہ پھٹکتا اور آخر وہ اکیلا رگڑ رگڑ کر مر جاتا۔

ایسا ہوا کہ ابولہب اسی بیماری عدسہ میں مبتلا ہوا۔ اور تمام عزیز و اقارب
دوست آشنا اس کے سایہ سے دور بھاگنے لگے۔ جتنے دن بیمار رہا۔ اس پر دنیا
تنگ تھی آخر جنگ بدر کے سات دن کے بعد نہایت بیکسی و خواری کی حالت میں
دنیا سے چل بسا مرنے کے بعد بھی کوئی اپنا پرایا نزدیک نہ پھٹکا یہاں تک کہ مکان
کے اندر اس کی لاش سڑ گئی۔ اور بدبو پھیلنے پر لوگوں نے بدقت تمام لاش کو
یاہر نکال کر گڑے میں توپ دیا اور اللہ کی یہ پیشینگوئی کہ مال و دولت ابولہب کے
کچھ کام نہ آئے گا۔ پوری اثر گئی۔



پیشینگوئی

(۷۹)

ابولہب اور اس کی جو روگ میں پڑیں گے

(۸۰)

ابولہب کی جو رو کی گردن میں بڑی ہوئی رسی ہوگی

جیسا کہ سورۃ ابی لہب میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور	مَشَتْ يَدَا اَبِي لَهَبٍ وَكَبَّ
وہ ہلاک ہوا۔ نہ تو اس کا مال ہی کچھ اس کے	مَا اَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا
کام آیا اور نہ اس کی کمائی وہ عذقیب	كَسَبَ سَيِّئًا رَا
ڈیگ مارتی ہوئی آگ میں جا داخل ہو گا	ذَاتَ لَهَبٍ وَكَبَّ
اور اس کی جو رو، جو لگائی بھائی کرتی پھرتی	حَمَلَتْهُ الْخَطْبُ فِيْ جِيدِهَا
ہے اس کی گردن میں بھانجواں لینے	حَبْلٌ مِنْ مَسَدٍ -

بڑی ہوئی رسی ہوگی۔

پہلی پیشینگوئی

ابولہب اور اس کی جو رو کے آگ میں پڑنے سے کیا مراد ہے! اکثر علماء مفسرین

اس طرف ہیں کہ آگ سے جہنم کی آگ مراد ہے! مطلب یہ ہے کہ ابولہب اور اس کی جو رو، دونوں کا فرمیں گے اور ایسا ہی ہوا کہ ان میاں بی بی سے کسی کو بھی ایمان کی نعمت نصیب نہیں ہوئی اور دونوں کے دونوں خسر الدنیا والاخرۃ کے مصداق ہوئے بعض علماء نے کہا کہ جن میں ہمارے استاد علامہ عنایت رسول چریا کوئی طرح بھی ہیں اس آگ سے اسی حدس کی بیماری کو مراد لیتے ہیں جس کو بہ سبب فساد وحدت خون کے آگ میں پڑنا کہہ سکتے ہیں۔

اس سلسلہ پر یہ کوئی نئی پیشینگوئی نہیں ہوگی بلکہ اس کا تعلق (۷۸) دین پیشینگوئی سے ہوگا۔

اس صورت میں "وامرئۃ" کا عطف ابولہب پر نہ ہوگا کیونکہ حدس کی بیماری میں حرف ابولہب مبتلا ہوا تھا بلکہ جملہ اسمیہ کا عطف تملک غلبہ فیصلی پر ہوگا یعنی سیصلی انار ذات لبب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوگا۔

دواؤ حرف عطف امرئۃ متضاف، مضاف الیہ ملکہ دوا الحال حالۃ العطب حال، حال دوا الحال ملکہ مبتدا ہوا۔ رنی جید کا خبر مقدم۔ جبل من سید۔ مبتدا موخر مبتدا خبر ملکہ جلیہ اسمیہ ہو کر پہلے مبتدا کی خبر ہوا۔ پھر یہ مبتدا خبر ملکہ جملہ اسمیہ ہو کر جملہ فعلیہ سیصلی پر معطوف ہوگا۔

اگر نار ذات لبب سے جہنم کی آگ مراد لیجائے تو وامرئۃ کا عطف ابولہب پر ہوگا اور حالۃ العطب۔ اورنی جید یا جبل من سید۔ دونوں امرئۃ کے حال واقع ہوئے

دوسری پیشینگوئی

ابولہب کی جو رو جس کا نام ام حیل اروی بنت حرب بن امیہ تھا اور جو ابوسفیان کی بہن

اور حضرت امیر معاویہؓ کی پہچانی تھی۔ سادات قریش میں کی ایک کافی حرمت اور رسول اللہ ﷺ کی دشمنی و ایذا دہی میں اپنے شوہر کی رفیق صادق تھی وہ ہمیشہ بنیہ اسلام علیہ السلام کے رستہ میں رات کو کانٹے بچھا جاتی کہ آخر ادھر ہو کر گزریں گے تو بخبری میں کانٹے جھینگے غرض ابولہب اور اس کی جو رو کی دشمنی کی کوئی حد باقی نہ رہی تھی۔

حالاتِ اطرب کے سنی ہیں لکڑیوں کی اٹھانیوالی اور عربی کے محاورہ میں چٹخوڑ کو بھی کہتے ہیں ایسا ہی فارسی میں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے بھی یہی محاورہ ایک شعر میں اختیار کیا ہے۔
 میان دو کس جنگ چوں آتش است ♦ سخن چہین بد بخت ہنرمش است
 تو یا تو چٹخوڑی کے اعتبار سے اس کو حالاتِ اطرب کہا، یا اس وجہ سے کہ وہ رسول اللہ کے رستہ میں کانٹے لایا جاتی تھی۔

گردن میں رسی ہونے سے یہ مراد ہے کہ جس طرح لڑ کے مثلاً دنیا میں کتے کے پٹے کی گردن میں رسی باندھ کر گھیسے پھرتے ہیں اسی طرح قیامت میں اسکی بے حرمتی کی بجائی اور وہ اسی ذلت کی مستحق بھی ہے۔

مگر ابولہب کی جو رو، ام جہیل دنیا میں بھی اسی عذاب کے مری۔

وہ مارے خست کے جنگل سے خود چاکر ایندھن لایا کرتی تھی ایک دن کانٹوں کے ایندھن کا پستارہ سر پر اٹھائے چلی آرہی تھی کہ پستارہ گر گیا اور اسکی رسی اس کے گلے میں لگ گئی اور وہ گلا گھٹ کر اسی وقت مر گئی۔

غدا اور قاصدانِ خدا کے دشمنوں کا انجام برائی ہوا کرتا ہے۔



پیشینگوئی

(۸۱)

کافروں کو اللہ مسلمانوں کے ہاتھ سے سزا دیگا

(۸۲)

مسلمانوں کو فقیہ کرے گا

۸۳

مسلمانوں کے کلیجوں کو ٹھنڈا کرے گا

۸۴

مسلمانوں کے دلوں میں جو غصہ ہے اس کو دور کرے گا

جیسا کہ سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مسلمانو! تم ان لوگوں سے کیوں نہ لڑو
جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور رسول
کے نکال دینے کا ارادہ کیا اور تم سے دھچھڑائی

الْأَقْطَابُ يَلْدُنْ جَوْمًا تَكْشُو ۲
أَيَّكَ نَهْمٌ وَهَمْزًا بَاخْلُج
الْوَسْطِ وَهَمْزٌ

بَدُّدُكُمْ اَدَلْ هَرَجَ اَتَشْرَفُهُمْ
 فَاَللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ
 كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ قَاتِلُوْهُمْ
 يُعَذِّبُهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ
 وَيَخْزِيْهِمْ وَيَصْرُكُهُمْ
 عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَكُمْ
 مُّؤْمِنِيْنَ وَيَذْهَبْ عَنِ ظُلُوْمِهِمْ

اول انھوں نے ہی شروع کی کیا تم ان
 لوگوں سے ڈرتے ہو پس اگر تم ایمان
 رکھتے ہو تو ان سے کہیں بڑھکر خدا حق
 رکھنا ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ تم ان لوگوں
 سے (بلا تامل) لڑو خدا تمہارے ہی ہاتھوں
 ان کو سزا دے گا۔ اور ان کو رسوا کرے گا۔
 اور ان پر تم کو فتح دے گا اور مسلمانوں کے
 گروہ کے چلبھوں کو ٹھنڈا کرے گا۔
 اور ان کے دلوں میں جو دکافروں کی
 طرف سے (غصہ بھرا ہوا) ہے اس کو
 بھی دور کرے گا۔

ف

آیت میں پانچ پیشینگوئیاں ہیں۔

بہلی پیشینگوئی

کافروں کو مسلمانوں کے ہاتھ سے سزا دینا اور اس کا پورا ہونا محتاج بیان و تصریح
 نہیں ہے دشمنوں سے جہاں تک بن پڑا انھوں نے چند نوں مسلمانوں کو خوب خوب
 ایذا ایس دیں اور مسلمانوں نے ٹھنڈے دلوں سے سب کچھ برداشت کیا ان چند
 مظالم سے سوائے بدنی تکالیف کے انہیں کوئی نقصان نہیں پہونچا مگر جب ان
 ایذاؤں کی حد ہو گئی اور مسلمانوں نے قوت بہم پہونچا کر حکم الہی اپنی جگہ سے حرکت
 کی تو دشمنوں کو چٹھی کا دودھ یاد آگیا۔ یہاں تک کہ تمام جزیرہ نماے عرب اسلام کا مفتوحہ

ملک ہو گیا۔

دوسری پیشینگوئی

مسلمانوں کو کافروں پر فتیاب کرنا اگرچہ بہادران اسلام کو سوائے حنین کی جنگ کے کسی جنگ میں ناکامی کا منہ دیکھنا نہیں پڑا۔ لیکن مکہ اور حنین کی فتح نے خاص طور پر اس پیشینگوئی کو پورا کر دکھایا۔

تیسری پیشینگوئی

مسلمانوں کے کلیوں کو ٹھنڈا کرنا۔

عرب میں دو قبیلے تھے بنی بکر اور بنی خزاعہ اور ان دونوں کے درمیان تھا مناقشہ۔ حدیبیہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے صلح کر لی تو بنی بکر قریش کے طہدار ہو گئے اور بنی خزاعہ مسلمانوں کے۔ مگر اس مصالحت کی رو سے ان دونوں گروہوں کو بھی عہد و پیمان کی پابندی لازم تھی حالانکہ انھوں نے ایسا نہیں کیا۔

مکہ کے قریب ایک کنواں یا چشمہ تھا تیر، اس پر بنی بکر نے چھیر ڈھانی کر کے بنی خزاعہ سے جنگ کی قریش نے صلح نامہ کے خلاف اپنے حلیف بنو بکر کی مدد کی اور بنو خزاعہ کے بہت سے لوگ قتل ہو گئے عمرو بن سالم خزاعی نے مدینہ میں پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور قریش کے نقض عہد کا ماجرا کھ سنا یا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش نے خلاف معاہدگی کی اور صلح ٹوٹ گئی اب ہمارے ان کے جنگ ہوگی چنانچہ آپ نے جہاد کا حکم سنا دیا جب کہ فتح ہوا تو بنی خزاعہ کی بنی آئی اور انھوں نے بنی بکر کو قتل کر کے اپنے کلیے ٹھنڈے کر لئے۔

پچھنی پیشنگوئی

ان کے دلوں میں جو غصہ بھرا ہوا ہے اس غلظ کو خدا دور کر دے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے لوگ بنی بکر کے مسلمان ہو گئے۔ تو بنی خزاعہ کے دلوں میں جو کچھ بغض و کینہ پہلے سے بھرا ہوا تھا وہ مسلمان ہونے کی وجہ سے جاتا رہا اور سب بھائی بھائی ہو گئے۔

پیشنگوئی

(۸۵)

اللہ کا فروں کے زور کو روک دیگا

یہاں کہ سورۃ النار میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

تو داسے پیغمبر! تم اللہ کی راہ میں دشمنوں سے لڑو تم پر اپنی ذات خاص کے سوا کسی فہم واری نہیں ہے اور دغاں مسلمانوں کو لڑائی کے لئے اُجھا و عجب نہیں کلام اللہ کا فروں کے زور کو روک دے اور اللہ کا زور (سب سے) زیادہ قوی اور اسکی سزا سب سے زیادہ سخت ہے۔

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تَكَلَّمُ إِلَّا قَوْلًا وَّحِيدًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَاً مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بِأَمْرًا وَأَشَدُّ تَكْلِيلًا

ف

جنگ بدر میں دشمنان اسلام کو شکست فاش ملی تو ابوسفیان نے قسم کھائی کہ جب تک محمد (صلعم) اور اصحاب محمد (صلعم) سے اس شکست کا بدلہ نہ لے لے گا اپنی عورتوں کو ہاتھ لگا کر لے گا۔ آخر ایک روز، دو سو یا چالیس سواران قریش کو لیکر مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں تھا عریض یہاں پہنچکر اس نے چند درختوں کو جلا دیا اور ایک جھوٹے بھٹکے انصاری مسلمان کو پکڑ کر قتل کر ڈالا۔ مسلمانوں سے مقابلہ کر نیکی جرات نہ پڑی، سانھیوں سے کہنے لگا کہ ہماری قسم پوری ہو گئی۔ اب آگے بڑھنے کی ضرورت کیا ہے؟ سب کو ساتھ لئے ہوئے مکہ منظر کو واپس ہو گیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی آپ نے فوراً دو سو بہادران مہاجرین و انصار کو ساتھ لیا اور ابوسفیان کے مقابلہ کو چڑھ دوڑے۔ ابوسفیان اور اس کے رفقاء تو مسلمانوں کے مقابلہ کا مزادیکھ چکے تھے لشکر اسلام کی آمد شکر سب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہ نظر آیا۔ لشکر یان ابوسفیان کے پاس کھانے کی چیزوں سے ستوبہت تھا سب نے پھینک پھینک کر اپنے کو ہلکا کیا۔ اور سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگے پھر مکہ ہی میں پہنچ کر دم لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان بھگڑو لکھتا تاقب نہ کیا اور چھوٹیں دن مدینہ میں واپس آ گئے۔ اس جنگ کا نام غزوہ سویق ہے کیونکہ سویق عربی میں ستو کو کہتے ہیں۔

اسی طرح سترہ جبری ذیقعدہ کے ہینہ میں ابوسفیان کیوجہ سے جب رٹائی کی نوبت پہنچی تو باوجود اس کے کہ ابوسفیان نے لڑنے کا وعدہ کیا تھا مگر وقت پر بھاگ نکلا۔ پیغمبر اسلام اپنے بہادران جانباز کو لئے ہوئے آٹھ دن تک انتظار کرتے رہے لیکن کفار کچھ ایسے مرعوب و خائف ہوئے کہ کسی نے ادھر قدم تک نہیں بڑھایا۔ اسی جنگ کا نام بدر صغریٰ ہے اور یہی اللہ برتر کی پیشینگوئی تھی کہ ہم کفار کے زور کو روک دیں گے اور تم سے مقابلہ کرینکی جرأت نہ کریں گے۔

پیشینگوئی

(۸۶)

کفار شہادت کریں گے تو وہی حال ہوگا جو اگلوں کا
ہو چکا ہے

یہ پیشینگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے

ایک آیت سورۃ الذاریات میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

<p>تو جس طرح ان لوگوں کے ہم مشرہو یعنی پہلی امتوں کے (دیکھئے) پیانے (مقرر) تھے ان ظالموں کے (دیکھئے) پیانے (مقرر) اور انکو بھرنیکی دیوہی تو ہم جو عذاب کی جلدی نہ کریں</p>	<p>فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذَنُوبًا مِّثْلَ ذَنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَجِيبُونَ</p>
--	--

ف

مطلب یہ ہے کہ مثلاً جس طرح ناؤ کے ڈوبنے کی ایک حد ہوتی ہے کہ بہانہ تک اُس میں پانی بھرا اور ڈوبی۔ اسی طرح گناہ یا وقت کے اعتبار سے ان گنہگاروں کی بھی ایک حد ہے کہ اس حد پر پہنچ کر عذاب نازل ہوگا۔

دوسری آیت سورۃ الانفال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا اِنْ يَنْتَهُوْا
 يَغْفِرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ
 وَاِنْ يَعْوْذُوْا فَمَا قَدْ مَضَتْ
 سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ۔

(اے پیغمبر!) کافروں سے کہو کہ اگر (اب بھی) اپنی شرارتوں سے باز آجائیں تو اُن کے پچھلے قصور معاف کر دیے جائیں گے اور اگر پھر (شرارت) کریں گے تو اگلے دنوں کی روش پڑ چکی ہے (وہ ہی انجام ان کا بھی ہونا ہے)۔

ف

جن صبیح الفطرت کفار نے صراط المستقیم پہنچ کر دین اسلام اختیار کیا وہ خدا و رسول کی پناہ میں آ گئے اُن کے حقوق سب مسلمانوں کے حقوق کے مساوی قرار پائے اور امن و امان سے زندگی بسر کریں گے۔ جن خبیث الفطرت کافروں نے نہ مان کر ویسی ہی شرارتیں کیں۔ ان کو ویسا ہی ضیاع بھی اٹھانا پڑا۔ جیسا کہ اگلی آیتیں اٹھا چکی تھیں یعنی رفتہ رفتہ ماسارے کو سارے ذلت و خواری کے ساتھ دارالبوار کو سد ملے۔
 قحط سالیوں میں مبتلا ہوئے اور غزوات اسلام تلواروں کے گھاٹ اترے۔
 بعض علماء نے اس کو ایک جدا پیشینگوئی قرار دی ہے مگر ہمارے نزدیک یہ کوئی نئی اور جدا پیشینگوئی قرار نہیں پاسکتی۔ ایسی پیشینگوئیاں اوپر گذر چکی ہیں۔
 انہیں میں سے اس کو کسی کے متعلق ہونا چاہیے۔

پیشگیوں

(۸۷)

اگر مسلمان سلام کی مدد کریں گے تو اللہ انکی
مدد کریگا اور ان کو ثابیت قدم رکھیکگا

یہ پیشگیوں قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے

پہلی آیت سورہ محمد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مسلمانو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو
تو وہ (بھی) تمہاری مدد کرے گا اور دشمنوں
کے مقابلے میں تمہارے پاؤں جماے
رکھیکگا اور جو لوگ (دین حق سے) منکر ہیں
ان کے پاؤں اکھڑ جائیں گے اور ان کا
سار اکیا دھرا، خدا گیا گذرا کر دیگا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن
تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ
أَقْدَامَكُمْ وَالَّذِينَ
كَفَرُوا أَعْمَسَتْ لَهُمْ
أَفْئِدَتُهُمْ فَأَصْلَحَ أَعْمَالَهُمْ

دوسری آیت سورہ الحج میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ (بھی) ضرور
اس کی مدد کرے گا۔

وَلِيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنْصُرُهُ

ف

تاریخ جاننے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے کہ جب تک مسلمان، اسلام کی اشاعت و امداد میں سرگرم رہے، خدا نے بھی اُن کی کسی کچھ مدد کی اور کیونکر غیر قوموں سے لڑنے اور جدالِ قتال کرنے میں ثابت قدم رہے کہ باید و شاید۔

آیت میں اس بات کی پیشینگوئی کی گئی ہے کہ مسلمان جو لڑائی، دین کے لئے کریں گے اس میں مقہور و مغلوب نہ ہوں گے اور دشمنانِ اسلام ان کے مقابل میں کبھی ٹھہرنے سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس وقت تک مسلمانوں کو کسی مذہبی جنگ میں ناکامی نہیں ہوئی۔ نتیجہ آخر ہمیشہ ان کے موافق ہوا، اور دشمنوں کو بھاگتے ہی بن پڑا۔

اصحابِ رسول اور مجاہدین و انصار رضی اللہ عنہم کے غزوات شاید ستر ہوں۔ بھری پڑی ہیں ان سب سے قطع نظر کہ سلاطینِ ابوبیہ اور سلطانِ صلاح الدین رحمہ اللہ کی جنگ کروسیڈ کو دیکھو جو نصاریٰ اور اہل اسلام کے درمیان میں آخری مذہبی جنگ ہوئی ہے اور جس میں ایک سلطان کے خلاف تمام شاہانِ یورپ جنگ کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے جو ش کا یہ عالم کہ کل دنیا کے مسیحی مسلمانوں سے لڑنے اور اُن کو مٹانے کے لئے اُبے پڑتے تھے شاہانِ یورپ میں سے جو بادشاہ، دولت و فوج سے مدد دینے کی قدرت نہ رکھتا تھا وہ اپنی بادشاہت سے قطع رہن و گرو چھوڑ کر مدد دینے کے لئے تیار ہو گیا۔

پھر آخر اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ کافروں اور مسیحیوں کو شکستِ فاش ملی، مسلمانوں کو خدا کے برترنے سرخرو، اور فتیاب کیا اور بیت المقدس پر اسلامی جھنڈا ہل کر رہا۔ یہ پیشینگوئی وفاتِ رسول سے سات سو برس تک برابر پوری ہوتی گئی اور انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح قیامت تک پوری اترتی رہے گی اور دنیا، قرآن کی صدا کا صریحی تماشا کرتی رہے گی۔

صلیبی جنگ کی تاریخ میں حال ہی میں مولوی عبدالحلیم صاحبِ شریعت لکھنؤ کی ایک

مفصل کتاب شائع ہوئی ہے۔

میں تو کہتا ہوں کہ پیشینگوئی اس سے بھی زیادہ عام ہے یعنی ہر وہ لڑائی جو اسلام کیلئے ہو عام اس سے کہ تقریری و تحریری، زبانی جنگ ہو یا شمشیر کی، مسلمان اپنے خصم پر غالب رہیں گے اور یہ ایک ایسی بات ہے جو ہمیشہ ہوتی رہی اور اس وقت بھی مشاہد ہے کہ ہندوستان میں جہاں کہیں مذہبی مناظرہ یا مباحثہ، آریوں یا مسیحیوں سے ہوا، مسلمان ہی چیرہ دست رہے اور ان کے دشمنوں کو کبھی سرخروئی نصیب نہ ہوئی تھی نہ ہوئی۔

پیشینگوئی

(۸۸)

غریب نشانیاں دیکھ کر تم خود پہچان لو گے

جیسا کہ سورۃ النمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيكُمْ
آیاتہ مَعْرِضُوْہَا
اور اے پیغمبر! کہو کہ خدا کا شکر ہے کہ وہ غریب
تم کو اپنی نشانیاں دکھائے گا اور (سوقت)
تم ان کو پہچان لو گے۔

پیغمبر خدا، مخالفوں کو دنیا کے عذاب سے بھی ڈراتے تھے کہ تم لوگ مسلمانوں کے

مقابلہ میں مغلوب ہو گئے ، لڑائیوں میں مارے جاؤ گے۔ ملک میں فحط پڑیں گے چنانچہ اس آیت میں ان ہی باتوں کی طرف اشارہ ہے کہ تم لوگ میرے کہے کا یقین تو نہیں کرتے مگر جب کوئی عذاب آنا نازل ہوگا۔ اس وقت پہچان لو گے کہ ہاں اسی عذاب سے میں تم کو ڈراتا تھا۔

یہ نشانیاں کیا تھیں ؟ وہ ہی جو کفار و مشرکین نے آنکھوں و کھینکھیں کہ قحط میں مبتلا ہو
 بھوکوں مرد کرم دار گوشت کھانے پر اتر آئے، عاڑیوں میں مغلوب ہوئے مسلمانوں کی
 مار کھائی ذلیل و خوار ہوئے۔ لونڈی غلام بنے، نبی و نیا پڑا، اور آخر بہت سارے ملک
 سے جلا وطن کر کے نکال باہر کئے گئے۔

دوسری آیت سورۃ الانبیاء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ
مَسْأَلُكُمْ آيَاتِي فَكَلِمَةٌ تُسَمَّوْنَ

کفار اور عذاب کی جلدی مچاتے تھے اور اُمرِ قیامت کیلئے کہ جو کچھ ہونا ہے کہیں ہو چکے اس کے جواب میں فرمایا کہ گھبراؤ نہیں، عذاب جو آتا ہے وہ بھی اپنے وقت پر عنقریب آئیگا اور قیامت بھی اپنے وقت پر ہوگی۔



پیشگوئی

(۸۹)

یہود و شرارت کریں گے اور مار کھائیں گے

جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ
لِي أَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ
فَلَهَا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ
لِلْيَهُودِ وَجُوهُكُمْ وَلِيَدُكُمْ
الْمَسِيحُ كَمَا دَخَلُوكُمُ
أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلَمِيتَبَرُّوا مَا عَلُوا
تَنْبِئُوا عَنِّي رَبِّكُمْ أَنِ
يَرْحَمَكُمْ وَإِنْ عُدْتُمْ عَنَّا

اگر تم نے اپنے کام کئے تو اپنے ہی لئے
اپنے کام کئے اور اگر بُرے کام کئے تو بھی
اپنے ہی لئے پھر جب دوسرا فساد
کا وقت آیا تو پھر ہم نے اپنے دوسرے
بندوں کو اٹھا کھڑا کیا کہ (تم کو اس قدر ماریں کہ)
تمہارے منہ بگاڑ دیں اور جس طرح پہلی دفعہ
مسجد (بیت المقدس) میں گھسے تھے (اور
اس کو لوٹا گھسواتا تھا) اسی طرح اس میں گھسیں
اور جس چیز پر قابو پائیں تو بھڑک کر اس کا ستیاناس
کر دیں (اب بھی) عجب نہیں تمہارا پروردگار تم پر
رحم فرمائے اور اگر تم پھر وہی پہلی ہی شرارتیں
کر دو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے۔

رو۔ زمین پر شاید یہود سے بڑھ کر کوئی شریر قوم نہیں ہوئی اور جیسی اُن کی شرارتیں
تھیں ویسی ہی اُن کو خدا کی طرف سے سزائیں بھی ملتی رہیں۔

ایک وقت تھا کہ وہ بڑی دیر دست سلطنت رکھتے تھے یا اب یہ حال ہے کہ
آتش بڑی زمین پر کہیں اچ بھران کی سلطنت نہیں اور جہاں ہیں بے اعتماد اور ذلیل
دخوار۔

اس مقام پر یہود کو صرف دو واقعے یاد دلانے گئے ہیں۔ غالباً پہلا بخت نمر کا
اور دوسرا بطش شاہ روم کا کہ دونوں دفعہ لاکھوں یہودی قتل ہوئے اور یہاں
شریعت یعنی بیت المقدس جلا کر سمار کر دیا گیا۔ یہ تمام تفصیلی حالات کتب تواریخ اور عہد
عقبت کے صحیفوں میں شیخ دبط کے ساتھ مذکور ہیں۔

اب خدا! یہود کو سمجھاتا ہے کہ اس پیغمبر آخر الزماں کے ساتھ پہلے کے
سے معاملات نہ کرنا ورنہ ویسی ہی آفتوں میں مبتلا ہو جاؤ گے چنانچہ یہود نے ویسی ہی
شرارتیں کیں کہ پیغمبر کو جھٹلایا، ان کے دشمنوں سے سازشیں کیں، عہد شکنی پر عہد شکنی
کی، مابین اسلام کے مٹانے، اور پیغمبر اور اُن کے اصحاب کے برباد کرنے میں سرگرم
کوششیں کیں تکلیف و ایذا کا کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ پھر آخر ان نالایقیوں کی سزا بھی
ویسی ہی پائی۔ جب ان کی شرارتیں انتہا درجہ کو پہنچ گئیں تو ناگزیر جنگ کا حکم ہوا۔

سہنہ ہجری میں ذیقعدہ کے مہینہ میں جنگ بنی قریظہ ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ
علیہ وسلم نے پہلے حضرت علی کو لوہا اسلام دیکر روانہ کیا اور پہلے سے خود تین ہزار مسلمانوں کا
شکر لیکر روانہ ہوئے یہود بنی قریظہ تو دیران اسلام کی جنگ دیکھے ہوئے اور ان کا
نوجا ماننے ہوئے تھے۔ لشکر اسلام کی آمد کی خبر سن کر قلعہ بند ہو گئے اہل اسلام دس دن
یا پندرہ دن یا پچیس دن قلعہ کا محاصرہ کئے رہے یہود پر لشکر اسلام نے دنیا تنگ
کر دی آخر میں بدبختوں نے پیغمبر اسلام کے پاس پیغام بھیجا کہ بنو نضیر کی طرح ہم اپنی عورتوں

اور لڑکوں کو لیکر جلا وطن ہو جاتے ہیں، مال و اسباب سب آپ کے حوالے کرتے ہیں۔ محاصرہ اٹھا لیا جائے۔ رسول اللہ صلعم نے جواب دیا کہ تم لوگوں کو سوا اس کے چار کاہ نہیں ہے کہ قلعہ کا دروازہ کھول دو اور ہمارے حکم کی تعمیل کرو مجبور ہو کر یہود اتر آئے۔ رسول اللہ صلعم نے سب کے قتل کر دینے کا حکم نافذ کیا لیکن عبداللہ بن ابی بن سلول کی الحاح و زاری سے آپ نے سکوت کیا اور اس وقت قتل سے باز رہے بالآخر یہہ قرار پایا کہ انہیں میں کا ایک شخص حکم بن کر جو فیصلہ کر دے اس پر فریقین کا ر بند ہو گیا دونوں فریق کے اتفاق سے سعد بن معاذ حکم پہنچا، قرار پائے اور انہیں کے فیصلہ کے مطابق اٹھ سو یہودی قتل کر کے خندق میں پھینک دئے گئے۔

انہیں دوزخی مقتولوں میں اسلام کے بڑے دو دشمن حنی بن اخطب اور کعب بن اسد تھے اس کے علاوہ جنگ خیبر وغیرہ میں ہزاروں یہودی قتل ہوئے یہودی عبادت گاہ بنی قیقاع اور بنو نضیر جلا وطن کئے گئے۔ اور جو بیچ رہے وہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سلطنت عرب سے خارج کر دئے گئے۔ اپنی شہر رتوں کی ان پاداشوں میں غالباً سرکش یہود کو اپنے باپ دادا کا زمانہ تو ضرور یاد آگیا ہو گا جن کی انھوں نے تقلید کی، اس کی سزا پائی۔ خدا کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔

بدخواہان اسلام، اس واقعہ کو پیغمبر اسلام روحی فداہ کی سنگدلی اور بیجا خونریزی کی دلیل میں پیش کرتے ہیں مگر افسوس کہ اس دلیل کو دعوے سے ذرا بھی لگاؤ نہیں۔ ۱۔ یہود فطرۃ سرکش و باغی لوگ تھے۔ خیانت و عہد شکنی ان کا آبائی پیشہ رہا ہے۔ کتنی مرتبہ انھوں نے پیغمبر اسلام علیہ السلام سے معاہدہ کئے اور وقت پڑے پر عہد شکنی کر بیٹھے۔ جنگ احزاب میں ان لوگوں نے علانیہ طور پر دشمنوں کو مدد دی

آخر مسلمان کب تک صبر و تحمل سے کام لیتے۔ انہیں معلوم ہو گیا کہ یہود راہ پر آئیوں والے لوگ نہیں ہیں راستی سے ماننے والے اسامی نہیں ہیں کیونکہ لات کا آدمی بات سے نہیں مانتا اور ان یہود کا وجود اسلام کے لئے نہایت درجہ بھروسہ ہے پھر ان کے قلعے بھی ایسے موقع سے واقع تھے کہ جب وہ چاہتے دشمنوں کی فوج کو مدینہ میں لاتا، اتارے اور مسلمانوں کا قتل و غارتگری کر دیتے کیونکہ یہود کی ساز باز ہمیشہ دشمنان اسلام سے جاری رہتی تھی۔

ان وجوہ سے مسلمانوں کو ضرور ہوا کہ اپنی حفاظت کا کافی انتظام کریں اور ایسے باغی، سازشی، فتنہ جو اور غیر معتبر دشمنوں کی اچھی طرح خبر لیں تا آئندہ کوئی خرخشہ ہی باقی نہ رہے ہم نہیں سمجھتے کہ ایسی صورت میں یہودی بنی قرظیہ کے ساتھ مسلمانوں نے جو کچھ معاملہ کیا وہ اہل عقل اور علمائے علم سیاسیات کے نزدیک غیر منصفانہ کارروائی کیونکہ قرار پا سکتی ہے۔

۲۔ یہود کے قتل کا فیصلہ کوئی خداوندی فیصلہ نہ تھا نہ خود پیغمبر اسلام نے ایسا فرمان نافذ کیا بلکہ یہ فیصلہ خود اس زمانہ کے قانون کے مطابق سعد بن معاذ نے پہنچا کر کیا تھا جن کو مسلمانوں اور یہودیوں، دونوں فریق نے پہنچا کر تسلیم کیا تھا اور جو کچھ وہ فیصلہ کریں اس پر دونوں نے رضامندی سے کار بند ہونے کا اقرار کیا تھا۔ یہ سعد بن معاذ پہلے یہودیوں کے طرفدار تھے یہود کو ان پر بہت اعتبار اور بھروسہ تھا۔ اور اسی بھروسے پر ان کو انھوں نے پہنچا مانا۔ پس فریقین کے مسئلہ پہنچنے نے جو فیصلہ کیا وہ کبھی قابل اعتراض نہیں ہو سکتا نہ کسی سمجھدار کو لائق ہے کہ غایت تعصب سے انداز یا بیکر منصف کو ظالم قرار دے علیم کو سنگدل بنا دے اور عین انصاف کو ظلم و قسوت سے تعبیر کرے۔

۳۔ ملکی و وقتی قانون نظر انداز کر کے لائق چیز نہیں ہے تمام سیاسیات

واصلحات کا مدار انہیں اور ایسی ہی باتوں پر ہے۔
ہندوستان میں سلطنت برطانیہ کا "مارشل لا" کو نہ منصفانہ قانون ہو حالانکہ
اپنے وقت پر وہی عین اصلاح رہا۔ اور اسی پر مصالح الملکی و انتظام و سیاست کی عمدہ
بنیاد قائم ہوئی۔

تاریخ غدر سے جو نفوس واقف نہیں ہیں وہ ان بادشاہی کارروائیوں کو ضرور
ظلم و قساوت کھدیں گے جو سرکار برطانیہ عظمیٰ کی طرف سے ہندوستانی رعایا پر
واقع ہوئیں۔ لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ ہر ملکہ و ہر رسمے۔ امور مملکت
خوش خسرواں دانند۔

مقرض سزا کو تو سخت اور ظلم آسانی سے کھدیتا ہے مگر وہ یہ نہیں دیکھتا کہ وہ
جو کم کس درجہ کا ہے جس کی پاداش میں ایسی سخت سزا تجویز ہوئی۔ دیکھنے کی یہی
بات ہے اور اسی پر حق و ناحق اور ظلم و انصاف کا فیصلہ منحصر ہے۔

پیشنگونی

(۹۰)

ریل۔ بائسکل موٹر اور ہوائی جہاز وغیرہ کی

جیسا کہ سورۃ اہل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاللّٰهُ لَعَنَ اُمَّةً خَلَقَهَا لَكُمْ

اور اسی (اللہ) نے چار پایوں کو پیدا کیا

فِيهَا دِفْءٌ وَمَنْ فَخٌ
وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ وَلَكُمْ
فِيهَا جَمَالٌ حُسَيْنٌ
تَرْيَحُونَ وَحُسَيْنٌ
تَسْرَحُونَ وَتَحْمِلُ
اِثْقَالَكُمْ اِلَىٰ بَلَدٍ لَّكُمْ
تَكُونُوا اَبَا لَيْغَمٍ اِلَّا بِشِقِّ
الْاَنفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ
لَرَؤُوفٌ رَّحِيمٌ
وَالْحَيْلُ وَالْبَغَالُ وَالْجَمِيرُ
لِيَرْكَبُوَهَا وَنَهْنِيَةٌ وَتُحْلِقُونَ
مَالًا تَقْلُمُونَ -

جن ذکی کھالوں اور اون میں تم لوگوں کی
جڑ اول ہے اور فائدے ہیں اور ان میں
سے تم بعض کو کھاتے ہو اور جب شام کی وقت
گھر واپس لاتے ہو اور جب صبح کو چرانے لیجاتے
ہو تو ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے
اور جن شہروں تک تم بے جا نکلا ہی نہیں
پہنچ سکتے وہاں تک چارپائے تمہارے
بوجھ اٹھا کر لیجاتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ
تمہارا پروردگار (تپہ) بڑی شفقت رکھتا اور
مہربان ہے اور اسی نے گھوڑوں اور چروں
اور گدھوں کو پیدا کیا تاکہ تم ان پر سوار ہو،
اور (وہ) زمینت میں اور وہی اللہ ان کے
علاوہ اور بھی (سواریاں) پیدا کرے گا۔
جن کو تم نہیں جانتے۔

ف

پہلے تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ چارپایوں کو تمہارے فائدے کیواسے پیدا کیا گیا
کہ بعض کے چرٹے اور اون سے فائدہ اٹھاتے ہو بعض کا گوشت کھاتے ہو بعض کو
بوجھ لادنے کے کام میں لاتے ہو پھر ان چوپایوں میں سے گھوڑوں اور چروں
اور گدھوں کو خاص طور پر بیان کر کے فرمایا کہ تم ان پر سوار ہوتے ہو اس لیے
بعد فرمایا کہ ان چوپایوں اور سواریوں کے علاوہ ہم اور بھی (سواریاں) پیدا
کریں گے جن کا تمہیں اس وقت علم نہیں ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ جانور اور چار پائے جو پہلے تھے وہ ہی اب بھی ہیں ان میں کوئی زیادتی نہیں ہوئی ہے بعض بعض قسم جو دو اہم جنسوں کے نرمادہ کو ملا کر نکالی گئی ہے وہ کوئی نئی مخلوق جدا گانہ شمار نہیں ہو سکتی جس پر خلق کا اطلاق ہو سکے بلکہ وہ بھی انہیں معلوم قسموں میں سے ہے۔

بعض بعض جانور ایسے بھی ہیں جو اب امریکا اور افریقہ کے جنگلوں میں نئے دریافت ہوئے ہیں وہ بھی اس سے مراد نہیں ہو سکتے نہ وہ نئے مخلوق کہے جاسکتے اس لئے کہ وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان پر بوجہ لاداجا سکے یا ان پر سواری کجا سکے حالانکہ آیت میں ایسے ہی کام آئینوالے حیوانات کا ذکر ہے پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ آئیندہ ہم ان کے علاوہ ایسی اور سواریاں پیدا کریں گے جن کا تمہیں اب علم نہیں ہے۔ ریل۔ بالسکل۔ موٹر۔ ہوائی جہاز وغیرہ سواریوں کی پیشینگوئی ہے۔ بھلا آج سے تیرہ سو برس پہلے کس کے دہم و گمان میں یہ بات تھی کہ اتنی مدت کے بعد مغربی دنیا والے ریل، موٹر۔ اور ہوائی جہاز جیسی سواریاں ایجاد کر کے اہل عالم پر احسان کریں گے۔

آیت کریمہ کے الفاظ تَحُلُّ اُنْقَالَمٌ اور لَتَرْكِبُوْهُمُ اور يَخْلُقُ مَا لَا تَحْتَسِبُوْنَ پر غور کیا جائے تو ادنیٰ تا مل سے ریل وغیرہ کی پیشینگوئی صاف مستنبط ہوتی ہے کیونکہ اس پر سواری بھی ہوتے ہیں بوجہ بھی لاد کر لاتے اور لیجاتے ہیں اور چار پائوں سے اور بھی بہت سے کام نکالتے ہیں۔

پھر کیا ان سواریوں پر پیشینگوئی صادق نہیں آتی؟ کیا یہ سواریاں نئی مخلوق اور نوپیدا نہیں ہیں؟ ہیں اور ضرور ہیں اور بلاشبہ یہ آیت کریمہ ریل وغیرہ جیسی سواریوں کے بارے میں ہی بطور پیشینگوئی کے نازل ہوئی ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ ان کی ایجاد سے پہلے کوئی فرد بشر ان سے واقف تھا۔

ان سوار یوں کے علاوہ قیام قیامت تک جتنی سواریاں ایجاد ہوں گی یہ پیشنگونی
ان سب کو شامل ہے۔

پیشنگونی

(۹۱)

نصاریٰ اور مسلمان یہودیہ قیامت تک
غالب رہیں گے

جیسا کہ سورۃ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسٰى ابْنِ مَرْيَمَ خُذْ هٰذَا وَرَاٰفِعْكَ
 اِلٰى نَجْوٍ لِّمَنَّا فَتَمَكِّنْ لِّكَ الْوُجُوہَ الْاُولٰٓئِیۡہِ
 مِّنَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا وَجَاعِلُ الَّذِیۡنَ
 اتَّبَعُوۡا الْاَقْفُوۡتَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا
 اِلٰی یَوْمِ الْقِیَٰمَةِ

اسی زمانہ میں اللہ نے عیسیٰ سے فرمایا کہ
 اے عیسیٰ! دنیا میں تمہارے رہنے کی مدت
 پوری کر کے ہم تم کو اپنی طرف اٹھالیں گے
 اور کافروں کی گندی صحبت کی گندگی سے
 تم کو پاک کریں گے اور جن لوگوں نے تمہاری
 پیروی کی ہے ان کو روز قیامت تک
 (تمہارے) منکروں (یعنی یہودیہ) پر غالب
 رکھیں گے۔

ف

یہود حضرت موسیٰ کو مانتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کی نبوت سے انکار کرتے ہیں۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی الوہیت کے قائل ہیں۔ اور حضرت موسیٰ کو بھی زنبی مانتے ہیں۔ مگر حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے اور سلمان ہیں کہ ان سب کو نبی تسلیم کرتے اور تمام صحائف اور کتب قدیمہ کو کلام الہامی مانتے اور سب پر ایمان رکھنے کو جزو ایمان سمجھتے ہیں۔

اس آیت میں یہ پیشینگوئی فرمائی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ کے مانتے والے ہمیشہ ان لوگوں پر غالب رہیں گے۔ جو ان کو نہیں مانتے تو اس پیشینگوئی سے نصاریٰ اور اہل اسلام دونوں کا قیامت تک یہود پر غالب رہنا ثابت ہوا، کیونکہ یہ دونوں حضرت عیسیٰ کو مانتے اور ان کی پیروی کرتے ہوئے ہیں۔

اگر فوق الذین کفروا۔ سے یہود کو مراد لیں جیسا کہ آیت کے سیاق و سباق اور بیان کے اول و آخر سے صاف ظاہر ہے تو پیشینگوئی کی تصدیق بہر ہر وقت و مخالفت مجبور ہے اور اس وقت مشاہد ہے۔ ہمد رسالت سے اس وقت تک نصاریٰ و اہل اسلام دونوں یہود پر غالب ہیں اور ہر طرح ان کو یہود پر غلبہ و شوکت حاصل ہے۔

اگر الذین کفروا۔ سے عام کفار کو مراد لیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ نصاریٰ اور اہل اسلام دونوں فرقے کفار پر قیامت تک غالب رہیں گے اور اس صورت میں بھی پیشینگوئی کا صحیح اثر ثابت و مشاہد ہے۔ کیونکہ مسیحیت اور اسلام ہی دو مذاہب ایسے ہیں جو اپنی ظاہری شوکت و عظمت اور قوت و دلیل و حجت سے تمام دنیا پر چھائے ہوئے ہیں اور باقی کل مذاہب کو انہوں نے مغلوب و مقہور کر لیا ہے بلکہ رفتہ رفتہ اپنے میں جذب کرتے جاتے ہیں یہ ایک ایسی کھلی ہوئی زبردست پیشینگوئی ہے جس سے بڑھ کر کوئی زبردست

پیشینگوئی ہو نہیں سکتی۔

انصاف پسند عیسائیوں کو قرآن کا یہ احسان کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے۔
 یہود، حضرت عیسیٰؑ کو نوزادِ اللہ، حرامی، ولد الزنا، اور ان کی ماں جنابِ مریم علیہا السلام
 کو زانیہ کہتے تھے جن کا شافی جواب دینے سے ہمیشہ مسیحی لوگ عاجز رہے یہاں تک
 کہ قرآن نے نازل ہو کر یہود کی تکذیب کی اور ان ماں بیٹے کی تقدیس دیا کی اس مدلل
 طریقہ پر بیان فرمائی کہ یہود سے سوئے خاموش رہنے کے کچھ نہ بن پڑا، اور عیسیٰ بن مریم
 ماں بیٹے کی پاکی و قدسیت تمام عالم پر اچھی طرح روشن ہو گئی اور مسیحیوں کی جان میں
 جان آئی۔ پس مقتضائے انصاف تو یہ ہے کہ مسیحی دنیا اپنے عقائدِ باطلہ سے
 باز اگر اسلام کے سامنے سرِ اطاعت خم کرے کہ یہی دین، دینِ اصلی ہے اور یہی
 وہ ملت خفی ہے جس کی تعلیم شروع سے ہوتی رہی اور تمام انبیاء علیہم السلام اسی کی
 اشاعت میں سرگرم و ماسور ہوتے رہے اور اسلام کے سوا کوئی مذہب مکمل ہونیکا
 دعویٰ نہیں کر سکتا اور نہ کسی مذہب میں خالص توحید کا نشان پایا جاتا۔

پیشینگوئی

(۹۲۱)

یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے

جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَسْوَءٌ
عَلَيْهِمْ اَاَنْذَرْتَهُمْ اَحْلَمَ
تُنْذِرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اے پیغمبر! جن لوگوں نے قبول
اسلام سے، انکا رکھا ہے ان کے
حق میں یکساں ہے کہ تم ان کو وعظ
الہی سے، ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ تو ایمان
لانے والے ہیں نہیں۔

ف

نفت میں کفر کے معنی ہیں، چھپانا، اسی مناسبت سے اندھیری رات کو کافر
کہتے ہیں کہ رات کی تاریکی چیزوں کو نظر سے پوشیدہ کر دیتی ہے۔ کسان۔ (کا شکاف)
کو بھی اسی لئے کافر کہتے ہیں کہ وہ بیچ کو زمین میں چھپاتا ہے اور اسلام کے منکر کو اس
کافر کہتے ہیں کہ وہ امر حق کو چھپاتا ہے اور اس پر ایمان نہیں لاتا۔
کفر کی چار قسمیں ہیں۔

پہلی قسم

کفر انکاری ہے کہ اللہ کو مطلقاً پہچانتا ہی نہ ہو مثلاً فرعون و امثالہ۔

دوسری قسم

کفر جھوٹی کہ دل سے اللہ کو جانتا ہو مگر زبان سے اقرار نہ کرے جیسے کفر ابلیس

تیسری قسم

کفر خدای کو دل سے بھی اللہ کو پہچانتا ہو۔ زبان سے بھی انواری ہو لیکن بوجہ عناد یا
دنیاوی نفع کے زوال کے خوف وغیرہ سے دائرہ اسلام میں آنا قبول نہ کر دے جیسے

ابوطالب اور امیر بن الصلت۔

چوتھی قسم

کفر تعلق کہ زبان سے اسلام کا اقرار کرے مگر دل میں اس کی صحت کا

معتقد نہ ہو۔

اس بارہ میں بین العلماء اختلاف ہے کہ یہ آیت کس کے حق میں نازل ہوئی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے کہ یہ آیت روسائے یہود مثلاً جی بن اخطب اور جدی بن اخطب وغیرہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

ربیع بن انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آیت میں کفار سے اخراج والے مراد ہیں کہ ان میں سے سوائے ابوسفیان اور ابن ابی العاص کے کوئی بھی ایمان نہیں لایا۔

مفسرین کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ آیت کریمہ مشرکین مکہ مثلاً عقبہ ابوجہل، شعیبہ، ولید اور ابولہب وغیرہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

واقعات کے لحاظ سے پہلا مذہب صحیح اور قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ سورۃ بتماہامدنی ہے مگر ہر کیف جو مذاہب بھی لیا جائے قرآن کی پیشینگوئی ہر حالت میں پوری ہوئی۔

پیشینگوئی

(۹۳)

کفار مکر کر رہے ہیں اور خود ہو کا کھائیے

جیسا کہ سورۃ الطور میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ مَشَاعِرٌ نَتَرَبَّصُّ
بِهِ رَبِّيبُ الْمُنُونِ قُلْ تَرَبَّصُوا
فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ
أَمْ تَأْتَهُمْ أَحْلَافُهُمْ
بِهَذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ
طَاغُونَ أَمْ يَقُولُونَ
لَقَوْلُهُ بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ
فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ
إِنْ كَانُوا أَصَادِقِينَ
أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ
أَمْ هُمْ الْخَالِقُونَ
أَمْ خُلِقُوا بِأَسْمَاءٍ
وَالَّذِينَ مِنْ دُونِ لَا يَوْمَعُونَ
أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَتِ
رَبِّهِمْ الْمَصْطَبُونَ
أَمْ لَهُمْ مُسْتَمْعِنُونَ
فِيهِ فَلْيَأْتُوا
بِمُسْتَقَرٍّ لَهُمْ بِسُلْطَانٍ
مُتَّبِعِينَ

کیا یہ لوگ (تہاری نسبت) کہتے ہیں کہ یہ
شاعر ہے (اور) ہم اس کے بارہ میں ممانعت
کی گردش کا انتظار کر رہے ہیں (تم ان سے)
کہو کہ تم (بھی) انتظار کرو میں بھی تمہارے
ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔ کیا ان کی عقلیں
ان کو۔ باتیں سکھاتی ہیں۔ یا یہ (وگہ دینی ذات سے)
شریعت یا کتب میں کہ اس (شخص) ذوقان (و حور) بنایا
(یہ تو ان کے اپنے منہ کی کہن ہے)
بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ ایمان ہی
نہیں لانا چاہتے سو اگر (اپنے
دعوے میں) سچے ہیں تو اسی طرح کا کلام
(یہ بھی بنا کر) لے آئیں کیا بے کسی کے
پیدا کئے (یہ آپ) ہو گئے ہیں یا یہی
(مخلوقات کے) خالق ہیں؟ یا انھوں نے
آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے
و ان کا تو کیا مقدر تھا، مگر یوں کہو کہ
یہ لوگ خدا پر (یقین ہی نہیں لانا چاہتے)
(اسے پیغمبر!) کیا تمہارے پروردگار
(کی رحمت) کو خزاں ہے ان ہی کے قبضہ
میں ہیں یا یہ (کہیں) کہ (ماکھ میں) باران

أَمْ لَهُ الْإِنْسَانُ وَلَهُ
الْبَنُونَ -

أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا
فَهُمْ مِنْ مَعْرُومٍ
مَشْقُوقُونَ -

أَمْ عِنْدَهُمْ
الْغَيْبُ فَهُمْ
يَكْتُمُونَ -

أَمْ يَرِيدُونَ كَيْدًا
فَإِذَا كُذِبُوا
هُمْ الْمَكِيدُونَ
أَمْ لَهُمْ آلٌ
غَيْرُ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ
عَمَّا يُشْرِكُونَ -

پاس کوئی سیر ہی ہے کہ اس پر (چڑھ کر) تھمان
کی باتیں، سُن آیا کرتے ہیں سو اگر ان میں سے
کوئی (آسمان کی باتیں) سُن آیا کرتا ہے
تو وہ کوئی رصاف (و) صریح سند پیش کرے
کیا خدا کیلئے بیٹیاں اور تم لوگوں کیلئے بیٹے؟
یا (ای پیغمبر!) تم ان سے (تبلیغ رسالت کی)
مزدوری طلب کرتے ہو کہ یہ (اُس اچھی رکے
بوجہ) سے دبے جاتے ہیں یا ان کے
پاس (دعویٰ) غیب ہے۔ (کہ ان سے کہا جائے
تو یہ (اُس کو بے کم و کاست) لکھ دیں یا ان کا
ارادہ کچھ دھوکا دینے کا ہے تو (یہ) کافر
آپ ہی دھوکے میں ہیں یا خدا کے سوا ان کا
کوئی (اور) معبود ہے؟ (تو) اللہ کی ذات
ان کے شرک سے پاک ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ پیشین گوئی فرمائی کہ کفار مکہ پیغمبر کے ساتھ مکہ کر نیکا ارادہ
رکھتے ہیں لیکن دراصل وہ آپ دھوکے میں ہیں اور انہیں کو ذلیل ہونا ہے۔

یہ آیت مکی ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اور بعد کو یہ واقعہ پیش آیا کہ رسولِ مکی
قریش نے دار الندوہ میں پوشیدہ طور پر جمع ہو کر پیغمبر کے قتل کر نیکی سازش کی اور یہ طر یا کیا کہ
ہر چوبیس کا ایک آدمی آمادہ ہوا اور یہ چند آدمی ملکر مکان میں رات کے وقت گھس پڑیں اور
سب ملکر کام تمام کر دیں اس صورت میں اگر بنو ہاشم قصاص بھی لینا چاہیں تو نہ (سکیں گے)

کیونکہ ایک شخص کے قصاص میں چند آدمی قتل نہیں کئے جاسکتے لامحالہ وہ دیت لینے پر مجبور ہوں گے اور دیت کی رقم سب لوگ چندہ سے بہولت ادا کر دیں گے۔

ادھر یہ مشورہ ہو رہا تھا ادھر وحی کے ذریعہ سے پیغمبر کو اس مشورہ بازی کی اطلاع ہو گئی۔ اور آپ خدا کے حکم سے جاسوسوں کے ہوتے ہوئے مکان کو باہر نکلے اور خیمہ پس کی آنکھوں میں خاک جھونک کر ابو بکر رض کے مکان پر آئے اور آپ کو ساتھ لئے ہوئے مدینہ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔

کفار کی ساری مشورہ بازی طاق پر رہ گئی۔ ان کی ساری سازشیں خاک میں مل گئیں پیغمبر خدا صبح و سلامت مدینہ منورہ پہنچے اور پھر اپنی قوت ہم پہنچا کر کافروں کو چھٹکے چھڑا دیئے یہاں تک کہ جنگ بدر وغیرہ میں سب کی قوت مجتہدہ کا خاتمہ ہو گیا۔ آیت میں فقط اس امر کی پیشین گوئی اور پیغمبر کو اطلاع دی گئی ہے کہ کفار مکہ تمہارے ساتھ مکاری کرنے اور تمہارے قتل کر نیکی سازش کریں گے مگر آخر خود برباد ہوں گے۔ چنانچہ ہو بہو ایسا ہی ہوا۔

لطیف

ان آیات میں اُمّ کا لفظ پندرہ بار سسل آیا ہے اور جنگ بدر سترہ ہجری میں واقع ہوئی ہے۔ جو نبوت کا پندرہواں سال ہے اور اسی پہلی جنگ میں مسلمانوں نے اپنے مذہبی دشمنوں سے پورا بدلہ لے لیا۔

کفار کی سازش اور پیغمبر کی ہجرت کا واقعہ ہم گذشتہ صفحات میں کہیں لکھ آئے ہیں اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اور تفصیل و صراحت سے بھی لکھیں گے۔

پیشگیوں

(۹۴)

عرب میں فتنہ شرک نہ رہے گا

جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

قَاتِلُوهُمْ حَتَّى
لَا تَكُونُ فِتْنَةً
وَيَذَرُوا الْبِلَادَ الَّتِي
لَكُمْ لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ
الَّذِينَ هُمْ عَنْ
الْظَّالِمِينَ ۔

وہاں تک ان (کافروں) سے لڑو
کہ (ملک میں) فساد شرک (باقی) نہ رہے
اور (ایک) خدا (ہی) کا حکم چلے پھر اگر
(فساد سے) باز آجائیں تو وہ ان پر کسی طرح
کی زیادتی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ (زیادتی) تو
ظالموں کے سوا کسی پر (جائز ہی) نہیں
ہے ۔

ف

معترض کہتا ہے کہ کسی قوم کا اتنا قتال کرنا کہ دنیا سے کفر و شرک نیست و نا بود
ہو جائے محال عقلی ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ آیت میں خطاب پیغمبر اور اصحاب پیغمبر
ہے اور ان کے قتال نے فتنہ کفر و شرک کو ہرگز دنیا سے معدوم نہیں کیا ۔

پہلا جواب

آیت کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ واقعی تم اتنی سخت جنگ کرتے جاؤ کہ دنیا سے

فتنہ کفریت و نابود ہو جائے کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے جو ایک نادان سے نادان
بھی سمجھ سکتا ہے کہ ہمارے انتہائی کوششیں کفر و الحاد کو معدوم نہیں کر سکتیں
اور قرآن مجید میں بھی متعدد مقامات پر وارد ہے کہ کفر و شرک قیامت تک باقی رہنے
والی چیزیں ہیں طلب یہ ہے کہ علی الاغلب کفر و شرک مغفود ہو جائے۔

دوسرا جواب

مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم یہ ارادہ کر کے جنگ کرتے رہو کہ شر باقی نہ رہی
عام اس سے کہ تمہاری یہ کوشش کفر و شرک کو قطعاً مٹا سکے یا نہ مٹا سکے۔

تیسرا جواب

آیت میں کہیں اس امر کا اشارہ نہیں ہے کہ تم اپنے قتال سے دنیا چھان کے
کفر و شرک کو مٹا دو۔ کوئی قوم کتنی ہی زبردست ہو پھر بھی تمام کرۂ عالم سے دوسرے
مذاہب کا قلع قمع نہیں کر سکتی اور یہ امر عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے۔
ہمارے نزدیک ملک عرب سے کفر و شرک کا مٹانا مقصود ہے کیونکہ اسلام
اور پیغمبر اسلام اور اہل اسلام کیلئے عرب ہی کے لوگ باعث فتنہ و فساد تھے اور وہ ہی
پیغمبر اسلام کو فتنہ میں ڈالے ہوئے اور اہل اسلام کو ایذا میں پہنچاتے تھے اسی لئے
انہیں کے استیصال کا حکم دیا گیا گویا حکم کے پیرایہ میں بالمنیٰ یہ پیشینگوئی کی گئی کہ عرب
میں فتنہ کفر نہ رہے گا حالانکہ جو وقت مدینہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی مسلمان کمزور حالت میں
تھے اور ابھی اتنا نہیں سدھرنے پائے تھے کہ تمام ملک عرب کا استیصال
کر سکتے اور ان کی قوت سے ملک بہر شرک کی گندگی سے پاک صاف ہو جاتا یا انہم
اللہ تعالیٰ کی پیشینگوئی پوری ہو گئی اور تمام ملک عرب کفار و مشرکین سے خالی ہو گیا اور

ملک بہر میں کہیں فتنہ کفر و شرک باقی نہ رہا۔ جیسا کہ اس وقت بھی مشاہد ہے اور انشاء اللہ قیامت تک ایسا ہی مشاہدہ ہوتا رہے گا۔

پیشینگوئی

(۹۵)

یہود و نصاریٰ میں سے کوئی ایک سری کے
قبلہ کی پیروی نہ کرے گا

جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور ان (یہود و نصاریٰ) میں کوئی (دُفریق) بھی دو قسم (دُفریق) کے قبلہ کی پیروی کرنا لانا نہیں۔	وَمَا لِبَعْضِهِمْ بِتَابِعٍ قَبْلَهُ لِبَعْضٍ۔
---	--

ف

مطلب یہ ہے کہ نہ تو نصاریٰ یہود کا مذہب قبول کر کے ان کے قبلہ (بیت المقدس) کی پیروی کریں گے نہ یہود، جیسا تیوں کا مذہب مان کر ان کے قبلہ (سمت مشرق) کی پیروی کر نیو اسے ہیں اور ایسا ہی ہو کہ اس وقت کے اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں سے نہ تو کوئی عیسائی یہود کے مذہب میں داخل ہوا نہ کسی یہود نے مسیحی مذہب قبول کیا

بلکہ یہ پیشینگوئی جیسا کہ قوانین سے ثابت ہے ہمدردی کے لئے آج اسی طرح پوری ہوئی رہی ہے
یہود کو تو مسیحیوں پر کبھی ایسا غلبہ حاصل نہیں ہوا جو ان کو زبردستی اپنے مذہب میں شامل
کرنے کی جرات کرتے البتہ عیسائیوں کو ایسے موقعے ہمیشہ ملتے رہے اور وہ ہمیشہ جانتے تھے
بن بڑا یہودیوں کو زبردستی عیسائی بناتے رہے۔

مگر اس زور و ظلم کی سند نہیں۔ خوشی دل سے تو آج تک نہ کوئی یہودی عیسائی ہوا نہ کسی
عیسائی نے یہودی بننا قبول کیا۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مذہبی دشمن اور خون کا
پیا سا رونا یہ ایک سچی اور زبردست پیشینگوئی ہے جو ہر زمانہ میں پوری ہوتے دیکھی گئی
اور اسوقت بھی اسکی صداقت انصاف پسند اہل عالم کو متحیر کئے بغیر نہیں رہتی۔

پیشینگوئی

(۹۶)

خلفاء راشدین اسلام کی اشاعت کریں گے

جیسا کہ سورۃ الحج میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(یہ ہاجرین وہ مظلوم لوگ ہیں) جو صرف
اتنی بات کے کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ
ناحق اپنے گھروں سے نکال دئے گئے
اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ
سے نہ ہٹواتا رہتا تو (نصاری کے) گرجے

الَّذِينَ أَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ
بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا
رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ
النَّاسَ بَعْضَهُمْ
بِبَعْضٍ لَفُتِدَتْ مَت

صَوَامِعُ وَبَيْعٌ وَصَلَوَاتٌ
وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ
اللَّهِ كَثِيرًا وَيَنْصَرِتُ إِلَهُ
مَنْ يَنْصَرُ لَهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ
عَزِيزٌ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّا لَهُمُ
الْأَرْضَ لَصَلَّوْا وَآتَوْا الزَّكَاةَ
وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا
عَنِ الْمُنْكَرِ وَاللَّهُ عَاقِبُهُ
الْأَكْمَرُ -

اور صومے اور بیویوں کے عبادت خانے
اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اکثریت
خدا کا نام لیا جاتا ہے کبھی کے ڈھائے
جا چکے ہوتے اور جو اللہ کی مدد کرے گا
اللہ (بھی) ضرور اس کی مدد کرے گا۔ کچھ
شک و شبہ نہیں کہ اللہ زبردست
(اور سب پر غالب ہے یہ لوگ دینی شریعت
شرع کے مسلمان ہیں تو مظلوم لیکن اگر
(حاکم وقت بنا کر) ہم زمین پر ان کے پاؤں
جھادیں تو وہ نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ
دیں گے اور (لوگوں کو) اچھے کام کے
لئے حکم دیں گے اور بُرے کاموں سے
منع کریں گے اور سب چیزوں کا انجام کار
تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

و

آیت کریمہ میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اصحاب کی تعریف و توصیف ہے
جو محض اسلام لانے کے جرم میں اپنے وطن مکہ سے نکالے گئے انہیں کو اصطلاح
اسلام میں ہاجرین کہتے ہیں پھر ان ہاجرین کی نسبت یہ پیشینگوئی فرمائی کہ اگرچہ یہ مظلوم
و غریب لوگ ہیں لیکن اگر ان کو حاکم بنا دیا جائے اور ان کے پاؤں جھادے جائیں
تو وہ اسلام کی اشاعت میں بہت اچھے کام کریں گے خود نماز پڑھیں گے زکات
دیں گے اور دوسروں کو بھلا کام کرنے کا حکم دیں گے اور برائیوں سے منع کریں گے

پیشینگوئی کھلے بند پوری ہوئی۔ کہ انہیں محترم مجاہدین میں سے ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فاروق اعظم عثمان ذی النورین اور علی مرتضیٰ تھیں۔ پھر نفوس مطہرہ ایک کے بعد ایک رسول اللہ کے جانشین ہوئے۔ خدا کی زمین اور ظاہری سلطنت کے مالک بنے مسلمانوں کے امام و سلطان ہوئے۔ اور انہیں کے عہدوں میں اسلام حبیباً کچھ بھلا بھولا دہ تائیج جانتے والوں پر اگر چہ مخفی نہیں ہے تاہم ان خلفائے راشدین کے مبارک عہدوں میں جو ممالک زیرِ تسلیم اسلام آئے ہم ان کی مختصر فہرست گذشتہ صفحات میں دے چکے ہیں۔

نکست

یہاں ایک مذہبی نکستہ ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان مجاہدین کو حاکم بنا کر اگر ہم ان کے پاؤں جاویں تو وہ نماز پڑھیں گے زکات دیں گے دوسروں کو بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے تو مجاہدین میں سے جو نفوس زمین کے مالک و حاکم بنے وہ ہی ان صفات کے مصداق ہوئے پس اس آیت سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ کے بعد چاروں خلفاء اہل خلفائے راشدین اور امام برحق تھے۔ وہ نماز پڑھنے والے تھے زکات دینے والے تھے بھلائی کا حکم کرنے والے تھے۔ بُرائی سے روکنے والے تھے یعنی خود بھی شریعت کے پکے۔ پابند تھے۔ دوسروں کو بھی پابند شریعت کر نیوالے تھے اور بلا شک ایسے ہی نفوس کا نام خلیفہ برحق اور امام مفترض الطاعت ہے۔

پیشینگوئی

(۹۷)

تم اے صحابہ سول، خوف، بھوک اور مال
جان اور پیداوار کی کمی کی آزمائش میں مبتلا ہو گے

جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور البتہ ہم تم کو تھوڑے سے خوف سے
اور بھوک سے اور مال اور جان اور
پیداوار کی کمی سے آزمائیں گے
اور دایم پیغمبر! صبر کر نیوالوں کو
(خوشنودی خدا) اور دکشائش کی
بشارت دو۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ
وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ
وَالْأَنْفُسِ وَالْأَمْوَالِ
وَكَبَشِيرِ الصَّابِرِينَ -

اس آیت میں دم، باتوں کی پیشینگوئی کی گئی ہے۔

اول: مسلمانوں کا تھوڑے سے خوف میں مبتلا ہونا۔ انسان کے دل میں جو کسی مکروہ
یا محبوب چیز کا خیال پیدا ہوتا ہے وہ تین صورت سے خالی نہیں اگر وہ خیال

ایسے موجود کا ہے جو گنہگار ہے تو اس کا نام ذکر و تذکر ہے۔ اگر ایسے موجود کا خیال ہے جو فی الحال ہے تو اس کا نام ذوق و وجدان ہے اور اگر ایسی شے کے وجود کا خیال گذر ہے جو ایندہ ہو نہ والا ہے تو اس کا نام توقع اور انتظار ہے یہ انتظار اگر مجبور چیز کا ہے تو اس کا حال ہونا موجب احت و دلپسی ہے تو اس کا نام اشیا ح ہے اور اگر مکروہ چیز کا انتظار ہے جس کو خیال حصول سے طبیعت کو تکلیف ہوتی ہے تو یہی خوف ہے

ابتلائے خوف کی پیشینگوئی جنگ حنین اور جنگ احزاب میں بوری ہوئی غزوہ احزاب میں کفار کے تمام قبائل مسلمانوں کی یلغی پر متفق ہو کر امنڈ پڑے تھے اور اس جنگ میں اگرچہ مسلمانوں کو نمایاں فتح اور کافروں کو شکست فاش ملی لیکن شروع شروع میں کفار کی کثرت، ان کی قوت و جمعیت اور اپنی قلت دیکھ کر اہل اسلام کے دلوں پر خوف چھا گیا تھا چنانچہ مسلمانوں کی اسی حالت کو اللہ تعالیٰ سورۃ الاحزاب میں یوں بیان فرماتا ہے۔

اِذْ جَاؤُاْكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ
وَمِنْ اَسْفَلَ مَكَكُمْ
وَإِذْ نَزَّاتِ السَّيِّفَاتُ اَلْاُولٰٓئِکَ بِصَارُ
وَبَلَغْتَ اَلْقُلُوبُ
اَلْخَافَیْرَ وَتَضَوُّنَ بِاَللّٰهِ
اَلنَّظْمُ نَا هُنَالِكَ اَبْتَلٰی
اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَخَرَجُوْا
مِنْ اَرَاۤءَ مَشٰدِیْدًا

جس وقت کہ دشمن (پتھر تھمارے اوپر کی طرف سے بھی اترے اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی دپٹے) اور دمارے خوف کے تمہاری (آنکھیں) پھری (کی پھری) ہو گئی تھیں اور کلیجے موہنوں کو آگئے تھے اور خدا کی نسبت تم (لوگ طرح طرح کی) گمان کرنے لگے تھے اس موقع پر مسلمانوں کے استقلال کی آزمائش کی گئی اور خوب ہی جھڑجھڑائے گئے۔

دو مسلمانوں کا بھوک کی مصیبت میں مبتلا ہونا۔

شروع شروع میں مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تو دھوک کی،

یہ مصیبت دونوں تک ان پر سخت گزری اس کے علاوہ خود اس جنگ احزاب میں بھی اس کا وقوع ہوا۔ دشمنوں سے شہر مدینہ کو محفوظ رکھنے کیلئے مدینہ کے چاروں طرف خندق کھودنے کا انتظام ہوا مگر اس وقت تک مسلمانوں کے پاس اتنی دولت و قوت نہ تھی جو یہ کام مزدوروں سے لیا جاتا۔ اس لئے ہجرا میں انصار اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو اپنے ہاتھوں سے کیا اور ایسا کیا کہ بھوک کی حالت میں بھی کام سے باز نہ رہے بلکہ پیٹ پر پتھر باندھ باندھ کر خندق کھودتے اور مٹی لجا کر باہر پھینکتے تھے۔
اس مقام پر ہم بخاری کی ایک حدیث نقل کرنی مناسب سمجھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ
حَدَّثَنَا معاوية بن عمرو
حَدَّثَنَا ابو اسحاق عن
محمَّد بن ميمون عن انس رضي الله عنه
يقول خرج رسول الله الى
الخندق فاما المهاجرون
والانصار فيفقدون في غداة
يا ردة فلم يكن لهم
عبيد يعلمون ذلك
لهم فلما ساءلني ما بهم
من النصب والجوع قال
اللهم ان العيش عيش الآخرة

حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن محمد نے
انہوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے
معاویہ بن عمرو نے انہوں نے کہا حدیث
بیان کی ہم سے ابو اسحاق نے حمید سے
انہوں نے کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ
کو کہتے ہوئے سنا کہ نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف تو ہاجرین اور انصار
کو کھودتے ہوئے پایا۔ پلٹنے ہی میں
پھر ان لوگوں کے پاس مزدور نہیں تھے
جو ان کے اس کام کو کرتے تو جب ساءل اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاجرین اور انصار
کی اس مشقت اور بھوک کو ملاحظہ فرمایا تو

فاغفر للاً نصلاً والمہاجرین
فقالوا عجیبین لہ نحن الذین
بایعوا محمداً علی الجہاد ما
بقینا ابداً -

بیتاب ہو کر فرمایا، خداوند! اصل زندگی
آخرت کی زندگی ہے تو ہاجرین و انصار کو
بخندے پھر آپ کے جواب میں ان
لوگوں نے عرض کیا کہ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں
محمدؐ سے عیت کی ہے جہاد پر جب تک
زندہ رہیں۔

تیسرے - مال کی کمی ہوئی جو غریب الوطنی کے لئے لازمی چیز ہے اور اسی
فقدان مال کی وجہ سے بیشتر مسلمانوں کو بھوک کی مصیبت برداشت کرنی پڑتی تھی
چوتھے - جانوں کا نقصان ہونا جو غزوات اور کفار کی لڑائیوں میں واقع ہوا۔
پانچویں - پہلوں اور پیداوار کی کمی جس کو خشک سالی اور جہاد نے پورا کر دکھایا
امام سافعی کا قول ہے کہ خوف سے خزانہ ہی مراد ہے بھوک سے
 رمضان کا روزہ نقصان مال سے زکات و صدقات - نقصان جان سے امراض
و جہاد پیداوار اور پھلوں کی کمی سے اولاد کا مرنا۔ اگرچہ یہ لگتی ہوئی سی تفسیر ہو سکتی
ہے مگر سیاق و سباق آیت سے یہ معنی متبادر نہیں ہوتے اور پھر اس صورت
میں پیشینگوئی باقی نہ رہے گی۔ ہمارے نزدیک یہ معنی محض امام کی ایک جوالانی
طبع ہے اور بس۔

پیشینگوئی

کفار کو مال و اولاد کچھ فائدہ نہ دینگے

جیسا کہ سورہ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ
تَغْنِي عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ
وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ
شَيْئًا وَأُولَئِكَ هُمْ
السَّامِرُونَ وَالَّذِينَ
كَفَرُوا بِآيَاتِنَا قَدْ أَخَذَ اللَّهُ
بِلِقَائِهِمْ

جو لوگ (دین اسلام سے) منکر ہیں ان کے
مال نہ تو ان کے مال ہی ان کے
کچھ کام آئیں گے اور نہ ان کی اولاد
ہی (کچھ ان کے کام آئیگی) اور یہی ہیں
(جو) دوزخ کے ایندھن ہوں گے
(ان کی بھی وہی) فرعون والوں اور ان سے
پہلے لوگوں کی سی گت (ہونی ہے)
کہ انھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا
تو اللہ نے ان کو ان کی گناہوں کی
پاداش میں دہر بکڑا



ایسی ہی ایک آیت اس سورہ کے آخر میں اور ایک آیت سورہ المجادلہ میں وارد
ہوئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بظہر فرعون والے اور ان سے پہلے کے لوگ
پیغمبروں کی مخالفت اور ان سے دشمنی کر نیکی پاداش میں برباد کر دیے گئے۔
اسی طرح عرب کے کفار و مشرکین بھی جو تمہاری عداوت پر تلے ہوئے ہیں اپنی
ان نالائقی کو ششوں کا فریاد بنائیں گے۔ اور نیت و ناپود ہو جائیں گے اور اس وقت
ان کو نہ تو ان کے مال ہی آفت سے بچا سکیں گے نہ ان کی اولاد ہی کچھ کام آئیگی۔

اور ایسا ہی ہو اگر جو دشمنان اسلام اپنی سرکشی اور مخالفت پیغمبر سے باز نہ آئے وہ سب شمشیر اسلام سے مغلوب و مہرور ہوئے نہ اولاد کی کثرت اس آفت سے بچاسکی نہ مال و دولت نے پناہ دی کہ بلا سے دولت خراج کر کے بچ جائے یا مسلمانوں کو غالب نہ ہونے دیتے یا غلبہ مسلمانوں کو مال و زر کا لالچ دیکر اپنے میں ملا لیتے اور اسلام کی طاقت کو کمزور و ضعیف کر دیتے۔

یہ کچھ نہیں ہوا بلکہ اسے سب کفار کا صفایا ہو گیا۔

پیشینگوئی

(۹۹)

حضرت محمد مصطفیٰؐ کو مشکروں کو عذاب سخت ہوگا

پہلی آیت سورۃ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تو دایم پیغمبر! جہنم میں رہے (تمہاری نبوت کی)
انکار کیا ان کو تو دنیا اور آخرت (دونوں)
میں بڑی سخت مار دیں گے۔ اور کوئی
ان کا حامی و مددگار نہ ہوگا۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاَعْلَمُوْهُمْ
عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ
نَّاصِرِيْنَ

دوسری آیت سورۃ فتح المسجدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تو جو لوگ (دین اسلام سے) منکر ہیں
ہم ان کو ضرور عذاب سخت (کا نرا) چلے گا کہ

فَلْيَسُدُّوْا فِى الدِّیْنِ كُفْرُوْا
تَحْذِرًا لِّمَا شَدِيْدًا وَّلَنُجِزِيَنَّهُمْ

اَسْمَاءَ الَّذِي كَانَ اِيْحْكُونُ

رہیں گے اور ضرور اُن کے (اُن) بدترین اعمال کا بدلہ دیں گے۔

تیسری آیت سورۃ النمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِسُوْنَ
بِآلَاٰ خِرَةٍ نَّهَيَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ
ذَهَبَ لَهُمْ وَاُولَٰئِكَ
الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ
وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمْ
الْآخِسِرُونَ۔

جو لوگ روزِ آخرت کا یقین نہیں رکھتے
ہم اُن کے اعمال ان کو عمدہ کر دکھائے
ہیں تو یہ لوگ بھٹکے بھٹکے پھرتے ہیں
یہی لوگ ہیں جن کو بُری طرح کا عذاب
ہونا ہے اور یہی لوگ ہیں جو آخرت میں
(سب سے) زیادہ نقصان میں رہیں گے

چوتھی آیت سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بِْعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔

اور دایِ پیغمبر! کافروں کو عذاب
دردناک کی خوشخبری سنا دو۔

پانچویں آیت سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَنْ يَكْفُرْ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُوْنَ
جِيسِيْ جِيسِيْ اَفْرَا پَر دازیاں یہ لوگ
کرتے ہیں غفریب خدا انکون کی سزا
دے گا۔

چھٹیں آیت بھی اسی سورہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مَنْ يَكْفُرْ بِالَّذِيْنَ تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ
هٰذَا آيَاتُ اللَّهِ الْمَكْرُوهَةِ الْعَذَابِ
بِمَا كَانُوا يَكْفُرُوْنَ۔

جو لوگ ہماری آیتوں سے کنا رکشی
اختیار کرتے ہیں ہم غفریب اُن کی
کنا رکشی کے بدلے اُن کو بُری مارکی

سزا دیں گے۔



کمال عذاب یہ ہے کہ انسان جن جن چیزوں سے فائدہ اٹھا رہا ہے وہ سب اس سے چھین جائیں اور اوپر سے مزید اسباب فکر و الم کا پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ یہی حال دشمنان اسلام کا ہوا کہ پہلے تو منادی اسلام نے ان کے بازار کفر و الحاد کو سرور کرنا شروع کیا جس کی انہیں سب سے زیادہ فکر لاحق ہو گئی اور اس فکر نے ان کے تمام عیش و آرام کو ان پر تلخ کر دیا پھر جب اہل اسلام ان کے مظالم سے تنگ آ گئے۔ اور پروا باز و سبوتاہ کرکھ یہ کلمہ تیغ و شان سے جواب دینا شروع کیا تو ان پر ایک بڑی مصیبت پڑ گئی یہاں تک کہ لڑائیوں میں ہزار ہا سرداران کفر تلوار کے گھاٹ اتر گئے اور بہت سے سخت ترین دشمنان پیغمبر کی اولاد نے صدق و لے اسلام قبول کر لیا تو جو مودی بیچ رہے وہ یا تو اسیر و قیدی بنے یا بُری حالت میں زندگی کاٹنے لگے۔ مال و دولت الگ کھویا، عزیز و اقارب جدا مارے گئے یا مسلمان ہو کر اپنے سے چھوٹ گئے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ زندہ رہ کر اسلام کی روز افزوں ترقی کو انہیں آنکھوں سے چارنا چار دیکھنا پڑتا تھا جو ان دشمنوں کے لئے سب سے بڑی مصیبت تھی۔

دنیا کے بھی سب عذاب سخت ہیں جن کی آیات مذکورہ میں پیشینگوئی کی گئی اور وہ صحیح اُتری۔

پیشینگوئی

کفار کی چند روزہ چلت پھرت سے تنگدل نہ ہو

یہ پیشنگوی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورہ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱) اے پیغمبر! شہروں میں کافروں کا چلنا پھرنا
تم کو (کسی طرح کے) مداخلت میں نہ ڈالے
(یہ) تھوڑے سے (چند روزہ) فائدہ سے
ہیں پھر (آخر کار) ان (کافروں) کا ٹھکانا نوح
ہے اور وہ (بہت ہی) بُری جگہ ہے۔

لَا يَغْنَصُكَ تَلْقَلُّبُ
الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ
مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ
مَا وَاهُمْ جَهَنَّمُ
وَبِئْسَ الْمِهَادُ -

دوسری آیت بھی اسی سورہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور دای پیغمبر! جو لوگ کفر (کے پھیلا نے،
میں دوڑے (دوڑے) پھرتے ہیں تم ان
لوگوں کی وجہ سے آزرہ خاطر نہ ہونا (کیونکہ)
یہ لوگ خدا کا تو کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔

وَلَا يَخْزِنُكَ الَّذِينَ
يُكْفِرُونَ فِي الْكُفْرِ
إِنَّهُمْ كَانُوا يُضْرَرُونَ
بِاللَّهِ شَيْئًا -



ابتدائی اسلام میں کفار خصوصاً مشرکین اور یہود بڑے دولت مند تھے اور وہ
صرف مسلمانوں کو چڑانے اور دکھانے کی غرض سے بہت اکر کر چلتے اور بات
بات پر دولت و تمکنت کا اظہار کرتے تھے کیونکہ ملک کی ساری تجارت
دحرفت وغیرہ انہیں کے ہاتھوں میں تھی۔

دیکھتے دیکھتے آخر بمقتضائے بشریت بعض مسلمانوں کو خیال پیدا ہوا
اور وہ کہنے لگے کہ خدا تو کفر سے راضی نہیں پھر یہ کیا بات ہے کہ ہمارے
دشمن تو اتنی راحت اور عیش و عشرت میں بسر کر رہے ہیں اور ہم پر فقر و فاقہ
کا دور دورہ ہے۔

اس کے جواب میں ان مسلمانوں کی تشفی کی گئی کہ تم گھارے کے اس جاہ و کنت
سے آزرہ خاطر نہ ہو مایہ ساری عیش و عشرت چند روزہ ہے اور مرنے کے
بعد وہ بہت برے پھینکے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بہت دن نہیں گزرنے پائے تھے کہ مسلمانوں کو
اللہ تعالیٰ نے قوت و جمعیت بخشی اور کافروں کے بُرے دن آ گئے
ان کی کل دولت یا تو جنگ کے ہی مسلمانوں کے ہاتھ آئی یا سماں جنگ وغیرہ
میں صرف ہو گئی۔

پیشینگوئی

(۱-۱)

جو اللہ کیلئے وطن چھوڑے گا وہ وافر حلیہ اور

کشایش رزق پائے گا

جیسا کہ سورۃ النسا میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور جو شخص خدا کی راہ میں (یعنی خدا کے لئے)
اپنا وطن چھوڑے گا تو دروے (زمین میں)
اس کو رہنے سے کیلئے وافر جگہ اور دہر طرح
کی کشائش یلگی۔

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي
الْأَرْضِ حُرّاً عَمَّاءَ
كَثِيراً وَسَعَةً

ف

پہلے تو مسلمانوں پر باوجود فراخی کے دنیا تنگ تھی یہاں تک کہ دشمنان اسلام
کے حملے گزرے ہوئے مظالم کی تاب نہ لا کر بہت سے مسلمانوں نے افسوس
کی طرف ہجرت کی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کی رفاقت
میں مکہ کی سرزمین کو خیر باد کہہ دینے کی راہ لی اور اس ہجرت میں تمام موجودہ صحابہ نے
آپ کا ساتھ دیا اور انہیں بزرگوں کو دربارِ احدیت سے ہاجرین کا قابلِ فخر خطاب
عنایت ہوا۔

اس آیت میں قرآن نے یہ پیشینگوئی کی کہ جو مسلمان خدا کے لئے اپنا
وطن (مکہ) چھوڑے گا وہ رہنے کے لئے وافر جگہ پائے گا اور اس کو ہر طرح کی
کشائش نصیب ہوگی۔

جن ہاجرین نے خدا کے لئے اور اس کے رسول کی خوشنودی کیلئے
اپنے وطن کو چھوڑ دیا اور مکہ سے مدینہ میں آئے انہوں نے اگرچہ تھوڑے دنوں
عسرت اور غریب الوطنی میں کاٹے لیکن یہ مصیبت زیادہ دن نہ رہ کر اور قرآن
کی پیشینگوئی پوری ہو گئی۔ آخر انہیں ہاجرین نے اپنے دشمنوں کو نیچا دکھایا
مکہ بلکہ تمام جزیرہ عرب کو فتح کر لیا۔ ان پر کشائش رزق و نعمت کا دروازہ کھل گیا
اور خدا کی زمین پر انہیں خدا کے بندوں کا راج ہو گیا۔

پیشنگونی

(۱۰۲)

ہماجرین کو ہم نہروں لے باغوں میں داخل
کریں گے

جیسا کہ سورہ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَآلَ الَّذِينَ هَاجَرُوا وَآخَرِجُوا
مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي
سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا
لَا كُفْرَ لَنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ
وَلَا دُخْلَ عَلَيْهِمْ جَنَازَاتُ
تُحْرَىٰ مِنْ تَحْتِهَا إِلَّا نَهَا
تُوبًا بَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ
وَاللَّهُ عِنْدَ خَيْرٍ
الشَّوَابِ

تو جن لوگوں نے ہمارے لئے (لپٹنے)
دیس چھوڑے اور (ہماری ہی وجہ سے) اپنی
گھروں سے نکالے اور قتل کئے۔ اور
لڑے اور مارے گئے ہم ان کی خطاؤں کو
ان سے ضرور محو کر دیں گے اور ان کو ایسے
باغوں میں (لیجا) داخل کریں گے جن کے
نیچے نہریں (پڑی) بہ رہی ہوں گی اللہ کے
ہاں سے (یہ ان کے لئے) بدلہ (ہے) اور
اچھا بدلہ تو اللہ ہی کے ہاں ہے۔



اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن ہماجرین مسلمانوں نے مجبور ہو کر اپنی وطن

(مکہ) سے ہجرت کی جو اللہ پر ایمان لانیکی پاداش میں اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ جن کو اللہ کی رضا مندی دھونڈنے کے عوض میں ستایا گیا۔ اور جنہوں نے چارہ کار نپا کر دشمنان اسلام سے قتال کیا اور جو اس قتال میں مارے گئے، ماہم ان کے گناہوں کو محو کر دیں گے اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے ہریں پڑی بہ ہی ہوں گی۔

جن ہاجرین کی صفیتیں بیان فرمائی گئیں ہیں ان کی دوستیں ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے دشمنان اسلام سے قتال کیا اور زندہ رہے۔ دوسرے وہ جنہوں نے قتال کیا اور شہید ہوئے اللہ تعالیٰ ان دونوں قسموں کے مسلمانوں کو گناہوں کے معاف کرنے اور باغوں میں داخل کرینگی بشارت دیتا ہے گناہوں کی سزا کا تو یہ مطلب ہے کہ ایام جاہلیت میں جو صغیرہ پاکیرہ گناہ ان سے سرزد ہوئے وہ اسلام لانے کے بعد محو ہو سکے اور اللہ تعالیٰ ان کا مواخذہ نہ کرے گا مرنے کے بعد شہیدوں کا باغوں میں داخل ہونا اور اخروی نعمتوں سے سرفراز ہونا تو ظاہر اور کتب عقائد بلکہ خود قرآن مجید سے بھی ثابت ہے اور عقل بھی اس امر کو قبول کرتی ہے لیکن ہاجرین کے حق میں یہ پیشینگوئی دنیا میں بھی پوری ہو گئی۔ ملک شام، سلطنت روم کے اکثر (زرخیز) حصے اور حکومت ایران کے قطعات وغیرہ تین خلافتوں میں اچھی طرح فتح ہو چکے تھے اور ان زرخیز حصوں پہلہ تے سبزہ زاروں اور آراستہ باغوں پر دجن میں انواع و اقسام کی بہترین نہریں جاری تھیں، ہاجرین قابض و متصرف ہو گئے تھے۔

پیشینگوئی

(۱۰۳)

مسلمانوں کو نہروں والے باغِ عمدہ عمدہ قصر
ومحلات اور عیش و راحت کے تمام ساز و سامان
مل کر رہیں گے

پیشینگوئی تین مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ الحج میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک
عمل کئے کچھ شک نہیں کہ ان کو اللہ ایسے
باغوں میں دلہا، داخل کرے گا جن کے
تلے نہریں (پڑی) بہ رہی ہوں گی۔ بے شک
اللہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ

دوسری آیت سورۃ الزمر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرے
اُن کے لئے بالاخانے (اور) بالاخانوں کے

لِّكُلِّ الَّذِينَ اتَّقَوْا
رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ

مِنْ ذُو قَهَارٍ عَظِيمٍ
مُتَبَيِّنَةٍ تَخْرِجُ مِنَ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
وَعَدَّ اللَّهُ لَا يَخْلِفُ
اللَّهُ الْمِيْعَادَ

اوپر داور، بالالغانے ہوں گے جن کے
نیچے نہریں دپڑی، بہ رہی ہوں گی۔ یہ (ان سے)
خدا کا وعدہ (ہے)، اللہ وعدہ
خلا فی نہیں کیا کرتا۔

تیسری آیت سورۃ المرسلات میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي
ظِلَالٍ وَعُيُونٍ
وَفَوَازٍ مُّسَا
يَسْتَهْجُونَ۔

بیشک (ایک دن ایسا آئیگا، کہ پرہیزگار
لوگ چھاؤں اور چشموں اور میوؤں میں
جو ان کو بھاتے ہیں دھیش کرتے، ہوں
گے۔

ف

جیسا کہ مفسرین کا خیال ہے، ہم ان آیات میں کوئی ایسا اشارہ نہیں پاتے جس سے
ان مذکورہ نعمتوں کا آخرت کے ساتھ مخصوص ہونا منظور ہو سکے ہمارے نزدیک
مسلمانوں کو یہ ایک ایسی خوشخبری دی گئی جو ان پر دنیا ہی میں پوری ہو گئی اور جس کی قسط
سے آج عالم تاریخ کا کوئی فرد بشر انکار کی جرات نہیں کر سکتا۔ بلا شک مسلمانوں کو
یہ سب نعمتیں دنیا میں حاصل ہوئیں اور انھوں نے خوب عیش کئے عمدہ



پیشینگوئی

(۱۰۴)

اللہ ہی کا بول بالا رہیگا

پیشینگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور جو اللہ اور اللہ کے رسول اور مسلمانوں کا دوست ہو کر رہے (تو وہ اللہ والا ہے اور)	وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ۔
--	---

اللہ والوں ہی کا رہیشہ بول بالا ہے۔

دوسری آیت سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اگر تم رسول کی مدد نہ بھی کرو تو (کچھ پروا نہیں اللہ ان کا مددگار ہے اور) اُسی نے اپنے رسول کی مدد اس وقت بھی کی تھی جب کافروں نے اُن کو (ایسا بے سرو سامان گھر سے) نکال دیا (کہ صرف دو آدمی اور) دو میں دوسری پیغمبر اس وقت یہ دونوں غارِ ثور میں تھے (اور اُنہو پیغمبر) اپنی ساتھی (ابوبکر) کو سمجھا رہے تھے کہ کچھ (ریخ	إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ لَضَمَّ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِي اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّا اللَّهُ مَعَنَا فَا نَزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ
--	--

يُجْنُوْا لَكُمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ
كَلِمَةً الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
السَّافِلِيْنَ وَكَلِمَةً اِلٰلَهِ
هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ
عَزِيزٌ حَكِيْمٌ

نکرو دشمن اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے ان
دلوں کو (پرانی طرح سے) تسلی اتاری اور انکو
ایسی فوجوں سے مدد دی جن کو تم لوگ دیکھ سکتے
اور کافروں کی بات کو نیچا کر دکھایا اور (سدا اللہ ہی
کا بول بالا ہے اور اللہ غالب اور صاحب
تدبیر ہے۔

ف

اس طویل آیت میں کئی باتیں قابل ملاحظہ ہیں۔

اہر اول

تبوک ملک شام کا ایک شہر ہے جہاں روم کی عملداری تھی اور وہ لوگ نصاری
تھے بینبر اسلام کے انتقال اور قحط سالی کی جھوٹی خبر شکر فیہر کو ملک عرب کو زیر کرنے
کا حوصلہ ہوا۔ اور اس نے کچھ لشکر اسطرف متوجہ کئے جب آنحضرت کو یہ خبر معلوم ہوئی آپ نے
مطائف کی ہم سے فارغ ہو کر رومیوں کے حوصلہ پست کرنے کے لئے خود ان پر چڑھائی
کر دی۔

جب آپ نے مسلمانوں کو جنگ کے لیے بلایا تو منافقین جی چرانے اور
طرح طرح کے عذر دہانے لگے یہ آیت انہیں منافقین کی ملامت
د تو بخ نہیں ہے کہ اگر تم بغیر کسی مدد نہ کرو گے تو اللہ نے جس طرح پہلے موقوف پر مدد کی
تھی اب بھی اپنے رسول کی مدد کرے گا اور تمہاری مدد نہ کرنے سے اسلام کا کوئی نقصان
نہیں ہوگا۔

امرثانی

اس آیت میں واقعہ ہجرت کا بیان ہے جو حضرت سرور کائنات کی زندگی کا ایک بڑا مشہور واقعہ ہے۔ مختصر یہ ہے کہ کفار مکہ تو شروع سے اسلام کے مخالف تھے اور جس جس طرح بن پڑتا تھا شیوع اسلام کو روکتے تھے۔ چنانچہ اگر کہ ایندو بر فرزند دے کے کو پف زندریشش بسوزدہ ڈرایا۔ دہکایا۔ شایا مگر اسلام تھا کہ برابر ترقی کرتا چلا جاتا تھا آخر کار عاجز آکر سب دارالندوہ میں جمع ہوئے۔

دارالندوہ مکہ میں ایسی جگہ تھی جیسے ہمارے بڑے شہروں میں مینوسپل کیٹی کا مال کہ وہاں ہر طرح کی پنچائیتیں ہوا کرتی تھیں۔ غرض یہاں جمع ہو کر ہر ایک نے اپنی اپنی تجویز پیش کی کسی نے کہا پیغمبر کو شہر بدر کرو۔ کسی نے رائے دی کہ قید کر دو۔ کوئی اس شخص کے پاس آنے پانے کا نہ یہ کسی کو بہکا سکیگا کسی نے صلاح بتائی کہ مار ڈالو۔ ردوقح کے بعد یہ ٹھہرا کہ بلوے کے طور پر بے آدمی ملکر قتل کروں۔ وحی کے ذریعے پیغمبر کو اس امر کی اطلاع اور مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنیکی ہدایت ہوئی چنانچہ اپنے اسی راستہ حضرت علیؓ بن ابیطالب کو اپنی جگہ پر سلا دیا اور حضرت ابوبکر صدیق کو ساتھ لیکر جبل ثور کے غار میں جا چھپے جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

دشمن ساری رات پیغمبر کے گھر کو گھیرے پڑے رہے صبح ہوئی تو دیکھا کہ پیغمبر کا پتہ نہیں اور جن کو پیغمبر سمجھے تھے وہ علی بن ابیطالب نکلے۔ بہڑوں کی طرح جستجو کیلئے چاروں طرف کو نکل پڑے۔

جس غار میں آنحضرت اپنے یار غار ابوبکر کے ساتھ تشریف رکھتے تھے اس وقت بھی بعض دشمنوں کا گذر ہوا۔ اور یہ اس وقت کا مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر کا فرار کا

اپنے سروں پر چلنا پھرنا، بات کرنا دیکھ کر گھبراتے تھے اور بار بار عرض کرتے تھے کہ یا رسول اللہ مجھ کو اپنی جان کا خوف کچھ نہیں ہے مگر آپ کا بال میکا ہوا تو پہر اسلام کا یہیں خاتمہ ہو جائیگا۔ آنحضرت اس کے جواب میں آپ کو تسلی دیتے تھے کہ گھبراؤ نہیں، اللہ ہمارا ساتھی و مددگار ہے۔

اس درجہ کا توکل پیغمبر کے سوا کسی سے ہو نہیں سکتا۔

بہر حال جب تک یہ دونوں مرشد و مرید غار ثور میں فحی رہے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے کھانے اور سواری کا انتظام ہوتا رہا۔ جب ذی الحجہ کی جستجو کی شورش فزونی تو آنحضرت سیدہ سہیلہؓ چھوڑ کر بالا بالا کتراتے ہوئے مدینہ نکل گئے۔ اسی کا نام ہجرت ہے جس سے مسلمانوں کا سنہ ہجری شمار کیا جاتا ہے عہ
حضرت ابو بکر کی سیلک ایسی بڑی خدمت نمایاں ہے جس کو نہ کوئی مسلمان فراموش نہیں کر سکتا۔

ابو بکرؓ کی افضلیت

احمر ثالث - اس آیت سے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت بصرحت ثابت ہوتی ہے۔

پہلا شبوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خوف کے کہ اب کفار قتل پر تیلے ہو رہے ہیں غار ثور میں جا کر چھپے اور اپنی رفاقت کیلئے سوائے ابو بکر کے کسی کو پسند نہیں فرمایا اس سے بدیہی اظہار پر ثابت ہو جاتا ہے کہ سرور کائنات کو ابو بکر کی صفائی باطن پر اطلاع تھی آپ ان کو مومن صادق اور مخلص محق باور کرتے تھے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا اور

آپ کو ابوبکر کی نسبت ذرا بھی شبہ ہوتا تو ان کو ہرگز رفاقت کی عزت سے سرفراز نہ فرماتا بلکہ اس بات سے بھی ان کو اطلاع نہ دیتے کہ ہم کسی وقت مکہ سے ہجرت کرنے والے ہیں۔ تاہم رفاقت چھوڑ دے۔

دوسرا ثبوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے ہجرت کرنا خدا کے حکم سے تھا پس ابوبکر کی رفاقت بھی تابع حکم وحی ہوئی۔

یہ ظاہر ہے کہ اس وقت فطہین صحابہ کی جماعت خدمت رسول خدا میں موجود تھی اور خود آپ کے کنبہ اور قراقراموں میں بہت لوگ آپ کے موافق اور دوست تھے ایسی حالت میں اگر خاص خداوند کریم کا حکم نہ ہوتا تو آپ کبھی ابوبکر کو ساتھ نہ رکھتے جب کہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں آپ وحی کا انتظار فرماتے تھے تو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر کی رفاقت کیلئے ابوبکر کو مخصوص کرنا ایک ایسی فضیلت ہے جو صحابہ میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی اور اس پر مدعیان محبت صدیق جتنا بھی ناز کریں کم ہے۔

تیسرا ثبوت

بخاری بسلم اور امام احمد بن حنبل نے روایت کی ہے کہ۔

حدثنا عفان حدثنا حماد	حدیث بیان کی ہم سے عفان نے انھوں نے
انبا نا ثنا بت عن انس	کہا حدیث بیان کی ہم سے ہمام نے انھوں نے
ابن ابی بکر حدثه قال	کہا خبر دی ہم کو ثابت نے انس سے کہ ابوبکر
قلت للبتی صلی اللہ علیہ وسلم	ذو ان سے بیان کیا کہ جب ہم غار میں تھے تو میں نے
ونحن فی الغار لوان احدہم	دکافروں کو غار کے اوپر چلتا پھرتا دیکھ کر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

نظر اے قد میہ لا بصرتا
محت قد میہ فقتال یا ابابکو
ماظناک یا ثنین اللہ
ثالثہما -

سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر ان میں سے
کوئی ایک اپنے پاؤں کی طرف نظر کرے گا تو ہم کو
اپنے قدموں سے دیکھ لے گا تب آپ نے جواب دیا
اے ابوبکر تو ان دو ساتھیوں کی نسبت کیا گمان
رکھتا ہے۔ جن کا تیسرا ساتھی اللہ ہے۔

اب دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ابوبکر کو ثانی اثنین فرمایا یعنی
دو ساتھیوں میں پہلے رسول اور ان کے ثانی (دوسرے) ابوبکر۔ حدیث مذکور میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ ان دو ساتھیوں کے ساتھ ایک اور تیسرا رفیق اللہ ہے
پس ابوبکر اللہ کے تیسرے اور رسول کے دوسرے ساتھی ہوئے اس میں کوئی
شک نہیں کہ صدیق اکبر اکثر مناصب دینیہ میں ثانی رسول تھے جب پیغمبر خدا کو اللہ تعالیٰ
نے منصب نبوت سے سرفراز فرما کر خلق کی طرف مبعوث کیا اور آپ نے اسلام کی
دعوت دینی شروع کی تو سب سے پہلے ابوبکر نے اسلام کو قبول کیا اور اسلام
میں ثانی پیغمبر ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے طلحہ، زبیر، عثمان بن عفان وغیرہ چل
صحابہ کو اسلام کی ترغیب و تحریص دلائی یہاں تک کہ یہ سب لوگ ابوبکر کے ہاتھ پر
اسلام لائے اور آپ ان سب کو لیکر رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے پس
ابوبکر اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دینے میں بھی ثانی رسول ہوئے ہر غزوہ میں
ابوبکر، رسول کی خدمت میں کمر بستہ حاضر رہے اور کبھی کسی موقع پر آپ کے مفارقت
نہیں کی۔ پس آپ ہر مجلس رسالت میں ثانی رسول رہے۔

جب رسول اللہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ کے حکم سے ابوبکر نے
نماز پڑھائی اور نماز کی امامت میں ثانی رسول ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد اجماع امت نے ابوبکر کو خلافت کا

تاج پہنایا اور آپ حقیقت میں ثانی رسول ہو گئے ابو بکرؓ وفات کے بعد پہلے رسول میں دفن ہوئے اور بعد الموت بھی ثانی رسول ہی کہلائے۔

چوتھا ثبوت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ابو بکرؓ کو صاحب رسول فرمایا۔ (وَإِذْ يَقُولُ بِصَاحِبِهِ) جو آپ کی عظمت شان اور وقت صاحبیت کی تین دلیل ہے رسول اللہ کا صاحب ہونا کچھ معمولی بات نہیں ہے

پانچواں ثبوت

جب ابو بکرؓ نے کافروں کو اپنے سر پر چلتا پھرتا دیکھ کر رسول اللہ سے اظہارِ فکر کیا تو رسول اللہ صلم نے جواب دیا لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا۔ یعنی گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ تعالیٰ کی یہ معیت حفاظت و نصرت و حراست و معونت میں مراد ہے اور اللہ کی اس معیت میں رسول خدا اور ابو بکر صدیق برابر کے شریک ٹھہرے اور آخر اسی بزرگی نے یارِ خدا کے لقب کو ضرب المثل بنا دیا جو قیامت تک ابو بکرؓ کی مردانگی کو دنیا کے سانسے پیش کرتی رہی۔

چھٹواں ثبوت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین ابو بکرؓ پر نازل فرمادی اور اللہ کا یہ فرمانا ابو بکرؓ کی بہت بڑی عظمت اور منقبت کو ظاہر کرتا ہے۔

بعض لوگ (عَلَيْهِ) کی ضمیر کو مرجع رسول کو قرار دیتے ہیں مگر اللہ نے

اپنی تسکین رسول پر نازل فرمائی مگر یہ تو جیسے بچہ وجوہ باطل و مردود ہے۔

اولاً :- اس وجہ سے کہ ضمیر ہمیشہ اپنے اقرب کی طرف پھرتی ہے جب اس کا مرجع قریب موجود ہو تو خواہ مخواہ کو بعید مرجع کی طرف لیجانا قرین فصاحت نہیں ہے ثانیاً :- اس وجہ سے کہ علیہ کا مرجع رسول کو قرار دینے سے معنی فاسد ہو جاتے ہیں کیونکہ خوف و حزن ابو بکر کو لاحق ہوا تھا تو تسکین نازل کرنیکی ضرورت ابو بکر پر تھی نہ رسول پر رسول تو ساکن القلب تھے اور آپ کو طمانیت پہلے سے حاصل تھی اور آپ کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے تو جب ابو بکر نے یہ رخ و حزن کے وقت آپ سے فرمایا کہ ”تم نہ گھبراؤ“ تو اس کی تسکین و سکینۃ ابو بکر کی طرف پھر گئی اور ابو بکر کا خوف زائل ہو گیا۔

ثالثاً :- اس وجہ سے کہ اگر رسول پر سکینۃ کا نازل ہونا مراد لیا جائے تو لازم آئے گا کہ رسول انزال سکینۃ سے پہلے محزون و خائف تھے حالانکہ اس کا بطلان خود اسی آیت سے ثابت ہے کیونکہ آیت کریمہ میں صاف صراحت ہے کہ رسول خدا نے ابو بکر سے فرمایا کہ تم گھبراؤ نہیں پس گھبرائو الا دمی جو خود خوف و حزن میں گرفتار ہو دو مگر خائف و محزون کی تسلی نہیں کر سکتا ع خفتہ را خفتہ کے کند بیدار۔ غرض ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ خوف و حزن ابو بکر پر طاری ہوا۔ انہیں کو رسول پر تسکین دی اور انہیں پر اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینۃ نازل فرمائی اور یہ سب امور اس جناب کے فضائل عظیمہ میں سے ہیں جو صحابہ کرام میں سے اور کسی کو حاصل نہیں ہوئے

امر ثالث

آخر میں اللہ تعالیٰ نے یہ پیشین گوئی فرمائی کہ کَلِمَةُ اللَّهِ حَىُّ الْعُلَیَّا اللہ ہی کا بول بالا رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ انجام میں دشمنان اسلام پت ہوئے رایت کفر

سزنگوں ہوا، اور اسلام کا بول بالا ہو کر رہا۔
 یہ پیشینگوئی کسی وقت تک کے لئے خاص نہیں تھی بلکہ قیامت تک کیلئے
 ہے کہ اسلام کا بول ہمیشہ بالا رہے گا چنانچہ تیرہ سو برس کے بعد کبھی ہم اس پیشینگوئی
 کو ویسا ہی صحیح و صادق پاتے ہیں کل دنیا کی مردم شماری (۱۹۰۳۵.....) ایک ارب
 ساٹھ کروڑ پینتیس لاکھ ہے۔

جن میں سے (۱۱۳.....) ایک کروڑ تیرہ لاکھ یہودی ہیں۔

(۵۵.....) پچیس کروڑ بدہ اور ہندو ہیں۔

(۵۷۱۴.....) ستاون کروڑ چودہ لاکھ عیسائی ہیں

(۲۴۶۶.....) چوبیس کروڑ ستر لاکھ مسلمان ہیں

اسلام کے مقابلہ میں بدہ اور عیسائیت دو ہی مذہبوں کو پیش
 کیا جاسکتا ہے جو مردم شماری میں اسلام سے بڑھے ہوئے ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ بدہ مذہب تقریباً تین ہزار برس سے دنیا میں
 پھیلا ہوا ہے جبکہ اسلام کی عمر صرف تیرہ سو برس کی ہے پس اگر عمر کے فرق کا
 لحاظ رکھ کر مقابلہ کیا جائے تو شاید بدہ مذہب کا پایہ ترقی اسلام سے بہت
 گھٹ جائے گا۔

سچی مردم شماری بہت کچھ بڑھائی گئی ہے اسوقت وہ کرہ ارض کے
 بیشتر سلاطین کا آبائی مذہب ہے شاہی اثر سے اسکی مشنریاں قائم ہیں مشنریوں
 کو حکومت کی طرف سے بیش بہا اور ہر قسم کی امداد ملتی ہے دنیا کے گوشہ گوشہ
 سے ہنود کشمی آف اسٹیکس مولڈ انگلش دی۔ دب۔ بی۔ سی۔ آئی۔

The new dictionary of statistics
 by Augustus the Welch B.C.9

میں مشنریوں کے پادری و اعظمن پھیلے ہوئے ہیں جو طرح طرح کی ریت نئے طریقوں سے مسیحی مردم شماری کو روز افزوں ترقی دیتے رہتے ہیں اسلام مذہب مسیحی سے تقریباً چھ سو برس عمر میں پیچھے ہے مزید برآں وہ اس وقت ایک غریب و مفلس مذہب ہے جو نہ عیسائیت کی طرح دولت کے بل پر مشنریاں قائم کر سکتا نہ کوئی ایسی نہ کوئی ایسی جماعت ہے جو اسکی جو اسکی اشاعت میں کوشش کرتی ہو۔

غرض ان امور کو پیش نظر رکھ کر کوئی انصاف پسند شخص، اسلام کو عیسائیت کے مقابلہ میں مغلوب نہیں کہہ سکتا بلکہ بلا کسی کوشش کے اور بغیر کسی ترغیب و تحریض کے اسلام کا اسلام کا پھیلنے جانا اور عیسائی مشنریوں کی اپنی مذہبی حیثیت میں ناکام رہنا صاف دلیل ہے کہ عیسائیت مغلوب اور اسلام غالب ہے۔

ہم یہاں تک لکھنے پائے تھے کہ مھر کا اخبار ”روزنامہ حکمت“ ہماری نظر سے گذرا، وہ لکھتا ہے کہ ”حال کی مردم شماری مغربی افریقہ سے معلوم ہوا کہ سابقہ مردم شماری کے بعد سے وہاں کی بہت سی قوموں نے دین اسلام کو قبول کیا ہے سینیگال کی اقوام ”دولوف“ اور ”فولاد“ مسلمان ہو گئی ہیں علاقہ گنی میں اڑھائی سٹھ ہزار مسلمان ہیں۔ قوم ”دولہ“ میں اسلام سرعت کے ساتھ پھیلتا جاتا ہے بالائے سینیگال اور نائیجیریا کی پچاس لاکھ آبادی میں ہے پندرہ لاکھ آدمی مسلمان ہو چکے علاوہ ازیں بعض سواہل کے لوگ کثرت و سرعت کیساتھ دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں بعض ساحلوں کا بیان ہے کہ عیسائی مشنری

ان حالات کو دیکھ دیکھ کر نہایت مایوس و دلگیر ہو رہی ہے۔
 مغربی افریقہ میں نہ مسلمانوں کا کوئی ایسا زبردست اثر ہے نہ واعظوں کی کوشش
 ہے باوجود اس کے جو اسلام کی اشاعت ہوئی جاتی ہے یہ اسلام کی حقانیت اور
 الہی طاقت کا اثر نہیں تو کیا ہے؟

پیشنگوئی

(۱۰۵)

عرب کے سوا، اور ملک کے لوگ بھی
 مسلمان ہوں گے جو منافقوں کے سے
 نہ ہوں گے اور جن کو یہ نقصان نہ پہونچا
 سکیں گے

یہ پیشنگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ محمد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَاِنْ تَتَوَلَّوْاْ مَيْسَرًا قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ لَكُمْ	اور اگر تم (حکم خدا سے) روگردانی کرو گے تو (خدا) تمہارے سوا دوسرے لوگوں
--	--

اَمْثًا لَكُمْ

کو دہتھاری جگہ (لا بٹھا بیگا اور وہ تم جیسے نہیں
ہوں گے۔

دوسری آیت سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَا تَتَذَكَّرُوْا يُعَذِّبُكُمْ
عَذَابًا اَلِيْمًا وَّلَيَسْتَ بَدِلًا
قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ
شَيْئًا۔

(بلائے جانے پر بھی راہ خدا میں (طائیکہ لمی)
اگر تم نہ نکلو گے تو خدا تم کو بڑی دردناک
مار مارے گا اور تمہارے بدلے دوسرے
لوگ لا موجود کرے گا اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ
سکو گے۔

ف

جب سنی ہجری میں طائف کی ہم سے فارغ ہو کر رسول اللہ نے
رومیوں سے جنگ کا ارادہ کیا مگر قحط کا زمانہ شدت کی گرمی۔ پہلوں کا زمانہ
کہ وہی اہل عرب کی ساری کائنات اور اسی پر گذر اوقات تھی اور سب پر بالا سلطنت
روم کا رعب غالب، ان وجہ سے منافقین نے حیلہ حوالہ کر کے جانے سے
جی چرایا۔ جس پر ان آیات میں انہیں ملامت کی گئی ہے کہ اگر تم رسول کا ساتھ
نہیں دو گے تو خدا تمہارے بدلے میں دوسری قوم کو لا موجود کرے گا۔ جو تمہارے
اسیے نہ ہوں گے کہ اسلام کی امداد سے جی چرائیں اور تم لوگ اس کا کچھ نہ بگاڑ
سکو گے۔

(۱)

یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم منافقین کے عوض میں اللہ دوسری قوم کو لا موجود

کرے گا تو اس قوم سے کون سے لوگ مراد ہیں ؟ اس بارہ میں مختلف اقوال ہیں بعض مفسرین اہل بین کو مراد دیتے ہیں بعض ایرانیوں کو۔

اگرچہ ان دونوں صورتوں میں قرآن کی پیشینگوئی صحیح اتر جاتی ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث دوسرے ہی مسلک کو قوی قرار دیتی ہے کہ اس قوم سے اہل فارس مراد ہیں۔

ترمذی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (جس کا ترجمہ ہے) کہ اگر تم پھر جاؤ گے تو اللہ تمہاری سوا دوسرے لوگوں کو لا دیگا تو اصحاب نے کہا ما ہمارے بدلے کن لوگوں کو لائے گا پس رسول اللہ نے سلمان (فارسی) کے شانہ پر ہاتھ مارا پھر فرمایا کہ یہ اور اس کی قوم۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر ایمان شریا پر لٹکا ہوا ہوتا تو بھی فارس کے لوگ اس کو پا لیتے۔

الترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ
قال تلا رسول اللہ
ہذہ الایۃ و ان متوکلوا
سیتبدل قو ما غیرکم
فھاؤا من سیتبدل
بناقض رب رسول اللہ
علی منکب سلمان
ثم قال ہذا قومہ
والذی نفسی بیدہ
لوکان الا یمان منوطاً
بالثریا لنالہ رجال
من فارس۔

یہ اس امر کی پیشینگوئی تھی کہ فارس میں علم و ایمان خوب پھیلے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تین صدی کے اندر اندر تمام ملک فارس لوائے اسلام کے سایہ میں آ گیا اور ہر طرف اسلام ہی اسلام پھیل گیا۔ رسول عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام عرب میں مبعوث ہوئے۔ قرآن بھی عربی ہے

اور عربوں کے کارنامے بھی موجود ہیں ان کی پیشینگوئی توریت و انجیل میں بھی ہے اور حدیثوں میں بھی ان کے مناقب کثیرہ وارد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر فرمادیا کہ عرب میں اسلام ہمیشہ رہے گا عرب کے لوگ مذہب میں نہایت سخت ہوتے ہیں زمانہ کفر میں کفر ان کا سخت تھا اور اسلام لانے کے بعد اسلام میں اشد ہو گئے جیسا کہ حالت موجودہ سے بھی ظاہر ہے۔

فارس والوں میں بہت جلد نفیر آجاتا ہے۔ تھوڑے ہی زمانہ میں مجوسیت کو خیر باد کہہ کر مسلمان ہو گئے اسلام میں آنے کے بعد کچھ دنوں سستی رہے۔ پھر شیعہ ہو گئے کبھی امامیہ بنے۔ کبھی زیدی کبھی کچھ کبھی کچھ پھر آہستہ بانی ہونا شروع ہوئے چنانچہ اس وقت ایرانیوں کی بڑی جماعت بانی مذہب پر قائم و برقرار ہے ایسی متلون العقائد قوم خاک عرب کے بہادروں کا مقابلہ نہیں کر سکتی حدیث شریف کا صرف یہ مقصد ہے کہ فارس کے لوگ مسلمان ہوں گے اور سرزمین فارس میں اسلام عام ہو جائیگا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ اور اس کی صحت محتاج دلیل نہیں ہے۔ مفسرین کا عام مذہب یہ ہے کہ آیت میں اہل یمن اور اہل فارس کی کوئی خصوصیت نہیں ہے بلکہ وہ اپنے عموم پر ہے کہ اہل عرب کے سوا، دوسرے مالک کے لوگ بھی مسلمان ہوں گے یہ مذہب سب سے زیادہ قرین قیاس ہے اور اس صورت میں پیشینگوئی کا درجہ اور زیادہ بلند ہو جاتا ہے۔

(۲)

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ لوگ جو مسلمان ہوں گے ان منافقین جیسے ہونگے اور بلاشبہ جو قومیں مسلمان ہوں گی ان میں سے کوئی سی بھی منافق نہ بنے وہ سچے دل سے مسلمان ہوں گی انہوں نے اسلام کی مدد کی، اور فتوحات اسلام کی زیادہ تر

(۳)

لَا تَقْصُرُوا دِينَكُمْ (۵) کی تفسیر کدھر پھرتی ہے ؟ بعض مفسرین اللہ کو اس کا مرجع قرار دیتے ہیں۔ یعنی منافقین اپنی ان چال بازیوں اور جنگ میں شریک نہ ہونے سے اللہ (کے دین) کو کچھ بھی نقصان نہ پہونچا سکیں گے۔

بعض مفسرین (۵) کی تفسیر کو رسول کی طرف پھرتے ہیں کہ اسے منافقین! تم اگر رسول کا حکم نہ مانو گے اور جنگ میں شریک نہ ہو گے تو اس سے تم رسول کو کوئی ضرر نہیں پہونچا سکو گے۔ ان دونوں مسلکوں کا حاصل ایک ہی ہے۔

ہمارے نزدیک (۵) کا مرجع خود قوم ہے جو تفسیر سے متصل واقع ہے اور معنی یہ ہیں کہ اگر منافقین رسول خدا کا حکم نہ مانیں گے تو خدا ان کے بدلے میں ایک دوسری قوم کو بلا موجود کرے گا جس کو یہ منافقین نقصان نہ پہونچا سکیں گے اور وہ قوم ان منافقین جیسی نہ ہوگی۔ اور واقعہ بھی ایسا ہی ہوا

قوم معنی جمع ہے اسکی طرف ہمیشہ واحد مونث یا جمع مذکر کی تفسیر پھرتی ہے قرآن میں اس کے خلاف کہیں نہیں ہے بخلاف اس کے ہمارے مسلک کی بنا پر آیت میں (۵) واحد مذکر کی تفسیر قوم کی طرف راجع ہوتی ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ قوم کی جمع اقوام آئی ہے اگرچہ معنی میں جمع ہے لیکن لفظ کا لحاظ کرتے ہوئے اسکی طرف واحد مذکر کی تفسیر کا پہرنا کچھ تا سوزوں نہیں معلوم ہوتا۔

پیشنگونی

(۱۰۶)

محمد مصطفیٰ کا آواز بلند ہوگا

جیسا کہ سورۃ الانشراح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَسَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ اور ہم نے تمہارے ذکر اور خیر کا آواز بلند کیا ہے۔

ف

اس سے بڑھ کر صریح پیشنگونی کیا ہو سکتی ہے جسکی صداقت تیرہ سو برس سے اس وقت تک برابر ایک شان سے اہل عالم کے سامنے ہے۔
یہ آیت ملی ہے اور اس وقت نازل ہوئی ہے جب کہ رسول خدا پر دشمنوں نے دنیا تنگ کر رکھی تھی اور جو چند نفوس اسلام لائے تھے ان کو چھنے کو بھی جگہ تک نہ ملتی تھی یہاں تک کہ بہت سے مسلمانوں نے ارض حبشہ کی طرف ہجرت کی اور آخر خود رسول اللہ کو بھی مکہ چھوڑ کر مدینہ کی راہ لینی پڑی۔ ایسی بیچارگی کیمالست میں یہ پیشنگونی کرنی کہ تمہارے ذکر کا آواز بلند کیا جائے گا۔ اور پھر اس پیشنگونی کا کھلے بند ابھی طرح پورا ہونا، تمام کرہ عالم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذکر خیر کا بلند ہونا، مشرق سے مغرب تک اسلام کا شائع ہونا، دنیا کے گوشہ گوشہ میں محمد عربی کے نام مبارک کا وجود زبان ہونا، کیا کسی انسانی طاقت کا کام ہے؟ شاید کوئی

ذی ہوش اس کا جواب اثبات میں دینے کی جسارت نہ کرے گا۔

پیشینگوئی

(۱۰۷)

آئندہ عنقریب تم کو معلوم ہوگا کہ کس کا انجام بخیر ہے

جیسا کہ سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وایسے پیغمبران کا فروں سے کہو کہ بھائیو! تم
اپنی جگہ عمل کرو میں (اپنی جگہ) عمل کر رہا ہوں
پھر آگے چل کر تم کو معلوم ہو جائے گا کہ آخر کار
کس کا انجام بخیر ہے (مگر ٹائی) اس میں تو کچھ
بھی شک نہیں کہ ظالم تو کسی طرح فلاح پانے
کے نہیں۔

قُلْ يَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَمَلِي
مَكَانَتَكُمْ اِنِّي عَابِدٌ
مِمَّنْ تَعْبُدُونَ مِنْ
تَمَكُّونَ لَدَعَا قَبْلُ الدَّاسِرِ
اِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ

قرآن کی پیشینگوئی کہ آخر میں مسلمانوں ہی کا انجام بخیر ہوگا اور دشمنانِ اسلام
کو ہرگز فلاح نصیب نہ ہوگی، باجس طرح پوری ہو کر رہی وہ تاریخ جاننے والوں پر اختتام
سے زیادہ روشن ہے اور اس کا اثر آں بھی پردہ عالم میں مستتر نہیں ہے۔

پیشینگوئی

(۱۰۸)

اللہ کید کفار کو توڑنیوالا ہے

جیسا کہ سورۃ الانفال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مسلمانوں کا فزوں کو تم نے قتل نہیں کیا بلکہ انکو
اللہ نے قتل کیا اور دایم غیر با جب تم نے
تیر چلائے تو تم نے تیر نہیں چلائے بلکہ اللہ
تیر چلائے (تاکہ کفر کی بنیاد کو ڈال دے)
اور تاکہ مسلمانوں کو اپنی سرکار سے اچھا انعام
دے یعنی فتح و غایت فرمائے بے شک
اللہ سب کی استناد اور سب کچھ جانتا ہے
یہ بات (اچھی طرح سن رکھو) اور (جان لو کہ)
خدا کو کافروں کی تدبیروں کا توڑنا منظور ہے

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ
وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ
وَمَا سَأَيْتُمْ إِذْ رُسِمَتْ
وَلَكِنَّ اللَّهَ سَأَى
وَلِيُكَلِّمَ الْمُؤْمِنِينَ
بَلَاءً حَسَنًا إِنَّ اللَّهَ
سَمِيعٌ عَلِيمٌ ذَلِكُمْ
وَأَنَّ اللَّهَ مُهِينٌ
كَيْدِ الْكَافِرِينَ

یہ جنگ بدر کا مذکور ہے جس کے ساتھ یہ پیشینگوئی فرمادی گئی کہ اللہ کافروں کی
تدبیروں کو توڑ دے گا چنانچہ کفار اور دشمنان اسلام کی ساری کوششیں اور
تدبیروں جو اسلام کے مٹانے، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے یا اران رسول کو

برباد کرنے، لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکنے اور جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے ان کو دنیاوی لالچ اور زور و ظلم سے مرتد بنانے میں پوٹیدہ طور پر پاکھلے بند ہوتی تھیں یہاں سوچی جاتی تھیں۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے تاریک عبوت کی طرح توڑ کر رکھ دیا۔ دشمنوں کی ایک تدبیر نہ چلی اور آخر خود ذلیل و خوار ہو کر تباہ و برباد ہو گئے۔ یا مسلمان ہو گئے۔

پیشینگوئی

(۱۰۹)

اللہ کافروں کو ذلیل و رسوا کریگا

یہ پیشینگوئی قرآن مجید میں تین مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَأَعْلَمُوْا اَنَّكُمْ مَّوْعِدُوْكُمْ	اور دے دشمنان اسلام (تم جانے رہو
مَعِیْهِ اللّٰهُ وَاَنَّ اللّٰهَ	کہ تم اللہ کو (کسی طرح بھی) ہر انہیں سکونگے
مُتَحَدِّثُوْا لِّلْكَافِرِیْنَ	اور دے کہ آخر کار) اللہ کافروں کو ہی (مسلمانوں
	کے ہاتھ سے دنیا میں) رسوا کرے والا ہے

دوسری آیت سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَادِّثُوْنَ	جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِکَ	کرتے ہیں (آخر کار) وہی ذلیل و رسوا

فی الآذِلِّینَ۔ لوگوں میں ہوں گے۔

تیسری آیت سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنُوا اللَّهُ اَلَّذِينَ لَعَنُوا يَوْمَ دِالْحِ اَللّٰهُ
اَنۡ يُطَهِّرَ قُلُوۡبَهُمْ بِصَلٰوٰتِهِمْ لَهَمۡ فِی
اَللّٰهُ نَبِیَاۤ اٰخِرَیۡ وَّوَلَّهَمۡ فِی الْاٰخِرَةِ
عَذَابٌ عَظِیۡمٌ۔
یہی (کفار) وہ لوگ ہیں کہ خدا ہی ان کے دلوں کی
پہچیت کی گزر گئی ہے، پاک کرنا نہیں چاہتا
ان لوگوں کی دنیا میں بھی سوائی بہت اور
آخرت میں بھی ان کے لئے بڑا سخت
عذاب ہے۔

انسان کے لئے اس سے بڑی کوئی ذلت نہیں ہے کہ ایسے دشمن جن کو
وہ ذلیل سمجھتا ہے اور جن کو دنیا سے مٹا دینے کے لئے وہ سر توڑ کوششیں کر رہا
ہے ان پر قابو نہ پاسکے بلکہ برعکس اس کے وہ ہی منسوب دشمن اس پر غالب ہو جائیں
اور انہیں کے ہاتھوں وہ ذلیل و خوار ہو کر تباہ و برباد ہو جائے کفار عرب کا یہی حال
ہوا کہ وہ مٹھی بھر مسلمانوں کو ذلیل و حقیر سمجھتے تھے۔ انہیں نفرت کی نظر سے دیکھتے
تھے ان کو تباہ کر کے اسلام کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ دینے کی کوششوں میں جان و
مال سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ مگر ان کی ان ساری تالائق کوششوں کا یہ الٹا اثر
نمایاں ہوا کہ مسلمانوں کی قوت روز بروز بڑھتی گئی۔ وہ ہی کافروں پر غالب ہوئے
اور انہیں کے زبردست ہاتھوں سے کفار کا استیصال ہو گیا اور اکثر اونٹنی
غلام بنے اور قرآن کی پیشگی کوئی پوری ہوئی۔

پیشینگوئی

(۱۱۰)

مشرکین کو عذاب ہے نا ہے

یہ پیشینگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے

پہلی آیت سورۃ الفتح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک
مردوں اور مشرک عورتوں کو اللہ سزا دے گا
جو اللہ کے حق میں (طرح طرح کی) ہنگامیاں
رکھتے ہیں اب یہی مصیبت کے جگر میں آئیں گے

وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ
وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ
وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ
بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءَ عَلَيْهِمْ
دَآئِرَةُ السَّوْءِ

دوسری آیت سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

دسے پیغمبر ان میں سے جنہوں نے کفر
کیا عنقریب ان کو عذاب دردناک پہنچے گا

سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا
مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

و

بہت سے کٹر اور پکے مشرکین تو اسلام کی صداقت کو نہ مان کر اس کی قوت کی
بھینٹ چڑھ گئے اور عرب ان کے ناپاک وجود سے خالی ہو گیا بہت سارے
عساکت کی مار کھا کر مغلوب و مقہور ہوئے اور آخر آخر میں کثیر التعداد مشرکوں نے

اسلام قبول کر لیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں خاک پاک عرب کے شرک کا نام مٹ گیا۔

پیشینگوئی

(۱۱۱)

بعض نصاریٰ مسلمان ہوں گے اور جو تثلیث
سے باز نہیں آئیں گے وہ اپنی اس بد اعمالی کا
مزا چکھیں گے

جیسا کہ سورۃ المائد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا تو یہی تین میں سے ایک
تیسرا ہے (یہ لوگ بھی اس کہنے سے کافر
ہو گئے حالانکہ خدا کے واسطے کے سوا اور
کوئی معبود (یعنی خدا) نہیں ہے اور خدا کے
بارے میں جیسی جیسی باتیں یہ لوگ کہتے ہیں
اگر ان سے باز نہیں آئیں گے تو جو لوگ
ان میں سے کفر کرتے رہیں گے ان پر
عذاب دروناک نازل ہوا اور ہو۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا
إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ
وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ
وَاحِدٌ ذُوَ الرَّثَمِ
عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ
الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ۔

ف

اس آیت میں نصاریٰ کے دو فرقوں کے عقائد کا بیان ہے ایک فرقہ مسیح علیہ السلام ہی کو خدا سمجھتا تھا دوسرا فرقہ عجیب طرح پر خدا مانتا تھا کہ خدا، اور عیسیٰ اور روح القدس تینوں میں خدائی دائر ہے یعنی ان میں کا ہر ایک خدا ہے یہاں خدا نے فرمایا کہ سب کفر کے عقائد ہیں اور خدا ایک ہی ہے۔
آیت میں دو پیشینگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشینگوئی

یہ ہے کہ اگر نصاریٰ تین خداؤں کے اعتقاد سے باز نہ آئیں گے تو اسلی بادشاہ میں مبتلا کر عذاب کئے جائیں گے اور ایسا ہی ہوا۔ عرب کے نصاریٰ نے مسلمانوں کے ہاتھ سے جو کچھ دیکھا اس کا اثر آج بھی دیکھا جاتا ہے کہ تمام ملک عرب میں ایک عیسائی بھی نہیں رہتا۔ اس سے قطع نظر کہ اگر نظر کو اور وسیع کیا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ شام و روم میں اہل اسلام نے جو نمایاں فتوحات کیں انھوں نے اس پیشینگوئی کی صحت کو بہت زیادہ نمایاں کر کے ثابت کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں بہاؤدان اسلام نے مسیحیان روم و شام کو ناکوں چنے چھوئے اور جو روزیدان کو دکھایا وہ تاج خاستہ والوں پر آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ آخر رفتہ رفتہ تمام عیسائیوں کا قلع قمع ہو گیا اور ملک چہر طرف مسلمان مسلط ہو گئے۔

دوسری پیشینگوئی

یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان عیسائیوں اور معتقدین تثلیث میں سے بعض

بتلائے عذاب ہوں گے جس سے مستبظ ہو کہ بعض نصاریٰ مسلمان ہو جائیں گے اور اسلام کی وجہ سے عذاب سے محفوظ رہیں گے چنانچہ یہ پیشینگوئی بھی پوری ہوئی اور فتوحات روم و شام میں کثیر التعداد مسیحی اور بہت سے مہران خاندان شاہی بلا کسی زبردستی کے خود سچے دل سے مسلمان ہو گئے جناب فاروق اعظم کے عہد مبارک میں ہرمزان نے جو شیروہ کا ماموں اور بڑی قوت و اقتدار کا سرکار تھا یزدگرد کو تختہ حکومت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اگر اہوانہ فارس میری حکومت میں دیدیئے جائیں تو میں عرب کے سیلاب کو آگے بڑھنے سے روک دوں یزدگرد نے اس وقت فرمان حکومت عطا کر کے ایک جمعیت عظیم ساتھ کر دی۔

ابوموسیٰ اسلامی لشکر کے افسر تھے۔ فوستر خوزستان کا صدر مقام تھا اس کے قریب ہرمزان نے مقابلہ کیا اور عین پھاٹکت فریقین کا سامنا ہوا اگرچہ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا اور عجی ایک ہزار سے زیادہ مارے گئے تاہم مسلمان بھی بہت کام آئے براہمنی بعد اور عزاۃ بن ثور جیسے جاننازان اسلام ہرمزان کے ہاتھوں نذر اہل ہو گئے۔

آخر ابوموسیٰ رض نے شہر فتح کر لیا۔ تمام لشکر ٹوٹ پڑا شہر میں اہل پر لگئی ہرمزان بھاگ کر قلعہ میں ہو رہا۔ جب مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کیا تو ہرمزان اس شرط پر نیچے اتر آیا کہ اس کو ضرر نہ پہنچایا جائے بلکہ اس کو مدینہ بھیج دیں اور جو کچھ فیصلہ ہو عذر کے ہاتھ سے ہو۔ ابوموسیٰ نے منظور کیا اور حضرت اشک کو مامور کیا تا مدینہ تک اس کے ساتھ جائیں۔

ہرمزان بڑی شان و شوکت سے روانہ ہوا بڑے بڑے رئیس اور خاندان کے

تمام آدمی رکاب میں لئے مدینہ کے قریب پہنچ کر شاہانہ ٹھاٹھ سے آراستہ ہوا
 تلج مرصع جو آذین کے لقب سے مشہور تھا سر پر رکھا۔ ویسا کی قبازیب
 بدن کی اور شان عجم کے طریقے کے موافق زیور پہنے کمر سے مرصع تلوار لگائی عرض شان
 شوکت کی تصویر بنکر مدینہ میں داخل ہوا، اور لوگوں سے پوچھا امیر المومنین کہاں ہیں
 وہ سمجھتا تھا کہ جس شخص کے دبہ نے تمام دنیا میں غلغلہ ڈال رکھا ہے اس کا دربار بھی
 بڑے سرو سامان کا ہو گا حضرت عمر اس وقت مسجد میں فرش خاک پر لیٹے ہوئے تھے
 ہرمزان مسجد میں داخل ہوا تو سیکڑوں تماشاں ساتھ تھے جو اس کے ذرق برق لباس
 کو بار بار دیکھتے تھے۔ لوگوں کی آہٹ سے فاروق اعظمؓ کی آنکھ کھلی تو عجیبی شان و
 شوکت کا مرقع سامنے تھا اوپر سے نیچے تک دیکھا اور حاضرین کی طرف مخاطب
 ہو کر فرمایا، "یہ دنیا کے دون کی دلفریبیاں ہیں،" قادیہ کے بعد ہرمزان نے کئی
 دفعہ سعد بن وقاص سے صلح کی تھی۔ اور ہمیشہ اقرار سے پھر بھرتا تھا شوستر کے
 معرکہ میں دو بڑے مسلمان افسر اس کے ہاتھ سے مارے گئے۔ حضرت عمرؓ کو ان
 باتوں کا اس قدر رنج تھا کہ انھوں نے ہرمزان کے قتل کا پورا ارادہ کر لیا تھا تاہم
 اتمام محبت کے طور پر عرض معروض کی اجازت دی اس نے کہا کہ عمر! جب تک خدا
 ہمارے ساتھ تھا تم ہمارے غلام تھے اب خدا تمہارے ساتھ ہے اور ہم تمہارے
 غلام ہیں یہ کہہ کر پینے کا پانی مانگا۔ پانی آیا تو پیالہ ہاتھ میں لیکر درخواست کی کہ جب تک
 پانی نہ پی لوں مارا نہ جاؤں حضرت عمرؓ نے منظور کیا اس نے پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا
 اور کہا کہ میں پانی نہیں پیتا اور اس لئے شرط کے موافق تم مجھ کو قتل نہیں کر سکتے
 حضرت عمرؓ اس مناسطے پر حیران رہ گئے ہرمزان نے کلید توحید پڑھا۔ اور کہا کہ میں
 پہلے ہی اسلام قبول کر چکا تھا لیکن یہ تدبیر اس لئے کی تا لوگ یہ نہ کہیں کہ میں نے
 تلوار کے ڈر سے اسلام قبول کیا حضرت عمرؓ نہایت خوش ہوئے خاص مدینہ میں

رہنے کی اجازت دی اور دو ہزار سالانہ روزینہ مقرر کر دیا۔ ع۔

سنہ ہجری کے اخیر میں جب جلو لا فرغ ہوا تو بڑے بڑے روسا اور
نواب اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے ان میں سے جو زیادہ صاحب اختیار اور نامور
ان کے یہ نام ہیں جمیل بن بصرہ بن بصرہ بن نرسے - ریفیل - فیروز - ان ریسوں
کے مسلمان ہو جانے سے ان کی رعایا میں خود بخود اسلام کو شیوع ہوا۔ ع۔
قادیسیہ کے معرکہ کے بعد چار ہزار ولیم کی فوج جو خسرو پر وزیر کی تربیت یافتہ
تھی اور امپیریل گارڈ یعنی شاہی رسالہ کہلاتی تھی کل کی کل مسلمان ہو گئی۔

یزدگرد کے مقدمہ الحیش کا افسر ایک مشہور بہادر تھا جس کا نام سیاہ تھا
یزدگرد جب اصفہان کو روانہ ہوا تو اس نے سیاہ کو بلا کر تین سو بڑے بڑے
رئیس اور پہلوان ساتھ کئے اور صطخر کو روانہ کیا سیاہ نے ایک دن تمام ہمراہیوں کو
جمع کر کے کہا کہ ہم لوگ جو پہلے کہا کرتے تھے کہ یہ عرب ہمارے ملک پر غالب آجائیں گے
اس کی رفتہ رفتہ تصدیق ہوتی جاتی ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم لوگ خود اسلام قبول
کر لیں چنانچہ اسی وقت سب کے سب مسلمان ہو گئے یہ لوگ اسادہ کہلاتے
تھے کوفہ میں ان کے نام سے نہر اسادہ مشہور ہے ان کے اسلام لانے
پر سیاہجہ - زط - اندغار بھی مسلمان ہو گئے۔

عہد فاروقی میں مصر اور اس کے جو انب میں کثرت سے اسلام پھیلا قصبہ
بلہیب کے رہنے والے کل کے کل اپنی خواہش سے مسلمان ہو گئے۔ ع۔
فتح کے بعد جب اسلامی فوجیں آگے بڑھیں تو بقارۃ اور اودۃ سے لیکر عتقان

جوشام میں داخل ہے ہر جگہ اسلام پھیل گیا۔ شطائے مصر کا رئیس مسلمانوں کے حالات سے شکر پہلے ہی سے اسلام کی طرف مائل تھا چنانچہ جب اسلامی فوجیں رمیا میں پہنچیں تو دو ہزار آدمیوں کے ساتھ شطائے مصر کے مسلمانوں سے آ ملا اور مسلمان ہو گیا۔ فسطاط میں نوشیروان کی طرف یمن کا عامل تھا جب اسلام کا قدم شام میں پہنچا تو یہ سب مسلمان ہو گئے مورخ طبری نے جنگ یرموک اور سہلہ جری کے واقعات میں لکھا ہے کہ اس لڑائی میں بہت سے اہل عجم نے مسلمانوں کو مدد دی جن میں سے کچھ لڑائی سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے تھے اور کچھ لڑائی کے بعد اسلام لائے۔ ان واقعات سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے مبارک عہد میں اسلام کثرت سے پھیلا اور تلوار سے نہیں بلکہ اپنے فیض و برکت سے۔

پیشینگوئی

(۱۱۲)

کفار سے جہان تک ہو سکا اپنی پوری طاقت صرف
کر کے اسلام کی تباہی میں کوشش کر دیکھیں

جیسا کہ سورۃ الاعراف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ اِذْ عَوَّضُ شُرَكَاءُكُمْ
 حُمَةً كَيْدُؤِنْ فَلَا تُنْظَرُ
 اِنَّ دِيْنِي عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِي
 نَزَّلَ اِلَيْكَ الْكِتَابَ وَهُوَ
 يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ -

اے پیغمبر! ان کافروں سے کہو کہ اپنے
 شریکوں کو (اپنی مدد کیلئے) بلاؤ پھر
 (سب ملکر) مجھ پر اپنا دَاؤ کر چلو اور مجھ کو
 (ذرا بھی) مہلت نہ دو۔ اللہ جس نے
 اس کتاب (قرآن) کو اتارا ہے وہی
 میرا کارساز ہے اور وہی تمام فیکٹوں کی
 حمایت کرتا ہے۔

ف

اس آیت کریمہ میں تمام دشمنان اسلام کو برا لکھیختہ کیا گیا ہے کہ تم اپنے
 تمام شریکوں اور مددگاروں کو جمع کرو اور اسلام اور پیغمبر اسلام کے ساتھ قریب کرنے
 اور ان کے مٹانے میں پوری قوت صرف کرو اور ذرا بھی مہلت نہ دو۔ پھر دیکھو
 کہ تمہاری ان تھک کوششوں کا کچھ بھی نتیجہ تمہارے موافق نکلتا ہے؟ بلاشبہ
 اللہ اپنے پیغمبر اور نیک بندوں کا حامی و مددگار ہے اور خدا جس کا حمایتی ہو
 اس کا ساری دنیا بھی ملکر کچھ نہیں بگاڑ سکتی

سورة الاعراف، سوائے "وَاَسْتَكْلَمْتُمْ عَنِ الْفَقْرِ مَيْتَةً" پانچ سات
 آیتوں کے کل سورہ مکی ہے۔ پس ابتداء سے اسلام اور مسلمانوں کی بیچارگی کی حالت
 میں اس دعوے کیساتھ پیشینگوئی کہ فی کہ تمام کفار اپنی مجموعی طاقت سے
 بھی پیغمبر اور اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور باوجود علی الاعلان دعویٰ کرنے
 اور اس کے مستہزہ ہونے اور کفار کو چیلنج دینے کے اس پیشینگوئی کا پورا ہوجانا
 کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے ماکیا دنیا کی کسی طاقت میں تاریخ اس کی نظیر پیش کر سکتی
 ہرگز نہیں۔

پیشینگوئی

(۱۱۳)

کفار عرب کو جب دشمنی کا موقع ملیگا اٹھانہ کھینکے

جیسا کہ سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

(ان کا فوں کا عہد) کیسے (معتبر ہو سکتا ہے)
اور ان کا حال یہ ہے کہ اگر یہ لوگ تم مسلمانوں
پر غلبہ پا جائیں تو تمہارے بارہ میں قربت
کا پاس ملحوظ رکھیں اور نہ عہد (وہیمان) کا ،
اپنی زبانی باتوں سے تو تم کو رضامند کر دیں
اور انکو دل انکار رکھتے ہیں اور ان میں اکثر ایسی باتیں
ہیں کہ انکو آپ ہی آپ اس سے نکل بھاگتے ہیں

كَيْفَ وَاِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ
لَا يَرْغَبُوا فِيكُمْ اِلَّا وَّلَا
حِيْمَةً يُرْضُوْكُمْ بِاَوْ اَمْنٍ
وَقَاْبِ ثُلُوْا بِهِمْ وَاَكْثَرُوْا
فَاَسْقُوْنَ -

ف

آیت میں یہ پیشینگوئی کی گئی ہے کہ کفار عرب کے عہد وہیمان اور ان کی ظاہری
باتوں کا کچھ اعتبار نہیں جب ان کو موقع ملے گا عہد وہیمان کو تبراؤا لیں گے جہاں
غیر غلبہ حاصل ہو گا مسلمانوں کو نقصان پہونچانے کے درپے ہو جائیں گے
غرض اپنے امکان بھری کچھ اٹھانہ رکھیں گے۔

جب رسول خدا صلعم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے

تو مدینہ کے یہودیوں نے آپ سے اس بات کا معاہدہ کیا کہ وہ نہ رسول خدا سے
 لڑیں گے نہ دشمنان اسلام کا ساتھ دیں گے اور نہ رسول خدا سے ملکر ان کے
 دشمنوں کا مقابلہ کریں گے مگر باوصف عہد و پیمان کے یہودی اپنی بات پر بہت
 دن قائم نہ رہے جنگ احادیس جو مسلمانوں کو ایک طرح کی ناکامی ہوئی، فوراً
 یہودیوں نے معاہدہ کو توڑ ڈالا اور مسلمانوں کی دشمنی پر کمر بستہ ہو گئے اسی نقض
 عہد کی پاداش میں بہت سے یہودیوں کو مدینہ سے جلا وطن کر دیا گیا اور بہت
 سارے قتل کر دیئے گئے۔

حدیبیہ کی سال مشہر کوں اور مسلمانوں کے درمیاں مصالحت ہوئی
 کہ دس برس تک کوئی ایک فریق دوسرے کے مقابلہ پر تلوار نہ اٹھائے
 بنو خزاعہ مسلمانوں کے طرفدار رہے اور بنو بکر مشرکین و کفار کے اتفاقاً
 اور بنو بکر میں جنگ ہو گئی تو مشرکین قریش نے معاہدہ کا کچھ لحاظ نہ کر کے بنو بکر کا ساتھ
 دیا اور بنو خزاعہ سے جنگ کر کے ایک جم غفیر کو ان میں سے قتل و غارت کر دیا
 پھر بنو بکر اور مشرکین دونوں ملکر مسلمانوں سے جنگ کرنے کا حیلہ ڈھونڈنے لگے
 غرض ان کفار و مشرکین کے لیے عہد شکنی کوئی نئی بات نہیں تھی جب ان کو موقع
 ملتا نقض عہد کرتے۔ جب وقت پاتے مسلمانوں کو نقصاں پہنچاتے۔



پیشینگوئی

(۱۱۴)

آفاق عالم میں اسلام اور اسلامی سلطنت پھیل جائیگی

جیسا کہ سورۃ آتم السجدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَسْرُوحِيْهِمْ اَيَّا تَنَافِي الْكَافِي
وَفِي اَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ
لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ۔

غفیر ہم ان کافروں کو اپنی قدرت و طاقت کی (نشانیاں) دنیا کے تمام اطراف میں (بھی) دکھائیں گے اور ان کے اپنے درمیان میں (بھی) یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ (قرآن) برحق ہے۔



”پہلے درمیان“ سے عرب اور مکہ کا فتح ہونا مراد ہے جو کفار عرب کا خاص موطن و ملوی تھا اور آفاق سے آفاق عالم اور اطراف دنیا مراد ہے جیسا کہ خود لفظ سے ظاہر ہے۔

قرآن کی یہ زبردست ترین پیشینگوئی پوری ہو کر رہی آخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور کمزور مفلس مسلمانوں ہی کے ذریعہ سے اپنی قدرت کی نشانیاں اہل عالم کو دکھا چھوڑیں کہ قطعات ارض عرب فتح ہوتے ہوتے ایک روز خود مکہ بھی فتح ہو گیا اور اس کے بعد تمام اطراف عالم اور آفاق گیتی میں اسلام پھیل پڑا ہر طرف

اسلام کا ڈنکا بجا۔ ہر قوم نے اسلامی طاقت کے سانسٹے مطاعتِ نعم کر دیا۔ مشرق سے مغرب تک مسلمانوں نے اپنا سکہ چلایا اور ان کی باجیروست سلطنت کی دیکا بیٹھ گئی دولت ان کی خاندن اور نوڈی بنی فتح و نصرت سے رکاب تھا۔ اور اقبال ان کا علم بردار رہا۔

وہ قوم کہ جان تھی جہاں کی	جو تاج تھی فرق آسمان کی
تھے جہیز شائع و اقبال	کسریٰ کو جو کر چکی تھی پامال
گل کر دئے تھے چراغ جس نے	قیصر کو سوئے تھا زینت میں نے
وہ نیزہ خوفناک کہ چل کر	ٹھہرا تھا فرانس کے جگر پر
روما کے دھوئیں اڑا دئے تھے	اٹلی کو کنوئیں جھنکا دئے تھے
با اینہم جاہ و شوکت و فر	اسلم ہنر بھی تھی مستور
ہیات میں بلند پایہ اس کا	تھا فلسفہ زیر سایہ اس کا
منطق میں ہوئے جو گرم جولاں	تھا مے تھے رکاب مصر و یونان
میدان سخن جو روبرو تھا	فارس کی زباں پہ طوق تھا
جو فلسفیان ہند و چین تھے	خرمن سے اسی کو خوش چین تھے

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں جو مالک فتح ہوئے ان کی اجمالی فہرست پیشینگوئی (۳۱-۳۲-۳۳-۳۴) کے تحت میں ہم لکھ چکے ہیں یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنی عباس رحمہم اللہ تعالیٰ کے عہد خلافت میں۔ باوراء النہر۔ بلخ۔ خوارزم۔ اندلیہ۔ آلباب۔ خراسان۔ سبستان۔ دربند۔ طبرستان۔ آرمینہ۔ الجزائرہ۔ آذربایجان۔ عراق۔ خورستان۔ فارس۔ فلسطین۔ آرض مقدس۔ قاہرہ مصر۔ آفریقیہ۔ اسپین۔ یمامہ۔

سندھ وغیرہ پوری طرح فتح ہو گئے تھے اور جزائر سسلی وغیرہ کے ساتھ تمام
عرب ان کے زیر نگین تھے۔ خلافت بغداد کی تباہی کے بعد شمالی آفریقہ
مصر۔ شام۔ ترکستان یورپ۔ ایشیائے کوچک۔ الجزائرہ۔ ماوراء النہر۔ ایران
افغانستان۔ ہندوستان۔ دکن۔ لنگا۔ مالاک۔ روسیہ وغیرہ کو مختلف وقتوں میں
سلاطین اسلام نے فتح کیا اور ان تمام ممالک پر اسلام کا زبردست مگر پُر امن
علم لہراتا تھا۔

خلافت بنی امیہ اور خلافت عباسیہ کے رقبہ حکومت کا نظری نقشہ اس کے
ساتھ ناظرین کے سامنے ہے اور تمام اسلامی خاندانوں کا مکمل اور مفصل نقشہ
اگر شروع اسلام سے اس وقت تک کہاں کہاں اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ شروع
کتاب میں لگایا گیا ہے۔

کیا ایسی زبردست پیشینگوئی انصاف پسند مخالفین اسلام کو خاموش کرنے
کے لئے کافی نہیں ہے۔ ضرور ہے۔



بہ: محمد ذوالنہیز مولف علامہ اسٹیڈی لین پول۔

London Dynasties (by) Standy Lane
Print.

پیشینگوئی

(۱۱۵)

اگر اہل کتاب تورات و انجیل کو قائم کریں تو رزق
اُن کے اوپر سے برے اور پاؤں تلے
سے اُبلے

جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور اگر اہل کتاب ایمان لائے اور ڈرتے
تو ہم اُن سے ان کے گناہ ضرور تار و پتے
اور ان کو باغون میں بھی ضرور لچا د اخل کرتے
جن میں نشیں ہیں اور اگر یہ (اہل کتاب) تورات
اور انجیل اور ان (صحیفوں) کو جو ان پر ان کے
پروردگار کی طرف سے اُترے ہیں قائم کرتے
تو ضرور د ان کو ایسی برکت ہوتی کہ ان کے
اوپر سے (رزق پرستا) اور پاؤں
کے تلے سے (بلتا اور یہ فراغت سے)
کھاتے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتَابِ
آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكُنَّا لَهُمْ
عَظِيمَ مَنَافِعٍ ۝ وَلَئِنْ
دَخَلْنَاهُمْ جَنَّاتٍ
الَّتِي لَا تَبْلُغُ
اَقْصَاهُمْ وَلَوْ اَنَّ
اَهْلَ الْكِتَابِ
آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكُنَّا لَهُمْ
عَظِيمَ مَنَافِعٍ ۝ وَلَئِنْ
دَخَلْنَاهُمْ جَنَّاتٍ
الَّتِي لَا تَبْلُغُ
اَقْصَاهُمْ وَلَوْ اَنَّ
اَهْلَ الْكِتَابِ
آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكُنَّا لَهُمْ
عَظِيمَ مَنَافِعٍ ۝

ف

اہل کتاب میں سے یہود تو اسی ذلت و خواری میں رہ گئے اور انھوں نے اقامت تو ارات و انجیل میں کوئی کوشش نہیں کی۔ البتہ جب فطرت آہیہ کی مرضی اور اس کی پیشینگوئی کے پورا ہونے کا وقت آیا تو نصاریٰ نے اپنے بخت کی مساعدت سے جنبش کی۔ توریت و انجیل کے قایم کرنے اس کے پھیلائے اور اشاعت دیئے نہیں انھوں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا یہاں تک کہ اسی غرض کیلئے شاہی صرفہ اور حکومت کی امداد سے دنیا کے گوشہ گوشہ اور زمین کے پیرچہ چپہ میں مسیحی مشنریاں قایم کی گئیں جو توریت و انجیل کو قایم کرتی، اس کو پھیلاتی، اس کی اشاعت کرتی اور اقوام عالم کو ان کی طرف مائل کرتی رہتی ہیں۔

جب مسیحیوں کی طرف سے اقامت کتب قدیمہ میں ایسی کچھ کوششیں ہوئیں تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی پورا ہو گیا کہ واقعی رزق ان کے اوپر سے برستا اور پاؤں تلے سے ابلتا رہتا ہے آج دنیا کی کوئی قوم کشائش رزق میں عسائیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

قرآن کی یہ زبردست پیشینگوئی کہ اہل کتاب کی کشائش رزق و مدد ان کی اقامت توریت و انجیل کا زمانہ ایک ہوگا اور دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ ہزار برس کے بعد پوری ہوئی۔

کوئی انسانی طاقت ایسی پیشینگوئی اور اس دعوے کیساتفہ نہیں کر سکتی۔

پیشینگوئی

(۱۱۶)

تمام لوگوں میں سے یہود اور مشرکین
مسلمانوں کے سخت ترین دشمن رہیں گے

(۱۱۷)

دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں میں نصاریٰ
مسلمانوں سے بہت قریب رہیں گے

جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کے اعتبار سے تم
یہود اور مشرکین کو سب لوگوں سے زیادہ سخت
پاؤ گے اور مسلمانوں کیساتھ دوستی کے اعتبار سے
سب لوگوں میں تم ان کو قریب تر پاؤ گے
جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں (مسلمانوں کی طرف
نصاری کا یہ (میلان) اس سبب سے ہے
کہ ان میں علماء اور مشائخ ہیں اور (نیز)

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ
عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا
الْيَهُودَ وَالَّذِينَ اتَّكَفَرُوا
وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً
لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ
قَالُوا إِنَّا نَصَارَى
ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ

قَسِيصَيْنِ وَرُهْبَانًا
وَالْتَّهْدُ لَا يَسْكَبُ رُؤْنَ
یہ کہ یہ لوگ تکبر نہیں
کرتے۔

ف

یہ پیشگوئیاں ہمیشہ ہر زمانہ میں پوری ہوتی رہیں اور اس وقت بھی ہم پوری
ہوتے دیکھ رہے ہیں۔

(۱)

دنیا میں ہزاروں قومیں ہیں۔ ہزاروں مذاہب ہیں۔ مسلمان سوا کے یہود
و نصاریٰ کے کسی دوسرے مذہب کو آسمانی نہیں سمجھتے اُن کے نزدیک
جو مرتبہ نصاریٰ کا ہے وہ ہی یہود کا ہے اور ان کے سوا تمام مذاہب عظام
ایک حکم میں ہیں لیکن یہ عجیب بات ہے کہ دنیا بھر میں یہود اور مشرکین ہی کے دو فرقے
مسلمانوں کے سخت ترین دشمن ہیں۔

حافظ ابو بکر بن مردویہ نے اس آیت کی تفسیر میں چند ہم معنی حدیثیں روایت

کی ہیں۔

حد ثنا احمد بن محمد بن
السری حد ثنا محمد بن
علی بن جبیب السرقی حد ثنا
علی بن سعید العلانی
حد ثنا ابو النصر عن الاشجعی
عن سفیان عن یحییٰ بن
عبد اللہ عن ابیہ عن
ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث بیان کی ہم سے احمد بن محمد بن سری
(انہوں نے کہا) حدیث بیان کی ہم سے
محمد بن علی بن جبیب رقی نے (انہوں نے
کہا) حدیث بیان کی ہم سے علی بن سعید
علاف نے (انہوں نے کہا) حدیث بیان کیا
ہم سے ابو نصر نے اشجعی سے انہوں نے
سفیان سے انہوں نے یحییٰ بن عبد اللہ سے
انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابو ہریرہ سے
کہ کہا ابو ہریرہؓ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ماہلا یهودی بمسلسلہ | کہ نہیں ملیگا کوئی یہودی کسی مسلمان سے
الا ھمہ بقتلہ | مگر یہ کہ اس کے قتل کرنے کا ارادہ کرے گا۔

مطلب یہ ہے کہ یہودی مسلمانوں کے تحت ترین دشمن ہیں اور وہ جس صورت سے
ہو مسلمانوں کو نقصان ہی پہنچانے کے ورپے رہیں گے اور یہی حال مشرکین کا ہے
جس کی دلیل میں اس وقت ہندوستان کے ہنود خصوصاً آریوں کو پیش کیا جاسکتا ہے۔
جس طرح یہود اور ہنود کے ناموں میں نفی مناسبت ہے ویسا ہی مسلمانوں کی
دشمنی اور ان کو نقصان پہنچانے میں بھی دونوں متحد ہیں۔

ہندوستان کے ہنود تقریباً آٹھ سو نو سو برس تک مسلمانوں کے رعایا رہے
اور اسلامی حکومت کے سایہ میں ان کو ہر طرح کی آزادی تھی، ہر طرح کا امن و آرام
رہا مگر جب تک اسلامی حکومت قوی رہی، خوشامدی تعریفوں کا راگ تحریر و تقریر میں
الپتے رہے، حکومت کا مسلمانوں سے جانا تھا کہ خون کے پیاسے ہو گئے اور
محسن کشی کا جامہ پہن لیا۔

ایسی احسان فراموشی کی نظیر سولے، یہود کے کسی دوسری قوم میں نہیں دیکھی
گئی۔

(۳)

تمام مذاہب و اقوام میں سے صرف نصاریٰ ایک قوم ہے جس کو قرآن نے
مسلمانوں کے ساتھ محبت میں قریب تر بتایا ہے اور یہ اس لئے کہ ان کے مذہب
میں خدا ترس لوگ ہیں اور ان کے عقائد میں بلاوجہ کسی کو نقصان پہنچانا روا نہیں ہے
مذہبی حیثیت سے مسلمانوں کے نزدیک یہود و نصاریٰ دونوں برابر ہیں
اور مسلمان بلحاظ اختلاف و نوعیت مذہب، جیسے عیسائیوں کے نزدیک

ویسے یہودیوں کے نزدیک۔ مگر یہود کو اہل اسلام سے خاص بغض و عداوت ہے۔ حالانکہ نصاریٰ میں یہ بات نہیں ہے نہ وہ بلا وجہ مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے نہ بے سبب بغض و عداوت رکھتے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تمام اہل مذاہب میں نصاریٰ ہی مسلمانوں سے محبت کا پاس کرتے ہیں۔

پیشگوئی

(۱۱۸)

کوئی ہیکٹر سے ہیکٹر بھی خدا کی باتوں کو بدل
نہیں سکتا

جیسا کہ سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور تم سے پہلے بھی رسول جھٹلائے جلیجے ہیں
تو انھوں نے لوگوں کے جھٹلانے پر اور انکی
ایذا دہی پر صبر کیا۔ یہاں تک کہ ہماری مدد انکو
پاس آ پہنچی اور کوئی ہیکٹر سے ہیکٹر بھی خدا
کی باتوں کا بدلنے والا نہیں ہے اور
پیغمبروں کے حالات تو تم کو پہنچ ہی
چکے ہیں۔

وَلَقَدْ كَذَّبَتْ رُسُلًا
مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ
مَا كَذَّبُوا وَادُّوْهُمْ
اَتَاهُمُ نَصْرُنَا وَلَا
مُبَدِّل لِّكَلِمَاتِ اللّٰهِ
وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ
نَّبَاِ الْمُرْسَلِيْنَ

ف

مطلب یہ ہے کہ خدا ہمیشہ اپنے پیغمبروں کا مددگار رہتا ہے یہ اس کی عادت ہے اور خدا کی عادت بدلی نہیں جاتی تو تم کو پچھلے پیغمبروں کے حالات سے تسلی رکھنی چاہیے کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہاری مدد بھی کرے گا دین اسلام کو غلبہ دیگا اور یاد رکھو کہ دنیا کا کوئی ہیکڑ سے ہیکڑ خدا کی ان باتوں کو بدل نہیں سکتا۔

دنیا جانتی ہے کہ خدا نے جیسا فرمایا ویسا ہی ہو کر رہا اور کوئی زبردست سوز و گداز اس کا ایک شوشہ یا ایک شتمہ بھی غلط یا تبدیل نہ کر سکا۔

پیشینگوئی

(۱۱۹)

خدا مسلمانوں میں امتیاز پیدا کرے گا

جیسا کہ سورۃ الانفال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن
تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا
وَيُخْرِجْكُمْ مِنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ
وَيَغْفِرْ لَكُمْ

مسلمانو! اگر تم اللہ (تعالیٰ) سے ڈرتے
رہو گے تو وہ تمہارے لئے ایک
امتیاز پیدا کر دے گا اور تمہارے
گناہ تم سے دور کر دے گا اور آخر کار
تم کو بخشدے گا۔

ف

ایک معترض اعتراض کر سکتا ہے کہ کسی حکم میں شرط لگانا اس شخص کے لئے پسندیدہ ہے جو عواقب امور سے جاہل ہے خدا کیلئے یہ لائق نہیں ہے کیونکہ وہ عالم الغیب ہے اور اس امر سے خبردار ہے کہ ایسا ہوگا یا نہیں پھر یہ کہنا کہ اگر تم ڈرو گے تو تمہاری بخشائش ہوگی بیہی کیا۔

پہلا جواب

شرط و جزا سے صرف اتنا ہی فائدہ اور اتنا ہی معلوم کرنا منظور ہے کہ یہ شرط اس جزا کو مستلزم ہے اور دونوں لازم و ملزوم ہیں مثلاً یہ کہ اگر تم ڈرو گے تو تمہارا گناہ بخش دیا جائے گا، اس سے فقط یہ بتلانا مقصود ہے کہ اتنا کہ گناہ کی بخشائش لازم ہے جو شخص خدا سے ڈرے گا وہ ضرور بخشا جائے گا یہی بات کہ کہنے والے کو اتنا کہ علم ہے یا نہیں قول قائل سے مستفاد نہیں ہوتی۔

دوسرا جواب

اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ قول مذکور مضید شک ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کو خود اس بات میں شک ہے کہ مخاطب اتنا کہے گا یا نہیں؟ تو بھی کوئی حرج نہیں ہے جو شان الوہیت کے متنافی ہو کیونکہ حقیقت میں خدا تو عالم علوی ہے مگر بعض امور جزا میں اپنے بندوں سے شک کرنے والوں کا سامنا کرنا ہے

اور ظاہر ہے کہ شک کر نیوالوں کا ایسا معاملہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقعی وہ شک میں ہو۔ یہ بحث چونکہ اس وقت ہمارے منصب خارج ہے اس لیے یہیں ختم کر دیجانی ہے۔

مسلمانوں میں امتیاز پیدا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ تمام باتوں میں کافروں سے ممتاز ہو جائیں گے۔

ایک امتیاز تو آخرت کا ہے سو وہ ظاہر ہے کہ مسلمان بوجہ اپنے ایمان کے وہاں آرام و سایش میں رہیں گے اور کفار اپنی بد اعمالیوں کی پاداش **بھگتیں**۔

دوسرا۔ امتیاز دنیا کا ہے اور یہ دو طرح پر ہے ایک وہ جو قلب سے متعلق ہے یعنی مسلمانوں کو ہدایت و مغفرے ممتاز اور ان کے دلوں کو دنیاوی آلائشوں سے صاف کر دیا جائے ان میں بغض، حسد، کینہ، نفاق اور باہمی مخالفت وغیرہ اخلاق ذمیرہ باقی نہ رہیں۔

دنیا کا دوسرا امتیاز وہ جو ظاہری حالت سے متعلق ہے کہ مسلمانوں کو غلبہ اور فتح و نصرت سے ممتاز فرما دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق ہر قسم کے امتیاز سے مسلمانوں کو عزت بخشی اور وہ ہر بات میں کافروں سے ممتاز اور نمایاں طور پر ممتاز ہو گئے۔

فرخِ مظهر کا امتیاز تو ظاہر ہے جو مسلمانوں کو ہر موقع پر کفار عرب کے مقابلہ میں حاصل ہوتا رہا۔ اور جس کو ناظرین اس کتاب کے گذشتہ صفحات میں اچھی طرح دیکھ چکے ہیں۔ قلبی امتیاز بھی اہل اسلام کو اس قدر دیا گیا جس سے زیادہ ملنا قیاس میں نہیں آتا۔ یہاں تک کہ جن دو فرقوں میں جانی دشمنی تھی ایک دوسرے کی جان کا وگو تھا مسلمان ہونے کے بعد دونوں نہ صرف بھائی بھائی دوست

ہو گئے۔ بلکہ ایک دوسرے کا خیر خواہ اور سچا غمگسار ہو گیا یہی اس امر کی کافی دلیل ہے کہ مسلمانوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی آلائشوں سے پاک صاف کر دیا، اور جو کچھ تھی وہ صرف بشریت تھی جو لازمہ انسانیت ہے۔

عکرمہ بن ابی جہل، ابوسفیان بن حرب اور عمرو بن سہیل وغیرہ کے حالات ہمارے دعوے کو صحیح ثابت کریں گے۔ جو ادھر کسی پیشینگوئی کے تحت میں ہم کھ چکے ہیں۔

پیشینگوئی

(۱۲۰)

اصحابِ سول ایک اندھے فتنے میں مبتلا ہونگے

جیسا کہ سورۃ الانفال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبُنَّ
الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ
خَاصَّةً۔

اور اس فتنے سے ڈرتے رہو جو خاص کر
ان ہی لوگوں پر نہیں نازل ہوگا جنہوں نے
ظلم میں سے سرتابی کی ہے (بلکہ بیگناہ
بھی اس کی زد میں آجائیں گے)۔

ف

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک حدیث روایت کی ہے جو قریب
قریب اس آیت کو یہ کی تشریح و تفسیر ہے۔

حدَّثَنَا ابُو الْيَمَانِ اخْبَرَنَا
شُعَيْبٌ عَنْ الزَّهْرِيِّ اخْبَرَنِي
ابُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
اَنَّ ابَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَتَكُونُ فِتْنٌ الْقَاعِلُ
فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمِ
خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي وَالْمَاشِي
خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي -

حدیث بیان کی ہم سے ابوالیمان نے نہ ہونے
کہا (خبر دی) کہ شعیب بن زہری سے (انہوں
نے کہا) خبر دی مجھ کو ابوسلمہ بن عبدالرحمن
نے کہ البتہ ابوہریرہ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ (میرے بعد) غریب
فتنے برپا ہوں گے کہ اس میں بیٹھنے والا
کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور
کھڑے ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا
اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔

آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک ہونیوالے فتنے کی خبر دی اور یہ بتا کر کہ اس
اندھے فتنے کا اثر مجرم اور بے گناہ پر پڑے گا، صحابہ کو اس سے بچنے اور
دور رہنے کی ہدایت فرمائی۔

یہ اندھا فتنے جنگِ جمل کا تھا جو ام المومنین عائشہ صدیقہ اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما
کے درمیان ۳۶ھ ہجری میں واقع ہوئی اور جس میں تقریباً بیس ہزار مسلمان مارے گئے۔
امیر المومنین عثمان بن عفانؓ کو باغیوں نے ظلم سے شہید کیا اور انہیں
بلوایوں نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنایا تا ان کی حمایت میں مخلوق کی دار و گیر سے
محفوظ رہیں۔ مدینہ کے اکثر لوگوں نے بلوایوں کے دباؤ سے حضرت علیؓ کی بیعت
کر لی مگر بعض اکابر مہاجرین و انصار اسامہ بن زید بن حارثہ سعد بن ابی وقاصؓ
بن عمر و محمد بن سلمہ وغیرہ نے بیعت سے انکار کیا اور سب الگ ہو کر گوشہ عافیت
میں جا بیٹھے۔

جناب علی رضی اللہ عنہ نے ان سب بزرگانِ صحابہ کو طلب فرما کر کہا کہ علم و خاص لوگوں

مجمعو امام جائز تسلیم کر کے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے آپ لوگوں کو بھی اس اتفاق میں شرکت کرنی اور اس ہم میں میری مدد کرنی چاہیے۔

صحابہ نے متفق لفظ ہو کر جواب دیا کہ ہم کو بیعت کرنے میں عذر نہیں ہے مگر آپ کے عہد میں ہرکو ہر طرف سے بوجے خونریزی آتی ہے پس اگر ہماری بیعت لینے سے یہ مقصود ہے کہ ہم آپ کے لشکریوں میں شامل ہو کر آپ کے مخالفین سے جنگ کریں تو ہمارے عذر ہے ہم اس صورت میں مکان سے باہر قدم نہ رکھیں گے اسلام پر تلوار نہیں اٹھائیں گے اہل قبلہ اور کلمہ گویوں کو نہیں ماریں گے اس لئے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب میرے اصحاب میں اختلاف واقع ہوا اور ایک دوسرے پر تلوار کھینچ لے تو اس وقت آپ مجھے لوگوں کو چاہیے کہ اپنی تلواریں احد کے پہاڑ پر پٹک دیں اور جب تلواریں ڈٹ جائیں تو اپنے اپنے گھر بیٹھ رہیں۔

غرض ان اکابر صحابہ نے جنگ پر بیعت نہ کی اور گھروں کو واپس ہو گئے۔

نعمان بن بشیر انصاریؓ امیہ کی ایک جماعت لیکر شام میں حضرت معاویہ کے پاس آیا حضرت عثمانؓ کی محترم بی بی نائلہ کا کٹا ہوا ہاتھ اور خلیفہ کا خون آلودہ پیرا ہن منبر پر رکھ دیا اور مظلوم امام کے قتل کا سارا ماجرا کہہ سنایا۔ بنی امیہ اور شام والے یہ دل دہلا دینے والا واقعہ منکر آپ سے باہر ہو گئے اور اس رنج و حزن میں ایک سال تک اس خون آلود قمیص کے گرداگرد بیٹھ کر روتے رہے ساتھ ہزار مسلمانوں نے جمع ہو کر قسم کھائی کہ جب تک عثمانؓ مظلومی النورین کے خون کا انتقام نہ لیں گھی روٹی نہ کھائیں گے اور نرم بستر پر نہ سوئیں گے۔

قتل عثمان کے بارہ میں ہر طرف فحش غلو نے وا دیلا چاہا کہ علیؓ قاتلان عثمانؓ کو قصاص میں قتل کیوں نہیں کرتے اور ان بلوائیوں کو اپنی پناہ میں کیوں رکھا ہے اس کے جواب میں ایک روز منبر پر چڑھ کر حضرت علیؓ نے مجمع عام کے

سامنے فرمایا کہ بلاشبہ عثمان بن عفان امام برحق تھے۔ وہ مظلوم مارے گئے ان کے قصاص میں قاتل کا مارا جانا ضروری ہے لیکن یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب عثمان کے جائز وارث خود آکر حکم شریعیہ میں باضابطہ دعوئی کریں اور اپنے دعوے کا کافی ثبوت پیش کریں۔

حضرت علیؑ کے اس ناکافی جواب سے حاضرین کی کچھ تکیہ نہیں ہوئی درحالیکہ بلوایوں کے دوسرے واروں (محمد بن ابی بکر و مالک اشتر) میں سے محمد بن ابی بکر کے بیٹے نے اور مالک وزیر مشیر تھا۔

آخر طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما جنہوں نے سب سے پہلے حضرت علیؑ کی بیعت کی تھی۔ انہوں نے بھی بیعت توڑ ڈالی اور ام المومنین عایشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ان لوگوں کے برائے گتہ کرنے سے جناب صدیقہؓ نے حضرت علیؑ کے پاس اکہلا بھجا کہ محمد بن ابی بکرؓ نے بہت کچھ بلوایوں کا ہاتھ بٹایا ہے۔ یہ ان کا قتل اکل اور بانی فساد ہے اہل دنیا اس کو قاتل عثمانؓ کہتی ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ اگر وہ قاتل نہیں ہے تو قتل امام میں شریک ضرور رہا ہے محمد بن ابی بکر میرا بھائی ہے تم اس کو میرے والے کر دوسرا معاملہ ہمیں ختم ہوتا ہے حضرت علیؑ نے بحیثیت خلیفہ ہونے کے محمد بن ابی بکر کی حوالگی سے انکار فرمایا اور جناب صدیقہ کے پیام کا وہی جواب دیا جو امیر معاویہ کو دیا گیا۔

بیچ کے مفندوں اور بانیان فتنہ نے عائشہؓ اور علیؑ کو آپس میں ملنے مذہب حضرت علیؑ کا ہر میں خود مختار تھے مگر حقیقت میں بلوایوں سے منسوب تھے جو ان کو اپنے محاصرہ سے نکلنے نہیں دیتے تھے بنو امیہ علیؑ کو قتل عثمانؓ میں قصور وار سمجھتے تھے اور واقعات بھی ایسے ہی بیچ در بیچ تھے جب ام المومنین عایشہؓ کو حضرت علیؑ کا کھٹکے سے ناکامی ہوئی کہ وہ اس معاملہ کی کوئی یکسوئی نہ کریں گے تو انہوں نے

طلحہ و زہیر کی رائے سے شام کا رخ کیا تا امیر معاویہ کی مدد سے خون عثمان کا قصاص لیں
حضرت علیؓ کو خیر بھونچي تو آپ نے فراحت کی اور آخر پاول کی چال بازی سے جنگ چھڑ گئی
جو بعد کو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہوئی اور اس میں بہت سے مسلمان و صحابہ
کام آئے۔

حضرت طلحہ اور زہیر کبر لے صحابہ باوجود اس کے کہ آخر میں جنگ و طوفانی سے
کنارہ کش ہو چکے تھے مگر پھر بھی اس فتنہ کی زد سے بچ نہ سکے اور سب نے جاں فہات
پیا۔ و حقیقت بانی فساد اور گردن زدنی مجرم تو باغی و ملبوائی تھے لیکن آخر آخر اس فتنہ
کی زد میں گناہ بیگناہ سب آگئے اور رفتہ رفتہ اور بہت سے فساد پر پاؤں گئے جنگ
صفین و جنگ نہرذان اس کی شاخیں تھیں اور ان سارے فتنوں کا اختتام جناب
علی مرتضیٰ کی شہادت پر ہوا یہی اللہ تعالیٰ کی پیشینگوئی تھی کہ تم لوگ اس آئینہ کے
فتنہ سے کنارہ رہنا کیونکہ اس کی زد میں صرف مجرم ہی نہیں آئیں گے بلکہ مجرم و غیر مجرم
سب اس سے متاثر ہو جائیں گے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ البتہ وہ کبر لے صحابہ جو فتنہ
ہی سے الگ رہے اس فتنہ کی زد سے بال بال محفوظ رہے۔

ہم نے ان واقعات کو اپنی کتاب ”بارہ امام“ حصہ اولیٰ میں تفصیل سے
لکھا ہے۔

پیشینگوئی

(۱۲۱)

سید ہجری کے بعد مشرکین کعبینہ آئیں گے

جیسا کہ سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا
 الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا
 يَمَسُّهُمُ الْمُسْجِدُ الْحَرَامُ
 بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا
 مسلمانو! مشرک تو (نرے) گندے ہیں
 تو اس برس (سنہ ہجری) کے بعد
 (ادب و حرمت والی مسجد یعنی خانہ کعبہ)
 کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں۔

ہجرت کے نویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب صدیق اکبر
 اور علی مرتضیٰ سے مکہ میں عام منادی کرا دی کہ اب آئندہ مشرکین سے ہم مسلمانوں
 کوئی تعلق نہیں۔ جن سے صلح ہے اور انھوں نے شرائط صلح کو نہیں توڑا انکے
 ساتھ مدت صلح تک صلح برقرار رہے گی۔ جنھوں نے شرائط صلح کو توڑ دیا ہے
 یا جن کے ساتھ صلح نہیں ہے ان کو چار مہینے کی ہدایت ہے۔ اس مدت
 میں وہ مسلمانوں کی اطاعت اختیار کریں یا لڑنے کے لئے آمادہ ہو جائیں
 آخر تمام مشرکین اور ان کے بتوں کی گندگی سے کعبہ کا مقدس مقام
 پاک و صاف ہو گیا اور اس وقت تک نہ پھر اس ظاہر گھر پر مشرکین کا قبضہ
 ہوا نہ اس کے گرد پاس پھٹکنے پائے وہ چوری چھپے کوئی مشرک خانہ کعبہ
 میں جا پڑے تو اس کا کوئی حساب نہیں۔ نہ اس کو جانا کھ سکے ہیں۔

پیشینگوئی

(۱۲۲)

کفار کی گردنوں میں طوقِ ذلت پڑے گا

یہ پیشینگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ الرعد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا
بِرَبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ
أَلَا غَلَٰلٌ فِيْ أَعْنَاقِهِمْ
وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ
هُمْ فِيْهَا خَالِدُونَ۔

یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار
کا انکار کیا اور یہی لوگ ہیں جن کی گردنوں
میں طوق پڑیں گے اور یہی لوگ ہیں
دوزخی کہ یہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

دوسری آیت سورۃ المؤمن میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآلِ كِتَابِ
وَحَمَّاءُ سَلْتَنَاهُمْ رُسُلَنَا
فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ اِذَا
اَلَا غَلَٰلٌ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ
وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ
فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ
يُسْجَرُونَ۔

وہ لوگ جو کتاب (قرآن) کو جھٹلاتے ہیں
اور ان (کتابوں اور صحیفوں) کو (بھی) جھٹلاتے
ہیں جو ہم نے اپنے پیغمبروں کی معرفت بھیجے
ہیں سو آخر کار ان کو اس جھٹلانے کا نتیجہ
معلوم ہو جائے گا۔ جب کہ طوق ان کی گردنوں
میں ہوں گے اور زنجیریں (پاؤں میں
ہوں گی) گھسیٹتے ہوئے ان کو جھلستے پانی
میں بچائیں گے۔ پھر (آخر کار) آگ میں
جھونکے جائیں گے۔



دوسری آیت کے ظاہر الفاظ سے دنیا میں واقع ہونے والی پیشینگوئی نہیں
معلوم ہوتی۔ بلکہ وہ قیامت سے متعلق ہے البتہ پہلی آیت میں جو پیشینگوئی کی گئی
ہے وہ دنیا ہی سے متعلق ہے اور وہ کفار کے حق میں پوری ہو چکی تھی۔

غزوات پدر و خندق وغیرہ میں ائمہ کفر و شرک اور سرداران عرب شکست فاش کھا کر مسلمانوں کے قیدی بنے۔ ان کی گردنوں میں قیدیوں کا طوق ڈالا گیا۔ ذلت کی حراست میں رکھے گئے۔ پھر ان میں سے بعض کو قتل کر دیا گیا۔ بہتوں کو فدیہ لیکر رہا کر دیا گیا۔ اور بعض کو مسلمانوں نے رحم کھا کر چھوڑ دیا۔

پیشینگوئی

(۱۲۳)

مسلمانوں کیلئے بہتری ہی بہتری ہے

یہ پیشینگوئی قرآن مجید میں تین مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ الرعد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ
الْحَسَنَىٰ | جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا کہا مانا ان کے
حق میں بہتری (ہی بہتری) ہے۔

دوسری آیت سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ
الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَكَذَٰلِكَ نُمَكِّنُ
لِلْإِيمَانِ | جن لوگوں نے بھلائی کی ان کے لئے اس
دنیا میں بھی بھلائی ہے اور دامن کا (آخری
ٹھکانہ) تو اس سے بھی (اکیں) بہتر ہے۔

تیسری آیت سورۃ الزمر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ
 الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَأَرْضُ
 اللَّهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا
 يُوَفَّى الصَّابِرُونَ
 أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ

جن لوگوں نے اس دنیا میں نیکی کی ہے
 ان کے لئے بہتری (ہی) ہے اور خدا کی
 زمین بہت کشادہ ہے وہ قوسبرہی کے بندے
 ہیں جن کو ان کا اجر بے حساب بھردیا جائیگا

پہلی آیت (سورۃ الرعد کی) معوض اختلاف میں ہے کہ آیا وہ مکی ہے یا مدنی ہے
 مگر دوسری دو آیتیں بالاتفاق مکی ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں۔
 مکہ منظر میں اہل اسلام بڑی تکلیف و محنت میں تھے۔ اس لئے ان کو
 ان الفاظ میں تسلی دی گئی کہ تم گھبراؤ نہیں! تمہارا درجہ آخرت میں تو بڑا ہے ہی
 دنیا میں بھی تمہارے لئے بہتری ہی بہتری ہے۔ اور یہ ہو کے رہا۔ وہ کو کسی
 دنیاوی بہتری سے کونسا آرام ہے جو بالآخر صحابہ کو نہیں حاصل ہوا۔ اور کونسی
 خوشی تھی جو انہیں نصیب نہیں ہوئی۔

آخر میں یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خدا کی زمین بہت کشادہ ہے وہ اس
 بات کی طرف اشارہ ہے کہ بالفعل اگرچہ دنیا مسلمانوں پر تنگ ہے مگر آخر انہیں
 پر زمین کشادہ ہو رہے گی۔ اور انہیں کی سلطنت قائم ہوگی۔ اور یہ سب کچھ
 ہو کے رہا کہ ہمارا سر

پیشگوئی

(۱۲۴)

اسلام کی جڑ مضبوط ہے اور وہ پھلدار درخت کی طرح

ہمیشہ پھل لاتا رہے گا

جیسا کہ سورہ ابراہیم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 اَلَمْ تَرَ كَيْفَ صَرَّبَ اللّٰهُ
 مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً تَشْجُرًا
 طَيِّبَةً اَصْلُهَا ثَابِتٌ
 وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي
 مِنْهَا كُلُّ حَبِيْنٍ يَّابِذًا
 سَرِيحًا۔
 (دائیں طیبہ) کیا تم نے (اس بات پر) نظر
 نہیں کیا کہ خدا نے کلمہ طیبہ (اسلام)
 کی کیسی اچھی مثال دی ہے کہ (اسلام)
 سگوباد ایک پاکیزہ درخت ہے اس کی جڑ مضبوط
 ہے اور اس کی ٹہنیاں آسمان میں ہیں
 اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت
 اپنے پھل لاتا رہتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلام کو ایک ایسے درخت سے
 تشبیہ دی ہے جس میں چار صفتیں ہیں۔
 اول۔ اس درخت کا پاکیزہ ہونا اور پاکیزگی درخت کی کئی طرح پر ہوتی ہے
 ہر ایک یہ کہ منظر اور ظاہر ہی صورت و شکل میں اچھا معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ

خوشبو میں پاکیزہ ہو۔ تیسرے یہ کہ اس کے پھل اچھے اور مزیدار ہوں۔ چوتھے یہ کہ نفع و فائدہ میں بہتر ہو۔ جس درخت میں یہ چاروں صفات ہوں وہ اعلیٰ درجہ کا پاکیزہ درخت ہے۔

دوسری صفت

درخت کی یہ بیان فرمائی کہ اس کی جڑ مضبوط ہے۔ باقی رہنے والا ہے اسکو زوال نہیں ہے اور یہ ایک بڑی صفت ہے کیونکہ جو چیز ضائع ہونیوالی ہے وہ جتنی بہتر ہوگی اتنا ہی اس کے ہاتھ سے جانے کا رنج و غم بھی ہوگا۔

تیسری صفت

یہ بیان فرمائی کہ اس درخت کی ٹہنیاں آسمان میں ہیں اور یہ درخت کی کمال خوبی کیونکہ درخت اور اس کی شاخوں کا بلند ہونا اس کی جڑ کی مضبوطی اور اس کے راسخ ہونے کی دلیل ہے۔ علاوہ اس کے درخت جتنا زمین سے بلند ہوگا اتنا ہی زمین کی گندگی اور عقوبات ارضی سے کم متاثر ہوگا۔ اور ایسی حالت میں پھلوں کا صاف و پاکیزہ اور مزیدار ہونا ضروری ہے۔

چوتھی صفت

یہ بیان فرمائی کہ وہ ہمیشہ پھل لاتا رہتا ہے یہ نہیں کہ بعض دوسرے درختوں کی طرح کبھی پھل لاتے کبھی نہ لاتے۔

اسلام میں یہ چاروں صفتیں بدرجہ اتم ہیں اور اس بیان کے لئے اگرچہ طویل صراحت درکار ہے تاہم کچھ نہ کچھ لکھنا واجب ہے۔

اول۔ پاکیزگی درخت کیلئے جو چار اوصاف درکار ہیں اسلام کو ان سب سے مناسب ہے صورت و شکل میں اچھا ہے یعنی وہ ایک سیدھا سادہ مذہب ہے جس میں کوئی بات خلاف عقل و فطرت نہیں ہے مثلاً مجوس دو خداؤں کے قائل ہیں، ایک خالق غیر خدا دوسرا خالق شرما نصاریٰ کے مذہب میں وجود باری تعالیٰ کا عجیب و غریب عقیدہ ہے کہ میں تو تین ذات مگر تینوں خدا مگر ایک خدا کے حکم میں ہیں تثلیث فی التوحید، تو حید فی التثلیث۔ اور یہ ایسا مسئلہ ہے جسکو آج تک نہ خود نصاریٰ نے سمجھا نہ کسی کو سمجھا سکے۔ اور سمجھیں سمجھائیں کیا خاک۔ وہ عقل میں آتی والی بات بھی تو ہو۔ اسلام میں ایسا کوئی پیچیدہ عقیدہ نہیں ہے۔ جس طرح خوشبو، انسان کے قلب کو خواہ مخواہ اپنی طرف مائل کر لیتی ہے اسی طرح اسلام کی سچی اور پاکیزہ ہدایت خوشبودار پھولوں نے اہل عالم کو اپنا گر ویدہ بنا لیا کہ بلا کسی زور و قلم کے سمجھدار لوگ خود صدق دل سے مسلمان ہونے لگے جس کا سلسلہ الی الان جاری ہے مذاہب اسلام کے پھل اس کی روحانی احکام و ہدایات ہیں جو دنیا اور عقبیٰ دونوں جگہ اپنے ماننے والوں کو لذت و راحت بخشنے والے ہیں۔ رہا مسلمان فائدہ و منفعت کا ہونا وہ اسی سے ظاہر ہے۔

دوم۔ جڑ کے مضبوط ہونے میں درخت کے ساتھ اسلام کی مناسبت بہت درست اور مطابق واقعہ ہے اور یہ پیشینگوئی تیرہ سو برس سے اس وقت تک تاریخ و مشاہدہ دونوں سے صحیح ثابت ہے۔ اور ہو رہی ہے کیونکہ اسلام کی جڑ کا مضبوط ہونا خود اس کے زبردست وجود سے ظاہر ہے۔

سوم۔ درخت کی تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ اس کی ٹہنیاں آسمان میں ہیں۔ اور یہ نہایت درجہ کامل تشبیہ ہے اس لئے کہ اسلام آسمانی مذہب اور عظمت و حرمت میں دنیا کے تمام مذاہب سے اعلیٰ درجہ پر ہے تو

گویا وہ اس درخت کے مشابہ ہے جس کی جڑ زمین میں قائم ہے اور ٹہنیاں آسمان میں ہیں۔ اور دائمی ہے بھی ایسا ہی۔ نیز اس وجہ سے کہ بطرح درخت کی بلند می اس کو زمین کی گندگی و عفونت سے محفوظ رکھتی ہے، اسلام اپنے سبب انب اللہ ہونے اور تائید آسمانی سے اہل عالم کی دسترد اذیت کو اپنے تک پہنچنے نہیں دیتا کہ دنیا کی کوئی قوت اس کو نقصان پہنچالے۔

چہارم۔ درخت کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ پھل لاتا رہے اسلام اس وصف میں کمال درجہ پر ہے باوجود اس کے کہ سیسی مشریمان مسیحیت کے پھیلاؤ میں جاؤ بیجا ہر طرح کی کوششیں جان توڑ کر کرتی ہیں، اسلام اس پر ہمیشہ غلبہ رہا ہے اور یہ شرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ بلا کسی کوشش کے دنیا والے خود بخود اسکی حقانیت سے متاثر ہو کر اس کے دامن میں پلٹتے چلے جاتے ہیں۔ اور انتشار اللہ اسلام کا زبردست درخت اسی طرح ہمیشہ پھل لاتا رہے گا۔

پیشینگوئی

(۱۲۵)

شُرک و کفر کی مثال پھٹے درخت کی سی ہے

جس کو نہ کچھ ٹھیراؤ ہے نہ جرم مضبوط

جیسا کہ آیت مذکورہ کے بعد ہی ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور گندی بات و شرک کی مثال گندی
درخت کی سی ہے کہ (جب چایا زمین کے
اوپر (اوپر) سے اُکھٹاڑ پھینکا اس کو
کچھ ٹھیراؤ تو ہے نہیں۔

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ
خَبِيثَةٍ بِاجْتِثَاتٍ مِّنْ فَوْقِ
الْأَرْضِ مِمَّا لَهَا مِنْ قَرَارٍ

عرب کے شرک و بت پرستی کی یہاں تک نوبت پہنچی تھی کہ ہر گھر کا علیحدہ
بت علیحدہ خدا قرار پا گیا اور عورت سب کو جو مردوں سے بھی لگی گندی ہیں۔
خدائی قدرت دیدی کوئی درخت اس عقیدہ سے زیادہ کیا بودا پھسپھسا ہو سکتا ہے
کہ پتھر لکڑی کے بت جنہوں سے نہ سن سکتے نہ دیکھ سکتے نہ کسی مصرفے ہیں۔
ان کو قدرت والا خدا مانا جائے مطلب یہ ہے کہ ایسی بودی کمزور چیز اسلام
جیسی زبردست چیز کا مقابلہ نہیں کر سکتی غالب ہونا تو بڑی بات ہے اور ایسا ہی
ہو کہ اسلام کا درخت جو مضبوط جڑ لیکر نمایاں ہوا تھا، خدا سے نشوونما پا کر
بلند ہوا، پھلا، پھولا، اور دنیا اس کے پاکیزہ مزیدار پھلوں سے سیر ہوئی
اور ضلالت کی دھوپ کے جلے ہوئے اس کے سایہ میں آرام لینے لگے
اور کفر و شرک کا پھسپھسا درخت جھلکے اٹھا تو ایسا اکھڑا کہ اب اس کا نشان تک
باقی نہیں دنیا کا کوئی مذہب جب اسلام سے دو بدو مقابل ہوا۔ منہ کی
کھائی اور اسلام ہمیشہ سے اپنی اسی شان پر قائم ہے اور اسی فتہمدی کیساتھ
ہمیشہ قائم رہے گا۔ تمام دنیا کی متفقہ قوت بھی اس کو ذرہ برابر کوئی نقصان
نہیں پہنچا سکتی۔

پیشینگوئی

(۱۲۶)

پیغمبر کی ہنسی اڑانیوالوں سے اللہ خود سمجھ لیگا

جیسا کہ سورۃ الحج میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

پس (اے پیغمبر!) تم کو جو حکم دیا گیا ہے اسکو
کھول کر سنا دو۔ اور مشرکین کی مطلق پروا
نہ کرو۔ یہ لوگ جو (تم پر) ہنستے (اور) خدا
کیساتھ دو سکر دو سکر معبود قرار دیتے
ہیں تمہاری طرف سے ہم ان (کی سزا دہی)
کو بس کرتے ہیں تو انکے چل کر ان کو
معلوم ہو جائے گا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ
أَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ
إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ
الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ
إِلَهًا آخَرَ فَسَوْفَ
يَعْلَمُونَ۔

یہ کل پیش دشمن تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام
کی ہنسی اڑاتی تھے راہ بے راہ انہر آوازے کشتہ طعن تبلیغ کرتے تھے ان کے ساتھ ٹھٹھا کرتے
اور انواع و اقسام کی ایذا میں پہنچاتے رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ
سے فرمایا کہ ان ہنسی اڑانیوالے مشرکین کی کچھ پروا نہ کرو۔ تم کو جو کچھ احکام دوبار
الہی سے ملے ہیں بلا کسی پس و پیش کے ان کی تبلیغ کرتے رہو ان ٹھٹھا

کرنیوالوں کو تو اپنا انجام اب غنیمت معلوم ہو جائے گا۔

ابولہب

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا اور آپ کے دشمنوں میں نمبر اول تھا۔ جنگ بدر میں جب دشمنان اسلام کو شکست فاش ہوئی تو اپنے یاروں کی ہزیمت کی خبر سنکر چند دنوں کے بعد عدسہ کی بیماری میں دارالبوار کو سلا را۔ اس کے مرنیکا تفصیلی واقعہ ایک مستقل پیشینگوئی میں لکھا جا چکا ہے۔

اسود بن عبدغوث

بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ۔ یہ کینخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں کا بیٹا تھا فقرہ مسلمین کے دلوں کو اپنے طعنوں کے تیر سے شق کرنا اس کا پیشہ تھا ایک روز دو پہر کو گھر سے نکل کر کہیں جا رہا تھا۔ راہ میں بادِ سموم کی ٹونے آلیا۔ چہرہ سیاہ ہو گیا۔ جھلسا ہوا منہ لیکر گھر واپس آیا تو گھر والوں میں سے کسی نے پہچانا نہیں اور سب نے ڈر کر دروازہ بند کر لیا۔ دشمن خدا پیاس کے مارے تڑپ تڑپ کر باہر گیا۔

حارث بن قیس

حارث بن قیس بن عدی بن سہم السہمی۔ یہ حارث ان لوگوں میں سے ہے

جو رسول خدا کی ہنسی اڑانے اور آپ کو ایذا پہنچانے کیلئے مشہور تھے اس کی نالائق بت برستی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ راہ چلتے چلتے کوئی خوبصورت سا پتھر مل گیا تو اٹھا کر گھڑ لایا اور اس کو خدا بنا کر پرستش کرنے لگا پھر اس سے اچھا کوئی اور پتھر ملا تو اگلے کو پھینک کر دوسرے پتھر کی پرستش کرنے لگا غرض کہ رسول کو چڑانے کے واسطے دن بھر میں بیسویں خدا کو بوجھا بیسویں کو خدائی سے معزول کرتا تھا بڑے شگون کے لئے تاک کہ کٹانا اکل کا کام ایک روز نمک بھری ہوئی پھلی کھا گیا۔ اس سے نہ معلوم کیا بات پیدا ہوئی کہ پیاس کی بیماری میں مبتلا ہوا اور پانی پیتے پیتے جہنم کو روانہ ہو گیا۔ ملے

ولید بن مغیرہ

ولید بن مغیرہ بن عبد اللہ بن مخزوم۔ اس کی کنیت ابو عبد اللہ شمس تھی۔ قبیلہ خزیم کے کسی شخص کے ساتھ جا رہا تھا۔ راہ میں کھنٹے پر پاؤں پڑ گیا جس نے پاؤں کو چھید دیا آخر اسی تکلیف میں پاؤں رگڑ رگڑ کر پھرتے تین مہینے بعد دنیا کو اپنے ستوس وجود سے خالی کر گیا۔ ملے

امیہ بن خلف

اس موذی کو جنگ بدر میں خبیب یا زراعہ بن رافع انصاری رضی اللہ عنہما نے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ ملے

اُبّی بن خلف

یہ دشمن خدا، امیہ کا بھائی اور اسلام کی دشمنی میں اس کا برابر کا شریک تھا۔ جنگ احدیں اس نے ہمارے سید و مولیٰ اللہ علیہ وسلم پر سخت حملہ کیا مگر ناکام رہا اور ساتھ ہی رسول خدا کے تگے ہوئے ہاتھ نے اس کا کام تمام کر دیا۔

ابو قیس بن فاکہ

ابو قیس بن فاکہ بن المغیرہ اپنی برادری میں بہت مدوح تھا کہ وہ پیغمبر خدا کو خوب خوب ایذا پہنچاتا ہے اور اس ایذا دہی میں وہ ابو جہل کا یارا و مخلص کہا جاتا تھا۔ جنگ بدر میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب سید الشہداء نے اس کا کام تمام کر دیا۔

عاص بن وائل

عاص بن وائل بھی شیطان، حضرت عمرو بن العاص جیسے جلیل القدر صحابی کا باپ تھا چ ہے کبھی شیطان کے گھر میں ولی بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ عاص بن وائل گدھے پر سوار جاتا تھا کہ مکہ کی کسی غار کے پاس گدھے نے ٹھوکر کھائی

سوار صاحب پیٹھ پر سے گر کر غار میں جا رہے گئے تھے ہی پاؤں میں بچھونے
 ڈنگ مارا۔ وہیں سے واپس ہو کر مکان پہنچا دو اٹے بچھو کے زہر پیلے
 مادہ پر کچھ اثر نہ کیا اور پاؤں پھول کر اونٹ کی ران برابر ہو گیا۔ آخر ہجرت کے
 دو ستر مہینہ پچاسی برس کی عمر میں تکلیف کی تاب نہ لا کر اپنے ماری اور اصلی
 موطن کو پہل بسا اور دوسرے شیاطین کو اپنی ماتماری میں چھوڑ گیا۔

نضر بن حارث

نضر بن حارث بن علقمہ بن کلدی بن عبد مناف بن عبد الدار۔ اسکی کنیت
 ابو قائد اور رسول خدا کے ستائیاؤں کا استاد تھا۔ یہ وہی حضرت ہیں جو صرف
 نئے مسلمانوں کو بھکانے کی غرض سے ایران گئے۔ وہاں سے رستم و اسفندیار
 کی واپسی تباہی کہانیاں جمع کر کے لائے اور مکہ میں سب کو سنا کر بڑے
 فخر سے کہا کرتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو عا و و ثمود وغیرہ کی داستانیں
 سناتا ہے تو میں تم کو اس سے کہیں بہتر داستان رستم و اسفندیار وغیرہ کی
 سناتا ہوں۔ آخر جنگ بدر میں شہید خدا (علی بن ابیطالبؑ) نے اس کا سر قلم کیا

ابو جہل

اصل میں اس کا نام عمر بن ہشام مخزومی اور کنیت ابو حکم تھی۔ غایت جہل و حسد

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حد سے گزری ہوئی عداوت نے ابو جہل کا مناسب خطاب اس کو عطا کیا اور وہی مشہور ہو گیا۔ رسول خدا کی عداوت، اسلام کی بربادی، مسلمانوں کی ایذا میں اس کے کارنامے بہت دلچسپ ہیں جنہوں نے فرعون و قارون، یامان و عمرو، وغیرہ کی داستانوں کو بھی گرد کر دیا انہیں کارناموں نے ابو جہل کے نام کو ایسی شہرت دی کہ دنیا کا بچہ بچہ اس سے واقف نظر آتا ہے۔ ع بنام گرنہوٹا تو کیا نام نہ ہوگا۔ یہی کہنت حضرت سمیہ ام عمار بن یاسرؓ کا سفاک قاتل ہے جنگ یرہ میں عفرار کے بیٹوں نے بڑی ذلت و خواری سے اس کو قتل کیا اور مسلمانوں کو اس کے واصل جہنم ہونے سے بہت سرت ہوئی۔

متبہ بن حجاج

اس گردن زدنی کو علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ بدر میں قتل کیا ۱۱

عاص بن متبہ

متبہ بن حجاج اور عاص بن متبہ دونوں باپ بیٹے ایک کے بعد ایک حضرت علیؓ کی تلوار کی کھینٹ پر چڑھے ۱۲

زہیر بن ابی امیہ

یہ زہیر ام المؤمنین ام سلمہؓ کا بھائی ہے اس کی موت میں اختلاف ہے
بعض مورخین نے لکھا ہے کہ وہ جنگ بدر کے قیدیوں میں تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اس کے گڑ گڑانے پر رحم کھا کر رہا کر دیا۔ مکہ میں آکر بیمار ہوا۔ اور مر گیا بعض نے
لکھا ہے کہ وہ جنگ احد میں مسلمانوں کے تیر کا شکار ہوا علیہ السلام۔

عقبہ بن ابی معیطؓ

عقبہ بن ابی معیط ابان بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس۔ اسکی کنیت ابو الولید
یہ جنگ بدر میں مسلمانوں کے قتل کا بیڑا اٹھا کر آیا تھا آخر مسلمانوں نے اس کو
گرفتار کیا اور عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے پھانسی دیکر مار ڈالا اسلام میں
عقبہ پہلا شخص ہے جسکو پھانسی دی گئی علیہ السلام۔

اسود بن مطلبؓ

اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن قحی۔ اس کی کنیت ابو زمعہ ہے
یہ اور اس کے ساتھی اس کام پر مامور تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چمکا مٹکا
کر چڑھایا کریں۔ جنگ بدر میں اس اندھے بڑے اور اس کے بیٹے کو ابو دجا
نے قتل کیا۔ علیہ السلام۔

عتیب^{۱۷}

عتیب، اسود بن المطلب کا پوتا تھا۔ جنگ بدر میں قتل ہوا، اور اس کے قتل میں حمزہؓ و علیؓ دونوں شریک تھے۔ عہ

حارث بن زعمہ^{۱۸}

حارث بن زعمہ بن اسود، بھی اسود بن مطلب کا پوتا تھا اور وہ جنگ بدر میں جناب علیؓ کی تلوار کا شکار ہوا۔ عہ

طعیمہ بن عدی^{۱۹}

طعیمہ بن عدی بن نوفل بن عبد مناف اس کی کنیت ابو زیان ہے۔ یہ جنگ بدر کے ذلیل قیدیوں میں تھا۔ منہ زہد قہدی تھے جناب حمزہ بن عبد المطلبؓ کے صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مکروہ و نا ملائم کلمات کہے اور حمزہؓ نے زبان تیغ سے جواب دیکر اس کو ہمیشہ کیلئے خاموش کر دیا۔

مالک بن ایطلالہ^{۱۹}

مالک بن ایطلالہ بن عمرو بن عبشان ایک بیوقوف فتنہ انگیز موزی اسلام تھا۔

ایک روز آپ سے آپ اس کو متلی ہو کر ریم کی تے ائی اور فی الفور مر گیا۔

رکانہ بن عبدزید

رکانہ بن عبدزید بن ہاشم بن المطلب، اپنی موت سے مراگر بیکی کی موت

مرا۔ ع

یہ تھی قرآن کی پیشینگوئی کہ اسلام ڈنکے کی چوٹ پھیلے گا اور دشمنان اسلام جو پیغمبر اور ان کے صحابہ کی ہنسی اڑاتے پھرتے ہیں۔ اسلام کی ترقی اپنی آنکھوں دیکھتی ہوئے پیغمبر کے سامنے اپنے وجود سے دنیا کو پاک کر دیں گے۔

پیشینگوئی

(۱۳۷)

اللہ نیک عمل والے مومنین کو محبوبِ خلق بنائیگا اور

ان کی محبت پیدا کرے گا

جیسا کہ سورہ مریم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ
لَهُمُ اللَّهُمَّ الرَّحْمَنُ وَدًّا

جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے
نیک عمل (بھی) کئے (خدا کے)
رحمن عنقریب ان کی محبت (دلوں میں)
پیدا کر دے گا۔

ف

آیت کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔

ایک تو یہ کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے محبوب ہوں گے
اور ایک دوسرے سے محبت کریں گے گو اسلام سے پہلے ان میں باہم کسی ہی عدا
رہی ہو۔ اور اسی باہمی محبت کو اپنا انعام قرار دیکر اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران میں فرماتا ہے۔
وَإِذْ كُنْتُمْ فِي الْغَمِّ ۚ وَلَوْلَا دَاوُدُ بْنُ زَكَرِيَّا ۚ وَنُوحٌ ۚ وَآلُ هَارُونَ ۚ وَآلُ إِبْرَاهِيمَ ۚ وَآلُ يُونُسَ ۚ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخاسِرِينَ
اور اللہ کا وہ احسان یاد کر جب تم
(ایک دوسرے کے) دشمن تھے پھر
اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت
پیدا کی اور تم اس کے فضل سے
بھائی (بھائی) ہو گئے۔

وَإِذْ كُنْتُمْ فِي الْغَمِّ ۚ وَلَوْلَا دَاوُدُ بْنُ زَكَرِيَّا ۚ وَنُوحٌ ۚ وَآلُ هَارُونَ ۚ وَآلُ إِبْرَاهِيمَ ۚ وَآلُ يُونُسَ ۚ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخاسِرِينَ

اوس، اود خزرج ایک ہی فائدہ کے دو گروہ تھے ان دونوں میں
ایک سو بیس برس سے بغض و عداوت متواتر چلی آتی تھی۔ ایک دوسرے کی کان
کا لاگو اور خون کا پیسا ساتھ پہنچا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے
مبعوث فرمایا آپ کے ہاتھ پر اوس و خزرج کے دونوں قبیلے رفقہ رفتہ اسلام لائے
مگر اسے گزشتہ سے توبہ کی آپس میں بھائی بھائی ہو گئے ایک دوسرے کا مانع
وہم نہ ہوا، اور اس امر کا کچھ نشان بھی باقی نہ رہا۔ کہ قبائل اوس و خزرج میں باہم بھی
کچھ عداوت بھی تھی۔ نہ

بہارِ نبوی

یہ تھی اسلام کی پنہاں قوت اور رسول کی روحانی طاقت اور اسی کو اللہ تعالیٰ

سورۃ انفال میں فرماتا ہے۔

وَأَلْفَ بَيْنٍ ثَلَاثِينَ
لَوْ أَكْفَقْتُمَا فِي الْأَرْضِ
جَمِيعًا مَا أَكْفَقْتُمَا
ثَلَاثِينَ يَوْمًا
لَّيْسَ بَيْنَهُمَا
بِشَيْءٍ إِلَّا الْفَتْ بَيْنَهُمَا

اور اللہ نے مسلمانوں کے دلوں میں

باہم الفت پیدا کر دی اگر تم روئے زمین
کے سارے خزانے بھی خرچ کر ڈالتے

تو بھی ان کے دلوں میں الفت نہ پیدا
کر سکتے مگر وہ تو اللہ (ہی تھا جس نے

ان لوگوں میں الفت پیدا کر دی۔

مطلب یہ کہ دوگر وہوں میں ایک سو بیس برس کی دشمنی و عداوت کو

دور کر کے محبت و الفت کا پیدا کر دینا کسی بشری طاقت کا کام نہیں ہے گو وہ
تمام دنیا کے سارے خزانے ہی کیوں نہ خرچ کر ڈالے یہ بہت سچ ہے
اور اس بدیہی امر سے کوئی انصاف پسند انکار نہیں کر سکتا۔

سورۃ مریم کی ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ اوس و خزرج کے

اسلام لانے اور ان میں ملاپ و محبت ہونے کا معاملہ مدینہ منورہ میں بعد

ہجرت واقع ہوا۔ یہ ایک زبردست پیشینگوئی اور اوس و خزرج میں محبت

کا ہو جانا، ایک ایسا اہم معجزہ ہے جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔

کسی ایسے گروہ، کسی انبی یا کسی ولی، کسی ریفارمر کا نشان نہیں دیا جاسکتا

جس نے ایسے دوگر وہوں میں جن میں ڈیڑھ صدی سے عداوت و بغض۔

راخ ہو گیا ہو، بیک چشم زدن بغض و عداوت کو دور کر کے ویسی ہی محبت

و الفت پیدا کر دی ہو۔ بلا شک یہ خدا ہی کی قدرت اور محمد مصطفیٰ ہی کی عجیب

روحانیت کا اثر تھائیت کو دوسرے معنی یہ ہو سکتی ہیں کہ خود مسلمانوں کے آپس میں محبت و تپاک ہیگا مگر یہ

پیشینگوئی کی حیثیت نہیں رکھتے۔

صحابہ کے واقعات ہمدردی و محبت سے تاریخ کی کتابیں بہرہ میں ان کے اعادہ کی ضرورت ہے نہ یہ کتاب ان واقعات کی نقل ہو سکتی۔

جنگ جمل جو عایشہؓ اور علیؓ کے درمیان واقع ہوئی۔ اور جنگ صفین جو علیؓ اور معاویہؓ کے درمیان واقع ہوئی، ہمارے مدعا کے لئے مضر نہیں ہے۔ یہ لڑائیاں حدائق و بغض کی بنا پر نہیں تھیں جو باہمی محبت و موانست میں غفل انداز ہوتیں ان لڑائیوں کی بنیاد صرف خطا اجتہادی تھی۔ ہر ایک اپنے کو حق پر سمجھتا تھا۔ اور حق کا طالب تھا۔ حق کے لئے لڑتا تھا۔

جنگ جمل میں ایک غلام نے حضرت زبیرؓ کو حالت نماز میں شہید کیا۔ ان کی تلوار لیکر حضرت علیؓ مرتضیٰ کی خدمت میں آیا اور یہ کہہ کر کہ وہ اس خبر سے خوش ہوں گے زبیرؓ کے قتل کی بشارت دی حضرت علیؓ، زبیرؓ کی تلوار ہاتھ میں لیکر آبدیدہ ہوئے دو ایک بار، تلوار کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ اور فرمایا، یہ وہ تلوار ہے جس نے رسول اللہ ﷺ صلعم پر سے کسی کیسی آفات کو دفع کیا۔ اسلام کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کیا، آہ، مشیت ایزدی میں یہی تھا کہ وہ اپنے یار و دیار سے جدا ہو جائے اس کے بعد آپ نے ابن جرموز غلام سے پوچھا کہ تو نے زبیرؓ کو کیوں قتل کیا۔ اس نے کہا آپ نے خوش کرنے کے لئے۔ علیؓ نے فرمایا، اے مرد ودا میں نے رسول اللہ ﷺ صلعم سے سنا ہے کہ زبیرؓ کا قاتل روزِ قیامت ہوگا۔ غلام نے کہا سبحان اللہ، آپ کے دشمن کو مار کر روزِ قیامت کی خوشخبری سننا ہوں یہ کہہ کر غصہ میں تلوار خود اپنے پیٹ میں بھونک لی۔ اور رسول اللہ کی پیشینگوئی پوری ہو گئی۔ ✽

جس زمانہ میں حضرت علیؑ و حضرت معاویہؓ میں جنگ برپا تھی قیصر روم نے مسلمانوں کو آپس میں مصروف پیکار و خانہ جنگی پا کر اسلامی مقبوضات پر ہاتھ بڑانا چاہا جناب معاویہؓ نے یہ خبر پا کر قیصر روم کو خط لکھا کہ، ”تم ہماری خانہ جنگی سے یہ نہ سمجھو کہ مسلمان ایک دوسرے کے دشمن ہیں، واللہ! اگر تم نے اپنی سرحد سے ایک قدم آگے بڑھایا تو ہمارا غیر نہیں ہے۔ خدا کی قسم! وقت پڑے پر علی بن ابیطالبؓ کی طرف سے پہلا شخص جو ان کے دشمن کا مقابلہ کرے گا وہ میں ہوں گا۔“

ان اور ان جیسے اور بہت سے واقعات بین ثبوت ہیں اس بات کے کہ صحابہ سب ایک دوسرے کے غمخوار و بہادر و نئے کسی کو کسی سے بغض و عناد نہ تھا بلکہ تھا تو اختلاف تھا۔

آیت کے تیسرے معنی یہ ہیں کہ لوگ خود خود ان مسلمان و صحابہ کے کردار و شانیت کے گرویدہ ہوں گے اور دیکھا بھی جاتا ہے کہ نیکو کار اور سچے لوگوں کو سب عزیز رکھتے ہیں وہ کسی کو نہیں ستاتے کہ کوئی ان کو ستائے۔

ہم یہاں ایک واضح کتاب الفاروق مرتبہ مولوی شبلی نعمانی سے نقل کرتے ہیں جس سے اس پیشین گوئی کی اچھی طرح وضاحت ہو جاتی ہے۔

رومی جو شکست کھا کر دمشق و حمص وغیرہ سے نکلے تھے انطاکیہ پہنچے اور ہر قل سے فریاد کی کہ عرب نے تمام شام کو پامال کر دیا ہر قل نے ان میں سے چند ہوشیار اور معزز آدمیوں کو دربار میں طلب کر کے پوچھا کہ عرب تم سے زور میں۔

جمعیت میں۔ سر و سامان میں کم ہیں پھر تم ان کے مقابلہ میں کیوں نہیں ٹھہر سکتے اس پر سب نے ندامت سے سر جھکا لیا لیکن ایک تجربہ کار بڑے نے عرض کیا کہ عرب کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں وہ رات کو عبادت کرتے ہیں۔ دن کو روزے رکھتے ہیں کسی پر ظلم نہیں کرتے آپس میں ایک

ایک سے برابر ہی کے ساتھ ملتا ہے ہمارا یہ حال ہے کہ شراب پیتے ہیں بدکاریاں کرتے ہیں افرار کی پابندی نہیں کرتے اور ان پر ظلم کرتے ہیں اس کا یہ اثر ہے کہ ان کے ہر کام میں جوش اور استقلال پایا جاتا ہے اور ہمارا جو کام ہوتا ہے ہمت و استقلال سے خالی ہوتا ہے۔

قیصر و حقیقت شام سے نکل جانے کا ارادہ کر چکا تھا لیکن ہر شہر اور ہر ضلع سے جوق جوق عیسائی فریادی چلے آتے تھے قیصر کو سخت غیرت آئی اور نہایت جوش کے ساتھ آمادہ ہوا کہ شہنشاہی کا پورا زور سب کے مقابلہ میں صرف کر دیا جاوے۔ روم قسطنطنیہ جزیرہ آرمینیہ ہر جگہ احکام بھیجے گئے کہ تمام فوجیں پانچ تخت انطاکیہ میں ایک تاریخ معین تک حاضر ہو جائیں ان احکام کا پہنچنا تھا کہ فوجوں کا ایک طوفان ابلند آیا۔

حضرت ابو عبیدہ نے جو مقامات فتح کر لئے تھے وہاں کے امرا اور رئیس ان کے عدل و انصاف کے اس قدر گرویدہ ہو گئے تھے کہ باوجود مخالفانہ سبب کے خود اپنی طرف سے دشمن کی خبر لانے کے لئے جاسوس مقرر کر رکھے تھے چنانچہ ان کے ذریعہ سے حضرت ابو عبیدہ کو تمام واقعات کی اطلاع ہوئی انھوں نے تمام افسروں کو جمع کیا اور کھڑے ہو کر ایک پر اثر تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمانوں! خدا نے تم کو بار بار عاصی اور تم اس کی جانیخ میں پورے اب تمہارا دشمن اس سر و سامان سے تمہارے مقابلہ کے لئے چلا ہے کہ زمین کا نپ اٹھی ہے پھر اب بتاؤ کیا صلاح ہے ؟

آخر دو وکد کے بعد یہ رائے پاس ہوئی کہ محض چھوڑ کر دمشق روانہ ہوں۔ وہاں خالہ موجود ہیں اور عرب کی سرحد غریب ہے۔ یہ سب ہو چکا تو ابو عبیدہ نے حبیب بن مسلمہ افسر خزاہ کو بلا کر کہا کہ عیسائیوں سے جو خراج یا جزیہ لیا جاتا ہے

وہ اس معاوضہ میں لیا جاتا ہے کہ ان کو ان کے دشمن سے بچایا جائے اس وقت
 ہماری حالت نازک ہے ہم ان کی حفاظت کا ذمہ نہیں لے سکتے اس لیے
 جو کچھ ان سے وصول ہوا ہے سب ان کو واپس دے دو اور ان سے کہہ دو کہ
 ہم کو تمہارے ساتھ جو تعلق تھا اب بھی ہے لیکن چونکہ ذمہ دار حفاظت کے
 نہیں ہو سکتے۔ اس لیے جزیہ جو حفاظت کا معاوضہ ہے تم کو واپس کیا جاتا ہے
 اس کے بعد کسی لاکھ کی رقم جو وصول ہوئی تھی کل واپس کر دی گئی۔ عیسائیوں پر
 اس واقعہ کا استغراء ہوا کہ وہ روئے جاتے تھے اور جوش کے ساتھ کہتے جاتے
 تھے کہ خدا تم کو واپس لائے ہو دیوں پر اس سے بھی زیادہ اثر ہوا انھوں نے کہا
 تودیت کی قسم جب تک ہم زندہ ہیں۔ قیصر۔ حمص پر قبضہ نہیں کر سکتا یہ ہنر پناہ کے
 دروازے بند کر دئے اور ہر جگہ چوکی پہرہ بٹھا دیا ایو عبیدہؓ نے صرف حمص واپس کے
 ساتھ یہ برتاؤ نہیں کیا بلکہ جب قدر اضلاع فتح ہو چکے تھے ہر جگہ لکھ بھجوا کہ جزیہ کی جفلا
 رقم وصول ہوئی ہے سب واپس کر دیا گئے۔ ع

ان واقعات سے جہاں مسلمانوں کی اعلیٰ دیانت داری، پرہیز گاری، خدائے
 حق رسی اور پاک بازی کا پتہ ملتا ہے وہیں یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ ان
 راست باز اہل اسلام نے اپنی خوش اطواری اور بہترین چال میں سے کس قدر اہل عالم کو
 سخر کر لیا تھا کہ دشمن تک ان کو پیار کرنے لگے۔ اور انکی محبت کا دم بھرنے لگے
 جیسا کہ قرآن نے پیشینگی کی۔

آیت کے چوتھے معنی امام رازیؒ نے لکھے ہیں کہ اللہ ہر قسم کا ساز و سامان
 ان مسلمانوں کے خاطر خواہ ان کے لئے ہینا کر دے گا جیسا کہ واقعہ ہوا۔

پیشینگوئی

(۱۲۸)

اسلام تمام دنیا میں عام ہوگا

جیسا کہ سورۃ الفرقان میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ
عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ
نَذِيرًا -

(خدا کی ذات بڑی) بابرکت (ذات) ہے جس نے اپنے بندے (محمد) پر قرآن اتارا تاکہ تمام جہان کے (دوگوں کے) لئے (عذابِ خدا سے) ڈرا بنوالا ہو۔



سورۃ الفرقان سوائے اخیر کی ایک آیت کے پوری سورت، مکی ہے جو ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں نازل ہوئی جب کہ مسلمان بہت مغلوب و مقہور ہو رہے تھے ایسے ضعف کی حالت میں قرآن مجید کا یہ دعویٰ کرنا کہ ہم تمام دنیا کو ڈرانے کیلئے نازل ہوئے ہیں اور پھر صدیوں میں اس دعویٰ کا صحیح ثابت ہونا اور ہوتے جانا اس کے منجانب اللہ ہونے کی یقین دہانی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام تمام دنیا میں عام ہو گیا ہے قرآن کی منادی اس کے گوشہ گوشہ میں پھر چکی ہے اس نے کل اہل عالم کو عذاب الہی و عذاب آخرت سے ڈرا دیا ہے اور ڈرانے کی بجائے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ قرآن کی منادی ختم ہو گئی یا اسلام کی ترقی اپنے حد پر آکر

ٹھیک رہی اور جہاں تک بڑھنا تھا بڑھ چکا بلکہ ہم اسکی ترقی روز افزوں پاتے۔
 ہیں جو ہمیں اس بات کا یقین دلاتی ہے کہ قرآن کی پیشینگوئی ہنوز سن چیم الوجہ
 پوری نہیں ہوئی ہے یہ پیشینگوئی اچھی طرح اسوقت پوری ہوگی جب دنیا کا چہرہ
 اسلام کی روشنی سے جگمگا اٹھے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ ایک نہ ایک دن یہ ہوکر
 رہے گا۔

پیشینگوئی

(۱۲۹)

اہل ایمان کو سونے کا کنگن پہنایا جائیگا

جیسا کہ سورۃ الحج میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -
 اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ
 ۳ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
 جَنَّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
 اَنْهٰرٌ يَّخْلُوْنَ فِيْهَا
 مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ
 وَلَوْ لُؤْلُؤًا وَّيَاسْمَہُمْ فِيْهَا حَبْرٌ

جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک
 عمل کئے ان کو اللہ ایسے باغوں میں لیجا
 داخل کرے گا جن کے تلے نہریں (پڑیں)
 بہ رہی ہوں گی وہاں ان کو سونے کے
 کنگن پہناے جائیں گے اور موتی اور
 دیاں ان کا لباس بخشی ہوگا۔

اصل میں تو یہ جنت کے انعام کا وعدہ ہے جو مرنے کے بعد آخرت کیلئے

موجود ہے مگر اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ انعام دنیا میں بھی پورا ہو گیا جسکی تفسیر و پیشینگوئی حدیثوں
میں بھی بھراحت موجود ہے چنانچہ حافظ قرطبی علیہ الرحمہ نے استیعاب میں یہ
بروایت نقل کی ہے کہ -

سروى سفیان من عسیة
عن ابی موسیٰ عن الحسن
ان رسول الله صلعم
قال لسراقة بن مالك
كيف بك اذا لبست
سوارك كسری -

روایت کی سفیان بن عسیہ کی انھوں نے ابوسری سے روایت کی ہے
کہ ابدہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے سراقہ بن مالک سے کہ (اے سراقہ) تم
اسوقت کیسے معلوم ہو گے جب تم کو کسری
یا شاہ کے لنگن پہنائے جائیں گے

قرآن و حدیث کی پیشینگوئی حضرت فاروق اعظم کے عہد میں پوری ہوئی بلکہ
کے فتح ہونے پر جو بے شمار غنیمتیں دربار خلافت میں آئیں ان میں کسری عجم کا تاج
اور اس کے سونے کے لنگن بھی تھے حضرت عمرؓ کے حکم سے یہ دونوں چیزیں سراقہ بن
مالک کو پہنائی گئیں۔ انھوں نے ہاتھوں میں لنگن پہنکر بیاختہ کہا الحمد للہ الذی
سلبھا من کسری بن ہرملہ و البھا سراقة بن مالک، یعنی شکر ہے خدا کا جس نے
یہ چیزیں کسری سے لیکر سراقہ بن مالک کو پہنائیں مولوی شبلی نعمانی نے الفادوق
میں ایک اور واقعہ لکھا ہے کہ :-

معلم نام مدینہ میں ایک شخص تھا جو نہایت موزون قامت اور خوبصورت تھا
حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ نوشیروان کے ملبوسات اس کو پہنائے جائیں یہ ملبوسات

مختلف حالتوں کے تھے۔ سواری کا۔ دربار کا۔ چمن کا۔ تہنیت کا۔ باری باری تمام ملبوسات
معلم کو پہناے کئے۔ جب ملبوس خاص اور تاج زر نگار پہنا تو متا شایوں کی آنکھیں
خیرہ ہو گئیں اور دیر تک لوگ حیرت سے تکتے رہے۔

پیشینگوئی

(۱۳۰)

مسلمانوں کو اللہ بہتر سے بہتر بدلہ دے گا

جیسا کہ سورۃ العنکبوت میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ لَنَجْزِيَنَّهُمْ
عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ
وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي
كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے
نیک عمل (بھی) کئے ہم ضرور ان کے
گناہ ان سے دور کر دیں گے اور دنیا
میں (جو) یہ لوگ نیک عمل کرتے رہے
ہیں ان کو ان کا بہتر سے بہتر بدلہ دیں گے۔

یعنی جو مسلمان نیک عمل کریں گے۔ اسلام کا حق ادا کریں گے اسلام کے کام

آئیں گے اشاعت اسلام کی کوشش میں جان و مال سے دریغ نہ کریں گے ہم ان کو ان کی ان نیکیوں کا دنیا ہی میں بہتر سے بہتر بدلہ دیں گے چنانچہ صحابہؓ نے ایسے ہی نیک کام کئے اور اس کے عوض میں جو کچھ بدلہ ان کو ملا دنیاوی عیش و تہذرام کا دروازہ ان پر کھل گیا۔ اس سے تاربخوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

پیشنگونی

(۱۳۱)

مسلمانوں میں متصرف خلفا ہوں گے

یہ پیشنگونی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ مَخْلَاقًا ۚ وَلَئِنْ اِلَّا كَرِهَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي فَعَلَ فَتَسْتَأْذِنُ مِنْهُ لِيُتَوَكَّلَ عَلَيْكُمْ فَاِنْ اَتَاكُمْ مِنْهُ فَاِذَا كُنْتُمْ اَعْيُنًا لَهُ فَاَنْصِتُوا لَكُمْ ۗ ذٰلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

وہی (قادر مطلق ہے) جس نے زمین میں تم کو خلیفہ بنایا اگر تم دنیا کی چیزوں میں تصرف کرتے رہو اور تم میں سے (مقدت و حکومت وغیرہ کے اعتبار سے) بعض کو بعض پر درجوں میں فوقیت دی تاکہ جو نعمتیں تم کو دی ہیں اُن میں تمہاری آزمائش کرے۔

دوسری آیت سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

بھلا کون ہے باکرہ کوئی شخص (مقرر ہو کر)
اس سے فریاد کرے تو وہ اس مقرر کی فریاد کو پہنچے
اور (اس کی) مصیبت کو ٹال دے اور (کون ہے)
(جو) زمین میں تم لوگوں کو خلیفہ بناتا ہے

مَنْ يُخَيِّبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا
دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ
وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ



خلائف اور خلفاء دونوں خلیفہ کی جمع میں خلیفہ کے معنی ہیں بادشاہ اور متصرف فی الملک
جیسا کہ فران ہی کی سورۃ ص میں صریح ہے :-

اے داؤد اہم نے تم کو ملک میں بادشاہ
بنایا ہے تو لوگوں (کے معاملات) میں
انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو۔

يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ
خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ
فَاخْذُ الْكُلْتَ بَيْنَ النَّاسِ
بِالْحَقِّ -

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے :- ”اے داؤد!
ہر آئینہ ساختیم تو بادشاہ در زمین پس حکم کن میان مردمان براستی“
تمام مفسرین و مترجمین نے خلیفہ کے معنی بادشاہ کئے لئے ہیں اس سے
بھی قطع نظر کیا جائے تو آیت میں فاکے تعصبی کے بعد، ”حکمد بین الناس بالحق“
کے الفاظ خود اس امر کی صریح شہادت دیر ہے ہیں کہ خلیفہ بمعنی بادشاہ ہے
اور حضرت داؤد کا بادشاہ ہونا اس کا قطعی ثبوت ہو جاتا ہے۔

بہر حال اس آیت میں یہ پیشینگوئی کی گئی ہے کہ مسلمانوں میں خلفاء متصرف
ہوں گے۔ اب دیکھو کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
کے بعد آپ کے پہلے جانشین برحق امیر المومنین ابو بکر صدیق اکبر ہوئے جن کو امت
نے خلیفہ رسول اللہؐ کا معزز خطاب دیا اور اس کے بعد برابر ہزار برس تک

مقصود باللہ	وائق باللہ
متوکل علی اللہ	مستعصر باللہ
مستعین باللہ	مستعز باللہ
مہندی باللہ	مستعد علی اللہ
مستعد باللہ	مستغنی باللہ
مقتدر باللہ	قاسم باللہ
راضی باللہ	مستقی باللہ
مستغنی باللہ	مطیع اللہ
طالع اللہ	قاد باللہ
امیر المومنین خلیفہ قایم بامر اللہ	امیر المومنین خلیفہ مقتدی بامر اللہ
مستظهر باللہ	مسترشد باللہ
راشد باللہ	مستقی لامر اللہ
مستجد باللہ	مستضی بامر اللہ
ناصر لدین اللہ	نظار باللہ
مستعصر باللہ	مستعصم باللہ
خلافت ہندو کی تباہی کے بعد ۶۵۷ھ سے ۹۵۷ھ تک بنو عباس نے نصرت میں	
کاروبار خلافت کو انجام دیا۔	
مستعصر باللہ	حاکم بامر اللہ
مستغنی باللہ	وائق باللہ
حاکم بامر اللہ	مستعد باللہ

متوکل علی اللہ	”	”	”	واثق باللہ
مقصد باللہ	”	”	”	مستقین باللہ
مقصد باللہ	”	”	”	مستکفی باللہ
قایم بامر اللہ	”	”	”	مستعجب باللہ

امیر المومنین خلیفہ متوکل علی اللہ۔

فاطمین میں سے ۱۰۰۰ سے ۱۰۰۰ ہر تک چودہ خلفاء نے مصر میں خلافت کی۔

خلیفہ ہندی عبید اللہ	خلیفہ قائم بامر اللہ	خلیفہ منصور اسماعیل
” معز الدین اللہ	” عزیز باللہ	” حاکم بامر اللہ
” ظاہر الدین اللہ	” مستنصر باللہ	” مستملی باللہ
” آمر باحکام اللہ	” حافظ الدین اللہ	” ظافر باللہ
” فائز بنصر اللہ	” عاصم الدین اللہ	

جب بغداد میں عباسیوں کی خلافت قائم ہو گئی تو بنو امیہ میں سے ایک نوجوان عبدالرحمن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان بھاگ کر یورپ پہنچا اور وہاں اندلس یا اسپین میں ایک زبردست سلطنت کا بانی ہوا۔ جو ۳۸۵ھ سے ۶۷۱ھ تک قائم رہی۔ عبدالرحمن بن معاویہ کے بعد

ابو الولید ہشام	حکم ابوالمظفر	عبدالرحمن بن حکم	محمد بن عبدالرحمن
منذر بن محمد	عبداللہ بن محمد	عبدالرحمن بن محمد	حکم بن عبدالرحمن
ہشام	محمد بن ہشام	سلیمان بن حکم	عبدالرحمن بن عبدالملک
ناصر علی بن محمود	مامون قاسم	یحییٰ بن الناصر	عبدالرحمن بن ہشام
محمد بن عبدالرحمن	ہشام بن محمد	اور ابو عبداللہ	۶۷۱ھ میں اس

اس زبردست حکومت کا ذلت و فخاری پر خاتمہ ہوا اور ایسا خاتمہ ہوا کہ یورپ بھر میں ایک مسلمان کا نام نہ رہا۔

جن ممالک پر ہزار برس تک مسلمانوں نے حکومت کی وہاں مسلمان کا نام تک نہ باقی رہا۔ تقریباً یہ سب ممالک بارہ سو برس تک مسلمانوں میں خلافت رہی اور اکل ایک سو تین خلفاء نے اپنے نامی وجود سے قرآن کی پیشینگوئی کو صحیح ثابت کر دکھایا۔

خلافت امویہ اور خلافت عباسیہ کی تباہی کے بعد نہ کسی نے خلافت کا دعویٰ کیا نہ کسی کا نام لقب خلیفہ ہوا فرمانروایاں اسلام میں سلطان شہنشاہ بادشاہ و قابض غلامیہ

پیشینگوئی

(۱۳۲)

مجاہدین کو عمل نیک کی توفیق و بجائگی

جیسا کہ سورۃ التکوٰث میں ہے جہاں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اور جن لوگوں نے ہمارے دین (کے) کلام ہمیں کوششیں کیں ہم (بھی) ان کو ضرور اپنے رستے دکھائیں گے اور کچھ شک نہیں کہ انسان کو لگا ساقی ہر جو خلوس ملے، نیک عمل کرتے ہیں۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا
لَنَنصُرَنَّهٗمْ سُبْحٰنَا
وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ

ف

اپنے رستے سے مراد ہے اپنی خوشنودی اور رضا مندی حاصل کرنے کے طریقے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو جو صرف اللہ کی خوشنودی کیلئے اس کی راہ میں جہاد کریں گے ان کو اعمال نیک کی توفیق دیں گے قرآن کی پیروی کرنیوالوں اور رسول خدا صلعم کے پیروں نے جس بیباکی و بیجگری سے اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑائیں وہ اہل تاریخ پر ظاہر ہے اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے دریغ نہ کرنا ہی اس امر کی صاف دلیل ہے کہ بارگاہ ایزدی سے ان کو توفیق نیک دہی گئی۔ ان پاکباز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مزید حالات سے رجال و اسانید اور تراجم و سیر کے وقار لبریز ہیں۔ فمن شاء فليُنظُر اليها۔

پیشینگوئی

(۱۳۳)

نضر بن حارث سزا پائی کا

جیسا کہ سورہ لقمان میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ
اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی (ذالایق) ہے جو وہابیات قصہ کہانیاں مول لے لیتا ہے تاکہ (لوگوں کو سنا کر) بے سمجھے بوجھے راہ خدا بھٹکا

وَيَتَّخِذَ هَاهُنَا دُولًا لَدُنكَ
لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ وَإِذَا
تَنَالَى عَلَيْهِ أَمَاتًا دَلَّى
مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا
كَأَن فِي أُذُنِهِ دَقْرًا
فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ-

اور آیات الہی کی منی اڑائے یہی ہیں جن کو
ذلت کی سزا ہونی ہے اور جب (ان میں سے)
نظر بن حارث کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی
ہیں تو اکرٹا ہوا اسنے پھر کر چل دیتا ہے جیسے
اس نے ہماری آیتوں کو سنایا ہی نہیں گویا اس کے
دونوں کانوں میں ٹینٹ ہیں تو دائیہ نہیں !!
اسیے شخص (نظر بن حارث) کو عذاب دردناک
کی خوشخبری سنا دو۔

ف

کفار مکہ میں سے ایک شخص تھا نظر بن حارث بن کلدہ وہ فارس کے اخبار لاکر لوگوں
کو سناتا اور کہتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو عدا اور نمود کی پرانی خبریں سنایا کرتے
ہیں، میں ان سے بہتر رستم و اسفندیار کے کارنامے سناتا ہوں۔
بعض سادہ لوح لوگ اسکی باتوں میں آجاتے اور اس سے اہل فارس کی کہانیاں
سننے لگتے تھے۔ قرآن مجید نے اس کی نسبت پیش نیلگوئی فرمائی کہ یہ کجمنت نظر بن حارث
جو وہابی تباہی کہانیاں سناتا کہ لوگوں کو آیات الہی کے سننے سے باز رکھتا ہے
اور جب اس کو قرآن کی اچھی باتیں سنائی جاتی ہیں تو غرور و تکبر سے اکرٹتا ہوا اچھلتا ہے
عنقریب اپنے گمے کی سزا پائیگا۔ چنانچہ جنگ بدر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خوشخوار
تلوار نے اس مردود کا خون چوس لیا۔

أَسْمُو وَيُحَقِّقُ الْكَافِرُونَ

کے درجے دینے تھے درندہ خدا تو کسی طرح
بھی ان (ظالموں) کو روا دار نہیں اور نیز یہ منظور تھا
کہ اللہ مسلمانوں کو (شک و شبہ کی میل و میل سے
بہار دے اور کافروں کا زور توڑ دے۔



احمد بنہ منور سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے کہا جاتا ہے
کہ حضرت موسیٰ کے بھائی حضرت ہارون کا مزار اسی پہاڑ پر ہے۔
اسی پہاڑ کے قریب شوال کے مہینہ میں شنبہ کے روز سہ ہجری
میں اہل اسلام اور کفار کے درمیان جنگ عظیم ہوئی کفار کی لشکر میں تین ہزار مرد
تھے دو سو گھوڑے تین سو اونٹ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ ایک ہزار صحابہ تھے لشکر میں صرف آپ ہی کے پاس ایک
گھوڑا تھا۔

دونوں لشکروں میں بڑھ بھیر ہوئی کشتوں کے پُشتے لگ گئے
بڑی گھمان کی لڑائی کے بعد کفار نے شکست فاش کھا کر پیٹھ دکھائی۔
پیغمبر خدا نے ایک جماعت کو گھائی میں تعینات فرما کر ان سے کہہ دیا تھا
کہ تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا مگر ان لوگوں نے اپنے افسر کا کہا نہ مانا۔ اور کفار پیٹھ
دکھا کر بھاگے اور تیر اندازوں نے اپنا مرکز چھوڑا، اور سب کے سب لوٹ پاٹ
میں مصروف ہو گئے۔

خالد بن ولید نے (جو اس وقت تک رئیس کفار تھے) دیکھا کہ اکثر اہل اسلام
غنیمت کے لوٹنے میں مصروف ہیں اور تیر انداز بہت تھوڑے رہ گئے ہیں
انہوں نے فوراً اپنے ساتھیوں کو آواز دی اور اپنی زبردست جماعت کو ساتھ

بقیہ مسلمان تیر اندازوں پر حملہ کر دیا۔ پاپے تین سخت حملوں میں مسلمانوں کو فتح کے بعد شکست اٹھانی پڑی کفار کے لشکر میں ایک عورت عفران نامی نے علم اپنے ہاتھ میں لیا دشمنان اسلام نے علم کو عورت کے ہاتھ میں دیکھ کر بھاگنا چھوڑا غیرت میں آکر یا تو بھاگے جاتے تھے یا فوراً پلاٹ پڑے اور ان کی جمعیت جیسی کی ویسی زبردست ہو گئی آخر ستر مسلمان شہید ہوئے صدیق اکبر اور فاروق اعظم زخمی ہوئے اتنے میں غل مچا کہ پیغمبر خدا شہید ہوئے اس جاں ناکہ خبر کے سننے سے مسلمانوں میں تاب مقاومت نہ رہی اور اکثروں نے بیٹھ دکھائی۔

اسی جنگ میں رسول خدا کے دو دانت شہید ہوئے لب مبارک زخمی ہوا، آپ چہرہ پر سے خون پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے کہ، افسوس! وہ قوم کیونکر قلاح کو پہنچے گی جو توحید کی طرف بلانے کی پاداش میں اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگین کرے۔

کفار میں سے ابو عامر لعنہ اللہ نے میدان میں ایک گڑ پا کھود دیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گڑ پہے میں گر پڑے اور حضرت علی و طلحہؓ نے ہاتھ پکڑ کر اوپر نکالا۔

جنگ احد کے بیان میں ایک سو اکیس آیتیں قرآن مجید میں وارد ہیں آخر اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کے قصور معاف کر دے جو جہاد سے بھاگے تھے اور جنہوں نے رسول کی نافرمانی کی تھی۔

اس جنگ میں ہاجرین و انصار سے ستر صحابہ شہید ہوئے جن میں (۶۴) انصار اور چھ ہاجرین تھے۔ سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اس جنگ میں شہید ہوئے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ انہیں شکست خوردہ مسلمانوں کو تسلی دیتا ہے کہ ایک جنگ احد میں اگر اتفاقی طور پر تم کو شکست ہو گئی تو اس سے آزرہ خاطر نہ ہو آخر جنگ بدر میں تم نے بھی تو قنار کوڑا کوں چنے جو اوسے تھے۔ اور پھر یہ شکست بھی تمہاری ہی غلطی سے ہوئی کہ رسول کا کہنا مانا بہر حال اس شکست کا غم نہ کرو۔ اگر تم سچے مسلمان ہو تو غلبہ تمہیں کو ہے اور تمہارا ہی بول بالا رہیگا خدا کی یہ پیشینگوئی پوری ہوئی اس کے بعد جتنی لڑائیاں کفار سے ہوئیں ان سب میں اہل اسلام کو فتح و نصرت ہوئی اور دشمنان اسلام ذلیل و خوار ہو کر پسا ہوئے۔

جنگ احد کے بعد پہلی لڑائی اسی سبب میں حمرار الاسد کی ہوئی جس میں کفار بغیر لڑنے بھاگ بھڑے بھاگ بھڑے ہوئے۔

لطیف

آیت میں اللہ تعالیٰ احد کے شکست خوردہ مسلمانوں سے خطاب کر کے فرماتا ہے کہ تم اگر سچے مسلمان ہو تو آخر کار فزوں پر غالب ہو گے اور ایسا ہی ہوا کہ دوسری جنگوں میں ان مسلمانوں نے کافروں کا ستیا ناس کر مارا۔ اور ملک عرب میں اسلام کا سکہ چل رہا۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بدیہی طور پر ثابت ہو گیا کہ جنگ احد میں جن مسلمانوں نے شکست کھائی وہ سچے مسلمان تھے اور ان پر طعن کرنا کسی مسلمان کو لائق نہیں ہے۔

پیشنگونی

(۱۳۵)

یہود اور نصاریٰ میں سے ایمان لانے والے کے بہت ہی کم ہیں

یہ پیشنگونی قرآن مجید میں چار مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورہ یٰسین میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

<p>ان میں سے اکثر تو فرمودہ (خدا) پر راہ چکا ہے تو یہ (کسی طرح) ایمان لائے بغیر نہیں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ خدا کے علم میں عذاب کے مستحق ٹھہر چکے ہیں اور خدا جان چکا ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔</p>	<p>لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰی اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ</p>
--	--

دوسری آیت سورہ النّار میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

<p>اور اگر وہ سمعنا و آطعنا اور فقط ہم اور انفسنا کہہ کر خطاب کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور بات بھی سیدھی ہوتی مگر ان پر تو ان کے کفر کی وجہ سے خدا کی پہچان آ پس ان میں سے بہت ہی تھوڑے لوگ ایمان لائے بغیر ہیں۔</p>	<p>وَلَوْ اَنَّكُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاَسْمَعْنَا وَاَنْظَرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهٖمْ دَاوٰهُمْ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا</p>
--	--

تیسری آیت سورۃ النار میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

پس ان (یہود) کے قول توڑنے کی وجہ سے
اور احکام الہی کے نمانے کی وجہ سے
اور ماق پیغمبروں کو قتل کرنے کی وجہ سے
دہم سے بھی ان کو پھٹکار دیا (اور نیز ان کے
اس کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے دل محفوظ
ہیں کسی کی نصیحت ہم پر اثر نہیں کرتی
محفوظ نہیں) بلکہ ان کے گمراہی کی وجہ سے
خدا نے ان (کے دلوں) پر مہر کر دی ہے
پس محدودے چند کے سوا (اکثر) ایمان
لایا تو اسے نہیں ہیں۔

فَمَا لَقِيَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهِمْ
وَكُفِّرْهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ
وَقُلْ لَهُمُ الْأَنْبِيَاءُ بَعِثُوا
حَتَّىٰ وَفَوْقَهُمْ قُلُوبُنَا
عَلَفْنَا بِلِطْفِ اللَّهِ
عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا
يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا

چوتھی آیت سورۃ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور اگر اہل کتاب (بھی سب کے سب)
ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہتر
تھا (مگر) ان میں سے تھوڑے ایمان
لائے اور ان میں اکثر نافرمان ہیں۔

وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ
لَكَانَ خَيْرًا لَّكُمْ الْيَوْمَ
وَأَكْثَرُهُمْ الْفَاسِقُونَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صرف عبد اللہ بن سلام وغیرہ
چند کی یہودی اور نجاشی چند عیسائیوں نے اسلام قبول کیا تھا باقی سب کے سب اپنے
ہی مذہب پر قائم رہے اور حجاز کے اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں سے تو کوئی
بھی مسلمان نہیں ہوا۔

پیشنگونی

(۱۳۶)

کچھ بھی ہو مشرکین مکہ سیدھے دم ہوں گے

جیسا کہ سورۃ المدین ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ
بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِعَتْ
بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُفِّلَتْ
بِهِ الْمَوْتَىٰ بَلْ لِلَّهِ الْأَمْرُ
جَمِيعًا۔

اور اگر کوئی قرآن (ایسا بھی نازل ہوا)
ہوتا جس (کی برکت) سے پہاڑ چلنے
لگتے یا اُس (کی برکت سے) زمیں کی
مسافت (تباہی) طے کیجا سکتی یا اس
کی برکت سے مردوں کے ساتھ
گفتگو ہو سکتی (تو بھی یہ لوگ راہِ راست
اختیار نہ کیا لے نہیں تھے) بلکہ (اصل
بات یہ ہے کہ) سارا اختیار اللہ ہی کو ہے۔

ایسا ہی ہوا کہ مشرکین مکہ جو اسلام اور پیغمبر اسلام کے مٹانے پر تھے ہوئے تھے
نہ ان پر کسی نصیحت کا کچھ اثر ہوا۔ نہ قرآن کے اعجازِ بلاغت نے انہیں نرم کیا نہ ان
میں رحم تھا نہ برداری وغیرہ کا کچھ پاس تھا۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق
کریمانہ اور آپ کے معجزاتِ باہرہ سے متاثر ہوئے صرف پیغمبر خدا کو چڑا نے

اور سخا پن کی راہ سے وہی تباہی و بجزات کی فرمائش کیا کرنے تھے اور انہیں فرمائشوں کا اس آیت میں مذکور ہے کہ اگر قرآن میں یہ تاثیر بھی ہوتی کہ اس کی برکت سے پہاڑ چلنے لگتے یا زبیں کی مسافت جلدی طے کر سکتے یا مردوں سے گفتگو کر سکتے تو بھی یہ مشرکین مسلمان نہ ہوتے اور اسی طرح اسلام کے مسئلے اور مسلمانوں کی دل آزاری میں لگے رہتے۔

آخر مسلمانوں کو مکہ سے ہجرت ہی کرنی پڑی اور مجبور ہو کر انھوں نے کفار کے مقابلہ میں تلوار اٹھائی بہت سے قتل ہوئے۔ بہت سے قیدی ہو کر اسلام کے مطیع ہوئے اور بعض مال و دولت کو لالچ سے مسلمان ہو گئے۔ جن میں سے ایک ابوسفیان بن حرب تھا۔

پیشینگوئی

(۱۳۷)

قرآن دنیا بھر کی نصیحت ہے

جیسا کہ سورہ ص میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ
 لِلْعَالَمِيْنَ وَلَقَدْ جَاءَكَ
 نَبَاٌۢ بَعْدَ حَنِنٍ
 یہ قرآن دنیا جان کے لوگوں کے لئے
 نصیحت ہے اور بس اور کچھ دنوں کے بعد
 تم لوگوں کو اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی

ف

سورہ صٰہٰج بتا رہا کی ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن دنیا بھر کے لوگوں کی نصیحت کیلئے اتارا گیا ہے اور اگرچہ تم کفار اس بات کو اب کھیل اور ایک آن ہونی بات سمجھ رہے ہو مگر آگے چل کر خود حقیقت کھل جائیگی کہ جیسا قرآن نے دعویٰ کیا تھا ویسا ہو کر رہے گا۔ شاید کہیں ثبوت دوالہ کی ضرورت نہیں ہے۔ دنیا دہ کہتی ہے کہ قرآن نے اطراف عالم میں پھیل کر اپنی منادی پوری کر دی۔ دنیا کی کوئی قوم کوئی مذہب ایسا نہیں جس کے افراد اسلام کے واسطے نہ آئے ہوں۔

پیشینگوئی

(۱۳۸)

اللہ بتوں کو منہدم اور نیت و نابود کرے گا

جیسا کہ سورۃ الشوریٰ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
يَمْحُو اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُخَيِّطُ الْحَقَّ | اللہ اپنے کلام سے بتوں کو مٹائے گا
يَكَلِمَاتِهِ۔ اور حق کو جمائے گا۔

ف

باطل کے لغوی معنی مٹ اور جھوٹ کے ہیں۔ قرآن میں اس کا اطلاق

بتوں پر ہوا ہے اس لئے کہ وہ کفار کے بنائے ہوئے جھوٹے مہمود تھے
جیسا کہ سورۃ الحج میں صراحت کے ساتھ فرمایا ہے۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ
هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا
يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ
هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ
هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ

یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ ہی برحق ہے
اور جن (مہمودوں) کو یہ (کھانا منکرین) خدا کے
سوا (اپنی حاجت برآری کیلئے) پکارتے
رہتے ہیں (سرتاسر) لغو ہیں اور (غیر) اس
سبب سے کہ اللہ ہی عالیشان (اور بڑے)
بڑا ہے۔

بخاری و نسائی وغیرہ محدثین نے بروایات صحیحہ بیان کیا ہے کہ مکہ فتح
ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو وہاں تین سو ساڑھے بت خانہ کعبہ
کے ارد گرد آراستہ کھڑے تھے آپ کے ہاتھ میں لکڑی تھی آپ اس لکڑی
سے ہر بت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے (قرآن کی یہ آیت) پڑھتے تھے
قُلْ حَآءَ الْحَقِّ وَتَرَاهُ حَقَّ الْبَاطِلِ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ تَرَاهُ حَقًّا۔
یعنی کہو کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے والی ہی چیز ہے۔
اور بت خود بخود اوندھے پیدے گرنے پلے جاتے تھے یہاں تک
کہ تمام بت گر گئے اور کعبۃ اللہ ہمیشہ کیلئے اس گندگی سے پاک ہو گیا۔
بلا شک ہم ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت پڑھتے ہوئے
لکڑی سے اشارہ کیا اور اس کے اثر سے بت ہندم ہو ہو کر گر گئے۔ یہ
آپ کا اعجاز تھا۔ روح القدس کی تائید تھی اور آپ کی روحانی طاقت کا اثر تھا
اور ایسا ہونا عقلاً بھی محقق نہیں ہے کیا ادنیٰ سمیر نیرم والے اپنی روحانی قوت
عجیب و غریب کرشمے نہیں دکھاتے ؟

پہر حال اتنی بات مانے بغیر تو چارہ کار نہیں کہ مکہ فتح ہوا۔ کعبہ کے تمام بتوں کو منہدم کر کے کعبہ کو اس لنگی سے صاف کر دیا گیا۔ مکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیت پڑھتے ہوئے لکڑی سے بتوں کی طرف اشارہ کرتے جاتے ہوں۔ اور لوگ بتوں کو گراتے جاتے ہوں۔

بتوں کے منہدم ہونے اور بیت اللہ سے بتوں کے نیت و نابود ہونے کی پیشینگوئی فتح مکہ کے دن پوری ہوئی۔ بعض بت جو بہت بلندی پر تھے ان کو علی مرتضیٰ نے پیغمبر خدا کے شانے پر چڑھ کر توڑا غرض کافروں کے مصنوعی مسبودوں کا بالکل صفایا ہو گیا۔

الفاظ آیت پر نظر کرتے ہوئے اگر اس کا مفہوم علم لیا جائے کہ بت پرستی دنیا سے محروم دنیا کی تو یہ پیشینگوئی صحیح اتری ہے بلکہ اس کا درجہ اور زیادہ بلند ہو جاتا ہے۔

زمانہ ترقی کرتا جاتا ہے علوم و فنون کی روشنی جہالت کی ظلمت کو دنیا سے مٹاتی جاتی ہے اور یہ روشنی جوں جوں ترقی کرتی جائے گی۔ بت پرستی کا انحطاط ہوتا جائے گا خود ہندوستان میں دیکھو کہ پتھر۔ لکڑی کے بنائے ہوئے بتوں کی پرستش ہندوؤں کا ایمان تھا یا اب وہی ہندو ہیں کہ علم کی روشنی مستفید ہو کر اس عبادت کو عین جہالت قرار دیتے ہیں اور اکثر جو بہ سبب جلی جہالت یا نادانی کے، اپنے قدیم عقیدہ پر جمے ہوئے ہیں ان پر بھی اتنا اثر ضرور ہے کہ عقلمندوں کی مجلس میں بت پرستی اور بتوں کی خدائی کا ذکر کرتے ہوئے شرماتے ہیں اب کرہ عالم میں کم قلعے ایسے ہیں جہاں بتوں کو خدا ماننے والے

یا شریک الوہیت سمجھنے والے پائے جاتے ہیں ورنہ عالم اس عقیدہ سے خالی ہوتا جاتا ہے اور بہتوں کی خدائی دنیا سے اٹھ جاتی ہے۔ اور بالآخر ایک اور قرآن کی پیشینگوئی من جمیع الوجہ پوری ہو گئی۔

پیشینگوئی

(۱۳۹)

اللہ پیغمبر پر اپنی نعمت پوری اور انکی زبردست مدد و کراہی

جیسا کہ سورۃ الفتح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّا قَتَلْنَا لَكَ فَتَحًا مُّبِينًا
لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ
مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ
وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ
وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا
مُسْتَقِيمًا وَيُضِلَّ لَكَ
اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا -

(اے پیغمبر!) حقیقت میں ہم نے کھلم کھلا
تمہاری فتح کر دی تاکہ تم اس فتح کے شکریہ
میں دین حق کی ترقی کے لئے اور زیادہ
کوشش کرو اور) خدا (اس کے صلیب)
تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کرے
اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے اور تم کو دین
کے (سید سے رستے پہلے) اور کوئی تمہارا
نافع و فراہم نہ ہو) اور خدا تمہاری زبردست
مدد کرے۔

اس آیت میں کی دلچسپ بحثیں ہیں۔

پہلی بحث

فتح سے کوئی فتح مراد ہے۔ اہل میں مفسرین کی مختلف رائیں ہیں بعض کہتے ہیں کہ فتح سے فتح مراد ہے جیسا کہ آیت کے یاق و یاق سے بھی ظاہر ہے بعض کہتے ہیں اس فتح سے صلح حدیبیہ مقصود ہے بعض کہتے ہیں کہ فتح روم و فارس وغیرہ مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے عام فتح و ظفر مراد ہے کہ اسلام کو دوسرے ادیان پر حجت و برہان اور یقین و سنان کا غلبہ ہوگا وَتَدْفَعُكُمْ اللَّهُ الْبَلَاءَ
ان سب نکتہ ہیں ہر ایک مسلک صحیح ہے۔

دوسری کتب

معترض کہتا ہے کہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فتح (مکہ) کو مغفرت کا سبب قرار دیا ہے حالانکہ فتح مکہ میں مغفرت کا سبب مینے کی صلاحیت نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے

میں ملا ہوا

آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرم فرمایا کہ جو شخص مغفرت کا سبب قرار نہیں دیا۔ بلکہ یہ فرمایا۔ کہ فرم فرماتے ہیں کہ امور مذکورہ کے راجع کا سبب ہے یعنی اللہ گناہوں کو معاف کرے گا۔ اپنی نعمت کو پوری کرے گا۔ منزل مقصود تک پہنچا دے گا اور رزق

مدد کرے گا اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ سب امور فتح مکہ کے بعد ہی مجتمع ہوئے۔

دوسرا جواب

مکہ کا فتح ہوتا اس امر کا سبب ہوا کہ بیت اللہ بتوں کی گندگی سے پاک ہو گیا اور چونکہ محمد مصطفیٰ فاتح تھے اس لئے تطہیر بیت اللہ سے تطہیر محمدؐ بھی لازم آئی۔

تیسرا جواب

کفار مکہ پیغمبر اور یاران پیغمبر کو حج بیت اللہ نہیں کرنے دیتے تھے فتح مکہ ہونے سے فرض حج کا ادا کرنا آسان ہو گیا چونکہ حج، ارکان اسلام میں سے رکن اعظم اور اس کی بجالانا باعث مغفرت ہے اس لئے فتح مکہ کا بھی سبب مغفرت ہونا لازم آیا۔

چوتھا جواب

واقفہ اصحاب قبل کے بعد لوگوں کے دلوں میں عام طور پر یہ عقیدہ چل گیا تھا کہ مکہ پر کوئی مظلوم اور دشمن خدا کا قابو نہیں پاسکتا بلکہ اس پر وہی متصرف ہو سکتا ہے جو مغفور اور خدا کا دوست ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہی نشانہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے کلمہ کھلا تھا کہ (یعنی محمدؐ کی) فتح کرادی تاکہ لوگوں کو تمہارا معصوم و مغفور ہونا معلوم ہو جائے کیونکہ ان کے ہمدرد میں ایسا ہی شخص فاتح مکہ ہو سکتا ہے۔ محض فتح مکہ کا باعث مغفرت ہونا

کوئی معنی نہیں رکھتا۔

تیسری بحث

مقرر کتاب ہے کہ فتح کر کے بعد محمد مصطفیٰ کو اگلے پچھلے گناہوں کا بخشتا جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ گناہوں سے معصوم و مصون نہیں تھے۔

پہلا جواب

آیت میں صاف خطاب اگرچہ خود نمبر سے ہے لیکن مراد امت محمدیہ سے ہے گویا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بشارت دیتا ہے کہ ہم نے جو کھلم کھلا تمہاری فتح کرادی اس سے غرض یہ ہے کہ اب تم آسانی سے حج کو اور وہ تمہاری بخشائیش کا سبب ہو فتح مکہ سے اللہ کی نعمت تم پر پوری ہو اور تمہاری فرمانبرداری کے صلہ میں خدا تمہاری زبردست مدد کرے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان خدا پر ایمان لانے کی پاداش میں اپنے وطن مکہ سے نکال باہر کئے گئے پھر ان مفلوک غریب الوطن مسلمانوں نے محض اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنی جانوں کو تیلی پر رکھ کر سرکش کافروں کا مقابلہ کیا اور نہایت جانی بازی سے مکہ کو فتح کر کے اللہ کے گھر کو بتوں سے صاف کیا اس جانی بازی و فرمانبرداری کے صلہ میں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے گناہوں کو معاف کر دیئے کا وعدہ فرمایا۔ فتح کر چکنے کے بعد حج و مناسک حج کا بجالانا ان پر پہل ہو گیا پس مراسم حج و عمرہ کی بجا آوری ان کو پچھلے گناہوں سے

صاف ہونے کا سبب ہوگی۔

قرآن مجید میں کئی مقامات پر ایسا ہوا ہے کہ مخاطب پیغمبر ہے اور حکم امت کو دیا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ الطلاق میں فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ
النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ
إِعْلَانًا لِّعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ

اے پیغمبر! (مسلمانوں سے کہو کہ) جب تم
اپنی بیویوں کو طلاق دینی چاہو تو ان کو انکی
عدت کے شروع میں طلاق دو اور (طلاق
کے بعد ہی سے) عدت گنے لگو۔

اس آیت میں مخاطب پیغمبر خدا سے ہے لیکن احکام جو دئے گئے ہیں وہ
صرف امت سے متعلق ہیں جیسا کہ ترجمہ میں کھول کر بتا دیا گیا ہے اور اس بات کا
قرینہ یہ ہے کہ طلاق کے احکام عام افراد امت ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ نبی
اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دیا کرتا کیونکہ جو عورت ایک مرتبہ پیغمبر کی زوجیت میں آگئی
پھر اس سے کوئی امتی نکاح نہیں کر سکتا پیغمبر کی بیبیاں مسلمانوں کی مائیں ہیں
جو قرآن میں صاف طور پر فرما دیا گیا ہے کہ پیغمبر کی بیبیاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔
پس وہ ان پر ہمیشہ کیلئے حرام ہیں۔

بڑی بات یہ ہے کہ ظاہر الفاظ آیت پر نظر کر کے اگر رسول ہی کو مراد لیا جائے

اور آپ ہی کو اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت سمجھی جائے تو یٰکَیْہُ لَیْلَ صِرَاطًا مُسْتَقِیْمًا
کے کیا معنی ہوں گے معنی الفاظ تو یہ ہیں کہ، ہم نے فتح ہمیں اس لئے کرا دی تا
اللہ تمہارے اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کرے اور تم پر اپنی نعمت کو پوری کرے
اور تم کو سیدھا راستہ دکھائے، فتح مکہ کے بعد سیدھا راستہ دکھانے کا یہ مطلب کہ
اس سے پہلے آپ سیدھے رستے پر نہ تھے حالانکہ یہ یہی البطلان اور خود قرآن
مجید کی آیات صریحہ کے خلاف ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو خود سیدھے رستے پر نہ ہو وہ

دوسروں کو سیدھا راستہ نہیں دکھلا سکتا۔ غرض ان وجوہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت میں تمکا طلب بیغیر ہر اور اشارت مسلمانوں کو ہے۔

دوسرا جواب

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آیت میں جیسا کہ مخاطب پیغمبر سے ہے احکام بھی آپ ہی سے متعلق ہیں تو گناہ سے ترک افضل مراد ہو گا اور ترک افضل سے عصمت پر کوئی قدح وارد نہیں ہوتی۔

تیسرا جواب

انبیاء سے گناہ کبیرہ کا سرزد ہونا عقلاً مستبعد ہے مثلاً جھوٹ۔ زنا۔ چوری۔ خیانت وغیرہ مگر صغیر گناہوں کا ان سے سرزد ہونا ممکن ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ ایک عمدہ توجیہ ہے نبی کا ہر قول ہر فعل تابع وحی ہوتا ہے ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ اِنَّ هُوَ الْاَوْحٰی یُّوحٰی۔ اب اگر کوئی نا سمجھ یہ اعتراض کرے کہ جب نبی کا ہر قول ہر فعل تابع وحی ہوتا ہے تو پھر اس سے چھوٹی غلطی بھی کیوں سرزد ہوتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کی غلطی بھی تابع وحی ہے یعنی وہ، وحی کے اثر سے ایک غلطی کرتا ہے اور پھر اس پر غماہاں تنبیہ ہوتی ہے تا اس طرح امت کی تعلیم مکمل ہو۔

چوتھا جواب

آیت کریمہ کا صاف مقصد یہ ہے کہ ”ہم نے تمہاری نمایاں فتح کرا دی تاکہ
 اللہ تمہارے اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کر دے“ اور یہ ارشاد وقوع کا مستلزم
 نہیں ہے بلکہ مطلب اتنا ہے کہ اگر تمہارا کوئی گناہ ہوگا تو اللہ اس کو معاف کر دیگا
 پیارا و الفت کا یہ ایک تسکین بخش جملہ ہے جو بڑا، اپنے سے چھوٹے کا دل بڑھانے
 کے لئے یا محبت کے اظہار کے لئے استعمال کیا کرتا ہے اور ایسا اللہ ائمہ ہدایت
 میں دائر و سائر ہے۔ بہر کیف اس آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم ص
 عصمت ثابت نہیں ہو سکتی۔ زیادہ سے زیادہ کاوش کیا ہے تو شاید آپ سے
 صغیرہ گناہوں یا خطاؤں کا سرزد ہونا مستنبط ہو جائے اور اس سے عصمت و ربانیت
 پر کوئی رد و قدح نہیں ہو سکتی۔ یہ طول بحث علم کلام و تفسیر میں موجود ہے۔

جو تھی محبت

نعمت کے پوری کرنے سے یہ مراد ہے کہ دشمنان اسلام میں ہر طرف اسلام
 کی دھاک بیٹھ جائیگی۔ پیغمبر کی ہیبت و جبروت قائم ہوگی۔ اور پیغمبر کے دشمنوں سے
 سرزمین عرب خالی ہو جائے گی چنانچہ یہ پیشینگوئی پوری ہو گئی۔ مکہ کے فتح ہو جانیکے
 بعد اسلام کا ایسا عرب چھایا کہ پھر سرکشان عرب کو سر اٹھانے اور مسلمانوں کو چھیڑنے
 کی جرأت نہیں ہوئی بلکہ ہر ہر گوشہ سے لوگ جوق جوق اگر اسلام میں داخل ہونے
 لگے۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ذی اعتبار و با اثر دشمن باقی نہیں رہا۔
 بہت سارے جنگ بدمرین قتل و غارت ہوئے اور یقینہ بات تو مسلمان ہو گئے یا
 ان کا استیصال ہی ہو گیا۔

پانچویں بحث

زیر دست مدد کرنے سے یہ مطلب کہ فتح مکہ کے بعد اسلام مقہور نہیں ہو گا پیغمبر کو
کافروں سے کسی طرح دہنا نہیں پڑے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فتح مکہ کے بعد نہ پیغمبر کو
کبھی شکست ہوئی نہ آپ کسی بات میں کافروں سے دبے یا پیچھے ہوئے اور نفس
اسلام تو آج تک کسی مذہب سے نہ مغلوب و مقہور ہوا نہ انشاء اللہ تعالیٰ کبھی ہو گا۔

پیشینگوئی

(۱۴۰)

اصحاب محمد رفتہ رفتہ ترقی کے اعلیٰ ذینہ پر پھنچینگے

جیسا کہ سورۃ الفتح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

محمد اللہ کے بھیجے ہوئے (پیغمبر) ہیں اور
جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں کے حق میں
(ان کی ایذاؤں سے بچنے کیلئے) بڑے
سخت ہیں (مگر) آپس میں ہم دُل ہیں (۱۵)
مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ
مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى
الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ
تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا
يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ

وَرَضُوا نَأْسِيَهُمْ فِي مَوْتِهِمْ
مِنْ أَتَوِ الشُّجُوذَ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ
فِي التَّوَسُّاتِ وَمَثَلُهُمْ فِي
الْأَوَّلِ نَحِيلُ كَنَزَاعِ أَخْرَجَ
شَطَاؤُهُ فَاسْرَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ
فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوْقِهِ
يُعِيبُ الْبَرَأَةَ لِيَغِيظَ
بِهِمُ الْكَفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ
مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا

رکوع کر رہے ہیں (اور کبھی سجدہ کر رہے
ہیں) اور خدا کے فضل اور خوشنودی کی
طلبگاری میں لگے ہیں۔ ان کی شناخت
یہ ہے کہ بھوکے گئے ان کی پیشانیوں
پر یہی اوصاف ان کے توراۃ میں
(بھی مذکور) ہیں اور یہی اوصاف ان کے
انجیل میں بھی ہیں (اور وہ روز بروز اس طرح
ترقی کرتے جائیں گے) جیسے کھسی کر اس نے
(پہلے نہیں) اپنی سوئی نکالی پھر اس نے
(غذا نے بنائی کو ہوا اور پی سے جذب کر کے
اپنی) اس سوئی کو قوی کیا چنانچہ وہ (رفتہ رفتہ)
سوئی ہوئی (بیہوش) کہ آخر کار کھیتی اپنی
نال پر سیدی کھڑی ہو گئی (اور اپنی سرسبز بنی)
لگی کسانوں کو خوش کرنے (اور خدا نے ان کو
روز افزوں ترقی) اس لئے (دی) کہ ان کی
ترقی سے کافروں کو جلا سے ان میں سے
جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان سے
خدا نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے

بجٹ اول

آیت میں صحابہ کرام خصوصاً ماجرین و انصار کے فضائل و مناقب کا بیان ہے کہ وہ محمد رسول اللہ کے رفیق و ساتھی ہیں۔ اسلام کے دشمنوں کے حق میں بہت سخت ہیں۔ اپنے آپس میں مہربان و رحم دل نہیں۔ خشوع و خضوع سے عبادت الہی کو بجالانے والے ہیں۔ خدا کی مرضی و خوشنودی پر چلنے والے ہیں اور کثرت سجد سے اون کی مقدس پیشانیوں پر سجدے کے گئے گئے پڑ گئے ہیں جو ان کے متقی ہونے کی شناخت ہے۔ ان اوصاف میں کاہر و صفا ایک فضل عظیم ہے۔ ان آیات کو پڑھ کر کون مسلمان صحابہ کی فضیلت و احترام سے انکار کرنے کی جرأت کر سکتا ہے؟ تراجم و سیر کی کتابیں اصحاب محمد صلعم کے مناقب سے بھر ہیں۔

بحث دوم:۔ اصحاب محمد صلعم کے یہ اوصاف، توریت و انجیل میں بھی مذکور ہیں حکیم محمد حسن آرہوی۔ نواب صدیق حسن خاں علیہ الرحمہ اور ہمارے استاد علامہ عنایت رسول چمر یا کوٹی نے اپنی معرکہ آرا کتاب، ”البشری“، میں بہت مفصل اور محققانہ بحث کرتے ہوئے ثابت کر دیا ہے کہ کتب قدیمہ میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں پیشینگوئی اور آپ کے صحابہ کے اوصاف موجود ہیں۔ یہ کتاب ان مباحث مبسوط کے لئے موزوں نہیں ہے۔

بحث سوم:۔ توصیف صحابہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے پیشینگوئی فرمائی کہ جس طرح کھیتی رفتہ رفتہ ترقی کرتی اور اپنی سرسبزی سے کسانوں کو خوش کرنے لگتی ہے اسی طرح پیغمبر اسلام کے یہ رفقاء جو اس وقت بالکل بیچارگی و ضعف کی حالت میں، منازل ترقی کو طے کرتے ہوئے تمام عالم پر چھا جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہ پیشینگوئی اسی تشبیہ کیساتھ پوری ہوئی۔

بحث چھارم :- یہ پیش گوئی اگرچہ تمام مہاجرین و انصار سے متعلق ہے اور سب کے حق میں پوری ہوئی مگر خلفائے راشدین کو اس میں خاص امتیاز حاصل ہے کیونکہ اشاعتِ اسلام اور فتوحاتِ اسلام کے بانی وہی نفوسِ عالیہ ہوئے۔

آیت میں کھیتی کی چار حالتیں بیان کی ہیں (۱) پھلے زمین سے سوی کا نکلنا (۲) پھر جذبِ غذائے نباتی کے بعد اس کا مضبوط ہونا (۳) پھر موٹا ہونا (۴) پھر اپنی نال پر سید ہے کھڑا ہونا۔

اب دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ آپ نے پھلے مرتدینِ عرب کا استیصال کیا۔ اس کے بعد فتوحاتِ اسلام کا سلسلہ جاری کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سلسلہ کو اور مضبوط کر کے اسلام کی جڑ کو خوب قوی کر دیا اور آپ کے عہد مبارک میں فتحِ اسلام کا سیلاب بہت تیزی سے بڑھتا رہا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں فاسد غلظت کا وقوع ہوا۔ حضرت علیؓ کے وقت میں یہ ترقی رک کر حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں مستقیم ہو گئی گویا اب اسلام کی کھیتی اپنی نال پر سید ہی کھڑی ہو گئی اسلام کی ہیبت تمام عالم پر چھا گئی اور اس کی شوکت قائم ہو گئی۔

پس جناب صدیق اکبرؓ نے اسلام کی کھیتی کی سوئی نکالی۔ فاروقِ اعظمؓ اس کو قوی کیا۔ عثمان غنیؓ کے عہد میں موٹی اور امیر معاویہؓ کے عہد میں اپنی نال پر سید ہی کھڑی ہو گئی۔

بہر حال آیت کا مقصد یہ ہے کہ کھیتی کی طرح مسلمان پھلے کمزور رہیں گے پھر درجہ بدرجہ بڑھتے بڑھتے ترقی کریں گے، مضبوط ہوں گے اور دنیا پر ہر طرف پھیل پڑیں گے۔

بحث پنجم :- آخر سورہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ سچے مسلمانوں اور نیک نعل والوں سے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے مغفرت کا وعدہ بعد الموت پورا ہوگا اور اجر عظیم کا وعدہ دنیا میں پورا ہو گیا۔

لطیف

محمد رسول اللہ سے لیکر اُجڑا عظیماً تک میں حروف معجم تمام آگئے ہیں۔ گویا اس اشارہ میں یہ بشارت ہے کہ اجتماع امر کے ساتھ صحابہ کو فتح اور نصرت تمام خوبیوں سے سرفراز فرمایا جائے گا۔ بشارت تصریح کی جیسا کہ یہ بشارت تلویحی ہے۔

پیشینگوئی

(۱۴۱)

ہم کفار کو آہستہ آہستہ عذاب کی طرف لجا رہے ہیں

جیسا کہ سورۃ النعم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- تو (اے پیغمبر!)

ہم کو اور اون لوگوں کو جو (ہمارے) اس کلام کو جھٹلاتے ہیں

(اپنے اپنے حال پر) رہنے دو (ہم ان ہلکت لیں گے)

ہم کو ایسی طرح کہ ان کو خبر بھی نہ پہنچا ہستہ آہستہ

اون کو گھسیٹتے اور ان کو ڈھیل دیتے چلے جا رہے ہیں

بیشک ہمارا دُاؤ پکا ہے۔

فَذَرْهُمْ فِیْ ذٰلِکَ
یَوْمَ الَّذِیْ نُنْزِلُ
مِیْثَاقَکَ حَتّٰی
یَاْمُنُوْا وَ اَطِیْ
اٰمِلْ لِّهٰمْ کِیْدَیْ

ف

یہ پوری سورۃ مکی ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی
 اگلی آیت میں مسلمانوں کے رفتہ رفتہ ترقی کرنے کی پیشینگوئی تھی۔
 یہ آیت اس کے مقابل کی ہے جس میں کفار کو آہستہ آہستہ عذاب کی طرف
 لیجائیں گی پیشینگوئی ہے اور ایسا ہی ہوا کہ دشمنان اسلام اپنی حفاظت سے
 بیخبر مسلمانوں کی ہچکچاہٹ کی فکر میں لگے رہے اور آہستہ آہستہ آپ پر باد اور
 مبتلائے عذاب ہوئے۔

پیشینگوئی

(۱۴۲)

غصہ قریب کفار کو معلوم ہوگا کہ خط کس کو ہے

جیسا کہ سورۃ القلم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ سو دیکھو! غصہ قریب
 فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ | تم دیکھو لو گے اور یہ (کافر) بھی
 دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کس کو خط ہے۔
 بِأَيِّكُمْ الْمُنْفَكُونَ

ف

مشرکین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ خط اس اور آپ کی
 باتوں کو خط کہا کرتے تھے اور ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ

گمراہ نہیں، غفیرِ ظاہر ہو جائے گا کہ دراصل خط کس کو ہے اب اس امر کی صراحت کی ضرورت نہیں ہے کہ کفار کا خط عالم پر کس طرح آشکار ہوا؟

پیشینگوئی

(۱۴۳)

دشمنوں کو جلد معلوم ہو گا کہ کس کے مددگار
بودے ہیں اور کس کا جتھا شمار میں کم ہے

جیسا کہ سورۃ الحج میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ أَضَعُفٌ | تَوَغْفِرُيبِ ان (کافروں) کو معلوم ہو جائیگا کہ کس کے
نَاصِرًا قُلٌّ عَدَا | مددگار بودے ہیں اور (کس کا جتھا شمار میں) کم ہے۔

ف

یہ پوری سورۃ مکی ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔
کفار و مشرکین اپنی قوت، اور اپنے مددگاروں کی کثرت کے گھمنڈ پر
مسلمانوں کو دق کرتے تھے۔ ان کے ساتھ مسخر اپن کرتے تھے پیغمبر خدا
کی ہنسی اڑاتے تھے کہ دیکھو، یہ شخص اکیلا تمام اہل دنیا کی اصلاح کرنے
آیا ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صبر کرو، کوئی دن

جاتا ہے کہ تمہاری اس نخوت کی قلعی کھلتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ
فریقین میں سے کس کے مددگار ہووے اور کس کا جتھا شمار میں کم ہے۔
آخر انہیں مشرکین کے جتھے والے کثرت سے مسلمان ہوئے اور انہیں
نومسلموں نے بڑی بول بولنے والے مخالفین کے بڑے بڑے اڑا دئے
جس کا جو نام اسی کا سر۔

مسلمانوں کا جتھا بڑھتے بڑھتے تمام جزیرہ نمائے عرب پر چھا گیا اور
ہنسی اڑا نیوالوں کا پتہ بھی نہ چلا کہ وہ بڑی قوت اور بڑے جتھے والے
کہہ رہے تھے۔

ہجرت سے پہلے، قبل از وقت، اپنی کی حالت میں اس پیشینگوئی کا
مشترک رہا اور اس کا پورا ہونا واقعی پیشینگوئی کرنے والے کی
ما فوق البشریت طاقت کا عمدہ ثبوت ہے۔

پیشینگوئی

(۱۴۴)

ہم تم (محمدؐ) کو اس طرح قرآن پڑھا دیں گے کہ پھر نہ بھولو گے

جیسا کہ سورۃ الاعلیٰ میں جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (اے پیغمبر!) ہم تم کو قرآن الہامی طرح
سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰ | بڑھا دیں گے کہ تم اس کو بھولنے نہ پاؤ گے مگر کسی
اَلَا كَمَا شَاءَ اللّٰهُ | آیت کو خدا (ہی) بھلا دینا چاہیے (تو وہ دوسری بات ہے)

ف

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ وحی کا کوئی لفظ وہیان سے اُتر جائے، جلدی کر کے الفاظ قرآنی کو بیچ بیچ میں دُہرانے لگتے۔ اس سے وحی میں گول مال ہو جانے کا احتمال تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو پڑھنے اور سیکھنے کا ادب تعلیم فرمایا کہ پہلے بات پوری سن لو تب اس کو دُہراؤ۔ وحی کا یاد رکھنا تمہارا کام نہیں ہے۔ ہم اس کو ایسا تمہارے ذہن نشین کر دیں گے کہ پھر تم بھولو گے ہی نہیں۔ یہ مضمون قرآن شریف میں اور دو جگہ آیا ہے۔ ایک سورۃ طہ میں جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے پیغمبر تمہاری طرف وَلَا تَجْعَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكَ كِتَابًا يَذْكُرُونَ اَنْ يَقْضِيَ إِلَيْكَ اَمْرًا مِنْ رَبِّكَ سے پہلے قرآن (کے پڑھنے) میں جلدی نہ کیا کرو دوسری آیت سورۃ القیامتہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

<p>لا تَجْعَلْ كَيْدًا بَيْنَ يَدَيْكَ لِتَعْلَلَّ بِهِ اِنْ عَلَيْنَا جَمْعُهُ وَقُرْ اَنْهَ فَاِنْ اَقْبَا اَنَا فَاَتَّبِعْ قُرْ اَنْهَ اِنْ عَلَيْنَا بَيِّنَاتٌ</p>	<p>(اے پیغمبر!) وحی کے (یاد کرنے کے) لئے اپنی زبان نہ چلانے لگا کر و تا کہ تم کو وحی جلدی سے یاد ہو جائے۔ (تم کی قرآن کا یاد کر دینا اور اس کا پڑھا دینا ہمارا کام ہے تو جب ہم قرآن پڑھ چکا کریں تو (اس کے بعد تم بھی) اس کے پڑھنے کی پیروی کیا کرو پھر اس کا سمجھا دینا بھی) ہمارا ہی کام ہے (غرض تم کو جلدی کرنی نہیں چاہئے۔</p>
--	--

ف

(ان آیات کریمہ میں دو معجزوں کا بیان ہے۔

اول :- یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے دھرانے میں جلدی نہ کرنی چاہئے اس خوف سے کہ کہیں بھول نچائے کیونکہ اللہ نے خود ذمہ لے لیا ہے کہ وہ اپنے رسول کو پورا قرآن اس طرح پڑھا کر یاد کرادے گا کہ پھر وہ کبھی بھولنے نہ پائیں گے۔

یہ سب آیات مذکورہ کہ معظمہ میں ہجرت سے پہلے اہل زمانہ نبوت میں نازل ہوئیں اور حالت یہ تھی کہ قرآن کی آیتیں جب جب نازل ہوتیں آپ صحابہ کو سنا دیتے اور لوگ کچھ رکے بتوں پر چھالوں پر اور پتلے چمڑوں پر لکھ لیا کرتے تھے۔ صحابہ میں کمتر لوگ ایسے تھے جن کو عہد نبوت میں پورا قرآن یاد تھا۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دنیا سے پہلے اگرچہ قرآن کو مکمل طور پر مرتب کر دیا تھا اور صحابہ کو یاد کرادیا تھا جیسا کہ آلاں ہمارے سامنے ہے۔ مگر بین الدفتین جس صورت میں اس کے یعنی کتاب کی صورت میں ایک جگہ مرتب نہیں تھا بلکہ سینوں میں ایک جگہ محفوظ تھا اور چھالوں وغیرہ میں متفرق۔ ایسی حالت میں قرآنی بیش نیگوئی کا پورا اُترنا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا قرآن یاد رہنا اور اس کا بین الناس محفوظ رہنا اعجاز کا بھترین نمونہ ہے۔

دوم :- جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرد، اُمّی محض تھے۔ لکھنا پڑھنا مطلق نہیں جانتے تھے۔ باوجود اس کے قرآن جیسی مطلق اور عظیم الشان کتاب کا یاد رہنا اور اس کے تمام معارف و مطالب کیساتھ ایک جملہ ایک حرف کا لوح حافظ سے نہ ثنا واقعی عجیب و غریب معجزہ ہے۔

سوم :- پہلی آیت میں اَلَا كَاشَعُ اللّٰهُ جوفرایا گیا ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ پیغمبر خدا کو کچھ آیتیں یا جملے بھول بھی گئے۔ وہ تو دعویٰ شہر نہیں ہے

مطلب یہ ہے کہ خدا پیغمبر کو قرآن اسطرح پڑھا دیکھا کہ پھر وہ نہ بھولیں گے لیکن خدا خود اگر کسی آیت کو بھلوا دینا چاہے تو ضرور بھلا دیگا اور پیغمبر بھول جائیں گے۔ غرض اللہ ہر امر پر قادر ہے۔ رسول کا بھولنا ثابت نہیں ہوتا نہ آیت کا یہ منشا ہے بلکہ قرآن کی بیشمار آیتیں اس امر کی شاہد ہیں کہ قرآن مجید کا محافظ خود اللہ ہے اور وہ اس کا ایک شوشہ بھی گھٹنے نہ دیگا۔ قرآن مجید جیسا کہ پیغمبر خدا کے اوپر نازل ہوا، ویسا ہی بلا ایک حرف کی کمی بیشی کے اسوقت بھی ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ اخبار، آثار، تاریخ اور تواریخ ایسا ہی ثابت و متیقن ہے اور اس کا انکار جمل مرکب ہے یہ بحث ہم دوسری پیشینگوئی کے تحت میں کر آئے ہیں اور مقدمہ کتاب میں خود علمائے نصاریٰ کی شہادتوں سے ثابت کر دیا ہے کہ قرآن مجید جس طرح محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، بلا کسی کمی و بیشی کے اسوقت بھی ویسا ہی مسلمانوں کے ہاتھوں اور سینوں میں موجود ہے۔

پیشینگوئی

(۱۴۵)

قرآن بھاری یعنی باقی رہنے والی چیز ہے

جیسا کہ سورۃ المزمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (طبع پیغمبر!)

إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا | ہم غفر یہ تیرا ایک بھاری فرمان نازل کریں گے۔

ف

یہ سورۃ المزل مکی ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن جس کے کچھ اجزاء نازل ہو چکے ہیں بعد تکمیل ایک مکمل اور بھاری حکم ہوگا ثقیل چیز کی شان یہ ہے کہ ایک ہی جگہ پر باقی رہے اور اس کو زوال نہ آئے۔ پس آیت میں اشارۃً اس امر کی پیش نیکوئی ہے کہ قرآن مجید دنیا میں قیام قیامت تک باقی رہے گا اور اس کو کچھ زوال نہ ہوگا۔ دوسری پیش نیکوئی میں تم بڑھ آئے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا اور خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اب ان دونوں پیشگوئیوں کو ملانے سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن میں کسی قسم کی کمی بیشی ہوئی نہ ہوگی اور وہ اسی شان سے قیامت تک پرودہ و نیا پر باقی رہے گا۔ یہ عظمت اور پشان دنیا کی کس آسمانی یا غیر آسمانی کتاب کو نصیب ہے؟ کسی کو بھی نہیں۔

پیش نیکوئی

(۱۴۶)
رسول کی پہلی حالت اگلی حالت سے بہتر ہوگی

جیسا کہ سورۃ الضحیٰ میں ہے: جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور اسے پیغمبر۔ البتہ تمہاری پہلی حالت تمہارے لئے اگلی حالت سے بہتر ہوگی۔

وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ مِّنَ الْأُولَىٰ

یہ پوری سورۃ مکی ہے جو کہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اسی معنی کو اختیار کیا ہے اور ہے بھی یہی صحیح۔ دیکھو تفسیر کبیر جلد ہفتم ۱۲

واقعی جیسا خدا نے وعدہ فرمایا ویسا ہی کر دکھایا کہ ہر نوعیت سے پیغمبر کی پچھلی حالت پچھلی حالت سے بدرجہا بھتر ہو گئی اگرچہ آپ نے کبھی دنیا کی دولت سے زائد از ضرورت بشری کوئی تمتع نہیں اٹھایا مگر خدا نے آپ کی غربت و عسرت کو دولت و فراغت سے بدل دیا۔ پچھلے آپ بالکل بے یار و مددگار تھے آخر میں سب سے زیادہ اور زبردست جتنے والے ہو گئے۔ اوائل زمانہ نبوت میں آپ دشمنان اسلام سے مغلوب تھے آخر اللہ نے انہیں لوگوں پر غالب کر دیا۔ جب تک آپ مکہ معظمہ میں رہے محکومانہ زندگی بسر کرتے تھے اور بے رشتے تھے یہاں تک کہ مجبور ہو کر مکہ کو چھوڑنا پڑا لیکن پھر کیا ہوا؟ خدا کے فضل سے وہی مجبور و بے بس تمام عرب کا فرمانروا بن بیٹھا۔ غرض جس صورت کو لو آپ کی ہر پچھلی حالت اگلی حالت بھتر نظر آئے گی۔ یہ یک ایسی صریح اور پر عظمت پیشین گوئی ہے کہ متعصب متعصب دشمن بھی اس کی صحت سے انکار نہیں کر سکتا۔

پیشینگوئی

(۱۴۷)

رسول کو وہ چیز ملیگی جس سے وہ خوش ہو جائیں گے

جیسا کہ سورۃ النبی میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (اے پیغمبر! جو) وَالنَّبِيُّ وَالنَّبِيُّ | چاشت (کے وقت) کی قسم اور رات کی قسم اِذَا سَجَا | جب (وہ سب چیزوں کو) دکھانکے کہ تمہارا

مَا وَدَّ عَاثُكَ رَبُّكَ
 وَمَا قَالَىٰ وَلِلْآخِرَةِ
 خَيْرُ لَّكَ مِنْ الْاُولٰٓئِ
 وَكَسُوفٌ يُعْطِيكَ
 رَبُّكَ فَاتَّقِ

پروردگار نہ تو تم سے دست بردار ہوا اور نہ (کسی طرح)
 ناخوش ہوا اور البتہ تمہاری پچھلی حالت تمہارے لئے
 اگلی (حالت) سے کہیں بہتر ہے اور تمہارا پروردگار
 آگے جل کر تم کو اتنا کچھ دے گا کہ تم (بھی) خوش
 ہو جاؤ گے۔

ف

وحی کے آنے میں چند روز کی دیر ہو گئی تو مکہ کے کافروں نے چھیڑنا شروع
 کیا کہ محمدؐ کو اس کے خدا نے چھوڑ دیا۔ یہ سورت اُسی چھیڑ خانی کا جواب ہے
 (مولوی نذیر احمد دہلوی بر حاشیہ ترجمہ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو کس چیز کی عنایت کرنے کا وعدہ کیا ہے
 جو ان کی خوشی و رضا مندی کا موجب ہوگا۔ اس امر میں مفسرین نے اختلاف
 کیا ہے۔ بعض فتح مکہ کو مراد لیتے ہیں۔ بعض لتخیر عرب کو بتاتے ہیں۔ بعض
 کہتے ہیں کثرت احوان و مومنین کا وعدہ ہے۔ بعض کہتے ہیں عام نصرت کا
 وعدہ کیا گیا ہے۔ ان تفاسیر میں سے کوئی سی تفسیر بھی تشفی بخش نہیں ہے
 نہ کسی سے معنی کی پوری تعمین ہوتی۔

پھلے ہکو یہ دیکھنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود کس
 بات کی زیادہ خواہش تھی اور وہ اللہ سے کیا تمنا رکھتے تھے جس کے لئے
 آخر میں وعدہ کیا گیا کہ اب اللہ تم کو وہ چیز عطا کر دے گا جس کی تمہیں خواہش
 و تمنا تھی اور جس سے تم خوش اور راضی ہو جاؤ گے

قرآن مجید میں تفصیل اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی

اہل مکہ اور قریش کے مسلمان ہو جانے کی بہت خواہش رکھتے تھے بلکہ ان کے ایمان لانے کی آپ کو حرص اور ضرورت سے زیادہ تمنا ہو گئی تھی اگرچہ اس بارہ میں بشمار آیات کریمہ وارد ہیں مگر ہم اس مقام پر صرف پانچ آیتیں پیش کرتے ہیں۔

پہلی آیت سورۃ التوبہ کے آخر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ | دوگو! تمہارے پاس تم ہی میں کے ایک رسول
مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ | آئے ہیں۔ تمہاری تکلیف ان پر شاق گذرتی ہے
عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ | (اور) ان کو تمہاری بھبود کی حرص ہے اور وہ مسلمان
عَلَيْكُمْ بِالْأُمُورِ | نہایت درجہ شفیق (اور) مہربان ہیں۔
ذَوُفَرْحِيمٍ

سورۃ التوبہ کی آخری دو آیتیں مکی ہیں اور باقی کل سورۃ مدنی ہے۔

دوسری آیت سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

أَنْ تَخْرُصَ عَلَىٰ هَدْيِهِمْ | (اے پیغمبر!) اگر تم کو ان لوگوں کے راہ راست پر
فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي | آجانے کی حرص ہے تو (اس خیال کو چھوڑ دو کیونکہ)
مَنْ يَضِلْ وَمَا لَهُمْ | خدا جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کو ہدایت نہیں
مِنْ فَاصِرِينَ | دیا کرتا اور کوئی ایسے لوگوں کی مدد کو بھی نہیں کھڑا

تیسری آیت سورۃ الکہف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

فَلَعَلَّكُمْ يَخْشَوْنَ | تو (اے پیغمبر!) اگر دیہ لوگ اس بات کو نہ مانیں تو
نَفْسِكَ عَلَىٰ نَارِهِمْ | شاید تم مارے افسوس کے ان کے پیچھے
أَنْ كُمْ يُؤْمِنُوا بِهِمْ | اپنی جان ہلاک کر ڈالو گے۔
أَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتٌ

جو تھی آیت سورۃ الشعراء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ | یہ (سورت بھی) اُسی کتاب (قرآن) کی (چند)
 الْمُبِينِ لَعَلَّكَ بَاحِعٌ | آیتیں ہیں جن کا مطلب صاف ہے (اے پیغمبر!)
 نَفْسِكَ أَلَّا يَكُونُوا | شاید تم خودکشی کر بیٹھو گے کہ یہ لوگ ایمان (کیوں)
 مُؤْمِنِينَ۔ | نہیں لاتے۔

پانچویں آیت سورۃ الفاطر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ | بات یہ ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے
 يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ | اور جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے تو
 يَشَاءُ فَلَا تَذْهَبْ | (اے پیغمبر!) ان لوگوں (کے حال) پر افسوس
 نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً | کر کر کے (دکھیں) تمہاری جان نہ جاتی رہے (تم صبر
 إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ | کئے بیٹھے رہو کیونکہ) جیسے جیسے عمل یہ لوگ کر رہے ہیں
 بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ | اللہ ان سے واقف ہے۔

ف

قرآن مجید ہی سے جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کو قریش یا اہل مکہ کے مہمان ہو نیکی بڑی تمنا اور بڑی حرص تھی تو آیت
 زیر تفسیر کے معنی صاف اور متعین ہو گئے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو
 بشارت دیتا ہے کہ تم کو جو اہل مکہ کے ایمان لانے کی اتنی حرص
 داندو ہے تو ہم اس آرزو کو بھی پوری کر کے رہیں گے تاکہ تم خوش
 اور راضی ہو جاؤ سو غم قریب، اون کینہ و دشمنان اسلام کے سوا جن کا
 دوزخ میں پڑنا علم الہی میں مقدمہ ہو چکا ہے سب اہل مکہ مہمان ہوں گے۔

سب جانتے ہیں کہ قرآن کی یہ پیشینگوئی پوری ہو کر رہی یعنی اہل مکہ مسلمان ہو گئے اور وہ انشا اللہ تعالیٰ قیام قیامت تک مسلمان ہی رہیں گے۔

پیشینگوئی

(۱۴۸)
قریش سب مسلمان ہو جائیں گے

جیسا کہ سورۃ القریش میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

<p>چونکہ خدا نے، قریش کو جاڑے اور گرمی کے سفروں کی چاٹ لگا دی ہے تو اون کو چاہئے کہ اسی چاٹ کے لگا دینے کی وجہ سے اس خانہ رکعبہ، کے مالک کی عبادت کریں جس نے اون کو بھوک میں (بے جوتے ہوئے) کھانے کو دیا اور (لوٹ کسوٹ کے) خوف سے اون کو امن میں رکھا۔</p>	<p>لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ قَرَيْشٌ يَلَاقِيهِمْ فِي سَفَرِهِمْ وَالصَّيْفِ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَ أَمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ</p>
--	--

ف

مکہ کی سرزمین میں کچھ پیداوار نہیں ہوتی اور خدا کی شان ہے کہ سب
طرح کا غلہ اور میوہ دوسرے شہروں سے وہاں جاتا ہے اور ضرورت کی
سب چیزیں میسر آتی ہیں۔

قریش عرب کے ایک قبیلہ کا نام جس میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے یہ لوگ خانہ کعبہ کے مجاور تھے تمام جزیرہ عرب ان کا بڑا ادب کرتا تھا ملک میں چاروں طرف لوٹ مار رہتی مگر خانہ کعبہ کے ادب کی وجہ سے مکہ میں ہر طرح کا امن رہتا قریش کے لوگ جاڑے میں یمن کی طرف اور گرمی میں شام کی طرف تجارت کیلئے سفر کو جاتے اور کوئی ان کا مانع اور مزاحم نہ ہوتا بلکہ مجاور بیت اللہ سمجھ کر ان کی خدمت میں کرتے جیسا کہ اب بھی عرب والوں کے ساتھ کیا جاتا ہے اس سورت میں خدا نے اپنی پینتیس جتا کر قریش کو سمجھایا کہ ان نعمتوں کا شکر، یہ چاہتا ہے کہ جس گھر کے طفیل میں تم کو یہ نعمتیں حاصل ہیں اس گھر کے مالک یعنی خدا کا احسان مانو، اور شرک و بت برستی کو چھوڑ کر خالص اسی کی عبادت کرو اور ویسا ہی ہو کہ قریش سب مسلمان ہو گئے اور آج کروڑوں قریشیوں میں سے ایک متنفذ بھی غیر مسلمان نظر نہ آتا۔

پیشینگوئی

(۱۴۹)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی

جیسا کہ سورۃ النصر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ
 (ای پیغمبر) جب کہ خدا کی مدد آہوئی اور فتح ہو گئی۔

وَمَرَأَيْتَ الْتَّاسَ يَدْخُلُونَ
فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ
بِحَمْدِ رَبِّكَ وَأَسْتَغْفِرْ لَهُ إِنَّهُ
كَانَ تَوَّابًا۔

اور تم نے لوگوں کو بچشم خود
دیکھ لیا کہ دین خدا (یعنی اسلام) میں جوق
جوق داخل ہو رہے ہیں تو (اب) اپنی
پروردگار کی حمد کے ساتھ (اس کی)
تسبیح و تقدیس میں مشغول ہو جاؤ اور
اس سے گناہوں کی معافی مانگو بیشک
وہ بڑا توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو صاف ایما فرمایا کہ مکہ کا فتح ہوتا اور لوگوں
کا جوق جوق اسلام لانا اس بات کا نشان ہے کہ تم نے اپنا فرض رسالت پورا کیا
تو اب آخرت کی اپنی تیاری کرو یہ سورت پہلی میں حجتہ الوداع کے وسط ایام تشریق
میں نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ اب وقت سفر آخرت
قریب ہے آپ نے جناب فاطمہ زہرا سے فرمایا کہ بیٹی میں تم کو اپنے منہ کی
خبر دیتا ہوں امام احمد بن حنبل سے روایت کی ہے کہ جب سورۃ النصر
نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے اسی وقت ارشاد فرمایا کہ میں اپنے مرنے کی خبر دیتا ہوں
اور میں اس سال دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔

آیت کریمہ میں چند ایسی چیزیں بتائیں ہیں جس سے رسول خدا کی موت کی خبر معلوم
ہو جاتی ہے۔ مثلاً رسول خدا کو نصرت و فتح کا ملنا عامۃ الناس کا جوق جوق اسلام میں
داخل ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ امر نبوت اپنے تمام وکال کو پہنچ گیا اور

کمال کے بعد پھر زوال لازم ہے اور وہ موت رسول ہے ۵
 اذا تمّ شئى دنى نقصه توقع زوالا اذا قيل تمّ
 دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت اور لوگوں کے اسلام میں داخل ہونے کی
 خبر دینے کے بعد رسول کو ہدایت فرمائی کہ تم اللہ کی تسبیح میں مشغول ہو اور استغفار
 کرو۔ یہ ہدایت اس امر کی طرف اشارہ صریح تھا کہ تم اپنا منصب و فرض پورا کر چکے
 اب چلنے کی تیاری کرو اور خدا ہی کی طرف لو لگاؤ۔

تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو استغفار کا حکم دیا اور معلوم ہے کہ استغفار آخر
 عمر اور چل چلاؤ کی وقت ہوتا ہے۔

چوتھے یہ کہ جب اسلام موبد میں اللہ ہو گیا کہ فتح ہو گیا کافروں کا استحصال ہو گیا
 اور لوگ عام طور سے دائرہ اسلام میں غشی غشی جوق جوق داخل ہونے لگے تو
 تو ثابت ہو گیا کہ رسول نے اپنا فرض پورا ادا کر دیا اور جب منصب نبوت پورا ہو گیا
 رسول جس غرض کے لئے بھیجا گیا تھا وہ کمال کو پہنچ گیا تو رسول کے رہنے کی
 ضرورت باقی نہ رہی یہی وجہ تھی کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو ابوبکرؓ غم و رنج میں
 رضی اللہ عنہم وغیرہ بہت ملول ہوئے اور ان سب کو معلوم ہو گیا کہ اب رسول خدا کا وقت
 رحلت قریب آگیا۔

لطیف

جناب فاروق اعظم حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو باوجود کچھ ہونے کے شیوخ
 بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے اس پر لوگوں کو رشک ہو اپنا نچے بعض بزرگوں نے
 کہا بھی آپ اس بچہ کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں اور ہمارے بزرگوں

زندہ رہے پھر آیت **وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ** نازل ہوئی جس کے بعد آپ کل اکیس دن یا ساٹھ دن زندہ رہ کر ترسٹھ برس کی عمر میں رہگزارِ عالم بقا ہوئے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ سورۃ النضر کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ایک سال زندہ رہے اور بعضوں نے لکھا ہے کہ دو سال زندہ رہے۔

بہر حال نزول سورۃ النضر کے بعد آپ کم سے کم ساٹھ دن یا زیادہ سے زیادہ دو سال زندہ رہے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر (۶۳) سال کی تھی وارڈ ہی اور سر کے صرف چند بال سپید ہوئے تھے قوائے جسمانی میں کوئی فرق نمایاں نہیں ہوا اور یہ حالت ایسی تھی جو یہ کہا جاسکے کہ آپ کے مرنے کے دن ہی تھے اور ضعف اور بڑھاپے پر نظر کرتے ہوئے ایسی پیشینگوئی حیرت ناک نہیں تھی۔

پیشینگوئی

(۱۵۰)

قرآن کے متعلق عجیب و غریب خبریں

جیسا کہ سورۃ حم السجدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَاِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ
لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ
مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ
 اور یہ (قرآن) تو غالب بے نظیر کتاب ہے
 کہ جھوٹ نہ تو اس کے آگے (ہی کی طرف)
 سے اس کے پاس پہنچنے پاتا اور نہ اس کے

خَلْفَهُ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَيْكِلِهِ
حَمِيدٌ -

پچھے (کی طرف) سے (کیونکہ وہ حکمت والے
سزاوار حمد و ثنا یعنی خدا) کی اتاری ہوئی
(کتاب) ہے۔



اگرچہ یہ لحاظاً آیت ہم نے ایک پیشینگوئی قرار دی ہے لیکن درحقیقت
اس عیب و غریب کلام میں چھ پیشینگوئیاں ہیں

پہلی پیشینگوئی

عزیزؐ کے معنی ہیں غالب و قاهر خدا نے قرآن مجید کو غالب و قاهر فرمایا اور
ویسا ہی ہوا کہ اس نے نازل ہوتے ہی تمام اہل عرب کو اپنی محبت و برہان سے
مغلوب و مقہور کر دیا اور اپنی بے نظیر فصاحت و بلاغت سے تمام فصحاء عرب کے
چھٹکے چھڑا دیے صرف یہی نہیں کہ قرآن نے اس بارہ میں عرب کو ہی ساکت
کر دیا بلکہ اس نے اپنے تمام مخالفین کو جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے
مغلوب و عاجز کر دیا اس نے عام دعویٰ کیا کہ میں اللہ کی کتاب ہوں اور احوال
کلام عمر ہوں پھر اس نے قیامت تک گیلے و نیا بھر کے لوگوں کو چیلنج دیا کہ اگر
کسی کو شک ہو تو وہ میری جیسی ایک ہی سورہ میں کم سے کم تین آیتیں ہوں بنا کر
پیش کر دے۔ مگر تیرہ سو برس گزر گئے اب تک کوئی ایک سورہ بھی ایسی
بنا کر پیش نہ کر سکا۔ گویا زبان حال و مقال سے اس نے اپنی عاجزی کا اعتراف
کر لیا اور قرآن کے غلبہ کا یہی ثبوت دیدیا۔

دوسری پیشینگوئی

عزیمت کے دو معنی ہیں۔ ایک وہ جوابی بیان کیا گیا۔ اور دوسرا معنی ہے عدمِ نظیر یعنی وہ چیز جس کی نظیر و مثال نہ پائی جائے اس پیشینگوئی کے صحیح اُترنے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے ؟ عیاںِ راجح بیانِ شہور ضربِ المثل ہے اولین و آخرین سب اس کے معارضہ سے عاجز رہے اور اس میدان میں کوئی بھی مردانہ و ارقاعیم نہ رہ سکا۔ فصاحت میں بلاغت میں۔ حجت و بیان میں۔ اخلاق و عرفان میں اپنے احکام کی عمدگی و سادگی میں اور تمام اصلاحات دینی و دنیاوی پر حاوی و مکمل ہونے میں غرض کسی بات میں کوئی کتاب نہ اس کا مقابلہ کر سکی نہ آئندہ اُس جیسی کوئی کتاب وجود میں آئے گی۔

ایک لفظ میں دو پیشینگوئیاں ! یہ کمالِ بلاغت ہے۔

تیسری پیشینگوئی

یہ ہے کہ باطلِ قرآن کے آگے کی طرف سے اس کے پاس نہیں جھپٹا سکتا۔ یعنی قرآن جیسا ہے ویسا ہی رہے گا اس میں سے کچھ کم نہیں ہو سکتا۔

چوتھی پیشینگوئی

یہ ہے کہ قرآن کے پیچھے کی طرف سے بھی اس تک باطل کا گزرنے نہیں ہوگا یعنی جتنا نازل کیا گیا ہے اتنا ہی رہے گا ہمیں کوئی ایک شوشہ بھی اضافہ نہ

نہیں کر سکتا۔

یہ دونوں پیشینگوئیاں صحیح ثابت ہوئیں اور قیامت تک صحیح ثابت ہوئی رہیں گی۔ قرآن کا کمی و بیشی سے محفوظ رہنا ایسی بدیہی اور متواتر دلائل و شواہد سے ثابت ہے جس سے بجز مجنون اور اندھے متعصب کے کوئی سمجھدار انکار نہیں کر سکتا یہاں تک کہ تسلیم کے سوا چارہ کار نہ پا کر متعصب سے متعصب عیسائیوں پادریوں، علمائے یورپ اور ہنود (دیکھو نرہتہ الناظرین) وغیرہ نے بھی صاف صاف الفاظ میں اقرار کر دیا کہ قرآن جس طرح محمد مصطفیٰ پر نازل ہوا۔ بعینہ اسی طرح بغیر کسی کمی بیشی کے اس وقت بھی موجود ہے۔

اس بحث کو ہم نے دیباچہ کتاب اور دوسری پیشینگوئی کے تحت میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔

پانچویں پیشینگوئی

امام رازی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے کہ جھوٹ نہ تو قرآن کے آگے کی طرف سے اس کے پاس پھٹک سکتا نہ پیچھے کی طرف سے تو اس کے پیچھے ہیں کہ قرآن نے جس چیز پر حق کا حکم لگا یا وہ باطل نہ ہوگی اور جس چیز کو باطل قرار دیا وہ کبھی حق نہ ہوگی۔

قرآن کے اکثر احکام کو غلطی و تباہی والوں نے درست مان لیا ہے اور جن بعض امور سے بعض کجوائی پہلے انکار کرتے تھے ان کو زمانہ کی روشنی و ترقی نے خود چار و ناچار منوایا بعض باتیں اب بھی ایسی ہیں جن کو علمائے یورپ خلاف حکمت و مصلحت سمجھتے ہیں یا یہ کہہ کر کہ اسے احکام دنیا کے ہر حق پر

ہر وقت نافذ نہیں ہو سکتے حکم الہی بادر نہیں کرتے لیکن یہ ان کی کج فہمی کا عقدہ
ہم دوسری جلد کے باب اوامر و نواہی میں کھولیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

پچھڑیں پیشینگوئی

یہ بھی مستنبط ہوتی ہے کہ کوئی ایسی کتاب جو قرآن کے مقابل یا معارض
ہو سکے نہ اس (زمانہ پیغمبر کے) وقت موجود ہے نہ آئندہ ہوگی پس آیت ۱۱۱
مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ۔ (اس کے سامنے) سے زمانہ وجود مراد ہے اور مِنْ
خَلْفِهِ (پچھے) سے زمانہ آئندہ جیسا کہ ظاہر ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ (کوئی)
باطل جو قرآن کے دعوے کو غلط کر سکے نہ تو اس کے سامنے سے اس کے
پاس پھٹک سکتا۔ (یعنی نہ اس وقت موجود ہے کہ کوئی معارضہ کر سکے، نہ آئندہ) اس
پچھے سے، کوئی باطل ایسا ظاہر ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ آج تک کوئی ایسی کتاب
جو قرآن کے مقابل میں کبھی جا سکے باوجود کوششوں کے بغیر اسلامی دنیا پیش
نہ کر سکی۔

پیشینگوئی

(۱۵۱)

اسلام اور اسلامی حکومت مشرق و مغرب میں
خوب پھیلی

یہ پیشینگوئی قرآن مجید میں چار مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ المعارج میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلَّا أَتَسْمِعُونَ رَبِّ الْمَشَارِقِ
وَأَتَمْعَارِبٍ إِنَّا لَقَادِرُونَ
عَلَىٰ أَنْ نُنبِئَ لَكَ خَيْرًا
مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوحِينَ

تو ہم کو مشرقوں اور مغربوں کے مالک یعنی
اپنی ذات پاک کی قسم ہے کہ ہم اس بات پر
(بھی) قادر ہیں کہ (دنیا میں) ان سے بہتر
(مخلوق) ان کے بدلے لایا میں اور ایسا
کرنا چاہیں تو کوئی ہمارے حکم سے باہر نہیں
ہو سکتا۔

موسم کے ساتھ سورج اور چاند اور ستاروں کے طلوع و غروب ہونی کی جگہ پڑھتی
رہتی ہے اس لحاظ سے مشارق اور مغارب جمع کے صیغہ فرماتے۔

ف

اس آیت میں چونکہ اللہ تعالیٰ مشارق و مغارب کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ ہم
ان کافروں کے بدلے دوسری مخلوق لایا نے پر قادر ہیں اس لئے کہنا بیٹہ
یہ پیشینگوئی بھی تھی کہ خدا مشرق و مغرب میں اسلام کو پھیلا دے گا چنانچہ ایسا واقع
ہی ہو گیا۔

دوسری آیت سورۃ الزل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

رَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ
وَكِيلًا

اوہ اللہ مشرق اور مغرب کا مالک ہے
اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو اس کی
(اپنا) کارساز سمجھو۔

تیسری آیت سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اللّٰهُ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ
فَاَيُّكُمْ لَوْ اَوْفَقَ وَجْهُ اللّٰهِ

اور اللہ ہی کا پورب اور چم تو جہاں کہیں
منہ کر لو اور ہر ہی کو اللہ کا سامنا ہے۔

چوتھی آیت بھی اس سورہ میں اس کے بعد ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ
يُخْذِي مَنْ يَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ
سَوِيٍّ۔

اے پیغمبر! تم کا فروں سے کہدو کہ مشرق
اور مغرب اللہ ہی کا ہے جس کو چاہتا ہے
(دین کا) سیدھا رستہ دکھاتا ہے۔

ف

یہ پیشینگوئی اگرچہ بطور حیرت انگیز کے واقع ہوئی ہے مگر غور کے بعد عجیب
غریب پیشینگوئی ثابت ہوتی ہے سمت چار ہیں۔ مشرق۔ مغرب۔ جنوب۔ شمال۔
پھر کیا وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے مشرق و مغرب دو ہی سمتوں کی قسم کھائی اور
دو ہی سمتوں کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔

جن لوگوں کی نظریں علم تاریخ و جغرافیہ میں وسیع ہیں وہ جانتے ہیں کہ اسلامی
سلطنت زیادہ تر مشرق اور مغرب ہی میں پھیلی۔ انہیں سمتوں میں اسلام زیادہ چمکا
اور شمال و جنوب میں مسلمانوں کا قدم بہت کم آگے بڑھا۔ پس یہی رمز ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے مشرق و مغرب کو خصوصیت کے ساتھ اپنی طرف منسوب کیا
اور اس ابلغ طریقہ میں یہ عجیب پیشینگوئی فرمائی کہ مشرق اور مغرب دو ہی سمتوں
میں اسلام کی حکومت زیادہ ہوگی۔

مزید توضیح کے لئے ناظرین اس نقشہ کو ملاحظہ فرمائیں۔

پیشینگوئی

(۱۵۲)

یہود عرب دنیا میں ذلیل ہونگے

جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تو اسے یہود یا کیا کتاب راہی، کی بعض باتوں کو تم ماننے ہو اور بعض کو نہیں مانتے تو جو لوگ تم میں سے ایسا کریں اس کے سوا ان کا اور کیا بدلہ ہو سکتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں (ان کی) رسوائی ہو۔ اور آخر کار (قیامت کے دن) دوزخ کے، بڑے سخت عذاب کی طرف لوٹا دے جائیں

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَيْنَا أَشَدَّ الْعَذَابِ

ف

پیشینگوئی ستم تمام دنیا کے یہود سے متعلق ہے اور پیشینگوئی فرم ہو دیان عرب کے بارہ میں کی گئی ہے۔ مار کھانا۔ قتل ہونا۔ مال و دولت کا چھین جانا۔ لونڈی غلام بننا گھروں سے نکال باہر کیا جانا غرض انسان کی بقدر رسوائی ممکن ہے عرب کے یہودیوں نے سب آنکھوں دیکھا اور اس کی تفصیل

کچھ پہلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

پیشینگوئی

(۱۵۳)

عذاب الہی پڑھٹھا کر نیوالوں کو عنقریب
معلوم ہوگا

جیسا کہ سورۃ الشعراء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور لوگوں کا دستور ہے کہ جب کبھی (غذا کی)
رحمان کی طرف سے ان کے پاس کوئی نصیحت
(کی) آتی (بات) آتی ہے تو اس سے پیٹھ پر
بغیر نہیں رہتے سو (خیر) انہوں نے جھٹلایا
تو ہے مگر عنقریب ان کو اس (عذاب) کی
حقیقت معلوم ہوگی جس پر جھٹھا مارا کرتے
تھے۔

وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنَ
الرَّحْمَنِ فَجَدَّتْ أَكْثَرُهُمْ
عَنْهُ مُعْرِضِينَ فَقَدْ
كَذَّبُوا فَسَاءَ لَهُمْ أَكْثَرُ
مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ
یہ سورہ کی ہے۔

ف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمنان اسلام کو اسلام کی دعوت دیتے

اور سمجھاتے تھے کہ اگر تم اسلام اختیار نہ کرو گے اور اپنے فسادوں سے
 باز نہ آؤ گے تو دنیا ہی میں تم پر آفت و عذاب نازل ہوگا اور بعد الموت کا عذاب
 تو اس کے علاوہ ہے کفار اس پسند و نصیحت پر مضحکہ اڑاتے تھے اور بار بار
 چڑھنے کو پوچھتے تھے کہ وہ عذاب کب نازل ہوگا۔ آخر مسلمانوں نے
 فوت پکڑی اور ان نالایقوں کو دھرد بایا۔ جس عذاب کی ہنسی اڑاتے پھرتے
 تھے اس کو آنکھوں دیکھا اور خدا کی پیشینگوئی پوری اتری

پیشینگوئی

(۱۵۴)

پادریوں اور عیسیٰ عالموں کا خلیصہ

جیسا کہ سورۃ الحديد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

پھر ان کے پیچھے ان ہی کے قدم بقدم ہم نے
 اپنی اور رسول بھیجے اور ان کے پیچھے
 مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا اور ان کو انجیل
 عنایت فرمائی اور جو لوگ ان کے پیروں پر
 ان کے دلوں میں رحم اور ترس ڈال دیا اور
 دنیا کا چھوڑ بیٹھنا جس کو انہوں نے از خود کیا
 کیا تھا ہم نے وہ طریقہ ان پر مرض نہیں کیا تھا

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم
 بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ
 وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ
 الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ سُرًّٰتًا فَذَرْنَاهُمْ
 وَمَا نَبَا نَبِيٍّ إِنَّا تَنَصَّرُوا
 مَا كُنَّا عَلَيْكُمْ إِلَّا مُبْتَغَاً

رَضَوَا نِ اللّٰهَ فَمَا رَعَوْهَا
حَقَّ رِ عَآيَتِهَا قَآ تَكُنَا
الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرُهُمْ
وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فَاِسْقُوْنَ -

مگر وہاں انھوں نے اسکو (خدا ہی) کی خوشنودی
حاصل کر نیکیلیے (ایجا کر لیا تھا) لیکن جیسا کہ
ان کو نباہنا چاہئے تھا وہ نہ نباہ سکے تو جو لوگ
ان میں سے ایمان لائے ان کو ہم نے
اُن کے اجر عنایت فرمائے اور ان میں سے
بھتیئے کو تا فرمان ہیں۔



اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پادریوں اور سیحی عاملوں کا خصیصہ بیان فرمایا ہے
کہ ہم نے ان کے دلوں میں رحم اور نرم دلی ڈال دی ہے یعنی رافت و رحمت اُن کے
خصائص میں سے ہے۔ یہی رہبانیت یا ترک دنیا وہ خدا نے ان پر واجب
نہیں گردانا۔ بلکہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انھوں نے خود ترک دنیا
والی اپنے اوپر لازم کر لی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں اور اس سے کوئی فرد بشر انکار نہیں کر سکتا کہ رحم و نرم
دلی پادریوں اور علماء نصاریٰ کا خاصہ ہے جو دنیا کی کسی قوم کسی مذہب کے
عام پیشواؤں میں نہیں ہے۔

پادریوں اور سیحی واعظوں کے ساتھ دوسرے مذاہب کے عوام بلکہ بعض
خاص بھی ہر چند بدزبانی کرتے ہیں گالی دیتے ہیں۔ طرح طرح کی توہین و تذلیل کرتے
ہیں۔ طرح طرح سے شائے ہیں بلکہ بعض اوقات مار پیٹ سے بھی باز نہیں رہتے
مگر ان پادریوں کے دل جگہ کو دیکھو کہ اُن تک نہیں کرتے بدلہ لینا تو بڑی بات
یہ ب ذلت و خوارگی دل سے برداشت کرتے ہیں اُلٹ کر کسی کو برا بھلا

نہیں کھ بیٹھتے گالی نہیں دیتے۔ عدالت میں چارہ جوئی نہیں کرتے۔ بلکہ ان سب رسوائیوں اور عوام کا لالچام کی زیادتیوں کو برداشت کرتے ہوئے اُسی کشادہ پیشانی کے ساتھ اپنے منصب کو پورا کرتے اور میدان اشاعت مذہب میں ہر گرم چلے جاتے ہیں۔ جو زیادتیاں پادریوں کے ساتھ کجاتی ہیں اگر اس کا دسواں حصہ بھی کسی دوسرے مذہب کے عالموں کیساتھ کیا جائے تو کشت و خون کا بازار گرم دکھائی دے یہ پیشینگوئی نہیں ہے۔ علمائے نصاریٰ کا خفیہ بیان کیا گیا ہے مگر کسی قوم کا ایسا خفیہ بیان کرنا جو ہمیشہ یا صدیوں تک باقی رہنے والا ہو اور اس گروہ کے خصائص میں سے ہو جائے کسی بشر کا کام نہیں ہے۔

پیشینگوئی

(۱۵۵)

اہل اسلام اور محمدیوں کا خفیہ

جیسا کہ سورۃ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَقَدْ تَمَّ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ	لوگوں کی رہنمائی کیلئے جس قدر میں
لِلنَّاسِ تَاحِرُونَ بِالْعُرْوَةِ	پیدا ہوئیں ان میں تم (مسلمان) سب
وَقَدْ مَكَّنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ	بہتر ہو کہ اچھے کام (کرنے) کو کہتے ہو
بِاللَّهِ -	اور پُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

دخل علیہا یومًا فزعًا یقول
لا الہ الا اللہ ویل للعرب من
شر قد اقترب فتح الیوم من
یا جوج ویا جوج مثل ہلہ
حدیث بیان کی ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا
زینب بنت جحش سے کہ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ان کے پاس آئے (خدا کی)
پناہ مانگتے ہوؤ در آنحالیکہ فرماتے تھے لا الہ
الا اللہ افسوس یہ عرب کے لیے اُس نعرے کے
جو قریب آ گیا کہ آج یا جوج ویا جوج کی سزا
اس (انگلی) کی طرح ٹوٹ گئی

اب اس حدیث نبوی نے صاف طور پر پہلے الفاظ میں صراحت کر دی کہ سزا
ذوالقرنین یا سدا جوج ویا جوج خود آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد
مبارک میں ٹوٹ چکی تھی جس کی خبر اس وقت تک کیا معنی ایک زمانہ دراز
تک اہل عرب کو نہ معلوم ہوئی اور اب تک مفسرین کا ایک گروہ یہی کہتا چلا جاتا
کہ سدا ذوالقرنین نہیں ٹوٹی بلکہ قیامت سے چند سال پہلے ٹوٹ گئی حالانکہ پیغمبر نے
اپنے مکاشفہ اور روحانی قوت سے معلوم کر کے اُسی وقت خبر دیدی جس وقت
وہ سدا ٹوٹ گئی تاتاریوں کا ماویٰ تارا وغیرہ روس کے یورپ طرف واقع ہی
اور روس اور تارا کے بیچ میں کوہ ہمال حاثل ہے۔ کوہ ہمال کی آخری سرے پر
دکھن اور پچھم کے کونے پر اورن برگ کی گھاٹی ہے اور اسی گھاٹی میں سے ہموکر
روسی یا جوج اور گیلانی یا جوج تاتاریوں کے ملک میں آتے تھے۔ ذوالقرنین
نے تاتاریوں پر رحم کہا کہ اسی گھاٹی کو روک کر تین میل کی لمبی ایک اہنی سنگین
دیوار اور نہایت مضبوط سدا تعمیر کر دی جس سے روسیوں کا آنا قطعاً موقوف ہو گیا
کیونکہ اب تاتاریوں کے ملک میں آنے کے لیے کوئی راستہ باقی نہ رہا تھا۔
اگرچہ قرآن و حدیث کی پیشین گوئی کے مطابق وہ سدا ٹوٹ گئی مگر اس کے

آتا ریحیہ منور باقی ہیں اور اب تک کا وہ یہاں کے شمال و جنوب میں منزلوں تین تین میل کے فاصلہ پر لڑے ہوئے قلعہ اور سارے منہدم آتا رہو چہرہ مشاہد ہیں جو باطاہ عالم کے سامنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کی صداقت کو پیش کئے بغیر نہیں رہتے

توضیح بیان کے لئے ایک اجمالی نقشہ ناظرین کے سامنے ہے۔

دوسری پیشین گوئی

یا جوج و ماجوج کا تمام دنیا پر پھیل پڑنا۔

ہم یا جوج و ماجوج کی تحقیق میں ثابت کر چکے ہیں کہ یا جوج اہل روس ہیں اور ماجوج اہل یورپ ہیں یا جوج میں سے کچھ لوگ تو (زمانہ آبادی یا جوج میں) سہیا و گیلان میں رہ گئے اور کچھ لوگ جو جرمن و اسپین وغیرہ ممالک یورپ میں جا کر آباد ہوئے ان میں سے کال اور گائتھ دو قومیں بہت زبردست گذرین چنانچہ مورخ ابن خلدون نے طارق اموی کے حریف اسپینیوں کو صاف نسل ماجوج سے لکھا ہے۔ قرآن مجید یا جوج و ماجوج کے بارہ میں پیشینگوئی کرتا ہے۔ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ یعنی یا جوج و ماجوج گھل کر ہر بلندی سے ڈھلک پڑینگے اور عالم پر پھیل جائینگے۔

اب دیکھو کہ قرآن کی یہ پیشینگوئی کس طرح ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہو رہی ہے کہ یورپ کی قومیں تمام دنیا پر ٹنڈی کی طرح چھا رہی ہیں۔ گھل کر وہ عالم کی حکومت کی باگ اُن کے زبردست ہاتھوں میں ہے۔ جدھر جس خطہ ارض پر نظر دوڑاؤ، یہی دیکھو گے کہ گویا وہ ہر بلندی پر سے ڈھلکتے ہوئے آ رہے ہیں

کیا سچی مشنریاں من کل حد پ یسئلون کی پوری پوری مصداق نہیں ہیں ؛
صحیح ترمذی کی ایک حدیث اس پیشینگوئی کو اور زیادہ صاف کر دیتی ہے کہ :-
عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفتح یاجوج وماجوج
فیخرجون کما قال اللہ تعالیٰ وَهُمْ مِنْ کُلِّ حَدِّ یَسْئَلُونَ فِیَعْمُونَ الْأَرْضَ وَیَخَارُونَ
مِنْهُمْ الْمُسْلِمُونَ حَتَّى تَصِیْبَیَہُمُ الْمَسْلَمِیْنَ فِی مَدَائِنِهِمْ وَحُصُونِہُمْ
وَلِیُضْمَرُوا إِلَیْہِمْ مَوَاشِدُہُمْ
کیا روسی یا جوج اور یورپین ماجوج دنیا میں عام مہین ہیں ؟ کیا وہ تمام کرہ
ارض پر پھیلے ہوئے نہیں ہیں ؟ کیا اہل اسلام بہ حیثیت قوت و شوکت اُن یا جوج
وماجوج سے مغلوب نہیں ہیں ؟ کیا ان روسی اور یورپین یا جوج و ماجوج کو
شہروں میں اور قلعوں میں مسلمان آباد و مقہور نہیں ہیں ؟ کیا مسلمانوں کو
موشی اور جان و مال کے وہ مالک نہیں ہیں ؟ -

ان سب سوالوں کے جواب ہم کو اثبات میں ملتے ہیں یعنی ایسا ہی ہے
اور قرآن و حدیث یہ ایک ایسی کھلی ہوئی پیشین گوئی ہے کہ اس کی صحت
کے ثابت کرنے کے لئے نہ کسی بدینہ کی ضرورت ہے نہ کسی دلیل کی حاجت
شایدہ ثبوت کا محتاج نہیں ہو اگر تا۔

ایسے داہی تباہی اقرعات کے پورا کرنے سے انکار کر دیا اور بالمعنی
پیشینگوئی فرمائی کہ جن امور کو تم لوگ خرق عادت اور معجز سمجھتے ہو وہ ایک
زمانہ میں ہو کر رہیں گے۔

پیشینگوئی

(۱۵۸) سمندر پائے جائیگے

جیسا کہ سورۃ التکویر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ	جس وقت آفتاب (کے نور کی چادر) کو لپیٹ لیا جائے
وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ	اور جس وقت تارے جھڑپڑیں۔ اور جس وقت پہاڑ
وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ	(اپنی جگہ سے) چلائے جائیں۔ اور جس وقت
وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ	دس مہینے کی گاہن اونیٹنیاں چھٹی چھٹی پھریں اور
وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ	جس وقت وحشی جانور (ماری ڈر کے بستیوں میں) بھریں
وَإِذَا الْبُحَارُ عُثِّلَتْ	اور جس وقت دریا پاٹ دے جائیں اور جس وقت
وَإِذَا الْنُّفُوسُ زُوِّجَتْ	روحوں کو (ان کے جموں سے) ملایا جائے
وَإِذَا الْمَوْءِدَةُ سُتِّتْ	اور جس وقت لڑکی سے جو زندہ درگور کر دی گئی تھی
بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ	پوچھا جائے کہ کس قصور کے بدلے ماری گئی اور
وَإِذَا الصُّفُوفُ نُشِرَتْ	جس وقت (لوگوں کے) نامہ اعمال کھولے جائیں۔

وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ
وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ
وَإِذَا الْجَنَّةُ أُسْرِفَتْ
عَلِمْتَ نَفْسُ مَا أَحْضَرَتْ

اور صوقت آسمان کی کھال کھینچی جائے اور صوقت
دوزخ کی آگ پکائی جائے اور جس وقت
بہشت قریب لائی جائے (اس وقت) ہر شخص
جان لیگا کہ وہ کیا (ذرا آخرت) حاضر لایا ہے



ان آیات کریمہ میں بارہ پیشینگوئیاں ہیں جو آئندہ اپنے اپنے وقت پر
پوری ہوتی رہیں گی۔

اول :- آفتاب کا بے نور ہو جانا۔

دوسرے :- تاروں کا جھڑپنا۔ فلسفہ حال نے ثابت کیا ہے کہ
تمام اجرام میں ایک کشش اور قوت جذب و انجذاب ہے ہر ایک دوسرے کو اپنی طرف
کھینچتا ہے اور اس کشاکشی بلکہ کشش کی بدولت سب اپنے اپنے مرکز و محور پر
پڑے چکر کھارہے ہیں جب یہ نظام درجہ برہم ہونے کو ہوگا تو کشش رفتہ رفتہ
کم ہوتے ہوتے یا ایک دم کسی ناگہانی اثر سے سلب ہو جائے گی اور سب
اجرام یا کچھ ایک دوسرے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اس صورت میں
تاروں کا جھڑپنا اور سورج کا بے نور ہو جانا عجب نہیں ہے۔

تیسرے :- پہاڑوں کا اپنی جگہ پر سے ہٹ جانا۔ ظاہر ہے کہ
جب زمین دوسرے اجرام سے ٹکرا کر بگڑ جائیگی تو پہاڑ اپنی حالت پر کیسے قائم
رہ سکیں گے۔

چوتھے :- گلابین اونٹنیوں کا چھٹی چھٹی پھرنا۔ عرب کے لوگ
دس مہینے کی گلابین اونٹنی کو بہت عزیز رکھتے ہیں کیونکہ وہ غنیمت قریب بہت

دینے والی ہوتی ہے اور وہی ان کا اس المال ہوتا ہے۔ جیسے ہندوؤں میں گائے فرق اتنا ہے کہ ہندو اس حیوان (گائے) کو اتنا سبھتے اور مقدس و متبرک جاکر عزیز رکھتے ہیں اور اہل عرب صرف مال ہونیکی وجہ سے۔ ہندو اس ترقی و روشنی کے زمانہ میں بھی گائے کے پیشاب و گوبر کو لذیذ غذائی کی طرح ثواب سمجھ کر کھاتے پیتے ہیں اور عرب اس جاہلیت اور اجدپن میں بھی ان نجاستوں سے محرز رہتے تھے۔

امیت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ قیامت کا دن ایسا ہیبت ناک اور نفسی نفسی کا دن ہوگا کہ دس مہینے کی گاہیں اونٹنیاں چھٹی پھر میں گی۔ اور کوئی ان کا پوچھنے والا نہ ہوگا۔

پانچویں :- وحشی جانوروں کا بستی میں آکر رہنا۔ اگرچہ وحشی جانوروں کا آبادی میں آنا وحشت کے خلاف ہے مگر روز قیامت ایسا ہولناک ہوگا کہ وحشیوں کو وحشت بھول جائیگی اور وہ آبادیوں میں جہاں موقع بلیک گھس پڑیں گے۔

چھٹویں :- روجوں کا جسموں سے ملایا جاتا یعنی سب جاندار زندہ کر دئے جائیں گے۔ تا سب کا حساب و کتاب ہو کر بقایا اعمال نیک و بد جزا و سزا دیجائے۔ ساتویں :- زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جانا۔

آٹھویں :- نامہ اعمال کا کھولا جانا۔

نویں :- آسمان کی کھال کا کھینچا جانا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اسوقت آسمان نیلا نیلا دکھلائی دیتا ہے قیامت کے دن دڑاڑیں پڑ کر اندر سے اس کی زنگت لال لال نکل آئیگی جیسے کھال کھینچی ہوئی بکری۔

معلوم نہیں مولوی نذیر احمد کے اس فائدہ کا ماخذ کیا ہے۔ آسمان کی کھال کھینچی جانے پر تو ہمارا ایمان ہے مگر وہ کھال کیونکر کھینچی جا سکی! اس کی کیفیت مجھول ہے

دسویں :- دوزخ کا دہکا یا جانا۔

گیارہویں :- جنت کا قریب لایا جانا۔

بارہویں :- سمندروں کا پاٹ دیا جانا اس کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے

کہ زمین کو جب قیامت کا سخت بھونچال آیرگاتو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں گے جیسا کہ بڑے بڑے زلزلوں میں عمارات کا منہدم ہونا دیکھا جاتا ہے۔ دریاؤں کا پانی اچھل کر کسی طرف کو بہہ جائے گا۔ زمین کے نشیب و فراز سب ایک ساں ہو جائیں گے دریاؤں میں ادھر ادھر کا طبع آبھرے گا جس سے وہ سب پٹ جائیں گے۔

یہ سب پیشینگوئیاں علامات قیامت کی ہیں مگر بارہویں پیشینگوئی،

سمندروں کے پاٹ دئے جانے کی، ایک گونہ پوری بھی ہو گئی ہے۔

بمبئی - ایک جزیرہ کی صورت پر بحر عرب کے کنارہ ہندوستان کے مغرب

طرف واقع ہے۔ یہ جزیرہ پہلے شاہ پرتگال کے قبضہ میں تھا (۱۶۸۰ء) گسٹ

۱۶۶۱ء میں جب شاہ چارلس ثانی بادشاہ انگلستان کی شادی، انڈیا کیٹھارنیا

شاہزادی پرتگال سے ہوئی تو والی پرتگال نے جزیرہ بمبئی کو میٹھی کے جہیز میں

دیدیا اور ۱۶۶۲ء سے اسپر انگریز قابض ہو گئے اس وقت سے اس شہر کو

روز افزوں ترقی ہونے لگی یہاں تک کہ اب ہندوستان کا سب سے عظیم الشان

اور دو تہمند شہر وہی ہے اس شہر میں سب سے عجیب کام یہ ہوا کہ سرکار کی طرف سے قریب ڈیڑھ دو میل کے سمندر کو بالکل پاٹ کر شہر آبادی میں ملا دیا۔ سمندر کے پاس بڑے جائیدادیں یا غالباً دنیا میں یہ پہلی مثال ہے۔

پیشینگوئی

(۱۵۹)

ایک جانور بات کرنیوالا پیدا ہو گا یعنی

وابتہ الارض

جیسا کہ سورۃ النمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور جب خدا کا وعدہ (قیامت) ان لوگوں پر پورا (ہونے کو) ہو گا تو ہم زمین سے ان کیلئے ایک جانور نکال کھڑا کریں گے کہ وہ ان سے بول دینگا کہ فلاں فلاں آدمی ہماری باتوں کا یقین نہیں رکھتے تھے۔

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنْ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ

عہ گلس کن اولدہ منہی مضفہ ڈاکٹر جیس ڈاکٹر گلاس ہے۔ پی۔

ف

قیامت کے آثار میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ مکہ کے صفا پہاڑ سے ایک جافوز نکلیگا۔ سیامان کی ہر موسیٰ کا عصا اس کے پاس ہوگا اور وہ ایک نشان خاص سے مسلمانوں اور کافروں کو جدا کر دے گا کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ الگ پہچان پڑیں گے۔ یہ ایک ایسی پیشینگوئی ہے کہ اس کی تصدیق اس کے وقوع ہی سے ہو سکتی ہے وابتہ اللہ کے خروج کے بارہ میں بہت صحیح حدیثیں بھی وارد ہیں چنانچہ۔

امام مسلم نے حذیفہ بن اسید غفاری سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ آپس میں کچھ ذکر کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے پوچھا تم لوگ کیا ذکر کر رہے ہو، لوگوں نے عرض کیا ہاں ہم قیامت کے متعلق باتیں کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔ قیامت برپا نہ ہوگی جب تک اس سے پہلے دس نشانیاں ظاہر نہ ہو لیں پھر ذکر کیا آپ نے دھو بکلی اور دجال کا اور وابتہ الارض کا اور آفتاب کے مغرب کے نکلنے کا اور عیسیٰ بن مریم کے نزول کرنے کا۔ اور یا جوج ماجوج کا اور۔

مسلم عن حذیفہ
ابن اسید الغفاری
قال اطلع النبی صلی اللہ
علیہ وسلم علینا
وَمَخْنُ نَتَذَكِّرُ فَمَّا لَمَّا
تَذَكَّرُونَ قَالُوا اِنَّكَ كَرِ
السَّاعَةِ قَالَ اِنَّهَا لَنْ تَقُوْا
حَتّٰی تَرَوْقُبْلَهَا عَشْر
اٰیَاتٍ فَذَكَرَ الدَّخَانَ
وَالدَّجَالَ وَالْاٰتِیَّةَ
وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ
مَغْرِبِهَا وَنُزُوْلَ عِیْسٰی
بْنِ مَرْیَمَ وَیَا جُوجَ وَمَآجِجَ

و ثَلَاثَةٌ خَسُوفٍ
خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ
و خَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ
و خَسْفٌ بِجَزِيرَتَيْ
الْعَرَبِ وَ آخِرُ ذَلِكَ
فَاشْرَاحُ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمِينِ
تَطْرُقُ النَّاسَ إِلَى
مَحْشَرِهِمْ -

تین جگہ زمین کے دھنس جائیگا درجن میں
ایک خسف مشرق میں ہوگا۔ دوسرا
خسف مغرب میں ہوگا۔ تیسرا خسف
جزیرہ عرب میں ہوگا اور سب سے آخر نشانی
ایک آگ ہوگی جو یمن سے نکلے لوگوں کو
مقام حشر تک بانک لیجاگی۔



حدیث شریف میں قیامت کی دس علامتیں بتائی گئیں جن میں سے
اس مقام پر صرف آٹھ ہی نشانوں کو فرمایا۔
اول :- دھواں۔ اس کی حقیقت تو اللہ ہی کو معلوم ہے مگر دوسری
حدیثوں اور آثار صحابہ اور اقوال مفسرین سے جو کچھ پتہ چلتا ہے وہ اس قدر ہے
کہ یہ دھواں ایک مصیبت خیز دھواں ہوگا جو تمام عالم پر چھا جائے گا۔
دوسری نشانی :- دجال کا خروج ہے اور اس کا ذکر اس کتاب کے
دوسرے حصہ میں بالتفصیل آئے گا۔
تیسری نشانی :- آفتاب کا مغرب سے نکلنا ہے اور یہ ممکن الوقوع
ہے۔
اولاً :- اسوجہ سے کہ اللہ جل شانہ صاف مختار ہے اور وہ اپنے
مصنوع پر ہر طرح قادر ہے۔

تعمایاً :- اسوجہ سے کہ فلسفہ قدیم و جدید دونوں رو سے اس کا امتناع عقلی ثابت نہیں ہے۔

فلسفہ قدیم میں آفتاب فلک کے اندر ہے اور فلک کی حرکت مشرق سے مغرب کی طرف ارادی ہے جب قیامت آنیوالی ہوگی اور موجود نظام کی برہمی کا وقت آجائیگا تو بقدرت الہی، حرکت فلک مغرب سے مشرق کی طرف ہو جائیگی اور اس طرح طلوع آفتاب مغرب سے ہوگا۔

ثما لثما :- اسوجہ سے کہ فلسفہ قدیم میں ثابت و مسلم ہو چکا ہے کہ آسمان میں نفوس ہیں اور اس کی حرکت ارادی ہے اور جب وہ اپنے ارادہ سے حرکت کرتا ہے تو ممکن ہے کہ ہزاروں لاکھوں برس کے بعد اپنی انس ارادی حرکت کو بدلے اور دوسری حرکت اختیار کر کے بجائے مشرق سے مغرب کو جائیکے مغرب سے مشرق کی طرف جائے۔

اب اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آسمان میں نفوس ہیں۔ حرکت افلاک ارادی ہے۔ نفوس بسیط ہیں۔ آفتاب اور ستارے آسمان کے اندر چڑے ہوئے ہیں تو باوجود باطت تبدیل ارادہ کی وجہ کیا، اور کیا اس سے تمام نظام برہم نہ ہو جائے گا۔

جواب

تبدیل ارادہ کی وجہ کا بتانا ہمارا کام نہیں ہے وجہ تو جب بتائی جاسکتی ہے کہ ان تمام کروں اور عوالم کی سچی کیفیات و ماہیات یقینی طور پر معلوم ہو جائیں۔ ایسا تو نہیں ہے علم اظنی ہے اولیٰ باتوں کے لئے اتنا ہی جواب کافی ہے۔ جب تم اس بات کو تسلیم کرتے ہو کہ آسمان یا آفتاب برہم

اور اس کی حرکت ارادی ہو تو یہ صاحب اختیار کی شان ہے کہ وہ اپنی ارادی حرکت کو بدلے اور تبدیل ارادہ کی کوئی وجہ ہوگی جو اہل عالم کو نہیں معلوم رہی یہ بات کہ تبدیل ارادہ سے نظام برہم ہو جائے گا یہ سچ ہے اور اسی برہمی نظام کا نام قیامت ہے۔

رابعاً۔ اسوجہ سے کہ فلسفہ جدید میں زمین اپنی محور پر حرکت کرتی ہوئی آفتاب کے گرد گھومتی ہے حرکت مغرب سے مشرق کی طرف ہے پس جب برہمی عالم کا وقت آجائے گا اور جذب انجذاب کی قوتیں کمزور ہو جائیں گی یا منسل ہو جائیں گی تو زمین اپنے محور پر مشرق سے مغرب کو حرکت کرنے لگے گی۔

ان اختلاف حرکات سے برہمی عالم لازم آتی ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ قیامت یعنی برہمی عالم کے وقت ایسا ہوگا۔

چوتھی نشانی۔ حضرت عیسیٰ بن مریم کا آسمان سے نزول فرمانا مسلمانوں کے ایک گروہ کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح علیہ السلام زمین سے آسمان پر زندہ اٹھائے گئے وہ آسمان پر اسی دنیاوی جسد کے ساتھ زندہ ہیں قیامت کے قریب جب مسلمانوں پر دنیا تنگ ہو جائیگی تو زمین پر اتریں گے اور امام ہندی کیساتھ ملکر شیوع اسلام میں کوشش کریں گے اور ایک زمانہ کے بعد پھر انکا باضابطہ انتقال ہوگا۔

اگرچہ آسمانوں پر دنیاوی جسد کے ساتھ جانا اور زمانہ دراز تک زندہ رہ کر پھر نزول کرنا عقلاً متعین نہیں ہے۔

پانچویں نشانی۔ یا جوج ماجوج کا نکلنا۔ اور اس کی بحث گذر چکی ہے۔
چھٹویں نشانی۔ تین جگہ زمین کا وھس جانا۔ ایک مشرق میں دو سے بڑی تیسرے جزیرہ عرب میں۔

ساتویں نشانی :- میں سے آگ کا ظاہر ہونا جس سے ڈر ڈر کر لوگ ایک طرف جمع ہو جائیں گے۔

آٹھویں نشانی :- دَابَّةُ الْأَرْضِ ہے۔

قرآن مجید کی مذکورہ عنوان آیت میں تو ان امور کی صراحت نہیں ہے کہ دَابَّةُ الْأَرْضِ، جانور کیسا ہوگا؟ کیونکر نکلیگا؟ کس شان سے ظہور کرے گا؟ موسیٰ کا عصا سلیمان کی مہر کس لئے اور کس طرح ساتھ رکھے گا، کافروں اور مسلمانوں کو کیونکر اور کس شان سے جدا کرے گا، اور کیونکر بولیگا، البتہ حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے کہ دَابَّةُ الْأَرْضِ ساٹھ گز لنبا ہوگا۔ اس کا سر بیل کا سا ہوگا۔ آنکھیں سور کی سی ہوں گی۔ کان ہاتھی کے سے۔ سینکھیں خگلی بکروں کی سی۔ سینہ شیر کا سا کوکھ بلی کی سی۔ دم بھیڑی کی سی۔ رنگ چیتے کا سا اور ہاتھ پاؤں اونٹ کے سے ہوں گے۔

اس دَابَّةُ الْأَرْضِ کے ساتھ حضرت موسیٰ کا عصا اور حضرت سلیمان کی انگوٹھی ہوگی وہ سونگھ کر مسلمانوں کو کافروں سے پہچان لے گا۔ انسان کی طرح کلام اور اسلام کی حقانیت کی تصدیق کرے گا۔

یہ چند سطور جو دَابَّةُ الْأَرْضِ کی تفسیر میں لکھے گئے ہیں غالباً اس سے وہ لوگ انکار کریں گے جو قانون فطرت کے دلدادہ ہیں پس اگرچہ یہ مقام ایسے مباحث کے لئے نہیں ہے تاہم بَصَائِرُ التَّنَاسُّخِ میں یہاں کچھ حوالہ قلم کرتے ہیں۔

اول :- دَابَّةُ الْأَرْضِ کا پیدا ہونا مستبعد نہیں ہے۔

اولاً - اسوجہ سے کہ ایسے جانور کے پیدا ہونے کے امتناع پر کوئی دلیل عقلی قائم نہیں ہے اور جب امتناع پر کوئی عقلی دلیل نہیں تو پیدا ہونا باوجود

میں آنا ممکن ہوا۔

دوسرے :- اسوجہ سے کہ علامہ ڈارون نے (جس کی تھیوری کو یورپ نے تسلیم کر لیا ہے) یہ بیان کیا ہے کہ انسان ایک کیڑا تھا جو ترقی کرتے کرتے بندر ہوا پھر بندر سے انسان ہو گیا۔ اور یہی حال دوسرے جانوروں کا ہے تو اس تھیوری پر کیوں یہ ممکن نہ ہو کہ کوئی جانور ایک کر بدلتے بدلتے اور ترقی کرتے کرتے دابتہ الارض کی شکل میں نمودار ہو۔

تیسرے :- اسوجہ سے کہ علم حیوانات میں محققین نے یہ ثابت کیا ہے کہ بہت سے جانور پہلے تھے اب نہیں ہیں اور بہت ایسے جانور موجود ہیں جو پہلے نہیں تھے اس قیاس پر ممکن ہے کہ آئندہ دابتہ الارض پیدا ہو۔
چوتھے :- اسوجہ سے کہ شرعی امور جہان تک تعلیم سے متعلق ہیں وہ تو عقل کے تابع ہیں اور واقعات و اخبار کو پابند عقل ہونا ضرور نہیں ہے اس لئے کہ عقل آئندہ امور پر حاکم نہیں ہے تو شارع صادق جب آئندہ امور کی خبر دے گا وہ عقل کے خلاف ہوں مگر متفق عقلی نہ ہوں تو اس کو تسلیم کر لینا واجب ہے۔
احمرثانی :- دابتہ الارض کا بولنا بھی مستبعد نہیں ہے۔

اولاً :- اس وجہ سے کہ محال عقلی ہونے پر کوئی قطعی دلیل قائم نہیں ہے ایسا نہ سننا اور نہ دیکھا جانا وجود آئندہ کے امتناع کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

دوسرے :- اس وجہ سے کہ حیوانات جن اصوات و اشارات میں اپنے مطالب کا اظہار کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آئندہ اس کے لئے ایسے قواعد مدون ہوں جو ان کے مطالب کے سمجھنے کے لئے ایسے ہی مفید ہوں جس طرح نطق انسانی مفید ہے چنانچہ چیونٹی کے متعلق ایک یورپین محقق نے ایک رسالہ لکھا ہے۔

احمرثالث :- پھر سوچو کہ مسلمانوں کا فروں سے پہچان لینا بھی مستبعد نہیں ہے۔

اولاً :- اسوجہ سے کہ اس کے استحالہ عقلی پر کوئی برہان عقلی قائم نہیں ہے۔
دوسرے :- اسوجہ سے کہ ممکن ہے کہ داتبتہ الارض کو اس قسم کا ادراک
دیا گیا ہو اکثر حیوانات کو ایسے ادراکات متنوعہ دئے گئے ہیں جن کا مدار قوت
شامہ ہی پر ہے۔

الحاصل اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ داتبتہ الارض میں نطق انسانی نہ ہوگا
تو یہ ممکن ہے کہ ہمیں ایسا احساس ہو کہ مسلمان کو کا فوسے تمیز کر لے۔ اور مسلمان کو
تمیز کر لینا گویا یہی حقانیت اسلام کی شہادت ہے پھر ممکن ہے کہ مخصوص باتیں خاص
اشارات میں اس طرح کرے کہ وہ سمجھ میں آجائیں۔

ان دلائل کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ پیشینگوئی کرنیوالے نے پیشینگوئی
کے ظہور کا جو وقت بتلایا ہے اس کا انتظار کرو۔ جو اس وقت موجود رہے گا سب
آنکھوں دیکھ لیا گا۔ وقت سے پہلے سوالات کرنے اور استبعاد کی دلیلیں قائم کرنی
بے وقت ہے۔

پیشینگوئی

(۱۶۰)

یہود مسلمانوں کے مارشل سے بچ سکیں گے

جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَلَيْفَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

(یہ یہود لوگ) ہیں جنہوں نے آخرت کی زندگی کے

بِأَلَاخِرَةٍ فَلَا يَخَفُ
عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ
يُنصَرُونَ۔

بدل میں دنیا کی زندگی مولیٰ سونہ تو ان سے
عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ کہیں گے
ان کو مدد ہی پہنچے گی۔

ف

یہود بنی نضیر جنگ احد میں خلافت وعدہ کفار مکہ کے شریک و مددگار ہوئے
ان کو یغیر خد صلعم نے یک لخت مدینہ سے نکال باہر کر دیا۔ یہود بنی قریظہ نے
جنگ احزاب میں ابوسفیان اور سرداران مکہ کو مدد پہنچائی جاسوسی و مکاری کرتے
رہے اور اسلام کے مناسبے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا آخر یہ قبیلہ کا قبیلہ مارشل لا کے
تحت میں آکر قتل ہوا۔ نہ سرداران مکہ ان کو آکر بچا سکے نہ عبداللہ بن ابی منافق ہی
کچھ بنا سکا جس نے اسلام کے مقابلہ کے لئے ان دشمنوں کو بلایا تھا۔

پیشنگوی

(۱۶۱)

یہودیوں میں بادشاہت نہ تھی

جیسا کہ سورۃ النساء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِنَ الْمُلْكِ | کیا ان یہودیوں کے نصیب میں کچھ بادشاہت

عہد لائف آف محمد مصنف سر ولیم مور۔ عہد لائف آف محمد۔ تاہن ابن ہشام ۱۲۔

فَإِذَا لَا يُؤْتُونَ النَّاسَ
نَقِيرًا أَمْ يَجْعَلُونَ النَّاسَ
عَلَىٰ مَأْتَاهُمْ ۚ اللَّهُ
مِنْ فَضْلِهِ

اور اس وجہ سے وہ لوگوں کو قتل برابر بھی (اس
میں سے) دنیا نہیں چاہتے یا خدا نے جو اپنے
فضل سے لوگوں کو نعمت (قرآن) عطا فرمائی ہے
اس پر حلیے مرتے ہیں۔

ف

اس پیشینگوئی کی تصدیق پر کسی برہان و دلیل کے پیش کرنے کی کچھ ضرورت
نہیں ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے اس وقت تک یہ ہو د کو
بادشاہت ملی انشاء اللہ آئندہ ملے گی وہ مسلمانوں کو قتل برابر ہرگز دینا پسند نہیں کرتے
تھے سو مسلمانوں کو تو اللہ نے ملک و دولت سے ایسا نوازا کہ باید و شائے اور آج
بھی اس کا اثر موجود ہے۔ البتہ یہ بد نصیبی و ذلت خود پہنچ دیوں بھی پر پلٹ پڑی اور
یہ ہیئتہ رہے گی۔

پیشینگوئی

(۱۶۳)

کفار عرب کا حال فرعون کا سا ہو گا۔

جیسا کہ سورۃ الانفال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

كَذَٰلِكَ آتَىٰ آلَ فِرْعَوْنَ وَالدِّينِ | کافرو! (تمہاری بھی وہی گت ہوگی) جیسی گت فرعون کا

مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ
رَبِّهِمْ فَاهْلَكْنَا هُم مِّمَّنْ ذُكِّرُوا بِهِمْ
وَافْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَكُلًّا
كَانُوا ظَالِمِينَ۔

اور ان لوگوں کی ہوتی جو ان سے پہلے تھے
کہ انھوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کو
جھٹلایا تو ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے
بدلے ہلاک کر مارا اور فرعون کے
لوگوں کو غرق کر دیا اور یہ سب کے سب
سرکش تھے۔

ف

مطلب یہ ہے کہ جس طرح اگلے کفار اور فرعون والوں نے اپنے اپنے
نبیوں کو جھٹلایا اور سب کے سب ہلاک اور فرعون والے غرق کر دئے گئے
اسی طرح کفار عرب بھی تباہ ہوں گے پر ہوں گے اور ان کا نشان تک باقی
نہ رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جو کفار اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے اور اسلام
کی مخالفت میں کمر بستہ رہے آخر وہ سب ہلاک و برباد ہو گئے اور اسلام روز افزوں
ترقی کرتا رہا۔

پیشنگوی

(۱۶۳)

کفار باوجود اپنی کثرت کے جنگ خراب
میں شکست کھائیں گے

جیسا کہ سورۃ الانفال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَاءَكُمْ
 الْفَتْحُ وَاِنْ تَنْهَوْا فَهِيَ
 خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَعُوْذُوْا
 لَعُدْ وَلٰكِنْ لَّغَنِيْ عَنْكُمْ
 فَعَمَلُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ تَكْثُرُوْنَ
 وَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ

(اے اہل مکہ! تم جو فتح مانگتے تھے کہ جو
 برحق ہو اسکی فتح ہو) تو (لو) فتح تمہاری سامنے
 آ موجود ہوئی (کہ مسلمان غالب ہو گئے) اور
 اگر (آئندہ شرارت سے) باز رہو گے تو
 یہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا اور اگر تم پھر
 (شرارت) کرو گے تو ہم بھی پھر تم پر لیٹ پڑیں گے
 اور تمہارا جتنا کتنا ہی بہت ہو کچھ تمہارے کام
 نہ آئے گا۔ اور یہ (جائے رہو) کہ اللہ مسلمانوں
 ساتھ ہے

ف

جنگ بدر میں ابو جہل وغیرہ سرداران قریش نے علی الاعلان فتح کی دعا
 مانگی تھی کہ خدا وندا! ہم دو فریق میں سے جو حق پر ہو اس کی نصرت ہوڑائی میں
 مسلمان فتیاب ہوئے اور اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جس میں انہیں
 کفار کو مخاطب کیا گیا کہ فتح پر حق و ناحق کا مدار تھا تو مسلمانوں کی فتح ہونے کے
 بعد اب اطاعت میں کیا عذر ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دو پیشینگوئی
 فرمائی۔

پہلی پیشینگوئی

یہ کہ کفار مکہ اگرچہ بدر میں اپنے کئے کی سزا پا گئے مگر وہ پھر شرارت کریں گے (جیسا کہ **وَإِنْ تَعَوَّذُوا لَنَا نَعُوذُ** سے ظاہر ہے) اور دیساہی واقع ہوا یہودی شخص کی شرارتوں سے تنگ آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ سے بلوا کر دیا تھا اور وہ حجاز عرب کے نکل کر مختلف مقامات میں آباد ہوئے جن میں سے **حی بن اخطب** وغیرہ خیبر میں جا کر متوطن ہو گئے۔

سیدہ ہجری میں **حی بن اخطب** وغیرہ نے مکہ آکر قریش کو پیغمبر اسلام کے ساتھ قتال کرنے پر براہِ نگیختہ کیا اور حتیٰ وعدہ کیا کہ محمدؐ کے استیصال میں اسے درے قدمے ہر طرح ہم تمہاری مدد کریں گے قریش تو آمادہ بیٹھے تھے، یہودی پر ایک قسم کا احسان رکھ کر لڑنے پر تیار ہو گئے قریش سے ہمدردی بیان کر کے یہودی قبیلہ غطفان کے پاس دوڑے آئے اور ان کو ترغیب دلا کر یہ پٹی پڑھائی کہ مقابلہ آسان ہے، اگر تم مسلمانوں سے جنگ کرو گے تو فتح کے بعد ہم تمہیں ارض خیبر کا ایک سال کا سا انا بظور غنیمت کے دیدیں گے۔

قریش نے ایب لشکر بن اوزایم کیا جس میں تین سو گھوڑے ایک ہزار اونٹ تھے یہ لشکر ابوسفیان بن حرب کی سپہ سالاری میں مکہ سے مدینہ کو روانہ ہوا راہ میں اور بہت سے قبائل عرب اسلحہ - آشیہ - آہورہ - کتانہ - فزارہ غطفان وغیرہ قریش کے ساتھ ہوئے اور یہ سب ملکر دس ہزار سے زیاہ کی جمعیت ہو گئی۔

یہ فرمائی کہ اگر کفار مکہ پھر اسلام کی مخالفت میں اٹھیں گے تو خواہ ان کی کتنی ہی جمعیت و کثرت کیوں نہ ہو، مسلمانوں سے شکست فاش کھائیں گے چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا۔ باوجود اس کے کہ قریش کے ساتھ دس ہزار کاشکرت تھا اور مسلمان کل تین ہزار تھو جن میں صرف چھتیس گنتی کے گھوڑے تھے، اشیران اسلام کے مقابلہ میں یہ کثرت جمعیت کچھ کام نہ آئی ساری قوت و شوکت بالآخر طاق رہ گئی اور یہاں اسلام نے وہ روز بد دکھایا کہ سوائے بھاگنے کے کچھ بن نہ پڑا۔

کفار کا مشہور پہلوان عبدود اسی جنگ میں شیر خدا علی بن ابی طالب کی تلوار کی نذر ہوا اور آخر قریش کی ساری طاقت تاریخ کیوب کی طرح توٹ کر رہ گئی۔

پیشگوئی

(197)

یہودیوں کا کبھی کوئی بدکار نہ ہو گا

جیسا کہ سورۃ النبی میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

المُتَرِّاِلِي الدِّينِ ۚ وَكَوْنُ
نَفْسٍ مِّنَ الْكَلْبِ يَوْمَئِذٍ

راعی وغیرہ! کیا تم نے ان لوگوں کے حال پر
نظر نہیں کیا جن کو کتاب (آسمانی) پر حصہ دیا گیا

عہدہ لائق محمد مصطفیٰ سرور علیہ السلام اس جنگ خراب یا بنگ خندق کی تفصیلی کیفیت ہماری کتاب بارہا حصہ اول میں دیکھنی چاہئے ۱۲

بِالْحَبِثِ وَالطَّاغُوتِ
وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا
هُؤُلَاءِ أَهْدَى
مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا
سَبِيلًا ۚ وَلَيْكَ الَّذِينَ
لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَ مَنْ
يَلْعَنُ اللَّهُ فَلَنْ يَجِدَ
لَهُ نَصِيرًا۔

وہ لگے بتوں کا اور شیطان کا کلمہ نچرے
اور (نیز) مشرکین کی نسبت کہنے لگے
مسلمانوں سے تو یہی لوگ زیادہ رو بہ راہ
ہیں (اے پیغمبر!) یہی لوگ ہیں جن کو
اللہ نے پھٹکار دیا ہے اور جن کو
اللہ پھٹکار دے ممکن نہیں کہ تم کبھی
کسی کو اس کا مددگار پاؤ۔



جیسا کہ ہم اس سو پہ کی پیشینگوئی میں تصریح کر چکے ہیں، یہودی نبی نصیر
میں سے — حجت بن اخطب اور کعب بن اشرف دو یہودی سردار، مدینہ سے
مکہ گئے اس غرض سے کہ کفار مکہ کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ
پر آمادہ کریں۔ ابوسفیان وغیرہ مشرکین مکہ نے ان سے پوچھا کہ بھلا حق بجانب
کس کے ہے کیا ہم راہ راست پر ہیں یا محمد (صلعم) جنہوں نے سب سے
زوالا ایک نیا دین بنا کھڑا کیا ہے۔ یہودی کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
سے عداوت تو تھی ہی، مشرکین کی شکین کو کہدیا کہ مسلمانوں سے تو تم ہی اچھے
ہو، حالانکہ توریت و انجیل میں پیغمبر عرب کی بشارتیں صاف موجود تھیں اور وہ خود بھی

عہ مولانا حکیم محمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مقدمہ تفسیر غایتہ البرہان میں تمام صحیف انبیاء
توریت و انجیل و دیگر مقدس اور مذاہب بدہ وغیرہ کی کتابوں سے آمد محمد کی بشارت کو ثابت کر دکھایا تھا تاہل کفر

جانتے تھے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہی رسول برحق ہیں جن کی پیشینگوئیاں کتب قدیمہ میں صراحت کیساتھ کی گئی ہیں اور خاص کر موسیٰ بن عمران اور عیسیٰ بن مریم نے آپ کے آئینہ خبریں دی تھیں اور نشانیاں بتلائی تھیں مگر عداوت اور ضد و حسد کا براہو کہ وہ حق بات کہنے نہیں دیتی۔

آیت مذکور میں یہودی اسی سیراہہ رومی کا بیان کر کے یہ پیشینگوئی فرمایا تھی ہے کہ یہودی پر اللہ کی لعنت ہے وہ خدا کی رحمت سے دور ہیں اور اب کبھی کوئی ان کا حامی و مددگار نہ ہوگا۔

یہ تصریح پیشینگوئی عہد نبوی سے اس وقت تک پوری ہوتی چلی جا رہی ہے پیغمبر عرب نے نبی نصیر کو مدینہ سے نکال باہر کیا کسی نے ان کی حمایت کی نہ جرات نہ کی حالانکہ کفار مکہ ان کی دوستی و دستگیری کا دم بھرتے تھے یہودی قریطہ کی غارتگری تنگ آکر اپنے اسی جنگ خندق کے بعد ان کو جا گھیرا، اور سعد کے فیصلہ پر آٹھ سو یہودی قتل کر کے خندق میں پھینک دیے گئے مگر کسی کو ان کی طرفداری میں ایک لفظ نہ سے نکالنے کی توفیق ہوئی نہ جرات ہوئی حالانکہ انہیں کفار قریش کی ہنجیالی و دوستی میں قریطہ کو یہ برادین دیکھنا پڑا پھر حضرت فاروق عظیم نے اپنے عہد خلافت میں بچے بچے یہودیوں کو جزیرہ عرب سے جلا وطن کر دیا اور عرب بلکہ تمام دنیا کا کوئی متنفس ان کا مددگار ثابت نہ ہوا۔ اور یہودی کی یہی ذلت و کس پرسی اب تک مشاہد ہے دنیا میں جہاں جہاں آباد ہیں ہر جگہ ذلیل و رسوا ہوتے ہیں، مار کھاتے ہیں، نکالے جاتے ہیں مگر نہ تو کوئی ان کی دستگیری پر آمادہ ہوتا نہ کسی طرف سے ان کی طرفداری و حمایت میں کوئی آواز ہی بلند ہوتی۔

واقعی عجیب و غریب پیشینگوئی ہے۔

پیشینگوئی

(۱۶۵)

جنگ میں مسلمان اپنی سے دُکھی اونچ گئے
دشمنوں پر غالب ہو گئے

جساکہ سورۃ الانفال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا
عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ
عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا
مِائَتِينَ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ
مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ
كَفَرُوا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا أَنْ حَقَّقَ
اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ
فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِنْ يَكُنْ
مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ

اے پیغمبر! مسلمانوں کو (دکافروں کیساتھ)
رہنے پر برا ٹھیکہ کرو۔ کہ اگر تم (مسلمانوں)
میں سے ثابت قدم رہنے والے بیس
بھی ہوں گے تو وہ دوسو (کافروں) پر
غالب رہیں گے اور اگر تم (مسلمانوں) بیس
(ایسے) تو ہوں گے تو وہ ہزار (کافروں)
پر غالب رہیں گے کیونکہ یہ (کافر) ایسے لوگ
ہیں جو (برصاقت کو) سمجھتے ہی نہیں
(مسلمانو!) اب خدا نے تم پر سے
راہِ حکم کا بوجھ ہٹا کر دیا اور اس نے دیکھا

يُغْلِبُوا الْمُتَكِبِينَ وَان يَكُنْ
مِنْكُمْ الْكَافِرُ يُغْلِبُوا الْغَالِبِينَ
بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ
الصَّابِرِينَ —

تم میں (ابھی) کمزوری ہے تو اگر تم میں سے ثابت قدم
رہنے والے تنہا ہو کر تو وہ دو سو کا فروں پر
غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے (ایسی ایک) ہزار ہو
تو وہ خدا کے حکم سے دو ہزار (کافروں) پر غالب
رہیں گے اور اللہ تو صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے



اسلام نے جنگ و قتال میں کبھی سبقت نہیں کی یہ منبر خدا نے کامل دس برس
مکہ میں اسلام کی منادی کی اور طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں جو کافروں سے بھونپیں
ہدایت صبر و استقلال کیساتھ برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ مشرکین آپ کے
مار ڈالنے کے منصوبے کرنے لگے جب یقین ہو گیا کہ یہ سنگدل راہ راست پر
نہ آئیں گے اور اب ان کے ہاتھ سے جان کا بچانا مشکل ہے تو آپ پوشیدہ طور
مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے آئے اسپر بھی مکہ والوں کو صبر نہ آیا اور اسلام
کی بیخ کنی میں لگے رہے۔ آخر حجت تمام کر کے اعلان جنگ دیدیا گیا۔
آیت میں پہلے تو یہ فرمایا گیا کہ اکثر ثابت قدم رہنے والے ہیں مسلمان ہو گئے
تو وہ دو سو کا فروں پر غالب ہوں گے اور ایک سو صابر مسلمان ایک ہزار
دشمنوں کو پس کر دیں گے۔

مسلمانوں نے شریعہ ہدایت کو حکم تصور کر لیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے
رفع شک و تصریح سہولت کے لئے بعد والی آیت نازل فرمائی تا شروع کے
مسلمان غلطی میں پڑ کر اپنی جانوں پر ظلم نہ کرنے لگیں۔ اور ارشاد فرمایا کہ پہلا حکم
شرعیہ ہے۔ اگر ثابت قدمی نہ ہو سکے لیکن چونکہ اللہ کو معلوم ہے کہ تم شروع کے مسلمان

افلاس وفاقہ کشی وغیرہ کی وجہ سے کمزور ہو اور اس صورت میں ایسی ثابت قدمی جو ب
ہلاکت اور وبال جان ہو جائے گی اس لئے موجودہ صورتیں ایک مسلمان دوا دشمن
کے لئے بس ہے اور یہ ہدایت موجودہ حالت پر نظر کرتے ہوئے تخفیف رحمت کیلئے
ہے ورنہ قوت و شوکت کیوقت تو ایک مسلمان پانچ بلکہ دس کافروں کو کفایت کرے گا
یہ پیشینگوئی دونوں صورت میں پوری ہو گئی۔

ایسا تو سیکڑوں ہزاروں مرتبہ ہوا ہے کہ مسلمان اپنے سے دو نئے تگنے
لشکر پر غالب آ گئے ہیں خود اسی جنگ اتراب میں تین سو مسلمانوں کا قلیل لشکر
دس ہزار کفار پر ایسا غالب آیا کہ ان کو پورے کچھم نظر نہ آتا تھا بس وہی گرتھا کہ ایک
مسلمان دس پراسو، ہزار پر اور تین سو مسلمان دس کفار پر غالب رہے۔

روم۔ مصر۔ شام کی فتوحات میں ایسی بلکہ اس سے بدرجہا زیادہ مثالیں
ملتی ہیں۔ جگہ نہ صرف مسلمان مورخین بلکہ یورپ والے بھی حیرت کیا تھا لکھنے پر
مجبور ہوتے ہیں یہ کتاب ان واقعات کی نقل نہیں ہو سکتی۔ ابن اثیر اور فتوح شام
وغیرہ ان واقعات سے پر ہیں۔

مسلمانوں کی اس تنگی، اس کمزوری، قلت بضاعت اور اس ہمایگی کی حالتیں
اس پیشینگوئی کا کرنا کہ ایک کمزور مسلمان دو کافروں پر اور سو کا لشکر دو سو کا لشکر
پر پھر ایک قوی ثابت قدم مسلمان پانچ اور دس کافروں پر اور ایک سو ثابت قدم
مسلمان ایک ہزار کافروں پر غالب ہوں گے اور اس پیشینگوئی کا ہو ہو پورا
ارتنا، کیا کم سے کم عجیب و غریب امر نہیں ہے۔

نوٹ۔ اس بیان سے واضح ہو گا کہ مذکورہ دو آیتوں میں سے کوئی آیت منسوخ

نہیں ہے جیسا کہ بعض سطحی نظروالوں کا گمان ہے اور اس گمان کو مقصود قرآن سمجھ کر آج کل کے متعصب گروہ علم دشمنان اسلام اعتراض کرتے اور قرآن کے منہ آتے ہیں۔

یہ احکام ہر زمانہ کے لئے ہیں کہ جب اپنے میں قوت نہ ہو تو ضرورت سے زیادہ جواغروی کر کے تھلکے میں پڑنا نہیں چاہیے۔ اور قوت و شوکت کی وقت زیادہ سے زیادہ ایک مسلمان، دس دشمنوں کا مقابلہ کر سکتا ہے پھر اگر ہر مقابلہ مجبوری درجہ کو کیا گیا ہے اور مذہبی حمایت پر مبنی ہے تو اللہ تعالیٰ نیک نیت اور ثابت قدم مسلمانوں کو مظہر منصور فرمائے گا اور ضرر در فرمائے گا اور اسکی سیکڑوں ہزاروں نظائر سے تاریخی کتابیں لبریز ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک یہ زبردست پیشینگوئی اسی طرح پوری ہوتی رہے گی۔

پیشینگوئی

(۱۶۶)

جھوٹے مدعیان نبوت کا خروج

جیسا کہ سورہ النعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور اس سے بڑھ کر ظالم کوئی ہو گا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باز سے یا دعویٰ کرے کہ میری طرف

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ
عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ أَوْ قَالَ

اَوْحٰی اِلَیْكَ وَ لَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ
شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَا نَزِلُ
مِثْلَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاَوْ
تَرٰی اِذَا الظّٰلِمُوْنَ فِی
عَمْرَاتٍ اَمْوَاتٍ وَاَلْمَلَائِكَةُ
بَاسِطُوْهُ اَیْدِیْہِمۡ اَخْرِجُوْا
اَنْفُسَکُمْ اَلْیَوْمَ تَجْزَوْنَ
حَذَآءَ اَبۡہٰلِہُمۡ مَّا کُنْتُمْ
تَقُوْلُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ

وحی آئی ہے حالانکہ اس کی طرف
کچھ بھی وحی نہ آئی ہو اور (نیز اس سے
بڑھ کر ظالم کون ہوگا) جو دعویٰ کرے
کہ (قرآن) جس کو (نہاری نپدار میں)
اللہ نے اتارا ہے (کہو تو) ایسا ہی میں
بھی اُتار دوں اور (اسے پیغمبر کا شتم
دان) ظالموں کو اس وقت دیکھو کہ موت
کی سیڑھیوں میں (پڑے) ہیں اور فرشتے
(جان نکالنے کیلئے) دست درازیاں
کر رہے ہیں (اور کہتے جاتے ہیں)
کہ اپنی جانیں نکالو اب تم کو ذلت عذاب کی
سزا دی جائیگی اس لئے کہ تم خدا پر ناحق جھوٹا
بولتے تھے۔

ف

یہ آیت مکی ہے جو ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور جھوٹے
نبیوں کے خروج کی پیشینگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کچھ پہلے سلمہ
میں واقع ہوئی۔

سلمہ ہجری میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجتہ الوداع سے فارغ
ہو کر مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو مسیلہ کذاب اسود غنسی عیس بن مذحج
سجاح بنت حارث طلحہ بن خویلد چار مفسدوں نے نبوت کا دعویٰ کر کے

علم نبوت بلند کیا۔

ان میں سے سیلہ بن شامہ نے جو کذاب کے موزوں لقب سے مشہور ہوا، نبوت کا دعویٰ کر کے اپنے کو رحمان الیماہ کے خطاب سے مشہور کرنا چاہا۔ اور مسلمانوں کے ڈر سے بھاگ کر یمامہ جا رہا جو اس کا مولد و منشا تھا۔ باہل و ناجائز صحابہ کی ایک مسجد جماعت مرتد ہو کر سیلہ کی ہمنوا ہو گئی سیلہ نے اپنی امت پر شراب و زنا کو حلال قرار دیا۔ نماز فجر کو ساقط کر دیا اور قرآن مجید کے جواب میں چند واہی تباہی نام بوط سورتیں بھی بنائیں جن کو باہل علم نے ردی سمجھ کر قابل التفات بھی نہ سمجھا البتہ ولگی کے طور پر لطف اٹھانے کے لئے ان کو کتابوں میں لکھ دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال بعد ایک لاکھ سے زیادہ آدمی اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے آخر ابو بکر صدیقؓ نے اپنے عہد خلافت میں خالد بن ولیدؓ سیف اللہ کو ساٹھ ہزار مردان اسلام کے ساتھ اسکی سرکوبی کئے روانہ کیا سیلہ نے چالیس ہزار کے لشکر سے اسلام کا مقابلہ کیا اور جنگ عظیم کے بعد اس کو شکست فاش ملی۔ یہ عجیب بات ہے کہ وحشی قاتل حمزہؓ نے جس حربہ سے امام جاہلیت میں سید الشہداء حمزہؓ کو قتل کیا تھا اسی حربہ سے اس نے سیلہ کو جہنم داخل کیا۔ سیلہ کے قتل ہو جانے کے بعد اس کی امت نے ارتداد سے توبہ کیا اور یہیں یہ مذہب باطل بیخ و بنیاد سے اکھڑ کر نیست و نابود ہو گیا۔ اسود غنسی کا نام عیس بن مذحج اور لقب ذی النجار تھا فن کہانت میں استاد تھا میٹھی میٹھی باتوں میں عوام کو بھانسنے کا دام ضلالت پھیلا یا اور آخر نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا صنعا کے عام لوگ اسود کی نبوت کے قائل ہو کر مرتد ہو گئے۔

سے تاریخ کامل۔

شہر بن باذان - کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صنعار کا حاکم کیا تھا۔ اسو وحشی نے جنگ کر کے صنعار پر قبضہ کر لیا اور ہر طرف ارتداد و فساد کی آگ شعل کر دی آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک یا دو یا تین دن پہلے فیروز نے اسو وحشی کو حکمت عملی سے قتل کر دیا اور رسول خدا کی وفات کے بعد یہ خوشخبری مدینہ منورہ میں پہنچی امتیاز اسو وحشی بہت تو مارے گئے اور جو باقی بچے تائب ہو کر مسلمان ہو گئے اور اس جھوٹے نبی کے مذہب کا نشان چمک باقی نہ رہا۔

سجاح بنت حارث قبیلہ بنو ربیع کی ایک تسمیہ عورت تھی اس نے بنی تغلب میں دعوائے نبوت کیا جاہلوں کی ایک جماعت اس کے گرد ہو گئی یہ مسیلہ کی ہم عصر تھی اور جہاں اس نے اَنَا النَّبِیَّةُ کی ٹانگ لگائی تھی اسی نواح میں سلیمہ نے اَنَا النَّبِیَّةُ کی صدا بلند کی تھی مسیلہ کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بیمار کے لوگ بھی سجاح کی طرف جھک پڑیں اور میری نبوت و حکومت سب مرضِ خطر میں پڑ جائے یہ سب سوچ سمجھ کر اس نے سختہ و ہدایا کیا تھ سجاح کے پاس سفارت بھیجی مراسلتوں کے بعد ملاقات کی ٹھیری سجاح نے مسیلہ کو دعوت دیکر بلایا اور ایک خیمہ میں جس کو اسی غرض کے لئے مکلف فرش و فرشہ اذین عطریات سے آراستہ و پیراستہ کر رکھا تھا مسیلہ کو جہاں رکھا تین دن تین رات یہ دووں جھوٹے بنی و نبیہ اس خیمہ میں گرم صحبت رہے آخر سجاح نے مسیلہ کے دعوئے نبوت کو تسلیم کیا اور اس کے نکاح میں آگئی مسیلہ نے ہزنکاح میں اپنی بیوی کی امت پر اسے نماز فجر کو ساقط کر دیا۔

یہی راز و نیاز کے معاملے چل رہے تھے کہ ناگاہ سیف اللہ خالد بن ولید

بہا دران اسلام کا جہاد لشکر لئے ہوئے سر پہ پہنچ گئے میلہ قتل ہو گیا
 اور سجاج جو اس وقت بھاگ گئی تھی آخر امیر معاویہ کے عہد خلافت میں توبہ کر کے
 اپنی امت سمیت مسلمان ہو گئی اور ایک صحابی کی بیوی بنی۔ عہ
 طلحہ بن خویلد قبیلہ بنی اسود کا ایک چالاک شخص تھا۔ رسول خدا کی وفات کے بعد
 اس نے دعوئے نبوت کے ساتھ خروج کیا چند قبائل اس کی رفاقت میں مرتد ہو گئے
 حضرت صدیق اکبرؓ کے حکم سے خالد بن ولیدؓ نے اس پر لشکر کشی کی۔ طلحہ اور اس کے
 حمایتوں کو شکست فاش ہوئی۔ طلحہ اس وقت تو شکست کھا کر فرار ہو گیا مگر بعد میں حاضر
 ہو کر مسلمان ہوا۔ اور جنگ نہاوند میں جام شہادت پی کر دیا۔ عہ
 تھانے لے علیہ۔

پیشینگوئی

(۱۶۷)

صحابہ کے مابین بخش کا پیدا اوپر اس کا صاف ہونا

جیسا کہ سورۃ الاعراف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
 الصَّالِحَاتِ لَا يَكْفُفُ
 اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے
 (اپنی مقدور بھری نیک عمل کئے) اور ہم تو

نَفْسًا إِلَّا وَمَعَهَا أَذْلُك
أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا
خَالِدُونَ وَنَزَعْنَا مَا فِي
صُدُورِهِمْ مِنْ غَلِيلٍ

کسی شخص پر اس کی سمائی سے بڑھ کر بوجھ
ڈالا ہی نہیں کرتے یہی لوگ جنتی ہوں گے
کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو کچھ ان کے
دلوں میں (ایک دوسرے کی طرف سے دنیاوی)
رنجش ہوگی (اس کو) ہم نکال دیں گے۔



سورة الاعراف پانچ یا چھ آیتوں کے سوا (جن میں آیت مذکورہ بالا شامل
نہیں ہے) کل سورہ کی ہے جو ہجرت رسول سے پہلے نازل ہوئی۔
اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نیک عمل والے سچے مسلمانوں
میں جو ایک کو دوسرے سے رنجش ہوگی ہم اس کو دور کر دیں گے۔ پس ہمیں
دو پیشینگوئیاں ہوئیں ایک آپس میں نزاع اور رنجش کا پیدا ہونا دوسرے
صلح کا ہو جانا چنانچہ یہ دونوں باتیں واقع ہو گئیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کوئی ایسی رنجش یا نزاع صحابہ کرام کے مابین
واقع نہیں ہوئی جو قابل ذکر ہو۔ امیر المومنین کا قلیل زمانہ خلافت امن و امان میں ختم ہو گیا امیر المومنین
خاروق اعظم کا عہد امامت عرصہ تک رہا مگر آپ کی تدبیر و حسن انتظام نے کسی
بد امنی کے ہونے کا موقع ہی نہ دیا۔ خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذی النورین
کا اوائل زمانہ خلافت خوشی و مسرت کا زمانہ تھا لیکن آپ کی صلہ اعداں سے
گذری ہوئی نیکی و رحم دلی نے مضدوں کو انسا و کا موقع دیا جس کا انجام
آپ کی شہادت پر بھی ختم نہ ہوا۔

خلیفہ رابع حضرت علی مرتضیٰ کا زمانہ خلافت فتنہ و فساد کا زمانہ تھا۔

امدادی ہمد میں صحابہ کے مابین نزاع و نجش کا وقوع ہوا۔
 حضرت طلحہ و زبیر نے پہلے حضرت علی سے بیعت کی پھر آخر ناراض ہو کر
 بیعت کو توڑ دیا جب حضرت علی اور حضرت عائشہ کے درمیان میں میدان کا رزار
 گرم ہوا تو طلحہ و زبیر ام المومنین عائشہ کے طرفداروں میں تھے لیکن آخری
 جنگ میں اختتام جنگ سے پہلے حضرت علی نے طلحہ و زبیر دونوں کو سمجھایا۔
 دونوں حضرات آپ کی تقریر سے متاثر ہوئے گزشتہ باتوں پر نادم و
 پشیمان ہوئے اور حضرت علی سے عذر خواہ ہو کر میدان جنگ سے نکل
 گئے ان شاہدان شہادت کو جنگ سے کنارہ کش پا کر بعض مفسدوں نے
 قہر مار کر دونوں کو جام شہادت پلا دیا

عرض طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما تو خود پشیمان ہو کر صاف ہو گئے اور
 حضرت عائشہؓ سے بعد جنگ صلح ہوئی حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما
 کے درمیان دنوں تک آتش جدال و قتال گرم رہی اور اگرچہ یہ لڑائی کسی دلی
 بغض و کینہ پر مبنی نہیں تھی، صرف رائے کی غلطی جنگ کا سبب تھی، تاہم یہ
 ظاہری جنگ بھی تھوڑے دنوں تک رہ کر مصالحت سے بدل گئی اور دونوں
 فریق اپنی اپنی جگہ پر آرام سے ساکن رہ گئے حضرت علی کی شہادت کے بعد
 جناب امام حسنؑ کو داعیہ خلافت پیدا ہوا لوگوں کے بھڑکانے سے پھر
 قریب تھا کہ امام حسن اور امیر معاویہ میں جنگ چھڑ جائے مگر خود امام حسنؑ کی صلح
 پسند طبیعت نے بیجا خونریزی کو پسند نہ کیا اور عین انصاف پسندی سے کام لیکر
 امیر معاویہ کے ماتھے پر بیعت کر لی اور خلافت امیر معاویہ پر مستقل ہو گیا اور اہل ملک

ہر طرف امن و امان کی زندگی بسر کرنے لگے۔
 یہ تھی قرآن کی پیشینگوئی کہ صحابہ رسول کے درمیان میں رنجش ہوگی اور ہم
 اس رنجش کو دور کر دیں گے یعنی جنگ کے بعد صلح ہو جائے گی چنانچہ ولسباہی
 واقع ہو کر رہا۔

پیشینگوئی

(۱۶۸)

یہود اور نصاریٰ قتل ہونگے

جیسا کہ سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یہود کہتے ہیں کہ عزیز اللہ کے بیٹے ہیں
 اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کو بیٹے
 ہیں یہ سب ان کو منہ کی کہن ہو گئیں
 ہی کافروں کی سی باتیں بنانے جو ان
 پہلو (ہو گزری) ہیں خدا ان کو قتل (وغار)
 کر گیا (دیکھو تو) کہ ہر کو (شیطان کے)
 بھٹکاؤ (ہو رہی جھٹکے چلے) جارہے ہیں

قَالَتْ اِلٰهُهُمُو عَزَّيْرُ بْنُ
 اِلٰهِ وَ قَالَتْ الْمَسٰحِرِ
 اِلٰهِمْ اَبْنُ اِلٰهِ ذٰلِكَ
 قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ
 يَصْنَعُوْنَ مِنْ قَبْلِ
 قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَمَنَّا
 يَوْفَكُوْنَ -

۱۔ ان واقعات کو بارہ امام حصاد میں ہم نے نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔

ن

یہود تو خود رسولِ خدا ہی کے زمانہ میں اپنی شرارتوں کی سزا پا گئے جسکی تفصیل اس کتاب کے گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے۔ رہے نصاریٰ ان کا قلع قمع حضرت فاروق اعظم کے عہد خلافت میں خوب ہوا۔ نصاریٰ روم و شام کو بہادران اسلام نے جس جس طرح عاجز و مغلوب کیا اور جیسا روزِ بدر ان کو دکھایا اس سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اگرچہ اس بارہ عہد بنو امیہ اور عہد عباسیہ بھی کچھ کم ممتاز نہیں رہا مگر سلطان صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ کو نصاریٰ کے مقابلہ اور ان کے مقہور کرنے میں جو خاص شہرت حاصل ہوئی اس کو زمانہ کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ ع

پیشینگوئی

(۱۶۹)

سردارانِ مکہ خدا سے چھٹ نہ سکیں گے

یہ پیشینگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورہ مریم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

عہ دیکھو فتوح الشام و اقدی القاروق اردو۔ عہ دیکھو حیات صلاح الدین اردو ۱۲۔

قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا
لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيُّ
الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ
مَقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيًّا
وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ
مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ
أَثَانًا وَرِيئًا قُلْ مَنْ
كَانَ فِي الضَّلَالَةِ
فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَنُ
مَدَّةً حَتَّىٰ إِذَا سَازَوْا
لَا يُوْعَدُونَ إِلَّا الْعَذَابَ
وَأَمَّا السَّاعَةُ فَمَا كُفِّرُوا
مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَ
أَضْعَفُ جُودًا

(جب ہمارے کھلے احکام لوگوں کو پڑھ کر
سنائے جاتے ہیں تو) کافر (جھوٹے
طور پر) مسلمانوں سے پوچھنے لگتے ہیں
کہ (بھلا بتاؤ تو ہم تم، دونوں فریق میں
مقامات کس کے اچھے اور مجلسیں کسکی
زیادہ شاندار ہیں حالانکہ ہم ان کو بہت سی
جامعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کے سازو
سامان اور روایاؤں (ان) سے کہیں عمدہ تھی۔
(تو ایسی غیر ان پوچھنے والوں کو) جواب دو کہ
جو شخص گمراہی میں پڑا ہے خدا اسکو ڈھیل سی
دیتا چلا جاتا ہو یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے
جبکہ ان سے وعدہ کیا جاتا ہو یعنی عذاب
یا قیامت تو اسوقت انکو معلوم ہو جائیگا کہ آج
کسکا مکان بڑا اور کسکی جتنی کمزوری ہے



اب اس کی تصریح کی ضرورت نہیں رہی کہ یہ پیش نیکی کس طرح پوری
ہو گئی، بلاشبہ شروع زمانہ شیوع اسلام میں کفار بہت نالایا اور زبردست تھے
در حالیکہ مسلمان غلے و ناوار اور کمزور تھے لیکن یہ صورت بہت جلد بد گئی اور
معاملہ بالکل برعکس ہو گیا کہ سرداران کفار مسلمانوں کے منہ آکر منہ کی کھا گئے
سب کا قلع قمع ہو گیا جو باقی رہے اور مسلمان نہیں ہوئے وہ ذلیل و خوار

ہو گئے ان کا جتنا نیست و نابود ہو گیا اور مسلمان مالدار اور ان کا جتنا زبردست ہو گیا۔

دوسری آیت سورۃ المؤمنین میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

بَلْ قُلُوبُكُمْ فِي غَمٍّ مِّنْ هَٰذَا أَذْ لَّهُمْ أَشْغَالٌ مِّنْ ذَٰلِكَ لَئِنْ هُمْ لَهَا عَايِلُونَ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِمْ بِالْعُذْبِ إِذَا هُمْ يَجْعَلُونَ

لیکن ان لوگوں کے دل ان باتوں کی طرف منسوب غفلت میں ہیں اور غفلت کو علاوہ ان کے (اور بہت) اعمال ہیں جن کو یہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ہم ان میں سے خوشحال لوگوں کو دھڑکیں گے تو یہ فوراً بلبلا اٹھیں گے۔

ف

آخر ایسا ہی ہوا کہ جن رؤسائے قریش اور سرداران مکہ نے اسلام کو قبول نہیں کیا ان کو خدا نے مسلمانوں کے ہاتھ سے دھڑکیٹا اور چن چن کر سب کا صفایا کر دیا۔ جیسا انھوں نے کمزور مسلمانوں کو ستایا تھا ویسا ہی ان کی آگے آیا۔ گندم از گندم بر وید جوڑ جوڑ۔

پیشینکونی

(۱۷۰)

ابو نعیم بن عوف بن مالک شجعی قید سے رہا ہوگا

جیسا کہ سورۃ الطلاق میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ۔

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا رہے گا اس کے لئے اللہ نجات کی کوئی شکل نکال دے گا اور اس کو وہاں سے رزق پہنچائے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہوگا اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے گا تو خدا اس کے لئے کافی ہے۔

ف

عوف بن مالک شجعی ایک مفلس و نادار مسلمان تھا اس کے بیٹے ابو نعیم مالک دشمنوں نے گرفتار کر کے قید کر لیا ابو نعیم نے کسی طرح اپنے باپ کو اطلاع دی کہ میں اس طرح دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوں اور مجھ کو قید میں تکلیفیں پہنچانی جاتی ہیں۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر میری بیکی کی اطلاع دو۔ عوف بن مالک روتا ہوا پیغمبر خدا کی خدمت میں حاضر ہوا

اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ ہم بال بچے والے عزیز پہلے ہی سے
افلاسِ فاقہ کشی میں مبتلا تھے اب میرے بچے کو بھی ان موزیوں نے قید کر
مبتلا سے عذاب کر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا، صبر کرو، تمہارا بیٹا، خدا نے
چاہا تو چھوٹ جائے گا اور تمہارا افلاس بھی جاتا رہے گا۔ اس کے بعد یہ آیت
نازل ہوئی کہ، جو شخص اللہ سے ڈرے گا اور اللہ اس کی نجات کی کوئی شکل نکال
دیگا اور وہاں سے رزق پہنچائے گا جہاں سے پہنچنے کا اس کو وہم گمان
بھی نہ ہو گا۔ عوف بن مالک اشجعی کو اس سے فی الجملہ تسکین ہو گئی۔

ادھر ایسا ہوا کہ بہت دن گزر جانے سے مالک بن عوف سے اسکے
گرفتار کرنے والے غافل ہو گئے ایک روز مالک نے اپنی نگرانی کرنیوالوں کو
اپنی طرف سے غافل جو پایا قید سے نکل کر بھاگ کھڑے ہوئے اور چلتے چلتے
دشمنوں کے بہت سے اونٹ اور مویشی بھی ہانک لئے۔

رات کی وقت عوف بن مالک اشجعی مکان میں مغموم بیٹھا تھا کہ کسی نے دروازہ
کھٹکھٹایا اس نے اٹھ کر جونہی دروازہ کھولا سامنے اپنے عزیز بیٹے کو پایا
کہ خوش خوش خرم کھڑا ہے اور اس کے ارد گرد اونٹوں اور بھیڑیوں کا
گھمبہ ہے۔

قرآن کی دونوں پیشینگوئیاں پوری ہوئیں۔ عوف بن مالک کا بیٹا قید
کفار سے رہا ہوا۔ اور اس کے لائے ہوئے مویشیوں سے گھر کا
فقر و فاقہ مٹا رہا۔

پیشینگوئی

(۱۷۱)

ابوہل عذاب موت کی وقت کہیگا کاش میں
خاک ہوتا

جیسا کہ سورۃ النبائین میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -

(لوگو! ہم نے تم کو عذاب سے ڈرا دیا
جو عنقریب (آئیوالا) ہے کہ اُس دن اُن
اُن (اعمال) کو دیکھیگا جو اس نے اپنی ہاتھوں
بھیجے ہیں اور اُس دن، کافر ابوہل، چلا
اٹھیگا کہ اسے کاش میں مٹی ہو جاتا۔

۱۰ اِنَّا اَنْذَرْنَاكُمْ عَذَابًا
قَرِيبًا يَوْمَ يَنْظُرُ الْمُرءُ
مَا قَدْ مَتَّ يَدَاہُ وَيَقُولُ
۱۱ اَكَاٰفِرُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ
قَرَابًا۔

ف

ابوہل کے اُس افسوس کی پیشینگوئی ہے کہ جب عفرہ کے بیٹوں نے
جنگ بدر میں اس کو قتل کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دیکھنے گئے کہ ابوہل کا کیا شتر ہوا تو ابن مسعود
اس نے کہا کہ ہاں! مجھ کو میرے چچا زادوں نے کیوں نہیں قتل کیا۔

اے کاش میں بجائے انسان ہونے کے سٹی ہوتا۔ اور ایسے ادنیٰ لوگوں کے ہاتھ سے قتل نہ ہوتا۔

پیشینگوئی

(۱۶۲)

زمین ہلائی جائیگی اور اس کو دھینچکا جائیگا

(۱۶۳)

زمین کی خبریں اخبارات وغیرہ کے ذریعہ سے عام ہونگی

جیسا کہ سورۃ الزلزال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

جب زمین بڑے زور سے ہلائی جائیگی اور
(یہی) زمین اپنی دھینچنے (معدنیات وغیرہ نکال
دے اور انسان (یہ عجائبات دیکھ کر تعجب سے)
بول اُٹھے کہ اسے کیا ہو گیا۔ اسوقت یہ اپنی
(تمام) خبریں بیان کرنے لگیں گی اس لئے کہ
تمہاری پروردگار کا اس کو حکم ہی ایسا ہوگا

اِذَا زُلْزِلَتْ اِلَآ رُضْفُ
زُلْزَلَا لَهَا وَ اَخْرَجَتْ
اِلَآ رُضْفُ اَثْقَالَهَا وَقَالَ
اِلَآ نَسَانُ مَا لَهَا يَوْمَئِذٍ
تُخَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ
رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا۔

ف

اگرچہ عنوان پر ہم نے دوہی پیشگوئیاں لکھی ہیں لیکن درحقیقت ان آیات میں تین عجیب پیشگوئیاں ہیں -

پہلی پیشگوئی

زمین کا متزلزل ہونا اور یہ مشاہد ہے کہ ریلوں کی کثرت نے کرہ ارض کو متحرک کر رکھا ہے -

دوسری پیشگوئی

انقال زمین یعنی معدنیات وغیرہ کا کثرت سے باہر نکالاجاتا کون انکار کر سکتا ہے کہ سونا - چاندی - تانبا - لوہا وغیرہ معدنیات اب جس کثرت سے نکالے جا رہے ہیں اس کا عشر عشر بھی کبھی نہ نکالے گئے ہوں گے خصوصاً کوئلے وغیرہ جو بوجھ کے بوجھ و طعیر کے طعیر بلکہ ہزاروں لاکھوں من روزانہ زمین کے اندر سے نکالے جا رہے ہیں انھوں نے تو اس پیشگوئی کو ایسا صاف طور پر صحیح کر دکھلایا ہے چاند سورج کا وجود مسلم ہے -

تیسری پیشگوئی

اخبار عالم کا عام ہونا اور یہ ان دونوں سے زیادہ ظاہر ہے کہ اخبار

سار برقی اور ٹیلیفون نے کس قدر خبروں کو عام کر دیا ہے اور خبروں کے عام ہونے اور ہر طرف پھیل جانے کے کیسے زبردست ذریعے ہیں بھلا آج تیرہ سو برس پہلے کس کے وہم و گمان میں یہ بات تھی کہ ایک زمانہ میں ایسے آگے ایجاد ہو سکیں گے جو ذری ذری خبروں کو بھی دنیا کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ تک گھنٹوں میں پھیلا کر شائع کرتے رہیں گے

لطیف

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا۔ میں اخبار کا لفظ ایک خاص شانِ لطافت رکھتا ہے یہ کتنی بڑی لطافت اور قوت کلام ہے کہ تیرہ سو برس پہلے جو پیشینگوئی قرآن نے کی بعینہ اور بلفظ آج ہمارے سامنے ہے قرآن نے اخبار کا لفظ فرمایا اور آج اخباروں ہی کی کثرت ہے اخبار ہی خبروں کے شائع اور عام ہونے کے اعلیٰ ذریعے ہیں۔

کیا ممکن نہیں تھا کہ اس ذریعہ خبر رسانی کا دوسرا کوئی نام رکھا جاتا ضرور ممکن تھا مگر مشیت الہی میں تو یہ تھا کہ اس کے کلام لطیف (قرآن) کی پیشینگوئی بلفظ پوری ہو اور وہ ہو کر رہی ابتواہل یورپ اس کوشش میں بھی کامیاب ہو سکے کہ بغیر اخبار و تار برقی کے زمین سے خبریں جاری ہو جایا کریں۔

کیا ان عجائبات نے اہل عالم کو متحیر نہیں کر دیا؟ عوام تو عوام، خواص بھی تعجب کے بغیر نہیں رہتے کہ یورپ نے کیسے کیسے عجائب غرائب و اوقات دنیا کے سامنے پیش کر دیے ہیں۔

پیشینگوئی

(۱۴۳)

ان آوازے کسنے والوں کا مال ہرگز نہ بڑھے گا

جیسا کہ سورۃ العنقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 وَلِلّٰهِ كُلُّ شَيْءٍ قَدْ يَكُونُ
 الَّذِي جَمَعَ مَا لَوْ عَدَّ كُهُ
 يَكْسِبُ اِنْ مَالَهُ اَخْلَدُهُ
 حَلًا لَيَبْدُنَ فِي الْخَطْمَةِ

ہر شخص جو لوگوں کی عیب چینی کرتا (اور نہ ان سے)
 آوازے کستا ہے اس کی بڑی تباہی ہے
 وہ اس خیال سے مال جمع کرتا اور اس کو گن گن کر
 رکھتا ہے کہ وہ مال کی بدولت ہمیشہ نہ رہے گا سو یہ تو
 ہرگز نہ ہوگا ان سال ہی پہنچا نہ خود وہی رہے گا بلکہ وہ خود
 ایک دن مرے گا اور کھڑکی دہستہ (حلقہ یعنی)
 آگ میں پھینکا جائیگا۔

انی بن خلف - احنس بن شریح - جمیل بن عامر حمیری - اور امیہ بن خلف ان چارہ
 مالداران کفار کو اپنے مال و دولت پر بڑا غرہ تھا۔ اپنی مال و دولت کے بڑھانے کی فکر ان
 میں گئے رہتے اور مسلمانوں خصوصاً پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر آوازے کس کرتے تھے
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا رکلا کہ یہ سب ہوس نام میں مبتلا ہیں نہ تو ان کی دولت ہی بڑھ سکی

عہ لباب النقول فی اسباب النزول السیوطی ۱۲۔

نہ وقت پر ان کا موجودہ مال ہی کچھ ان کے کام آئیگا بلکہ یہ سب کے سب ذلیل موت
میں گے چنانچہ ایسا ہی ہو کہ ان نالایقوں میں سے کسی ایک کا مال بھی نہ بڑھا
اور ہر ایک رسوائی کی موت مرا اور قتل کیا گیا۔

پیشینگوئی

(۱۷۵)

یہ سات شخص کفر پر مر گے

جیسا کہ سورۃ الکافرون میں ہے چاہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ وَلَا أَنَا عَابِدٌ لِّمَا عَبَدْتُمْ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ لَكُمْ دِينُكُمْ دِينِي دِينِ۔
راوی یحییٰ بن کافرون (کہو کہ اے کافرو! نہ (تو اس وقت)
میں (تمہاری) ان معبودوں کی پرستش کرتا ہوں جن کی
تم پرستش کرتے ہو اور جس (خدا) کی میں پرستش کرتا ہوں
تم بھی (سوقت) اس کی پرستش نہیں کرتے اور آئندہ
بھی (نہ میں تمہاری۔ ان معبودوں کی پرستش کرونگا
جن کی تم پرستش کرتے ہو اور نہ تم ہی اس خدا کی
پرستش کرو گے جس کی میں پرستش کرتا ہوں (جاوید)
مکتبہ اسلامیہ اور کتب خانہ اسلامیہ -



عاص بن وائل سہمی - ولید بن مغیرہ - اسود عنسی - عبد یحیٰ - اسود بن عبد المطلب - فامیہ بن خلف جحی اور عات بن مغیرہ - یہ سات اکابر کفار قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہنے لگے کہ آپ کو بہتر سے بہتر حسین عورت، مال و دولت، مکان و عمارت جو کچھ مطلوب ہو، ہم سب ملکر دیا کر دیں گے، آپ اپنے دعوے سے باز آجائے، اگر یہ منظور ہو تو کم سے کم ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا نہ کہیے اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو سب سزا سان بات یہ ہے کہ ایک سال ہم آپ کے معبود کی پرستش کریں ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی پرستش کریں۔ پیغمبر خدا نے فرمایا، میں اس کے متعلق وحی الہی کا انتظار کر کے جواب دوں گا۔ اور اس کے بعد کافروں کے جواب میں یہ سورۃ الکافرون نازل ہوئی جس میں صاف فرما دیا گیا کہ ہم (پیغمبر) تو تمہارے باطل معبودوں کی پرستش اس وقت کرتے نہ آئیدہ کریں گے اور اسی طرح تم جو اس وقت ہمارے معبود مطلق سے روگرداں ہو، آئیدہ بھی اسی طرح بغاوت پر کمر بستہ رہو گے تو فضول مکاری کی باتیں نہ بولو، جاؤ بالفعل تم اپنے دین پر رہو، میں اپنے دین پر رہوں گا۔

آخر ایسا ہی ہوا کہ ان سات شریریوں میں سے کوئی مسلمان ہوا نہ اپنی شرارت سے باز آیا اور ہر ایک تباہ و برباد ہو کر اسلام کی خوشخوار تلوار کا جوہر دیکھتا ہوا دارالبوار کو سدھارا۔

پیشینگوئی

(آئندہ)

آسمانوں کا پھٹنا اور پہاڑوں کا غبار ہونا

پیشینگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ الرحمن میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 فَاذْهَبْ أَلَسْتَ بِرَبِّكَ
 فَذِذْكَ السَّمَاءُ فَكَانَتْ
 وَرْدَةً كَالدِّهَانِ -
 پھر جب قیامت کو دن آسمان پھٹے اور تیل کی
 طرح (اس کی رنگت) لال لال ہو جائے۔

دوسری آیت سورۃ النبا میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 لَوْ مَّا يَفْخَمُ فِي الصُّمُورِ فَتَأْتُونَ
 أَفْوَاجا فَنُفِثَتْ السَّمَاءُ فَكَانَتْ
 أَبْوَابًا وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ
 فَكَانَتْ سَرَابًا -
 اس وقت صورت پھوٹ کا جائیگا اور تم لوگ گروہ کے
 گروہ آہا فرمہو گے اور آسمان (پھٹ کر اس میں)
 دروازی دروازی ہو جائیں گے اور پہاڑ (اپنی جگہ
 سے) چلاؤ جائیں گے اور وہ غبار ہو کر رہ جائیں گے۔



فلاسفہ متقدمین آسمان کو جسم صلب، خفاف، ناقابل خرق والتیام مانے تھے
 پھر جب فلسفہ نے مسلمانوں کے گھر میں نیا جنم لیا اور حکمت نے مسلمانوں کے
 دامن میں پناہ لی تو انھوں نے فلسفہ یونان کے بہت سارے مسائل کو باطل کر کے
 اور ایک دوسرا فلسفہ بنا کر **علم کلام** اس کا نام رکھا متکلمین یعنی کلام والے (مکالمہ)
 اسلام نے آسمانوں کا جسم صاف ہونا تو تسلیم کر لیا۔ مگر اس کا غیر قابل

خرق والتیام ہونا نہ مانا اور اس کو بدلائل قاطعہ روا کر دیا۔

قرآن مجید بر علم ہیات یا ریاضی یا اس قسم کے علم و فن کی کوئی کتاب نہیں ہے وہ فقط امت کی اصلاح حالت اور درستی اخلاق کیلئے نازل فرمایا گیا چونکہ قرآن عرب خصوصاً قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے اس لئے زبان عرب کی تمام خصوصیات اس میں موجود ہیں اس لئے زبان کے مصطلحات کی واقعی غلطی یا صحت سے کوئی تعرض نہیں کیا بلکہ بلا تعرض انہیں کے مصطلحات سلسلہ سے اپنور دعویٰ کو ثابت کرتا رہا مثلاً کفار عرب ساتھ آسمان اور ایک زمین کے قابل تھے قرآن کو اپنا دعویٰ توحید یا وجود باری ثابت کرنا ہے پس اس امر سے بحث کر نیکی اسی کچھ ضرورت نہیں ہے کہ واقعی آسمان سات ہے یا ایک ہی نہیں ہے اور ہے تو اس کی حقیقت کیا ہے کیونکہ قرآن ان مباحث کے طے کر نیکیلئے اترا ہی نہیں تھا وہ اہل عرب کو مخاطب کرتا ہے کہ تم سات آسمان اور ایک زمین کے قابل ہو تو قرآن عظیم الشان چیزوں کا کوئی خالق ہے یا آپ ہی آپ پیدا ہو گئیں پھلی صورت تو تمہارا رسم ہی عقیدہ کی رو سے باطل ہے اور جب ان چیزوں کا خالق ہونا ضرور ہے اور ہے تو پھر اس کی پرستش کرو اور اس کے ساتھ الوہیت میں بتوں کو شریک نہ گردانو۔ الحاصل عربوں کے جن مصطلحات و معتقدات کو نفس اسلام سے تعلق نہ تھا یا ان کی وجہ سے اسلام میں کوئی مزاحمت نہ ہو سکتی تھی ان کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا اور بلا تعرض انہیں سے ان کے معتقدین کو قائل کیا۔ البتہ ان کے جو معتقدات اسلام کے خلاف تھے ان کو صاف الفاظ میں باطل گردانا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے مسائل میں ماہین العلماء ہمیشہ اختلاف رہا۔ امدان جیسے امور کو محققین نے نفس اسلام سے بالکل الگ رکھا قرآن میں جبر سات آسمان کہا گیا ہے اس واقعہ نہ تعدد عقود و نہ

آسمانوں کی ماہیت کا اظہار منظور ہے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ جب آسمانوں کا قابل خرق والقیام ہونا ثابت ہے تو اس کی پچھٹنا اور اس میں در ذول اور دروازوں کا ہونا ممکن ہے ہاں یورپ کا فلسفہ جدید سرے سے آسمانوں کے وجود ہی کا قائل نہیں ہیں اگر ثبوت ہو جائے کہ جس صفت کا آسمان مانا جاتا ہے ویسا نہیں ہے تو آسمانوں کے طبقات فضا سے بالا مراد ہوں گے اور اس عالم کی ترکیب کے مضاعف ہونے کے بعد وہ طبقات بھی متاثر ہوں گے مثلاً اجزائے ارضی کے طبقات ساوئی مل جانے سے رنگ کا تغیر لازم ہے اور انفکاسات کی وجہ سے اس کا لال ہونا ظاہر طبقہ کے بعض بعض حصہ میں جب اجزاء ارضی کی آمیزش اس طرح ہو کہ درمیانی حصہ خالی رہ جائے تو وہی ابواب اور درذین ہیں فلاسفہ اور اہل شریعت میں سے جو لوگ آسمان کے قائل نہیں ہیں ان کے نزدیک مادون الارض غیر محدود فضا نہیں ہے نہ یہ ہو سکتا۔ حکیم فیثاغورث زمین کی حرکت کا قائل ہے اور وجود سماوات کا (جیسا کہ بطلمیوس کا مذہب ہے) منکر ہے حکیم بطلمیوس سکون زمین اور وجود و حرکت آسمان کا قائل ہے اور اسی کو اہل اسلام نے تسلیم کیا فرق یہ ہے کہ بطلمیوس تمام آسمانوں کو ایک دوسرے سے چپکا ہوا مانتا ہے جیسے پیاز کے پھلکے اور شریعت محمدیہ والے ہر دو آسمانوں کے درمیان ایک وسیع فضا پانچ سو برس کے راہ کے مساوی مانتے ہیں آسمان بطلمیوس کے نزدیک ناقابل خرق والقیام ہے اور حکماء اسلام کے نزدیک قابل خرق والقیام ہے دلیل عقلی نہ تو وجود فلک پر قائم ہے نہ اس کے عدم وجود پر اور جو دلیل پیش کی جاتی ہیں وہ سب ناقص و کمزور ہیں فیثاغورث کے نظام پر ستارے کچھ ساکن ہیں کچھ متحرک ہیں اور حرکات تابع کشش ہیں آفتاب اس

انظام کیلئے ساکن ہے زمین اور دوسرے سیارے باقی فضا کے کشش آفتاب کے
 گرد پھرتے ہیں۔ زمین کی دو حرکتیں ہیں ایک گرد آفتاب کے جس کے دورہ
 کو سال کہتے ہیں دوسری حرکت اپنے محور پر جس سے رات دن پیدا ہوتے
 ہیں بطلیمیوس کے نظام پر سات سیارے سات آسمانوں میں ہیں اور باقی سب
 ستارے آٹھویں آسمان میں جڑے ہوئے ہیں۔ نتائج حرکات کے لحاظ سے
 ضرور ہے کہ سیارات کے حرکات میں تناسب قائم رہے اس لئے ایک ایک
 آسمان کلی میں متعدد آسمان جرنی ماننے پڑے اور ان کے اصول پر اقسوت
 (۲۴) آسمان ہیں۔ اب (۶۴) سیارے ثابت ہوئے ہیں تو بطلیمیوسی اصولاً
 سیکڑوں آسمان ماننے پڑیں گے اور جتنے سیارات ثابت ہوتے جائیں گے
 اسی کے حساب سے آسمانوں کی تعداد بڑھتی جائیگی اس کے علاوہ اب
 بہت سے سیارات کیساتھ اتار (چاند) بھی ثابت ہوئے ہیں اور یہ کہ ایک ایک
 کے لئے متعدد بھی ہیں جن کی حرکات کے لئے بطلیمیوسیوں نے اصول مقرر نہیں
 کئے ہیں اور ان میں بہت سے اشکالات ہیں ان بطلیمیوسیوں نے آسمانوں کو
 اجسام کشیفہ اور پیاز کے چھلکوں کی طرح تہ بہ تہ مانا۔ آخری تہ کا آسمان جو تمام تہوں کے
 محیط ہے اور جو ان کے نزدیک تمام مخلوقات کا منہا ہے اس کا نام فلک الافلاک
 اور محدود ہے یہ فلک الافلاک مع اونٹین آسمانوں (مدیر جوزہر۔ مائل) کے
 مشرق سے مغرب کی طرف گردش کرتا ہے باقی آسمان مغرب سے مشرق کی
 طرف گھومتے ہیں بطلیمیوسیوں کے گمان میں فلک محدود و موروہ عالم کا منہا جسکے پیچھے
 خلا ملکچہ نہیں ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ممالک مقبوضہ کی ایک دیوار کھینچی
 ہے پس بطلیمیوسیوں کے مذہب پر تمام صنعت خداوندی کا لب لباب آبادی
 زمین ہے اور فیتا غور شیوں کے ملک پر صنعت خداوندی غیر محدود اور بے انتہا

آب ویاں اور سبے اہتمام عالم ہیں۔ شان خداوندی کی عظمت نظام فضا غرضی میں
 سبے نظام جلیوس میں آجکل یورپ کے محققین علم نباتات میں خیال و حد و سماوات
 کی نسبت رکھتے ہیں دراصل وہ خیال قرآن کے مخالف نہیں ہے۔ قرآن نے
 اگرچہ آسمانوں کو زاپول قرار نہیں دیا لیکن مادہ سماوی کو جو پورا ہر کائنات پر محیط
 ہے مطلب اور کثیف اور صغیر الخ فرق کیا نہیں بنایا بلکہ ہوا یا پانی کی طرح نرم
 اور کثیف مادہ قرار دیا جس میں ستارے تیرتے پھرتے ہیں پناہ خیرن کی
 آیات کریمہ کُلِّ فِی قَلْبٍ یَّسْجُوعٍ اور ثُمَّ أَسْمَوْنِیَ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ
 سے صاف ظاہر ہے قرآن ہمیشہ کوئی بات کسی علم و فن کے سلسلہ اصول سے
 خلاف نہیں ہے بلکہ یا تو ہماری فہم کا قصور ہے کہ ہم نے معانی قرآن میں غور و خوض
 سے کام نہیں لیا یا خود اس فن کا وہ سلسلہ ہی غلط ہے جسکو قرآن کا مخالف
 کہا جاتا ہے۔

پیشینگوئی

(آئندہ)

آنکھوں کا تھرا نا۔ چاند گہن۔ چاند سورج کا جمع ہونا

جیسا کہ سورۃ القیامہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وہ پوچھتا ہے کہ بھلا روز قیامت
 کب ہوگا تو (ای محمد کہو) کہ جب مارے
 سبت کے آنکھیں تھرا جائیں اور چاند ٹھنڈا
 اور سورج اور چاند۔

يَسْأَلُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ
 فَإِذَا بَرَقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ

وَجَمِيعَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ۔ (دونوں) ایک جگہ جمع کر دئے جائیں۔

ف

چاند کے گہن سے بعض لوگوں نے تو یہی گہن مراد لیا ہے جو ہمیشہ ہوا کرتا ہے مگر یہ قول ساقط ہے کیونکہ ایسے گہن کو علامات قیامت سے کوئی مناسبت نہیں ہے بعض مفسرین نے چاند گہن سے اسکی روشنی کا زائل ہونا مراد لیا ہے اور یہی صحیح ہے چاند سورج کے جمع ہونے سے کیا مطلب ہے اس میں بھی بین المفسرین اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ سورج اور چاند دونوں ایک جگہ جمع ہو جائیں گے اور اکثروں کا یہ مسلک ہے کہ چاند سورج دونوں اکٹھے ہوں گے یعنی دونوں کی روشنی زائل ہو جائیگی۔

فلسفی اعتراض کرتا ہے کہ چاند سورج کا اکٹھا ہونا اور چاند میں گہن لگنا دونوں باتیں ایک وقت میں نہیں ہو سکتیں کیونکہ چاند میں گہن اس وقت لگتا ہے جب اس کے اور سورج کے بیچ میں زمین حائل ہوتی ہے تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ہی وقت میں دونوں اکٹھا بھی ہوں گے اور ایک دوسرے سے ہزاروں لاکھوں کوس کے فاصلہ پر بھی ہوں گے اور یہ اجتماع ضدین محال ہے۔

جواب

قرآن مجید میں یہ تو نہیں فرمایا گیا ہے کہ چاند گہن اور چاند سورج کا اجتماع ایک ہی آن میں ہوگا بلکہ ان دونوں خبروں کو صرف عطف و آو کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو صرف جمع کے لئے آتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ قیامت سے پہلے چاند میں گہن لگیگا اور چاند سورج اکٹھا کئے جائیں گے یہی بات کہ

یہ دونوں واقعات ساتھ ہوں گے یا فصل سے ہوں گے اور فصل سے ہوں گے
توزیع میں کتنا وقفہ ہوگا قرآن نے کچھ صراحت نہیں کی اس کے علاوہ چاند گہن
کی جو کیفیت بیان کی جاتی ہے وہ موجودہ نظام پر ہے مگر جب یہ نظام ہی درہم
برہم ہو جائیگا تو ممکن ہے کہ اسوقت کوئی اور حالت پانڈ گہن کا سبب ہو
اور چاند سورج اکٹھے بھی ہو جائیں واللہ اعلم۔

پیشینگوئی

(آئندہ)

آسمان کا پھٹنا ستاروں کا جھڑنا سمندروں کا بہ جانا
قبروں کا اکھڑنا اور مخلوق کی حالت

پہلی آیت سورۃ انفطار میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

جب کہ آسمان بھٹ جائے اور جب ستارے
جھڑ پڑیں اور جب دریاؤں کو (انکی اصلی
جگہ سے اچھال کر دوسری طرف کو بہا دیا
جائے اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں
(اسوقت) ہر شخص جان لیگا کہ اس نے کیسے
عمل پہنچا (زاد آخرت بنا کر) بھیجیں اور بھیج دیا

إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ
وَإِذَا الْكَوَاكِبُ
انْتَشَرَتْ وَإِذَا الْبُحَارُ
فُجِّرَتْ وَإِذَا الْقُبُورُ
بُعْثِرَتْ عَالِمَتْ لَفْسٌ
مَا قَدْ مَتَّ وَاحْتَرَتْ

ف

قرآن میں قیامت کی آمد کی باتوں سے بتائی گئی ہے مثلاً زمین کا زلزلہ پہاڑوں کا اڑے اڑے پھرنے اور ٹکرا کر چکنا چور ہو جانا۔ دریاؤں اور سمندروں کا اپنی حد سے باہر بہ جانا ستاروں کا بھڑپڑنا۔ چاند سورج کا بے نور ہو جانا وغیرہ۔ یہ بھی ایک حادثہ بتایا گیا ہے کہ سمندر اور دریا اپنا پٹیا چھوڑ دیں گے۔ یا تو ان میں پہاڑوں کا ملیہ آ بھرے گا یا ٹکڑے کے صدر سے پانی اچھل اچھل کر چاروں طرف بہا بہا پھرے گا غرض ہوگی بڑی آفت تفصیلی کیفیت اللہ کو معلوم ہے۔

دوسری آیت سورۃ المرسلات میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تَوَجَّهْ سِتَارَے مَندِ پڑ جائیں اور جب آسمان بھٹ جائے اور جب پہاڑ اڑا جائیں اور جب پر پیغمبر وقت مقرر پر حاضر کئے جائیں (اس وقت سمجھو کہ قیامت ہوئی لیکن یہ واقعات کس دن کے لئے ملے تو یہ ہیں ؟ فیصلے کے دن کے لئے۔

فَاِذَا السَّمَاءُ فَجَّتْ
وَإِذَا الْجِبَالُ سُفَّتْ
وَإِذَا الرَّسُلُ أَقْبَتْ
لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْجَلَّتْ
يَوْمَ الْفَصَلِ

ف

یہ قیامت کے متعلق پیش گوئیاں ہیں۔ اول ستاروں کا زلزلہ ہونا دوسرے آسمانوں کا بھٹ جانا۔ تیسرے پہاڑوں کا اڑا دیا جانا۔ چوتھے وقت مقررہ پر پیغمبروں کا حاضر کیا جانا۔

فیثا غرث کے مذہب پر عالم غیر متناہی ہے۔ جس زمین پر پیغمبر آباد ہیں

ایسی اور اس سے زیادہ لاکھوں کروڑوں اور غیر متناہی کرے اور عالم
میں۔ پس یہ ضرور نہیں ہے کہ ایک ہی وقت میں تمام قیامت آجائے ممکن
ہے کہ وقتاً فوقتاً ہر کرہ میں قیامت آتی رہے اور جب کرہ درہم برہم ہو جا
تو اس کے غبار سے ستاروں کا بے نور ہو جانا ظاہر ہے۔

طیف

آیت میں (إِذَا السَّمَاءُ انْفَجَّتْ) کا لفظ ہے۔ فرج کے معنی کشادہ
کرنے کے ہیں پس اس سے آسمانوں کا نرم اور طبقہ ہوائی ہونا مترشح ہے
جیسا کہ محققین اہل یورپ کا مسلک ہے۔

پیشنگونی (آئندہ)

زمین کا دھکوں سے چکنا چور ہو جانا

پہلی آیت سورۃ النازعات میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

جب کہ زمین لرز جائے اور (ایک) زلزلہ
کے بعد دوسرا زلزلہ آو اسدن (بہت بڑی لڑائی
کے) دل دھڑکے ہو کر اور مارے رنج و حسرت ہو کر
انہی نظریں۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ
تَتَّبِعُنَا الرَّادِفَةُ قُلُوبٌ
يَوْمَ مَسِدِ الرَّادِفَةُ ابْصَارُهَا

خَاشِعَةً۔

جھکی ہوئی ہونگی۔

دوسری آیت سورۃ الزلزال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ

زُلْزَالَهَا وَأَخْرَجَتْ

الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا۔

جب زمین بڑے بڑے رور سے ہلاوے گی

اور پھیلے زمین اپنے دغینے (سندھیاں)

اور مردے وغیرہ سب اٹھائیں گے جیسے

تیسری آیت سورۃ الفجر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ

دَكًّا دَكًّا

ہاں ہاں جس روز زمین مارے گی

دھکوں کے چکنا چور ہو جائے گی۔

ف

اس زمانہ میں علم ہیأت نے بڑی ترقی کی ہے اور بڑے بڑے پتے کی دوزینیں ایجاد ہوئی ہیں جن سے کروڑوں کوس کے فاصلہ کی چیزیں ایسی دکھائی دیتی ہیں جیسے پاس رکھی ہوئی ہیں تو تحقیقات جدیدہ کا نتیجہ یہ ہے کہ تمام اجرام فلکی بڑے بڑے گولے ہیں اور زمین ان میں سے ایک ہے۔ مقابلہ میں ایسی ہے جیسے منکے کے مقابلہ میں رانی کا دانہ اور یہ کسی خیال کیا جاتا ہے کہ ہماری زمین کی طرح اور کبھی بھی آباد ہیں خدا نے تمام اجسام میں کشش کی قوت رکھی ہے جس کے ذریعہ سے یہ سب گھوم رہے ہیں۔

جب ان باتوں کو آثار قیامت سے ملا کر دیکھا جاتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا کشش کو سلب کر کے یا کسی اور طرح پر اس تمام انتظام کو درہم برہم کر دے گا۔ یہ سب ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے اور ایسی

بڑی آفت ہوگی جسکو کوئی فرد بشر سمجھ نہیں سکتا۔ ان چیزوں کے مقابل میں ریل کی کچھ حقیقت نہیں ہے لیکن جب کبھی ریلیں لڑ گئی ہیں تو ایسی مصیبت واقع ہوئی ہے کہ بیان میں نہیں آسکتی۔

قدیم فلسفہ والے زمین کو ساکن سمجھتے تھے۔ اب اسکا سیارہ ہونا ثابت مان لیا گیا ہے فلاسفہ متقدمین کے نزدیک صرف سات سیارے تھے اب ان کے علاوہ اور بھی سیارے ثابت ہوئے ہیں غرض یہ سب صاف دلیلیں ہیں اس امر کی کہ انسان محدود العلم پیدا ہوا ہے وہ ترقی کے کتنا ہی بلند ذمہ پر پہنچ جائے پھر بھی اپنی جگہ پر ناقص ہے وہ کبھی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ہم نے کچھ دریافت کر لیا ہے یہی صحیح اور قطعی ہے یا جہان تک ہم نے ترقی کی ہے یہی ترقی کی آخری حد ہے اب اس سے آگے ترقی نہیں ہو سکتی۔

اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ معلوم شدہ سیاروں اور ستاروں اور اجرام علویہ کے علاوہ معلوم نہیں کتنے اجرام و سیارے ہوں گے جہاں تک انسان کی پہونچ نہیں ہوئی اور ممکن ہے کہ آگے چلکر اور بھی رازوں کا انکشاف ہو۔

ہو سکتا ہے کہ ان اجرام معلوم و نامعلوم میں سے کچھ سیارے ایک ممتد زمانہ کے بعد گردش کرتے ہوئے اس حد تک پہونچیں جن کے قریب سے موجودہ نظام درہم برہم ہو جائے قوت جذب و انجذاب کو نقصان پہونچے اور کڑھ ارض ٹکڑ ٹکڑ ہو جائے پرزے ہو جائے اور پہاڑوں وغیرہ کا وہی حال ہو جائے جیسا کہ قرآن مجید میں مصرح ہے۔

پیشنگونی

(اُسندہ)

صور کا پھونکا جانا اور تمام زندوں کا مگر کچھ زندہ ہونا

پہلی آیت سورۃ الزمر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 وَ نُفِخُ فِي الصُّورِ فَخُصِيعٌ
 مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ
 فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ
 اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخُ فِيْهِ اٰخَرٰى
 فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُوْنَ
 اور (اول بار) صور پھونکا جائیگا تو جو مخلوقات
 آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں اُن سب
 (موت کی) بیہوشی طاری ہو جائیگی مگر جس کو
 خدا چاہے پھر دوبارہ صور پھونکا جائیگا تو سب کے
 سب اُکھڑے ہو جائیں گے اور قبروں کو نکال کر کھڑے ہو جائیں گے
 (اور) ہر طرف دیکھنے لگیں گے۔

دوسری آیت سورۃ الحاقہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ
 نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ
 وَ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَرِثُ
 وَ الْجِبَالُ فَدْ كُنَّا
 دَكَّةً وَّ اَحَدَةً فَيَوْمَئِذٍ
 وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ وَ انشَقَّتِ
 السَّمَاءُ فَهِيَ كُفٌّ مُمْدِدٍّ وَاٰهِيَةٍ
 پھر جب صور میں (پہلی) ایک پھونک مار دی
 جائیگی اور زمین اور پہاڑ دونوں کو اٹھا کر
 ایک ہی بار اُن کو ریزہ ریزہ کر دیا جائیگا
 تو قیامت جو چار و تاجار ہوئیوا لی
 سے اُس دن ہو جائیگی اور آسمان
 پھٹ جائیگا اور وہ اسدن بہت بودا ہوگا

تیسری آیت سورۃ القہر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

جسدان بلا نیوالا (اسرافیل)، انکو ایسی چیز کی طرف بلائیگا جس سے (اُن کے ذہن بھی) آشنا نہیں اُن کی نظریں جھکی ہوں گی (قوسِ روزِ قبروں میں سے اس طرح) انکل پڑیں گے کہ گویا یہ ٹڈیاں ہیں پھیلی ہوئی۔

يَوْمَ لَا يَكْفُرُ لَكُمْ وَكَانَ
اَبْصَارُكُمْ تَخِرُّ الْجَوَانِ
مِثْلَ الدَّاحِثِ اَش
كَانَ لَكُمْ جِرَادٌ مِّنْ شَرِّهِ



ان آیات میں چار پیشگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشگوئی

صور کا پھونکا جانا جسکی کیفیت یہ ہے کہ صور کے پہلی مرتبہ کے پھونکنے کے بعد زمین اور آسمانوں کی تمام مخلوقات موت کی بیہوشی میں مبتلا ہو جائیں گی مگر جن کا بیہوش ہونا اللہ نہ چاہے گا وہ اس سے متاثر نہ ہوں گے پھر جب دوسری مرتبہ صور پھونکیگا تو سب زندہ ہو کر قبروں سے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ لغت میں صور کے معنی سینکڑے کے لکھے ہیں جو پھونک کر بجا یا جاتا ہے اب سینکڑے کی جگہ تڑہی یا بگل کام میں لاتے ہیں۔

اب یہ بات کہ وہ صور جس کے پھونکنے کے بعد زمین و آسمان کی ساری مخلوقات بیہوش ہو جائیں گی اور دوبارہ پھونکنے کے بعد، ابتداءً

عندئذ میں وہ شخص حضرت موسیٰ ہیں۔

آفرینش سے اس وقت تک کے تمام مردے قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے
کیا واقعی سینکڑا ہو گا یا کیا۔

ہم کو صور کی حقیقت نہیں بتائی گئی ہے لہذا قرآن کے کلام الہی ماننے
والوں کو اسپر ایماں لانا بس ہے کہ صور پھونکا جائیگا اور اس کا یہ اثر مرتب
ہو گا اور منکریں کو اس پیشینگوئی کے پورے ہونیکا انتظار کرنا چاہیے تا آنکہ
پوری ہو اور وہ دن آجائے جب ان کو سوائے ندامت و پشیمانی کے
کوئی مفر نظر نہ آئیگا۔

صور کا وجود اور اس کا وہ اثر جو قرآن میں بتایا گیا ہے خلاف عقل
نہیں ہے نہ اس کے اتنلع پر کوئی عقل بنیہ موجود ہے کیا قادر مطلق
ایسے ابداع پر قدرت نہیں رکھتا؟ ضرور رکھتا ہے۔

دوسری پیشینگوئی

صور کی پہلی آواز میں تمام جانداروں کا مرجانا اور دوسری مرتبہ میں
سب کا زندہ ہو کر قبروں سے نکل پڑنا۔

تیسری پیشینگوئی

زمین اور پہاڑوں کا ایک ہی مرتبہ ٹکرا کر ریزہ ریزہ کر دیا جانا۔

چوتھی پیشینگوئی

آسمانوں کا پھٹ پڑنا اور ان کا ٹھپھا ہوا جانا۔
یہ پیشینگوئیاں زمانہ آئندہ اور آخرت سے متعلق ہیں جن کی نسبت

زیادہ بحث کرنے سے ہم نے اعراض کیا ہے کیونکہ وہ قیامت کی پیشینگوئیاں
 ہیں اور اس کتاب میں ہم نے ان پیشینگوئیوں کے لکھنے کا وعدہ کیا ہے
 جو پوری ہو گئیں یا ہو رہی ہیں وقد فعلت کما وعدت بمنہ لہا لے
 وکرمہ و بہ نستعین والحمد للہ رب العالمین فقط والسلام علی

سید الانام الحیوم القیام

ی م ی

غلطنامہ کتاب حکمتہ بالغہ جلد اول

صفحہ نمبر	صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ نمبر	صفحہ	غلط	صحیح
۱	۱	۵	اسی طرح	۱۶	۱۲۵	۱۴	اپنی
۲	۲۵	۱۳	محقق	۱۴	۱۳۵	۱۳	نہایت ہو گیا
۳	۳۴	۹	اس عقل	۱۸	۱۳۹	۶	ارباب معرفت کیلئے
۴	۵۰	۱۹	بموجب	۱۹	۱۵۲	۷	فرماتا
۵	۵۷	۱	دنیا کے پڑھنے	۲۰	۱۶۲	۱۱	آرزو کرو
۶	۶۳	۲۰	مشتعل ہیں	۲۱	۱۸۳	۱۰	روس
۷	۷۳	۱۱	منقیم	۲۲	۱۹۰	۷	منہ لینے سے منہ
۸	۷۶	۱۷	وجود شیوع	۲۳	۱۹۶	۲	بھی
۹	۷۹	۱	وشوار دشوار	۲۳	۱۹۸	۷	ہزار
۱۰	۸۰	۵	محصور ہیں	۲۵	۲۰۵	۱۸	زرد روی ہی
۱۱	۸۰	۱	احکام	۲۶	۲۰۶	۱۶	چند دنوں
۱۲	۸۵	۱۶	پاس یعنی	۲۷	۲۱۰	۱۳	رنگ
۱۳	۹۳	۱	مفسرہ	۲۸	۲۲۵	۱۵	استہزا ہوتا تھا
۱۴	۱۱۲	۹	منہ اللہ	۲۹	۲۳۵	۹	توبہ ت
۱۵	۱۲۵	۹	سندس	۳۰	۲۴۰	۲۰	جزیرہ بحر جزیرہ
				۳۱	۲۴۵	۸	منکر و عملوا
				۳۲	۲۴۵	۱۱	استخلاف

نمبر شمار	صفحہ	خط	صحیح	نمبر شمار	صفحہ	خط	صحیح
۶۳	۳۵۸	۹	خدا	۸۲	۴۹۰	۷	عورت
۶۴	۳۵۸	۱۵	اور	۸۳	۴۹۷	۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے
۶۵	۳۶۰	۵	مسلمان پر	۸۴	۵۰۳	۱۰	لوگ خود بخود
۶۶	۳۶۱	۱	سورۃ الملق	۸۵	۵۰۴	۷	سب کے
۶۷	۳۶۲	۴	کے لئے	۸۶	۵۰۵	۱۶	پورے
۶۸	۳۶۴	۱۳	کرے گا	۸۷	۵۰۶	۶	اکثر پر تو
۶۹	۳۸۲	۶	بلکہ	۸۸	۵۰۷	۱۳	المؤمنون
۷۰	۳۸۴	۱۵	گر طے				المؤمنون
۷۱	۳۸۸	۳	سزا دیگا	۸۹	۵۳۰	۲	میں کے
۷۲	۳۸۸	۱۳	چھیڑ غانی	۹۰	۵۳۷	۸	کبھی
۷۳	۳۹۳	۱۵	بسر کرینگے				
۷۴	۳۹۳	۱۸	اسلام	۹۱	۵۳۸	۱۱	ارہوئی
۷۵	۴۰۸	۶	یہودیوں کو	۹۲	۵۳۸	۱۹	حالت میں
۷۶	۴۱۹	۹	مہاجرین	۹۳	۵۴۳	۱۱	ما فوق البشریت
۷۷	۴۲۶	۱۵	خدا ان کو ان کی	۹۴	۵۵۱	۲۰	ہمان
۷۸	۴۴۴	۱	عورتوں کے	۹۵	۵۵۲	۱۸	خامہ اناس
			حسن اور	۹۶	۵۵۸	۵	یہ لحاظ
۷۹	۴۴۴	۸	آہستہ آہستہ	۹۷	۵۶۱	۶	زمانہ وجود
۸۰	۴۵۸	۵	سرکار	۹۸	۵۶۶	۱۵	ہندھ
۸۱	۴۸۰	۵	اس کا کافی	۹۹	۵۶۷	۱۸	حدیث یہ

